U 13257 Date. 5-12-9.

title – MUBAHISA-E-GULZAR NASEEM YAANI MUARKA.
CHAKBAST-O-SHIRAR.

Creator – Meerza Mohd. Shafi Sheerazi.

Publisher – Nawal Kishore (Lucknow).

Date – 1913.

Pages – 476 + 10

Subjects – Urdu Shayari – Tanqeed; Adabi Muarke.

مؤلفہ

الحکما میرزا محمد شفیع شیرازی ثم الکھنوی

باہتمام پنڈت منوہر لال بھارگو بی۔اے سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

۱۹۱۳ء

بار اول

[illegible]

[illegible] کی تشریح [illegible]

[illegible]

[illegible] حالات [illegible] اور [illegible]

[illegible] اسکی شان کے لیے موزوں [illegible]

فہرس مباحثہ گلزار نسیم حصہ اول

مضمون	نام مصنف	اخبار یا رسالہ	صفحہ	کیفیت
ار نسیم	از حکیم مرزا محمد شفیع شیرازی		۱	
...دی کی تاریخ	از طیش بلگرامی	اودھ پنچ	۱۱	
...ر نسیم	پنڈت برج نرائن چکبست	گلزار نسیم مطبوعہ سابق	۲۶	
...یم پر ریویو	مولوی عبد الحلیم شرر	دلگداز جلد ۹	۵۳	
...یم	مولوی عبد الحلیم شرر	//	۶۸	
...یم	پنڈت برج نرائن چکبست	اردوئے معلی مرتبہ حسرت موہانی	۷۳	
...یم	//	اودھ پنچ	۱۱۶	
...یم	//	//	۱۳۳	
...نی اور حضرت ...رفشانی	منشی سجاد حسین صاحب	اڈیٹر اودھ پنچ	۱۴۰	
...قول فیصل	احمد علی شوق	اودھ پنچ	۱۵۲	
...یم اور مرحوم نسیم	//	از کشمیری درپن	۱۶۱	
...یم	نقاد لکھنوی	از رسالہ زمانہ	۱۶۵	
...یم	از حافظ جلیل حسن جلیل	دبدبۂ آصفی	۱۹۰	
...یا ڈیشن نمبر ۱	برج نرائن صاحب چکبست	دکن ریویو	۱۹۳	
...یا ایڈیشن نمبر ۲	//	//	۲۰۴	
...ر تنقید نقاد	ضامن کنتوری	رسالہ زمانہ	۲۱۴	
...یم	ہوا خواہ نسیم	رسالہ تہذیب	۲۲۷	
...سحر البیان نمبر ۲	//	//	۲۳۲	
...ان گلزار نسیم پر ریویو	مظہر الحق ہلدی	//	۲۳۸	
...یم	از حکیم برہم	ریاض الاخبار گورکھپور	۲۴۴	
...م اور قلقل	اڈیٹر قلقل	نقد پنچ	۲۶۸	
...معلی کی رائے	حسرت موہانی	اودھ پنچ	۲۶۹	
...یم	شرر	اتحاد جلد ۳	۲۷۰	
...یم سے تنفر غمزہ	منشی سجاد حسین صاحب	اڈیٹر اودھ پنچ	۲۷۲	
...یم	ڈاکٹر تیج بہادر	از کشمیری درپن	۲۷۵	

فہرس مباحثہ گلزار نسیم حصہ دوم ظریفانہ مضم

نمبر	عنوان مضمون	نام مصنف	اخبار یا رسالہ	صفحہ
۲۶	پنڈت جیدر شنکر نقش اور خواجہ دیا علی آتم۔	منشی سجاد حسین صاحب	اودھ پنچ	۷۷
۲۷	جانصاحب کی فریاد جنت کی ڈاک	جانصاحب جنتی	از اودھ پنچ	۲۷۹
۲۸	جنت کی ڈاک نمبر ا آتش کا خط شرر کے نام۔	(خواجہ حیدر علی آتش)	//	۲۸۱
۲۹	جنت کی ڈاک نمبر ۲	//	//	۲۸۷
۳۰	جنت کی ڈاک نمبر ۳	//	//	۲۹۱
۳۱	جنت کی ڈاک نمبر ۴	//	//	۲۹۷
۳۲	جنت کی ڈاک نمبر ۵	//	//	۳۰۲
۳۳	جنت کی ڈاک نمبر ۶	//	//	۳۰۶
۳۴	جنت کی ڈاک نمبر ۷	//	//	۳۱۲
۳۵	جنت کی ڈاک نمبر ۸	//	//	۳۱۷
۳۶	جنت کی ڈاک نمبر ۹	خواجہ حیدر علی آتش	اودھ پنچ	۳۲۲
۳۷	جنت کی ڈاک نمبر ۱۰	//	//	۳۲۵
۳۸	جنت کی ڈاک نمبر ۱۱	//	//	۳۳۰
۳۹	جنت کی ڈاک نمبر ۱۲	//	//	۳۳۳
۴۰	سال نو کا انوکھا خطاب	منشی سجاد حسین صاحب	//	۳۳۶
۴۱	گلزار نسیم پر تازہ اعتراضات	شگرف رقم	//	۳۳۹
۴۲	شرر کی شاعری	دندان شکن	//	۳۴۱
۴۳	بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ا	دور پرچہ گرسے ست اڑا	اودھ پنچ	۳۴۴
۴۴	بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۲	//	//	۳۴۸
۴۵	بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۳	//	اودھ پنچ	۳۵۳
۴۶	بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۴	//	//	۳۵۷
۴۷	بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۵	//	//	۳۶۱
۴۸	بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۶	//	//	۳۶۵
۴۹	بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۷	//	//	۳۶۸
۵۰	بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۸	//	//	۳۷۰
۵۱	رباعیات	دبیر و انیس از جنت	//	۳۷۴

بسم اللہ و بہ نستعین

دیباچہ مباحثہ گلزار نسیم

جس وقت ۱۹۰۵ء مین گلزار نسیم کا ایک نیا اڈیشن مسٹر چکبست کے دیباچے ساتھ شائع ہوا تو قدردانان سخن کو یہ خیال ضرور پیدا ہوا تھا کہ اُردو زبان کی تصانیف مین ایک ایسا نیا اضافہ ہوا ہے کہ جس سے فن تنقید کو ترقی ہو گی - مگر یہ خیال کسی کو نہ تھا کہ اس دیباچہ سے اُردو کی ادبی دُنیا مین ایک ہنگامہ حشر برپا ہو جائیگا اور ایک زبردست مباحثہ چھڑ جائیگا - جسکی یاد مشکل سے دلون سے بھولیگی - مگر ہوا ایسا ہی جنوری یا فروری ۱۹۰۵ء مین گلزار نسیم کا نیا اڈیشن شائع ہوا - مارچ اور اپریل ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین مولوی عبد الحلیم صاحب شرر نے اس نئے اڈیشن کا ریویو شائع کیا جس مین یہ تین عنوان قائم کیے گئے تھے کہ (الف) گلزار نسیم پنڈت دیا شنکر نسیم کی تصنیف نہین ہے بلکہ آتش کی تصنیف ہے - (ب) گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے (ج) گلزار نسیم کے متعدد اشعار پر اعتراضات کیے گئے تھے اس مضمون کے متعلق ۱۱- مئی ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین ایک مضمون منشی سجاد حسین صاحب کا شائع ہوا جسمین ظریفانہ عبارت مین یہ لکھا گیا تھا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ گلزار نسیم آتش کی تصنیف ہو تو یہ کسطرح تسلیم کیا جا سکتا ہو کہ اسکی زبان غیر مستند ہے اسی سلسلہ مین حضرت شرر کے چند اعتراضات کا مختصر جواب بھی دیا گیا تھا اس مضمون کے بعد ایسا معرکہ آرا مباحثہ چھڑ گیا کہ جسکا سلسلہ سال بھر تک قائم رہا اور جس مین مُلک کے تمام اہل قلم شریک ہوئے

اور جسکے متعلق ابتک اکثر مضامین اخبارون یا رسالون مین نکل آتے ہین - اِس مجموعہ کے شائع کرنے سے ہماری یہ مراد نہین ہی کہ اس مباحثہ کا جو غیر لطیف حصہ تھا اسکی یاد تازہ کرکے پرانے زخم ہرے کیے جائین یا کسی خاص فریق کی تائید مین جو مضامین شائع ہوے ہین انکی اشاعت کیجائے بر عکس اسکے اس مجموعہ کے شائع کرنے سے ہماری اصل مراد یہ ہی کہ تحقیقات زبان کے متعلق جو مضامین شائع ہوئے ہین - یا جن مین تنقید کا لطف پایا جاتا ہی یا جن مین ایسی ظریفانہ شوخی موجود ہی جو کہ بد تہذیبی کے درجہ تک نہین پہونچی ہی وہ ایک جگہ فراہم کر دیے جائین اور زمانے کے ہاتھون تلف ہونے نہ پائین -

گلزار نسیم کا مباحثہ تین حصون مین تقسیم ہو سکتا ہی - ایک حصہ ایسے مضامین کا ہی جنمین علمی تحقیقات اور تنقید کی شان موجود ہی - اور جنکے پڑھنے سے زبان اور محاورے کی بہت سی باریکیان حل ہو سکتی ہین دوسرا حصہ ایسے مضامین کا ہی جن مین ظرافہ چٹخارہ موجود ہی مگر تہذیب و ادب کو خیرباد نہین کہا گیا ہی تیسرا حصہ اُن مضامین کا ہی جنمین ناپاک اور گندے خیالات نہایت غیر مہذب طریقے سے ظاہر کیے گئے ہین اور نہایت شرمناک طریقے سے ذاتی حملے کیے گئے ہین - حتی کہ نسیم مرحوم کی شان مین بھی ایسے ناشائستہ اور بیہودہ کلمے استعمال کیے گئے ہین جنکو دیکھکر شرافت کی آنکھین خون روتی ہین - ہم نے اس مجموعہ مین یہ التزام کیا ہی کہ گلزار نسیم کی بحث کے متعلق جس قدر سنجیدہ مضامین دستیاب ہو سکے وہ شائع کر دیے ہین ہر حال کوشش یہ کی گئی ہی کہ کسی ادنے سے ادنے رسالے یا اخبار کے مضمون کو اس بحث کے سلسلہ مین نظر انداز نہین کیا گیا ہی - تاکہ کسی فریق کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ جو مضامین اُسکی تائید مین شائع ہوئے تھے وہ اس مجموعہ مین داخل نہین کیے گئے - علاوہ اسکے جو ظرافت آمیز مضامین اودھ پنچ مین شائع ہوے تھے اُن مین سے چند ایسے مضامین منتخب کر لیے

گیے ہین جنمین ظریفانہ لطافت کے ساتھ جا بجا تنقید کا لطف بھی موجود ہی - اب رہے
تیسری قسم کے مضامین جن مین قومی مذہبی اور ذاتی حملے نہایت فحش اور گندہ الفاظ
مین کیے گیے ہین اور جنکے ہر فقرہ کی بنیاد پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش ہو سکتی ہی
ن کو اس مجموعہ مین جگہ نہین دیگئی ہی بلکہ جو ظریفانہ مضامین شائع بھی کیے گیے
ہین اُن مین بھی ایک مضمون مین ایسے ایک یا دو لفظ ایک موقع پر لکھنے سے
چھوڑ دیے گیے ہین جو تہذیب مضمون نگاری کے خلاف تھے - جہانتک کہ
س جھگڑے کی تاریخ کا تعلق ہی وہ حضرت طپش بلگرامی کے قلم سے لکھے ہوئے
س مجموعہ مین درج ہی اور اسکے دہرانے کی یہان ضرورت نہین - لیکن ہم اس
باحثہ کی مجموعی حیثیت پر مختصراً چند خیال ضرور ظاہر کرنا چاہتے ہین -
اس علمی جنگ مین جناب شرر اور جناب چک بست کے درمیان معرکہ
ئین بحث اب رہا یہ کہ ان دونون پہلوانان سخن مین سے کس کو فتح ہوئی اور کس کو
شکست ہوئی اسکا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہین - اسکا فیصلہ جناب احمد علی صاحب شوق
منشی سجاد حسین صاحب حافظ خلیل حسن صاحب خلیل و جناب حسرت موہانی و حضرت
طپش بلگرامی وغیرہ نے کر دیا ہی - ان حضرات کے مضامین کے پڑھنے سے یہ آئینہ
ہو جاتا ہی کہ کون حق کی طرف ہی اور کون باطل کی طرف ہم صرف اس قدر لکھنا
چاہتے ہین کہ اس مباحثے کے دیکھنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہی کہ اُردو زبان مین فن
تنقید ابھی تک بہت کچھ اصلاح طلب ہی - یعنی یہان علمی مباحثو نمین بھی قومی اور ذاتی
مباحثات جوش مین آجاتے ہین جن سے مذاق سلیم کا خون ہو جاتا ہی فحش اور گندہ مضامین
چھوڑ کر سنجیدہ مضامین کے پڑھنے سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہی کہ لکھنے والے کے دل مین
سچی علمی تحقیقات کا شوق موجود نہین ہی بلکہ اور جذبات بھی موجزن ہین - جو انصاف کی
آنکھون پر تعصب کا پردہ ڈالے ہوئے ہین - اس بحث کی ابتدا مولانا شرر سے

ہوئی مولانا موصوف کی انشا پردازی اور علمی قابلیت محتاج بیان نہین - لیکن ہم نہایت
ادب سے یہ عرض کرینگے کہ آپکے مضامین سے اکثر مقام پر بیجا غیظ و غضب کا اظہار
ہوتا ہی اور ایک آدھ جگہ قومی تعصب کی بھی بُو آتی ہی - مثلاً اتحاد مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء
کے صفحہ ۸ پر مولانا موصوف اپنے احباب کے مضامین کے متعلق تحریر فرماتے ہین کہ
ان مضامین پر ہمارے احباب اور اردو مذاق کے قدردان ضرور توجہ کرین خاصۃً
مسلمان پبلک کی توجہ کی ضرورت ہی - ہمکو مولوی شرر ایسے بزرگ کے قلم سے ایسے
الفاظ نکلتے دیکھکر سخت تعجب ہی - برعکس اسکے انصاف ہمین یہ کہنے پر مجبور کرتا ہی کہ
جناب چکبست کے قلم سے جو مضامین جناب شرر کے اعتراضات کے جواب مین شائع
ہوئے ہین - اُنمین پوری شان تنقید قائم ہی - اور اپنے مخالفین کی شان مین ایک لفظ
بھی ایسا استعمال نہین کیا ہی جو مذاق سلیم کے پایہ سے گرا ہوا ہو سنجیدہ مضامین کے
علاوہ جو مضامین اودھ پنچ مین حقیقت کی ڈاک کے سلسلے مین آتش کے خطوط کے
عنوان سے شائع ہوئے ہین وہ بھی لوگ جناب چکبست کی طرف منسوب کرتے
ہین اور ہمکو بھی ذاتی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مضامین مذکور جناب چکبست کے
لکھے ہوئے ہین ان مضامین مین بھی مولوی شرر صاحب کی زبان دانی کا مضحکہ ضرور
اُڑایا گیا ہی - مگر کسی مقام پر قومی یا مذہبی تعصب کا شائبہ نہین ہوتا ہی ہم جناب
چکبست کے معین نہین ہین اور نہ ہمکو اُنکی رائے سے کلیۃً اتفاق ہی اور نہ ہم
مولوی شرر صاحب کے تمام اعتراضات کو بیجا سمجھتے ہین - ہمارا مطلب
صرف اس قدر ہی کہ مولوی شرر صاحب نے جو لباس اپنے خیالات کو اعتراضات
کرتے وقت پہنایا ہی اسمین کافی شان تنقید موجود نہین ہی - اور جناب چکبست کا
انداز تحریر ایسا ہی جسکو فن تنقید کا ایک اچھا معیار خیال کرنا چاہیے - ہمارے
اس بیان کی تائید وہ حضرات کرینگے جنھون نے جناب چکبست کے وہ مضامین

اُڑ دو سے مُعلّےٰ اور اودھ پنچ مین پڑھے - جو مولوی شرر صاحب کے اعتراضات کے جواب مین شائع ہوئے ہین اور جن سے حضرت چکبست کی علمی قابلیت کا سکہ دلون پر جاری ہوگیا - علاوہ ان دو حضرات کے جن حضرات کے مضامین قابل امتیاز ہین اُن مین منشی سجاد حسین صاحب و منشی احمد علی صاحب شوق و حسرت موہانی صاحب اور ضامن کنتوری صاحب و حضرت جلیل کے مضامین قومی اور مذہبی تعصب سے بالکل پاک ہین - اور بیجا غیظ و غضب کے جذبات سے بری ہین - خصوصًا احمد علی صاحب شوق کے رسالے فن تنقید کے اعلےٰ نمونے ہین گو کہ جناب چکبست نے اپنے دیباچہ مین حضرت شوق کی مثنوی ترانۂ شوق کے خلاف لکھا تھا لیکن آپ نے جناب چکبست کے اس خیال کو ذاتی حملہ نہ سمجھا اور گلزار نسیم کے متعلق اپنی رائے نہایت آزادی کے ساتھ ظاہر کردی یہی شان تنقید ہے بعض حضرات کے مضامین معیار تنقید سے گرے ہوے ہین مثلًا نقاد لکھنوی صاحب نے زمانہ مین جو مضمون اس بحث کے متعلق لکھا ہے اُس مین نسیم کو عرش پر پہونچا دیا ہے اور میر حسن کو کہین کا نہین رکھا ہے دکن ریویو کے نقاد صاحب نے نسیم کے خلاف ایسے ایسے اعتراض گڑھے ہین کہ سبحان اللہ نسیم کا شعر ہے ؎ چپکی ہوئی پیٹ سے وہ دلگیر ✤ آئینہ کی پشت پر تھی تصویر ✤ نقاد صاحب (چپکی ہوئی) کو چُنکی ہوئی پڑھتے ہین اور جب شعر کے معنے سمجھ مین نہین آتے ہین تو نسیم پر اختصار بیجا کا اعتراض فرماتے ہین - اسی طرح ہُوا خواہ نسیم نے تہذیب کے کالمون کو نسیم کی بیجا تعریف مین سیاہ کیا ہے ظریفانہ مضامین جو خاص منشی سجاد حسین صاحب کے قلم سے اودھ پنچ مین شائع ہوے ہین انکو نہایت اعلی درجہ کی ظرافت کا نمونہ سمجھنا چاہیئے - لیکن اودھ پنچ کے بعض نامہ نگارون نے ایسے مضامین لکھے ہین جن مین باوجود دیگر محاسن کے

مولوی شرر صاحب پر ذاتی حملے کیے گئے ہین اور اسیوجہ سے یہ مضا[عہ] مین اس مجموعہ مین داخل نہین کیے گئے۔

عہ مثلاً ذیل کے اقتباس ملاحظہ ہون

ذرا سُنیئے گا

پھلے پھولے گی اب خاک بدایون + کہ اُسمین کھاد کُرسی کی پڑی ہو - واللہ قلم توڑ دیے ہین اور کیا کہون زمین شعر مین ہل چلوا دیا۔ کیا روانی ہو۔ تسلیمات کی تخم ریزی کرتا ہون ایک اور شعر ملاحظہ ہو ؎ حلیمن کہتی ہو بدرالنسا سے + تجھے اپنی مجھے اپنی پڑی ہو + بندہ نواز کیا شوخ طبیعت پائی ہو۔ واللہ داغ یاد آگئے کورنش عرض ہو دو قطعہ ملاحظہ ہون -

قطعہ اول

اڈیٹر پنچ کا ہے خان عالی ظرافت اُسکی گھٹی مین پڑی ہے
وہ ہے شیر نیستان فصاحت رقیب اس کا مجسّم لومڑی ہے

قطعہ ثانی

رفیق پنچ ہے شوخ سخن سنج کہ جسکی دھوم عالم مین پڑی ہے
جو اس کی نظم ہے سلک جواہر تو اس کی نظم موتی کی لڑی ہے

حضرت اعجاز ہے اعجاز کس زبان سے آپ کی تعریف کیجائے - بس ان قطعونکی لطافت کا اندازہ یہ ہے کہ حاسد کا دل بجھ کر رہجائیگا - یہ آپکی قدر افزائی ہے محبت ہو حاسد کیا اور اُسکا دل کیا - اچھا لگے ہاتون ایک شعر اور سُنیئے ؎ حمل قائم رہے بدرالنسا کا + یہ غم آٹھون پہر جو نسٹھ گھڑی ہو + اس شعر کی تعریف ناممکن ہو۔ جانصاحب کی روح لوٹن کبوتر ہو گئی ہو - واللہ تعقید کا نام نہین - اور مضمون ایسا (دگر. انبار) حضرت آپ نے تو تعریف کے پل باندھ دیے ہین کس زبان سے شکریہ ادا کرون ایک شعر ملاحظہ ہو لینے رنگ مین فرد ہو ؎ پیام یار گندھی پڑھ رہا ہو + حلیمن خندہ پیشانی کھڑی ہے واللہ دماغ مہک گیا اس شعر سے سچّی شاعری کی بُو آتی ہو مگر خیالات کی پاکیزگی شرط ہو - آداب کا کنٹر

لیکن جیسے گندہ اور ناپاک اور فحش مضامین اپریل ۱۹۰۵ء اور مئی ۱۹۰۵ء کے پیام یار مین مولوی شرر صاحب کی تائید مین شائع ہوے ہین اور جنکے اقتباسات اس مجموعہ مین حضرت طپش بلگرامی کے مضمون مین درج ہین انکا جواب چرکین کے دیوان مین بھی

لکھو لیتا ہون - اسی تلازمہ کا ایک دھربزی شعر ملاحظہ ہو ؎ پڑا بیہوش ہے پینک مین گندھی + چھچھوندری ناک مین اُلٹی اڑی ہی - بندہ نواز کیا صنعت رکھی ہی - مانتا ہون اُستاد کہتا ہی ع چھچھوندری ناک مین اُلٹی اڑی ہی - دیکھئے ((ناک)) کو اُلٹیے تو (کان) ہوجاتا ہی اور چھچھوندری کو کان سے تعلق ہی واللہ یہ لغت تو مین بھی نہین سمجھا تھا آپ خالی سخن فہم ہی نہین ہین بلکہ معنی آفرین ہین اچھا دو ایک شعر اور سُنیے ؎ خدا رکھے حلیمن تو ہے تیار + مگر بدر النسا سوکھی سڑی ہی + واللہ اس شعر مین کیا بے تکلفی کوٹ کوٹ کر بھری ہی - اچھا ایک قطعہ اور عرض ہی -

قطعہ

شگوفہ بینچ نے کیسا یہ چھوڑا کہ جس سے اک قیامت آپڑی ہے
ادھر بدا لنسا ہے مُنھ پھولائے حلیمن اُس طرف روٹھی کھڑی ہے

کیا کہنا دوسرے شعر کی تعریف ناممکن ہی - اس شعر کا لطف جبھی آسکتا ہی جب ذرا لطف بیان سے واقفیت ہو - تھوڑی سی زیادہ نہین بیشک ایک اور شعر سنئے ؎ نسیم صبح برساتی ہی وان پھول جہانپر لاش آتش کی گڑی ہی - قسم ہے خاک و آتش و آب و باد کی اس شعر کا جواب نہین ہوسکتا کیا لطافت ہی اور کیا پاکیزہ خیالی ہی خیر - تسلیمات عرض ہی آخری شعر ملاحظہ ہو - ؎ شرر کہتا ہے مین چکنا گھڑا ہون + اگرچہ بست ساون کی جھڑی ہی - واللہ کیا برابر کے مصرعے ہین شعر کیا ہے شاعری کا سانچہ ہے - تسلیمات - کورنش - آداب - سب ایک ہی مرتبہ عرض ہین - جو کچھ آپ نے فرمایا یہ محض آپکا حسن ظن ہے - اور قدردانی ہے - بھلا شرر کے دل سے میرے اشعار کی داد لیجئے - المخبر مولانا شرر

از اودھ پنچ ۷ - دسمبر ۱۹۰۵ء

ملنا مشکل ہی ہمکو تعجب ہی تو اس قدر کہ مولوی شرر نے ان مضامین کے خلاف نعرۂ نفرین کرنے کے بدلے اپنا دامن انکی تعریف سے کیون آلودہ کیا جیسا کہ حضرت طپش کے مضمونکے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہی بہرحال باوجود جملہ عیوب کے یہ بحث ایک یادگار بحث ہی اور جتنے نکتے بہت سے محاورون اور اصلاحون کے متعلق اس بحث مین حل ہوگئے وہ اُردو زبان کی کسی علمی بحث مین حل نہین ہوئے ہونگے اور نہ کسی علمی بحث مین مُلک کے اتنے گرانمایہ سخن سنجون نے حصّہ لیا ہوگا۔

کورنش عرض ہے

کورنش عرض ہی بندہ نواز - فراج مبارک - شکر ہے خُدا کا - کہئے آجکل کیا شغل رہتا ہے - حضور ایک غزل کہی ہے کہ مومن مرحوم کی روح وجد کرتی ہے - فرمائیے فرمائیے - سُنئیے بندہ پرور مطلع ہے ؎ مصیبت دیکھکر بدر النسا کی - حلیمن نے کہا مرضی خدا کی + اے سبحان اللہ کیا کہنا ہے شعر کیا ہے بیکسی کا چیکارہ ہے تسلیمات کی کلوثنٹی کستا ہون -

دوسرا مطلع ملاحظہ ہو

ترقی بھی شرر نے کی تو کیا کی + گھٹا کی عقل اور داڑھی بڑھا کی + واللہ کیا برابر مصرعے ہین - گندھی کا دل چاہے تو بھری بھر تول لے - قسم ہے پروردگار پاک کی کیا مصرع کہا ہے ع گھٹا کی عقل اور داڑھی بڑھا کی کیا ترقی اور تنزل کی تصویر کھینچی ہے فارسی کا اُستاد بھی کہہ گیا ہے ع گوسالۂ ما پیر شدو گاؤ نشد محبت ہے قدر افزائی ہے تیسرا مطلع ملاحظہ ہو-

اُڑے آتش تو ڈاک آئی صبا کی + تلافی پنچ نے کی بھی تو کیا کی + واللہ شعر کیا کہا ہے - شاعری کی جسبری کردی ہے - کورنش کا لفافہ کھولتا ہون - ایک اور شعر ملاحظہ ہو - جو ٹیٹی مرغ سے مانگے ملی تھی + وہی اک ٹانگ گندھی کی چلا کی + آہا ہا کیا معنی خیز شعر ہے - شرر کی مُرغ کی ایک ٹانگ اور گندھی کی اسکی تائید مین ہٹ دھرمی اور ہاتھ آگئی تھی کتنی رعایتین ہین کس کس کی تعریف کیجائے ادب کے بوٹے ٹیکتا ہون

ہم نے یہ کوشش کی ہو کہ گلزار نسیم کے خلاف اور موافق جس قدر سنجیدہ مضامین مولوی شرر صاحب اور جناب چکبست کی بحث کے سلسلہ مین شائع ہوئے ہین وہ سب اس مجموعہ مین شائع کر دیے گئے ہین اگر کوئی قابل اشاعت مضمون چھپنے سے رہگیا ہو تو ناظرین اُس سے ہمین مطلع فرماوین دوسرے اڈیشن مین وہ بھی شائع کر دیا جائے گا کیونکہ ہمارا مطلب یہ ہے —

سُنیے گا ؎ ابھی اس راہ سے گندھی گیا ہو + کہے دیتی کجی ہو نقش پا کی + قسم ہو قدر دانان شرر کے سر کی دہائی کا کیا لفظ رکھدیا ہے مصرع پڑہا نہین کہ انوکھے نقش پا کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر گئی - یعنی گھومے ہوئے پنجے کا نقش تو چکر گھنی ہو کر رہجاتا ہے اور ایڑی کا خدا حافظ ہے۔ تسلیمات عرض ہو دوسرا وزن ملاحظہ ہو — رہے کرسی کے خواندہ تک بھی احمق + عجب تاثیر ہے آب و ہوا کی - بارک اللہ کیا روزمرہ کی صفائی ہے کیون نہو لکھنؤ کی زبان ہے حضور قدر افزائی ہے ؎ جو ہو عطار اور گندھی کا فضلہ + اُڈیٹر ہو بنے قدرت خدا کی بجا ارشاد ہوا حضرت یہ وہی مثل ہے چھچھوندر لگائے چنبیلی کا تیل جناب کی سخن فہمی ہو ؎ دیا ہو چول مین کرسی دہان خرابی ہے بداون کے للا کی - کیا کرسی اور بداون کا اتحاد دکھایا ہے اسکا نام شاعری ہے واللہ حاسدونکی چولین ڈھیلی کر دی ہین ؎ عجب کرسی کی مرغی مین ہے شامت + ہر ایک انڈا نکل جاتا ہے خاکی + سبحان اللہ وبحمدہ کل غزل مرصع ہے کورنش عرض ہے — المخبر مولانا شرر -

آداب بجالاتا ہون

ازاودھ پنچ مورخہ ۹ - نومبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹ -

آداب بجالاتا ہون مطلع عرض ہو ؎ زلف جانان کیطرح ہے ٹانک بل کھائی ہوئی + اُف تری گندھی جوانی جوش پر آئی ہوئی - قسم خدا کی کیا جوش ہو معلوم ہوتا ہے کہ بوتل کا کاگ اُڑا جاتا ہو تسلیمات عرض ہے اچھا اور سنیئے ؎ اسقدر گرما گیا گندھی کہ گندھک ہو گیا + رنگ لائی ہے شرر کی آگ کا بھڑکائی ہوئی + واللہ قلم توڑ دیے ہین - مدرسے مدرک سنا تھا مگر (گندھی) سے (گندھک) آپ نے بنایا مگر دیکھیئے رنجک نہ چاٹ جائے - کورنش عرض ہے یہ شرر اور گندھک کا اتحاد ملاحظہ ہو اپنے منھ سے

کہ یہ مباحثہ ایک مکمل حیثیت مین ہمیشہ کے لیے یادگار رہے ہمکو یہ سُنکر نہایت خوشی ہوئی
کہ جناب چکبست اور مولوی شرر صاحب مین اب کوئی ذاتی رنجش باقی نہین ہے اور یقین
ہے کہ جناب منشی سجاد حسین صاحب اور مولوی شرر صاحب مین بھی صفائی ہو جائے

راقم الاثم خلاصۃ الحکما میرزا محمد شفیع شیرازی ثم الکھنوی عفا عنہ

اپنی تعریف گو کہ بیجا ہے مگر اتنا کہونگا کہ اگر آتش زندہ ہوتے تو اس شعر کی داد دیتے خیر ایک اور شعر ملاحظہ ہو ؎
دیکھنا انصاف اس پروردگار پاک کا + پردہ دار کی (پردۂ عصمت) سے رسوائی ہوئی ۔ اعجاز ہے اعجاز
خفت قسم ہے ستار عیوب کی کیا روانی ہے اور کیا پاکیزگی دلگدازی صادق القول چلمن اسیر صدقے ہے آداب کا
پردہ اُٹھاتا ہون حضور نے چلمن اور حلیمن کی تجنیس خطی خوب پیدا کی ایک شعر اور سُنیئے ؎
ہے حلیمن سرنگون بدرالنسا ہے شرمسار + اک پیام یار سے دونو کی رسوائی ہوئی + آ ہا ہا شعر کیا ہے ...
... بس آگے کیا کہون تعریف ناممکن ہے مین کیا اور میرا شعر کیا آپکا حُسن سماعت و قدردانی ہے ؎
چور کے داڑھی سے تنکے کی پھریری ہو بہم + آجکل گندھی کے دل مین ہے یہ دُھن آئی ہوئی + قسم
خدا کی اسکا نام جدت ہے ۔ دیکھیئے اس تنکے کی اوٹ مین کیا کیا نکتے پنہان ہین اور (دُھن)
بھی کیا خوب کیا کیا رعایتین ہین قدرافزائی ہے ناچیز اپنے تئین کچھ سمجھتا نہین محض تخلص کی رعایت سے
شعر کر لیتا ہون ؎ بیکسی پر اپنی رو کر یہ حلیمن نے کہا + لکھنؤ کی صبح مجھکو شام رسوائی ہوئی + واللہ
رقت آگئی اب ایسا شعر نہ پڑھیے گا ورنہ بزم ماتم بپا ہو جائیگی اچھا دوسرا شعر ملاحظہ ہو ۔ ؎
ہوش اُڑ جائینگے گندھی کے مثال بوے عطر + ہے اگر طبع جناب عاد گرمائی ہوئی + کیا کہنا ۔ جی ہان
گندھی کیا اور اُسکی ہستی کیا ۔ گو کہ باوجود پیرانہ سالی کے عقل نہ آئی ۔ عمر بھر تو تیل بیچا کیئے ؎
پھلون کے کاگ نکالتے نکالتے ۔ ایک ٹانگ پیچ کش ہو کر رہگئی + اب بچپن مین فارسی پڑھی تھی
اسکا خیال آیا ہے مضمون نگار بنے ہین تسلیمات عرض ہے آخری شعر ملاحظہ ہو ؎ ہے بیابانی کے تکیے پر جو املی کا
درخت + پھر اسی کی ایک گٹھری رنگ ہے لائی ہوئی ۔ اس شعر پر حاسد ترشرو تو ضرور ہونگے مگر اسکا جواب
ناممکن ہے آداب بجا لاتا ہون

المخبر مولانا شرر ؏ ۷ ۔ جولائی ۱۹۱۰ء

از اودھ پنچ مطبوعہ ۸ - فروری ۱۹۰۵ء جلد ۳۰ نمبر ۶

گلزار نسیم کے جھگڑے کی تاریخ

(از طیش بلگرامی)

فاش میگویم و از گفتۂ خود دل شادم بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم

جناب اڈیٹر صاحب - تسلیم اودھ پنچ کے گذشتہ نمبر مین ایک تحریر میری نظر سے گذری جسمین اس امر کے متعلق بحث تھی کہ گلزار نسیم کی بحث نے جو اسقدر طول کھینچا ہے تو اسکے لیے کون ذمہ دار ہے چونکہ مین نے بھی اس بحث کو دلچسپی کے ساتھ پڑھا ہے لہذا اسکے متعلق مین چند خیالات ظاہر کرنا چاہتا ہون -

جناب من دو ماہ پیشتر میرا خیال تھا کہ اس بحث نے جو اسقدر طول کھینچا ہے تو اسکے لیے صرف اودھ پنچ ذمہ دار ہے - اور عبد الحلیم صاحب شرر بالکل معصوم ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ مین نے شروع سے اس بحث کے متعلق مضامین نہ دیکھے تھے محض دو چار ماہ سے مین ادھر اُدھر کچھ پڑھ لیا کرتا تھا اور چونکہ زیادہ تر مضامین اودھ پنچ مین دیکھتا تھا لہذا مین خیال کرتا تھا کہ شرر بیچارے تو خاموش ہین مگر اودھ پنچ مسلسل انکے اعتراضات اور تصانیف کی دھجیان اُڑا رہا ہے - مگر حال مین میرا لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوا تھا وہان جا کر مین نے مختلف افواہین سُنین - کوئی شرر کو ملزم قرار دیتا ہے کوئی اودھ پنچ کی زیادتی کی شکایت کرتا تھا - اس گتھی کے سُلجھانے کے لیے مین نے وہ تمام مضامین جمع کیے جو کہ اس بحث سے متعلق شائع ہوئے تھے اور سلسلہ وار پڑھے ہے - انکے پڑھنے سے مجھپر یہ امر آئینہ ہو گیا کہ اودھ پنچ کا کوئی قصور نہین ہے - اور جسقدر حصہ اس بحث کا قابل الزام ہے اسکے لیے شرر صاحب ذمہ دار ہین - چونکہ مین خیال کرتا ہون کہ اکثر اصحاب میری طرح اس اڈیٹرین مین

ہونگے کہ اس بحث کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ اور اسکی خرابیونکے لیے کون واقعی ذمہ دار ہے لہذا یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ناگوار بحث کی تاریخ کی نسبت چند سطور تحریر کیجائین جن سے ہر شخص منصفانہ نتیجہ نکال سکے۔

مارچ و اپریل۔ دلگداز مین شرر صاحب نے گلزار نسیم پر (ریویو) شائع کیا جسمین تین عنوان قائم کیے گئے تھے۔

(۱) گلزار نسیم آتش کی تصنیف ہو۔

(۲) گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہو۔

(۳) گلزار نسیم کے چند قابل اعتراض شعر تمثیلاً پیش کیے گیے تھے۔

۱۱۔ مئی ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین ایک مضمون اڈ یور بل نکلا جسمین یہ لکھا گیا تھا کہ جس حالت مین یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ گلزار نسیم آتش کی تصنیف ہے تو اسکی زبان پر اعتراض کرنا۔ گویا کہ لکھنؤ کے سرمایۂ ناز شاعر آتش کی زبان پر اعتراض کرنا ہے۔ نیز یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ شرر کو اہل لکھنؤ کا وکیل بنکر اعتراضات شائع کرنے کا منصب نہین حاصل ہے وہ اپنی ذاتی ذمہ داری پر ایسا کر سکتے تھے۔ علاوہ اسکے چند اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا تھا۔ مین نے اودھ پنچ کا یہ مضمون دیکھا اسمین کوئی ایسی بات نہ تھی جو کہ شستہ ظرافت کے پایہ سے گری ہوئی ہو۔ اور دیگر حضرات یہ مضمون دیکھکر اپنا اطمینان کر سکتے ہین۔

اگر شرر صاحب کے مزاج مین مصالحت پسندی کا جوہر ہوتا تو وہ یا اودھ پنچ کے مضمون کا باضابطہ جواب دیتے یا خاموش رہتے مگر انھون نے ایسا طریقہ اختیار کیا جس سے اڈیٹر اودھ پنچ کی سراسر سُبکی اور علمی توہین منصور تھی اور مین شرر صاحب کی اس نازیبا حرکت کو اصل بنائے فساد قرار دیتا ہون۔ یعنی شرر صاحب نے ۱۶۔ جون ۱۹۰۵ء کے ریاض الاخبار مین ایک مضمون (بدرم) کے نام سے شائع کرایا جسمین یہ لکھا تھا کہ ۱۱۔ مئی ۱۹۰۵ء اودھ پنچ مین جو مضمون شرر کے خلاف شائع ہوا ہے وہ منشی سجاد حسین کا لکھا ہوا نہین ہے

بلکہ کسی اور شخص کا لکھا ہوا ہے (اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اس مضمون کا انداز عبارت شرر کے انداز عبارت سے بالکل مشابہ ہے سر مُو فرق نہین) اور یہ لکھکر اودھ پنچ کے اڈیٹوریل مضمون کا خوب خاکہ اُڑایا گیا تھا اور اسکے لکھنے والے کو فاتر العقل وغیرہ کا خطاب دیا گیا تھا - مین پوچھتا ہون کہ اس سے بڑھکر اڈیٹر اودھ پنچ کی کیا ذلت ہو سکتی تھی کہ اسکے مضمون کے لیے لکھا جائے کہ کسی اور شخص کا لکھا ہوا ہے - شرر صاحب بھی لکھنؤ مین رہتے ہین - شرر صاحب اُن سے دریافت کر سکتے تھے کہ آیا یہ آپ کا مضمون ہے کہ راقم کا نام غلطی سے رہ گیا ہو - مگر شرر صاحب کا تو منشا ہی کچھ اور تھا - اسی سلسلہ مین اڈیٹر اودھ پنچ کی تردید مین ایک بیہودہ اور فحش مضمون اپریل ۱۹۰۵ء کے پیام یار غالباً یہ نمبر پیام یار کا حسب معمول دو ایک ماہ بعد شائع ہوا ہوگا) مین پھر (بدر) کے نام سے اور شرر کی تائید مین شائع ہوا جسمین مختلف بیہودہ کلمات کے علاوہ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ منشی سجاد حسین صاحب نے کچھ ایسی گھڑی جنم لیا ہے کہ ہندو مسلمانون کا جب کوئی جھگڑا پیش ہوتا ہے تو وہ ہندوؤن کا ساتھ دیتے ہین اور اسی اصول پر گلزار نسیم کی طرفداری کر رہے ہین - یہ فقرہ بہت قابل لحاظ ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا ہی مین شرر اور اُنکے طرفدارون نے اس علمی بحث کو ایک مذہبی جھگڑا بنانے کی کوشش کی دمگر اودھ پنچ نے ان بیہودہ اور فحش کلمات کو تو ناقابل لحاظ سمجھکر ترکی بترکی جواب نہ دیا ۲۹ - جون ۱۹۰۵ء کے

۵ع مثلاً شرر کا اعتراض تھا کہ جانی کا لفظ سوائے معشوقہ کے اور وہ بھی خلوت کے وقت دکسی دوسرے کی شان مین نہین استعمال ہو سکتا - اڈیٹر اودھ پنچ نے اس اعتراض کی نسبت لکھا تھا کہ ابا جانی جو لکھنؤ کا عام محاورہ ہے اسکی ماہیت کیا ہو گیا معشوق کو ابا جانی بھی کہ سکتے ہین - اسکا جواب ان بیہودہ الفاظ مین دیا گیا تھا کہ آپ اپنی والدہ کو جانی کہئے تو آپ کے والد آپ کو بتا دینگے کہ (جانی) کا استعمال غلط ہے کہ صحیح ناظرین خود انصاف کر سکتے ہین کہ اودھ پنچ کے پہلے مضمون کے خلاف ایسے بیہودہ مضامین شائع کیے گئے تھے ۱۲

اودھ پنچ مین ایک مضمون مولانا (بدرالشرر) کی خاک بیزی)) کے عنوان سے لکھا اور اسمین ان گستاخانہ حملون کو سنسکر ٹالدیا۔ یعنی یہ لکھاکہ شرر نے ہمارے ساتھ بھی وہی ظلم کیا ہے جو پنڈت دیا شنکر نسیم کے ساتھ کیا ہے یعنی ہمارے جیتے جی یہ لکھتے ہین تکلف نہین کیا کہ جو مضمون ۱۱ مئی کے پنچ مین اڈیٹوریل کالم مین شائع ہوا ہے وہ ہمارا نہین ہی۔ بلکہ کسی نامہ نگار کا ہے۔ موت کے بعد تو خدا ہی حافظ ہے۔ ان فقرونکے علاوہ اکثر اعتراضات کے جواب الجواب بھی لکھے تھے۔ اودھ پنچ کے اس مضمون کے جواب مین ایک بیہودہ اور فحش مضمون پھر پیام یار مین شائع ہوا ہے جسکے فقرے کسی مہذب تحریر مین نقل نہین ہو سکتے۔ اس مضمون مین منشی سجاد حسین صاحب کی شان مین متعدد گستاخانہ کلمے لکھے گئے تھے۔ ممکن ہے شرر یہ عذر پیش کرین کہ چونکہ ان مضامین کے نیچے انکا نام نہین لکھا تھا اسلئے وہ انکے ذمہ دار نہین ہین بیشک شرر قانوناً ان مضامین کے ذمہ دار نہین ہین۔ مگر اخلاقاً وہ انکے ذمہ دار ضرور ہین کیونکہ سب اہل لکھنؤ جانتے ہین کہ مضمون شرر کی مرضی سے شائع ہوتے تھے اور انکی تردید کرنے کے برعکس انھون نے اتحاد مین انکے لکھنے والے کو (یعنی) (بدر) جو کہ اسم فرضی کے بدلے ان مضامین کے نیچے لکھا رہتا تھا (مکرم) کا خطاب دیا (دیکھو اتحاد یکم اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۲۔ جب اس قسم کے بیہودہ اور فحش مضامین اودھ پنچ کے خلاف نکلے تو اسکے نامہ نگارون نے بھی کروٹ لی اور جانصاحب کی ریختی۔ نکلی جسمین شستہ ظرافت کے پیرایہ مین شرر کی دیہاتی زبان کا خاکہ اڑایا گیا تھا اسکے بعد ۲۰ جولائی ۱۹۰۵ء سے آتش کے مشہور خطوط کا سلسلہ شروع ہوا ان خطوط مین یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ شرر کے اعتراضات والے مضمون ہین۔ کس قدر منطقی لغزشین ہین اور شرر نے کیا کیا رنگ دیے ہین آتش کے دو خط شائع ہوئے تھے کہ جناب منشی احمد علیصاحب شوق کا لاجواب مراسلہ ۳۔ اگست ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین شائع ہوا یہ لکھنے کی ضرورت نہین کہ منشی صاحب موصوف نے صاف صاف الفاظ مین لکھدیا تھا کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان ہی

اور اگر کچھ غلطیان نسیم کے کلام مین موجود ہین تو اُن سے کسی شاعر کا کلام پاک نہین ہے۔ چنانچہ آپ نے نظیری ظہوری وغیرہ کی غلطیان تمثیلاً پیش کر دی تھین منشی سجاد حسین صاحب نے اس مراسلہ کو تو قول فیصل قرار دیا۔ جسکے معنی یہ تھے کہ گویا بحث کا خاتمہ ہو گیا۔ اور واقعی یہ ہے۔ جناب منشی احمد علیصاحب شوق کے ایسے مشہور اور مستند شاعر کا قول فیصل ہر صورت سے قابل وقعت تھا مگر شرر صاحب نے اپنی خفت پر جھنجلا کر پھر ایک ایسی نازیبا حرکت جس سے بحث تازہ ہو گئی اور جسکا خمیازہ اب وہ اُٹھا رہے ہین۔ یعنی ۳۔ اگست کو حضرت شوق کا مراسلہ شائع ہوا۔ یکم۔ اگست ۱۹۰۵ع کے اتحاد مین جو کہ ۹۔ اگست کو شائع ہوا تھا) شرر نے اڈیٹر اودھ پنچ کو (شُہدا) قرار دیا۔ اور اودھ پنچ کو بحیثیت مجموعی بدنام اور ذلیل کرنا چاہا اور یہ لکھا (کہ اودھ پنچ نے اس بحث کو (گلزار نسیم کی بحث) بہت ناپاک اور گندے طریقہ سے اُٹھا لیا) ہر منصف مزاج اس اودھ پنچ کے فائل اُٹھا کر دیکھ سکتا ہے کہ یکم اگست مین جو مضامین اڈیٹر اودھ پنچ اور منشی احمد علیصاحب شوق کے نکلے ہین۔ یا آتش کے خطوط شائع ہوئے ہین اُنمین۔ اُنمین کس مین شہدپن کا اظہار کیا گیا ہے اور کس مین پاک اور گندہ طریقہ بحث کا) اختیار کیا گیا ہے۔ کیا طریقہ اختیار کیا جاتا تو قابل معافی تھا۔ کیونکہ ریاض الاخبار (بدر) والے مضمون مین اور پیام یار کے گندے اور ناپاک آرٹیکل مین بلا وجہ سخت و سست کہا گیا تھا۔ اصل یہ ہے کہ منشی سجاد حسین صاحب نے منشی احمد علیصاحب شوق کے مراسلہ کو قول فیصل مانکر بحث کو ختم کر دیا تھا۔ مگر شرر صاحب نے یہ دیکھ کر کہ حضرت شوق کے محققانہ مراسلے انکے اعتراضات کی وقعت کھو دی اپنی جھینپ مٹانے کے لیے۔ دوسرا طریقہ اختیار کیا یعنی اس تعلیمی مباحثہ کو مذہبی اور قومی جھگڑا بنانا چاہا۔

اور لوگون کو اودھ پنچ کے خلاف یہ لکھکر برانگیختہ کرنا چاہا کہ اودھ پنچ ایک ہندو شاعر کی طرفداری کر رہا ہے جیساکہ پیام یار مین پیشتر ہی لکھا جا چکا تھا کہ منشی سجاد حسین صاحب نے ایسی گھڑی جنم لیا ہے کہ جب ہندو مسلمانون کا جھگڑا ہوتا ہے تو وہ ہندوون کا ساتھ دیتے ہین

لہذا اس موقع پر بھی گلزار نسیم کے مؤید ہین - نیز شرر کی تائید مین اور نسیم مرحوم کی خدمت مین جو فحش ناپاک اور گندے مضامین مسلسل نکل رہے ہین اور جنکی بدولت (اتحاد و دلگداز بند ہے) انھین ناپاک مضامین کی نسبت حضرت شرر اپنے قلم مبارک سے اتحاد مین تحریر فرماتے ہین کہ ان مضامین پر ہمارے احباب اور اُردو مذاق سخن کے قدردان ضرور توجہ کرین خاصتہً مسلمان پبلک کی توجہ) کی ضرورت ہی (دیکھو اتحاد یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۸) ہم شرر اور اُنکے معاونین سے پوچھتے ہین کہ اگر شرر نے اس علمی مباحثہ کو قومی یا مذہبی جھگڑا نہین بنادیا ہے تو اس جملہ کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی (کہ خاصتہً مسلمان پبلک کی توجہ کی ضرورت ہی)

اب تو شرر صاف صاف گلزار نسیم کی بحث کو مذہبی اور قومی جھگڑا بتا رہے ہین - مگر ہم دیکھتے ہین کہ شروع ہی سے انکا در پردہ یہی مطلب تھا کہ گلزار نسیم کی بحث مین قومی و مذہبی تعصب سے کام لیا جائے - کیونکہ گلزار نسیم کے نئے ایڈیشن پر جب انھون نے ریویو کیا تو ایسے الفاظ نسیم مرحوم کی شان مین استعمال کیے جن سے قومی و مذہبی تعصب کی تو انائی تھی) کہین نسیم کو در پردہ جاہل و بدتمیز قرار دیا ہے - کہین گلزار نسیم کی زبان کو لکھنؤ کی بازاری زبان سے بدتر کہا ہے - جن صاحب کو شک ہو وہ مارچ و اپریل ۱۹۰۵ء کے دلگداز دیکھکر میرے بیان کی تصدیق کر سکتے ہین - اور سب سے زیادہ شرمناک حرکت شرر صاحب کی یہ ہے کہ انھون نے نسیم کے چال چلن پر حملہ کیا ہے - یعنی آپ نے مارچ کے دلگداز مین لکھا ہے کہ کوئی تعجب کی بات نہین اگر آتش نے (اس دلبستگی کی بنیاد پر جو اُنھین نوعمر شاگرد (یعنی نسیم) سے تھی اس مثنوی (گلزار نسیم کو) تفنن طبع کے طور پر کہا ہو اور . . . . . . بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو (دلگداز مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۴) جب یہ اعتراض کیا گیا کہ آخر آتش کو نسیم کے ساتھ کیا دلبستگی تھی تو اسکا جواب ریاض الاخبار کے (بدر) والے مضمون مین یون دیا گیا - کہ مولانا شرر نے . . . خود تو یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسی گلزار نسیم) کو کیا عجب آتش نے تفنن طبع کے لیے کہا ہو اور غلطیان دیکھکے (نوعمر خوبصورت شاگرد کیطرف منسوب کر دیا ہو)

(دیکھو ریاض الاخبار ۱۶ جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۵) اسکے بعد مئی ۱۹۰۵ء کے پیام یار مین) جو حسب معمول دیر سے شائع ہوا تھا) مولانا شرر کے اس وعدے کی یون تشریح کی گئی کہ (آتش . . . نے پنڈت جی (نسیم کو بنایا تھا . . . کیونکہ کشمیری حسن نے وہان تو من شدی من تو شدم کا مضمون پورا کر رکھا تھا خالی بنانے کے لیے مثنوی کی وضع مین کچھ غلط سلط شعر کہہ دیے تھے پنڈت جی) (نسیم) نے خوشی مین آکے اسے شائع کر دیا اور یہ نہ سمجھے کہ مین اُستاد کا شاگرد نہین مسخرا ہون) بجاے اسکے کہ شرر ان نئے اور بیہودہ مضامین کی ظاہرا تردید کرتے انھون نے (اتحاد مین اس شخص کی بہت تعریف کی جسکا نام ان مضامین کے نیچے لکھدیا جاتا تھا - یعنی (بدر) کی - چنانچہ انھین مضامین کی نسبت شرر صاحب فرماتے ہین کہ اعتراضون کے جواب مین اودھ پنچ کے صفحون پر کچھ لکھا گیا ہے وہ خود بتائے دیتا ہے کہ ان اعتراضات کے اُٹھانے کی کوشش کہانتک کامیاب ہوتی ہے - اگر کسی صاحب کے دل مین کچھ شبہ رہگیا ہو تو اسکا فیصلہ . . جناب بدر نے کردیا ہے دیکھو اتحاد یکم جولائی ۱۹۰۵ء صفحہ ۳-) شرر صاحب ہر ایک سے کہتے پھرتے ہین کہ مسٹر چکبست نے - گلزار نسیم کے نئے ایڈیشن کے دیباچہ مین نسیم کو اکثر شعراے لکھنؤ پر ترجیح دی ہے اور قومی جوش سے کام لیا ہے اس لیے دلگداز مین نسیم کی خبر لیگئی - اگر یہ مان لیا جاوے کہ چکبست نے واقعی اور شعراے لکھنؤ کے ساتھ ناانصافی کی ہے تو اسکے ذمہ دار چکبست ہین نہ کہ نسیم - اگر شرر کو اعتراض کرنا تھا تو وہ چکبست کے دیباچہ پر اعتراض کرتے - بقول حضرت جلیل (دمہتم ودبدبہ آصفی) یہ کہانکا انصاف ہے کہ چکبست کے مقدمہ کے جواب مین گلزار نسیم کے پھول روندے جاتے ہین بلکہ نسیم مرحوم کی شان مین فحش کلمے استعمال کیے جاتے ہین اس سے بڑھکر بد تہذیبی اور بداخلاقی کیا ہو سکتی ہو مین نے خود چکبست کا دیباچہ پڑھا ہے مجھے خود مسٹر چکبست کے اکثر خیالات سے اتفاق نہین ہو - مثلاً یہ ماننے کو تیار نہین ہون کہ

نسیم کی غزلیں رند و صبا کی غزلوں کے پایہ کی ہیں - مگر اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں نسیم مرحوم کی شان میں فحش کا استعمال کرنے پر آمادہ ہو جاؤں یا چکبست کو گالیاں دینے لگوں ہر شخص ایک خیال کی پرستش نہیں کر سکتا - دیکھا تو یہ جاتا ہے کہ خیالات کا اظہار کس صورت سے کیا جاتا ہے - چکبست کی راے سے اتفاق ہو کہ نہو مگر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چکبست نے رند و صبا کی توہین کی ہے دبر عکس اسکے رند و صبا و نسیم کا موازنہ نہایت تہذیب و متانت کے ساتھ کیا گیا ہے امانت مرحوم کی شاعری کی نسبت جو کچھ کہا گیا ہے بہت صحیح کہا گیا ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا - اور اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ چکبست نے آتش و ناسخ و رند و صبا کی توہین کی ہو تو اس سے یہ نتیجہ کیونکر نکلتا ہے کہ چکبست کو جواب دینے کے بدلے نسیم مرحوم کی شان میں بیہودہ الفاظ استعمال کیے جائیں - اور گلزار نسیم پر بے تکے اعتراض محض اس امید پر جڑے جائیں کہ مسلمان تو سب اعتراضات تسلیم ہی کر لیں گے اور اگر کوئی انصاف پسند مسلمان ان اعتراضات کی تردید کرے تو اُسے گالیاں دیجائیں - جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں - کہ تین چار ماہ سے برابر جناب اڈیٹر صاحب اودھ پنچ و جناب منشی احمد علی صاحب شوق - پروفیسر شہباز حضرت صبا دہلوی جناب مُنّے آغا صاحب ہوش لکھنوی مولوی ممتاز حسین صاحب عثمانی - جو نیر اڈیٹر الحکم) وغیرہ کی شان میں فحش اور بیہودہ مضامین نکل رہے ہیں - اور اسی قسم کے مضامین کی نسبت شرر صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمان پبلک کی توجہ کی خاص ضرورت ہے -

اصل یہ ہے کہ اسوقت تو شرر صاحب نے متعصبانہ حماقتوں کی معذرت کے لیے (بہانہ بسیار ہین سے) یہ بہانہ ڈھونڈھ لیا ہے کہ چونکہ چکبست نے نسیم کی تعریف کی تھی اور رتلکو رند و صبا کا مد مقابل ٹھہرایا تھا لہذا بحیثیت ایک مسلمان کے میرا فرض یہ تھا کہ نسیم کی دھجیاں اُڑا دوں مگر جو لوگ شرر صاحب سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس قسم کی ہنگامہ آرائیاں آپ کی عادت میں داخل ہیں - جب شرر صاحب نے منصور موہنا" لکھکر

ہندو مسلمانون مین - آتش تعصب مشتعل فرمائی - تو اسوقت کونسا دیباچہ لکھا گیا تھا - یا جب (سکینہ بنت حسین) پر آپ نے ایک بیہودہ مضمون لکھکر شیعہ و سُنیون مین ہنگامہ آرائی کرادی اور خود بھی حیدرآباد مین سخت خفت اُٹھائی تو اسوقت کس نے آپ کو چھیڑا تھا مین کہتا ہون کہ جو شخص اپنے مذہب کی ایک مقدس خاتون کی شان مین بیہودہ اور گستاخانہ کلمے لکھنے مین تکلف نکرے اُسکے لیے غیر مذہب کے کسی شاعر کی توہین کرنا کیا بات ہے - اسیطرح جب آب حیات (مصنفہ آزاد دہلوی) شائع ہوئی تو اسکا خیر مقدم دلّی لکھنؤ کے اساتذہ نے نہایت کشادہ پیشانی سے کیا - کیونکہ یہ سب جانتے تھے کہ جو کچھ حالات شعراے لکھنؤ و دلّی کے اس کتاب مین قلمبند کیے گئے ہین وہ دس برس اگر اور نہ لکھے جاتے تو کسی کو یاد بھی نہ رہتے - مگر شرر صاحب نے اپنے اُردو لٹریچر والے مضمون مین محمد حسین صاحب آزاد مصنف آب حیات کو بھی تعصب کا ملزم ٹھہرایا اور یہ لکھا کہ آزاد نے دہلی کے توبہت سے شعرا کا ذکر کیا مگر لکھنؤ کے صرف دو ہی شاعر (آتش و ناسخ) تذکرے کے لیے منتخب کیے اور رند و صبا و جلیل و رشک وغیرہ کو چھوڑ دیا جو کہ اکثر باتون سے آتش و ناسخ سے بڑھکر تھے اس مضمون کا صرف یہ مطلب تھا کہ دہلی اور لکھنؤ کی پُرانی معرکہ آرائیون کا زخم تازہ ہوجائے ورنہ جس شخص کو اُردو تاریخ سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ جانتا ہے کہ محمد حسین آزاد نے اپنا تذکرہ پانچوین دور پر ختم کردیا ہے اور چونکہ لکھنؤ مین آتش و ناسخ و دبیر و انیس اس پانچوین دور کے باکمال شعرا تھے - لہذا انکا ذکر کیا ہے رند و صبا و رشک وغیرہ چھٹے دور کے شعرا تھے - جنکا ذکر پانچوین دور مین نہین ہوسکتا تھا - لہذا انکا ذکر نہ کرنا محمد حسین آزاد کے تعصب کا ثبوت نہین خیال کیا جاسکتا تھا - ان مثالون کے پیش کرنے سے یہ غرض ہے کہ شرر صاحب نے اپنی قدیم عادت کے مطابق (گلزار نسیم کے متعلق یہ ہنگامہ برپا کیا تھا اور یہ سمجھے تھے کہ سب اہل اسلام اس عملی تعصب مین میرے شریک رہینگے مگر اڈیٹر صاحب اودھ پنچ و منشی احمد علیصاحب شوق کے دندان شکن مضامین نے شرر صاحب کے حواس گم کردیے - گو کہ مسٹر چکبست نے منشی احمد علیصاحب شوق کے

خلاف لکھا تھا مگر منشی صاحب کی عالی ظرفی اور بلند نظری نے یہ نہ گوارا کیا کہ جک بست کو خواہ مخواہ گالیان دینے لگین یا گلزارنسیم کو پامال کرنا شروع کردین بلکہ برعکس اسکے آپ نے جو حق بات تھی وہ لکھدی شرر یاد رکھین کہ اسلام کا نام ایسی ہی انصاف پسندی سے روشن ہوتا ہے جسکا ظہور جناب شوق سے ہوا ہے ۔ نہ کہ بیہودہ ہٹ دھرمی سے خیر کچھ ہو شرر صاحب اپنی ان حرکتون کی بدولت کئی مرتبہ خفت اُٹھا چکے ہین مگر اس مرتبہ الٹھین اودھ پنچ سے سابقہ پڑا ہے جسکا مارا پانی نہین مانگتا ۔ حضرت شرر اکثر مضامین مین یہ بھی شایع کراتے ہین کہ تمام اساتذہ حال اور تمام اخبار اور رسالہ میری طرف ہین اور میرے اعتراضات تسلیم کرتے ہین مگر یہ محض غلط ہے آج تک ایک مستند شخص نے بھی شرر کی تائید مین ایک حرف نہین لکھا اور نہ کسی باوقعت اخبار یا رسالہ نے انکی تائید کی ہے اس بحث کے متعلق جو قابل لحاظ مضامین نکلتے ہین ان سے اقتباس درج ذیل مین جناب منشی احمد علے صاحب شوق تحریر فرماتے ہین ۔

(الف) مین تو یہی کہونگا کہ یہ مثنوی نسیم مرحوم ہی کی ہے اسکے خلاف صرف قصہ اور کہانیون سے کوئی دلیل اس بات پر نہین قائم ہو سکتی کہ یہ مثنوی کسی اور کی ہے اگر گلزارنسیم حضرت نسیم کی نہین ہے تو گلستان شیخ سعدی کی نہین ہے ۔ اور خمسہ نظامی کا نہین ہے اس کے لیئے بھی حضرت نسیم کی جانب سے چند قصہ تصنیف ہو سکتے ہین ۔

(ب) نسیم مرحوم لکھنؤ کے رہنے والے تھے اہل زبان تھے جب باہر والے لکھنؤ مین رہ کر زباندان ہو سکتے ہین تو وہ شخص جسنے لکھنؤ مین پیدا ہو کر یہین آنکھین کھولی ہون یہین زبان کھولی ہو اُسکا فصیح البیان ہونا کیا تعجب کی بات ہے ۔

(ج) نسیم مرحوم سے اگر کہین چوک ہوئی ہو تو اس سے انکی فصاحت اور شاعری پر حرف نہین آ سکتا . . . . . . مثل ہے کہ شہسوار ہی گرتا ہے ۔ اس سے میری غرض یہ ہے کہ شاعر ہی سے خطا ممکن ہے ۔ نہ کہ اُس سے جو شعر ہی نہ کہے آپ شعراے فارس کے دیوانونکو

ملاحظہ فرمائیے کتنے شعرا ایسے ملیں گے جنھوں نے الف کے دھوکے میں عین کو تقطیع سے گرا دیا ہے تو کیا اس سے اُنکی اُستادی اور فصاحت بیانی مٹ گئی تو یہ البتہ اسقدر ہم کہیں گے کہ دھوکا ہوا۔ خطائے انسانی کی مثالیں میں پیش کرتا ہوں شاید میرے اُن دوستوں کی جو نسیم مرحوم پر نکتہ چینی فرما رہے ہیں ان مثالوں سے تسکین ہو جائے اس موقع پر جناب شوق نے محتشم کاشی کلیم اسمٰعیل اصفہانی ظہوری وغیرہ کی غلطیاں دکھلائی ہیں۔ مضمون شوق مطبوعہ ۳۔ اگست ۱۹۰۵ء دوسرے مضمون میں جناب شوق فرماتے ہیں میں اپنے معزز دوست حضرت چکبست سے رشک کروں تو درست ہے۔ غالباً میرے معزز دوست بابو جوالا پرشاد صاحب برق کو یہ بات یاد ہو کہ میں نے قیام لکھنؤ کے زمانہ میں ایکبار قصد کیا تھا کہ نسیم مرحوم کی لائف لکھوں اور اسکا ذکر بھی کیا تھا مجھے زمانہ کی گردش نے لکھنؤ سے دور پھینک دیا اور حضرت چکبست میرے دل کی تمنا کو اُڑا لیگئے۔ خیر تمنا تو نکل گئی وہ میرے قلم سے نہیں حضرت چکبست کے قلم سے سہی . . . . . نسیم کی لائف لکھکر اگر حضرت چکبست نے اُردو کی شاعری اور زبان پر احسان کیا ہے تو انکا شکر گذار ہونا مناسب ہے تا کہ جو صلے بڑھیں اور لائف سے مُردوں کے نام زندہ ہوں۔ آخر میں اور حضرت شرر سب مرنے کو آئے ہیں اگر میں زندگی میں یہ خیال کروں کہ مرنے کے بعد مجھے لوگ کا ہیکو ایسے یاد کرینگے۔ تو کس قدر میری روح کو زندگی میں تکلیف ہو (مضمون شوق مطبوعہ ۱۷۔ اگست ۱۹۰۵ء اودھ پنچ)

حضرت حسرت موہانی اڈیٹر اُردوے معلّےٰ تحریر فرماتے ہیں ۔

(۱) (گلزار نسیم) کی تصنیف کو طریقہ آتش کے ساتھ منسوب کرنا خطا ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس قسم کی بے بنیاد روایتوں کو درحقیقت صحیح سمجھنا اپنے تئیں ۔ مذاق صحیح سے بیگانہ ثابت کرنا ہے ۔

(۲) گلزار نسیم کی زبان بیشک لکھنؤ کی زبان ہے اگرچہ اسمیں بعض غلطیاں موجود ہیں

لیکن ساتھی اسکے ان چند غلطیونکی بنا پر یہ کہنا غایت درجہ کی کوتہ نظری ہو - کہ نسیم کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین ہو - یا یہ کہ ان غلطیون نے (گلزار نسیم) کو مٹا دیا -

(س) حضرت شرر کے اعتراضون مین سے اکثر اعتراضات موجودہ زبان کے لحاظ سے صحیح ہین اور غالباً مسٹر چک بست کا مضمون (جواب) دیکھنے سے پہلے بہت سے لوگون کا یہ خیال ہو گا کہ انکا کوئی جواب ہو ہی نہین سکتا لیکن مسٹر چک بست نے جس محنت اور قابل تعریف تلاش کے ساتھ اساتذہ کے اشعار سے مثالین اور سندین بہم پہونچائی ہین اسکی داد انکے حریفونکو بھی دینا پڑیگی اور اگر انصاف سے کام لیا جائے تو اکثر غلطیونکے الزام سے نسیم کو مجبوراً بری کرنا پڑیگا (اردوے معلّے بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء) و دسمبر حضرت جلیل (مہتم دبدبۂ آصفی) تحریر فرماتے ہین کہ مولانا حالی کے مقدمہ کا جواب یون دیا گیا تھا کہ انکی زبان و بیان اور دیوان کی دھجیان اڑا دیگئی تھین یہان مقدمہ (چک بست) کے جواب مین گلزار نسیم کے پھول روندے جاتے ہین -

اگر مثنوی میر حسن دہلی کے لیئے سرمایۂ فخر ہے تو گلزار نسیم لکھنؤ کے ملیئے وجہ ناز ہو اور یہ کچھ آج کی تصنیف نہین اسپر کئی دور گذر چکے ہین اور ہر دور مین دونون مقبول رہین - اب اگر اہل دہلی سحر البیان کی برائی کرین یا اہل لکھنؤ گلزار نسیم کی ہجو فرمائین تو یہ کہا جائیگا کہ اپنے عیوب آپ کھودتے ہین . . . . . . اغلاط سے پاک کوئی تصنیف نہین ہو سکتی - کہا جاتا ہو کہ گلزار نسیم مین بہت زیادہ نقصانات ہین ممکن ہے کہ ایسا ہو - اور ممکن ہے کہ مثنوی میر حسن مین بھی اسیقدر نقصانات ہون - مگر اسوقت ان مضامین کی تنقید کی حاجت نہین ہے - اور نہ انسے انکی مقبولیت کو کچھ ضرر پہونچ سکتا ہے - (گلزار نسیم) کے متعلق طرح طرح کے مباحث در پیش ہین - گلزار نسیم مین شاعری کیسی ہو -

زبان لکھنؤ کی ہو یا نہین - نسیم کا شعرا مین کیا رتبہ ہے حقیقت اتنی ہو کہ مثنوی گلزار نسیم لکھنؤ کے ایک کہنہ مشق قادر سخن کی تصنیف ہے - آتش نے کہی ہو یا کسی نے

ہم کو اس سے بحث نہین - جناب مولوی عبد الحلیم شرر سے اسکی ابتدا ہوئی کہ انھون نے گلزار نسیم پر ریویو فرمایا اور نقائص کو چن چن کر دکھایا انکی بحث بڑی قابلیت کے ساتھ ہے ... مگر مسٹر چکبست نے جو جواب کہ اردوے معلیٰ مین دیا ہے وہ بھی دیکھنے کا ہے خصوصًا سند کے اشعار بہم پہونچائے ہین انکی تلاش حیرت انگیز ہے - سب اعتراضات کا بجا ہونا جسطرح دشوار ہے اسیطرح ہر ایک جواب کا باثواب ہونا بھی مشکل ہے — (دبدبۂ آصفی مطبوعہ ۱۶ - رجب المرجب ۱۳۲۳ھ ہجری) نقاد لکھنوی رسالہ مین تحریر فرماتے ہین - گلزار نسیم اس قبیل کی ایک نظم ہے کہ جسے جتنی مرتبہ اور جتنے غور سے پڑھیے ایک نیا لطف ملتا ہے - اور جب ذہن اسکے دقائق اور نزاکت فن تک پہونچتا ہے تو ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے درحقیقت اسمین ایسے نازک استعارہ اور بلند خیالی کے نمونے موجود ہین جو اردو شاعری کی انتہاے ترقی کا پتہ دیتے ہین اور مجموعی حیثیت سے اسمین اعلیٰ شاعری کے اتنے ارکان جمع ہو گئے ہین جو دوسری مثنویون مین بلکہ اردو کی کل تصانیف میں کبریت احمر کا حکم رکھتے ہین (زمانہ ۷ - جون ۱۹۰۵ع) اخبار قلقل رقم طراز ہے - اس بے لطف جھگڑے کی ابتدا شرر صاحب نے کی ہے - نہین معلوم کہ انکو کیا ضرورت داعی ہوئی تھی کہ نسیم ایسے شاعر کا جنکی شاعری اپنا نقش جما چکی ہے آج یہ اعتراضات تذکرہ کیئے جاین — جبکہ حضرت حافظ فرما گئے ہین —

بہ مستان نوید سرودے فرست بہ یاران رفتہ درودے فرست

نسیم - آج نہین - انکی مثنوی زیر تصنیف یا ابتدا زیر طبع نہین ہے - بہار شمار اعتراضات سے وہ کیا اصلاح ہو جو منظور تھی - وغیرہ وغیرہ - (قلقل مطبوعہ - نومبر ۱۹۰۵ع) حکیم برہم صاحب لکھتے ہین کہ جو اعتراضات شرر نے کیے ہین گو موجود زمانے مین انکا حرف حرف صحیح ہو - مگر جس زمانے مین نسیم نے اسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات کو دیکھتے ہوئے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے - (ریاض الاخبار مطبوعہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۵ع)

ان اخبارون اور رسالون کے علاوہ رسالہ زندہ دل اودھ اخبار تفریح وغیرہ نے شرر صاحب کی نوبت کا خاکہ اُڑایا ہے - اب ہم اس مضمون کے آخر مین شرر صاحب سے اور انکی معاونین سے چند سوالات پوچھتے ہین اور ناظرین پر انکا انصاف چھوڑتے ہین

(۱) اودھ پنچ مین جو پہلا مضمون (۱۱-مئی ۱۹۰۵ء) گلزار نسیم سے متعلق نکالا تھا اس مین ایسا بیہودہ اور دریدہ جملہ (بدر) والے مضمون مین (مطبوعہ ۱۶-جون ۱۹۰۵ء ریاض الاخبار) کیون لکھا گیا - اور واقعی یہ بنائے فساد ہے کہ نہین - اور نیز اودھ پنچ کے اس مضمون کے جواب مین پیام یار مین فحش اور گندہ مضمون اسیلیے شائع کیا گیا -

(۲) یکم اگست تک جو مضامین اڈیٹر اودھ پنچ کے حکم سے گلزار نسیم کے متعلق نکلے تھے اُن مین کوئی حرف یا جملہ ایسا تھا جسکے لیے یکم اگست کے اتحاد مین اڈیٹر صاحب موصوف کو مُشہدے کا خطاب دیا گیا - آیا یہ شرر کی زیادتی ہے کہ نہین اور وہ سرزنش کے مستحق تھے کہ نہین -

(۳) مسٹر چکبست کے قلم سے کون جملہ بدتہذیبی کا نکلا ہے کہ انکے خلاف فحش اور گندے مضامین شائع ہو رہے ہین -

(۴) اگر شرر اس علمی جھگڑے کو مذہبی جھگڑا بنانا چاہتے ہین تو گلزار نسیم کے خلاف جو فحش مضامین نکل رہے ہین انکی نسبت انھون نے یہ جملہ کیون لکھا کہ اُنپر مسلمان پبلک کی توجہ کی خاصۃً ضرورت ہے - اور اودھ پنچ کے پہلے ہی مضمون (مطبوعہ ۱۱-مئی ۱۹۰۵ء) کے جواب مین یہ کیون لکھا گیا کہ منشی سجاد حسین نے کچھ ایسی گھڑی جنم لیا ہے کہ جب ہندو مسلمانون کا جھگڑا درپیش ہوتا ہے تو وہ ہندوؤنکا ساتھ دیتے ہین -

(۵) ان سب حرکات نازیبا کے بعد آیا شرر اس بات کے مستوجب تھے کہ نہین - کہ نامہ نگاران اودھ پنچ کافی طور سے انکی خبر لین تاکہ آئندہ وہ ایسے ناشائستہ اشغال سے باز رہین -

(۶) شرر جو بار بار اس قسم کے فقرے شائع کراتے ہین کہ انکے اعتراضات سب اساتذہ حال نے تسلیم کر لیے ہین تو یہ محض بے بنیاد دعوے ہے کہ نہین۔

(۷) آخر مین یہ سوال ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اودھ پنچ اور مسٹر چکبست نے شرر کے ساتھ زیادتی کی تو یہ کہانکی شرافت اور تہذیب ہے کہ نسیم مرحوم کی شان مین فحش اور گندے مضامین برابر شائع کیے جائین۔

(۸) کسی مرے ہوے بزرگ کی توہین کرنا انتہا درجہ کا کمینہ پن ظاہر کرتا ہے کہ نہین

راقم ب ع طیش بلگرامی۔

اودھ پنچ کے گو کہ ایسے بے نمک مضامین کا چھاپنا اودھ پنچ کی وضع کے خلاف ہے۔ مگر چونکہ اکثر احباب کی سفارش کے ساتھ یہ مضمون آیا ہے لہذا شائع کیا جاتا ہے۔ جو لوگ ابتدا سے اس بحث کا رنگ دیکھ رہے ہین اُنکے لیے اس مضمون کی ضرورت نہین۔ بیشک جو ناواقف حضرات تھوڑے عرصہ سے اس بحث مین دلچسپی لینے لگے ہین وہ اس مضمون کے پڑھنے سے اُن مغالطونکے جال مین پھنسنے سے محفوظ رہینگے جو شرر نے پھیلا رکھا ہے حضرت طیش نے شرر کی انھین گستاخیون اور بدعنوانیون کا ذکر کیا ہے جو اخبارون مین اشاعت حاصل کرنے کی وجہ سے طشت از بام ہو گئی ہین۔ نہ ابتدا سے جو جو نازیبا و ناشائستہ حرکات شرر سے ثابت ہوے ہین برابر ہوتے رہے ہین جو اودھ پنچ کی نسبت کے خطوط کے ذریعہ سے مشہور کی گئی ہین اُنمین سے اکثر کا تحریری ثبوت موجود ہے اور اُنکا خیال کرکے جو کچھ شرر کی نسبت ابھی تک لکھا گیا ہے وہ کافی نہین ہے۔

دیباچہ گلزار نسیم

(از پنڈت برج نرائن چکبست)

پنڈت دیاشنکر صاحب کول متخلص بہ نسیم ۱۸۱۱ء مین پیدا ہوے تھے آپ کے والد بزرگوار کا نام پنڈت گنگا پرشاد کول تھا۔ لکھنؤ آپ کا وطن تھا۔ بزرگون سے سنا جاتا ہے کہ وجاہت جسکے لئے عموماً اہل خطہ مشہور ہین آپ کا حصہ نہ تھی پستہ قامت گندمی رنگ سیہ چشم اور چھریرے بدن کے آدمی تھے۔ سلسلۂ معاش یہ تھا کہ شاہی فوج مین وکیل تھے جیسا کہ اُس زمانہ کا دستور تھا۔ اُردو فارسی کی تعلیم عالم صغرسنی مین پائی۔ شعراے اُردو و فارسی کا کلام نظر سے گذرتا رہا۔ خلقی طبیعت داری اور ذہانت نے شاعری کا شوق دلایا غرضکہ بیس [۲۰] برس کی عمر مین شعر و سخن کا خاصہ اچھا مذاق پیدا کر لیا خواجہ حیدر علی آتش کی گرمی سخن اور آتش بیانی نے ایسا فریفتہ کیا کہ انکی شاگردی اختیار کی۔ شروع مین غزل گوئی کا شوق رہا۔ لیکن جو دل کا ولولہ تھا وہ غزل مین نہ نکل سکا جدت طبع نے کہا ؎

بقدر شوق نہین اپنے تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیان کے لیے

مگر وسعت کہان سے ملے اُردو شاعری کی کائنات کیا۔ غزل۔ قصیدہ۔ رباعی یا مثنوی۔ میر حسن کی مثنوی سحر البیان کا اُس زمانہ مین ہر طرف چرچا تھا اصناف سخن مین مثنوی کا رنگ ایسا پسند آیا کہ خود بھی اس کوچہ مین قدم رکھنے کی کوشش کی۔ مناسب طبع نے آمین کہا۔ غرضکہ گل بکاولی کا قصہ جو کہ نثر مین تھا اُسکو نظم کے سانچے مین ڈھالا پچیس [۲۵] برس کی عمر مین یہ مثنوی تیار ہوئی۔ چونکہ گلہائے مضامین سے پُر تھی لہذا نام گلزار نسیم رکھا

واقعی اس گلزار کا کیا کہنا تھا ع سینچا تھا جسکو خون جگر سے وہ باغ تھا + لیکن جسوقت یہ مثنوی تیار ہوئی اسکا حجم بہت زیادہ تھا - جب آتش کے پاس اصلاح کے لیے لے گئے تو اُنھون نے کہا - ارے بھئی اتنی بڑی مثنوی کون پڑھے گا - یا تم پڑھوگے کہ تم نے تصنیف کی ہو یا مین اصلاح کے خیال سے ایک مرتبہ دیکھ جاؤنگا - اُوستاد کی بات دل پر اثر کر گئی - مثنوی کی نظرثانی کی جتنے بھرتی کے شعر تھے نکال ڈالے بلکہ جو مطلب چار شعرون مین ادا ہوتا تھا اُسکو اختصار کے ساتھ ایک ہی شعر مین ادا کیا اس صورت پر گلزار نسیم کو خس و خاشاک سے پاک کیا اور آتش کے پاس لے گئے - اُستاد نے شاگرد کی محنت پر آفرین کہی اور اصلاح کا قلم اُٹھایا - لیکن اکثر اصلاحین نسیم نے نہ مانین اور اشعار کو اپنی اصلی حالت پر رہنے دیا مثلاً مثنوی کا ایک شعر تھا ؎ قلیان پیے مشکبو دھوان دہار + بیڑے چکھے پان کے مزیدار + آتش نے اس شعر کا دوسرا مصرعہ اسطرح بدلنا چاہا ع بیڑے چکھے بہت مزیدار + لیکن نسیم کو یہ اصلاح پسند نہ آئی اور مصرعہ کی تبدیلی مناسب نہ سمجھی[۱] غرضکہ آتش کی نظرثانی کے بعد یہ مثنوی ایک مشاعرے مین پڑھی گئی جسمین کہ لکھنؤ کے تمام سربرآوردہ شعرا جمع تھے بعدازان طبع ہوئی شائع ہوتے ہی ہاتھون ہاتھ بک گئی زمانہ نے پورے طور سے قدر کی - ابھی تک مثنوی کے رنگ مین یکتائی کا سہرا میر حسن کے سر تھا - اب گلزار نسیم کے بھی جابجا چرچے ہونے لگے - جواہر سخن کے پرکھنے والے سمجھ گئے کہ مثنوی کیا کہی ہے موتی پروے ہین - نسیم کو بھی شہرت عام کا خلعت نصیب ہوا اور بقاے دوام کے دربار مین میر حسن کے برابر کرسی ملی اور واقعی حق یہ ہے کہ جبتک اُردو شاعری کا مذاق قائم ہے اُسوقت تک گلزار نسیم کی شادابی مین فرق نہین آسکتا - مگر افسوس کہ نسیم کے ساتھ عمر نے وفا نہ کی - گلزار نسیم کو طبع ہوئے ایک برس گذرا تھا کہ باغ جوانی پر اُوس پڑ گئی

[۱] یہ واقعہ حکیم سید رضا حسین صاحب سُہا کی زبانی مجھکو معلوم ہوا - یہ بزرگ آتش کے شاگرد رشید اور سید فرید علی صبا کے داماد اور شاگرد تھے - یہ اُن معدودے چند بزرگون مین سے تھے جنھون نے پُرانے اُستادون کی آنکھین دیکھی تھین اور جنکی وضع کے بزرگ نسبے اب تک لکھنؤ مین اُردو شاعری کا نام زندہ ہے - تین چار سال کا عرصہ ہوا کہ قضا کی ع کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے ۱۲

ہیضہ کی بیماری سے دفعتہً خاتمہ کر دیا۔ اپنے شعر کے آپ ہی مصداق ہوئے ؎

روح رواں وجسم کی صورت مین کیا کہون　　جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا

۱۲۶۰ھ مین تخمیناً تینتیس ۳۳ سال کی عمر مین وفات پائی سخن شناس جانتے ہین کہ نسیم نے اگرچہ میر حسن کے مقابلہ پر مثنوی کہی۔ لیکن بالکل دوسرے رنگ مین کہی۔ کوئی نسیم کو میر حسن کے خرمن کا خوشہ چین نہین کہہ سکتا۔ اگر وہ اپنے رنگ مین فرد ہین تو یہ اپنے طرز مین یکتا ہین۔ اگر کلام کی سادگی اور بے تکلفی کا لطف اُٹھانا ہو تو میر حسن کی مثنوی دیکھو اگر باریک بینی اور معنے آفرینی کا رنگ پسند ہے تو گلزار نسیم کی سیر کرو۔ دیکھو فراق یار مین صدمہ گذرنے کا مضمون ایک ہی ہے۔ دونون اُستادون کی طبیعت اُس مضمون پر برابر لڑی ہو۔ مگر دونون کے انداز سخن پر خیال کرو۔

میر حسن

روانی سی ہر سمت پھرنے لگی　　درختون مین جا جا کے گرنے لگی
ٹھہرنے لگا جان مین اضطراب　　لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
خفا زندگانی سے ہونے لگی　　بہلنے سے جا جا کے رونے لگی
جہان بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے　　محبت مین دن رات گھٹنا اُسے
کسی نے اگر بات کی بات کی　　یہ دن کی جو پوچھی کہی رات کی
کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے　　کہا خیر بہتر ہے منگوائیے
جو پانی پلانا تو پینا اُسے　　غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے

نسیم

سنسان وہ دم بخود تھی رہتی　　کچھ کہتی تو ضبط سے تھی کہتی
کرتی تھی جو بھوک پیاس بس مین　　آنسو پیتی تھی کھا کے قسمین
جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ　　کپڑون کے عوض بدلتی تھی رنگ

یکچند جو گذرے بے خور و خواب ۔۔۔ زائل ہوئی اُسکی طاقت و تاب
صورت مین خیال رہ گئی وہ ۔۔۔ ہیئت مین مثال رہ گئی وہ
آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر ۔۔۔ فانوس خیال بنگیا گھر

دونون نے اپنے اپنے رنگ مین حق سخنوری ادا کیا ہے میرحسن کے اشعار کا بیساختہ پن اور سادہ پن دل مین عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے ۔ شب ہجران بیقراری کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے ۔ نسیم کے اشعار ایک دوسری ہی حالت پیدا کرتے ہین ۔ الفاظ کی شوکت ۔ بندش کی چستی ۔ اشعارون کی نزاکت ۔ تشبیہون کی پختگی سے مصنف کا زور طبیعت معلوم ہوتا ہے ۔ نازک خیالی اور بلند پردازی اس عالم کا اشارہ کرتی ہے جہان پہونچتے ہوے ہمارے طائر خیال کے پر جلتے ہین ۔ غرضکہ اگر صورت حال کا بیان میرحسن پر ختم ہے تو کلام کا معنی خیز ہونا نسیم پر ۔ میرحسن کہتے ہین ؎

سب اعضا بدن کے موافق درست ۔۔۔ ہر ایک کام مین اپنے چالاک و چست
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام ۔۔۔ قیامت کرے جسکو جھک کر سلام

نسیم اسی مضمون کو اپنے رنگ مین ادا کرتے ہین ؎

دن دن اُسے ہوگیا قیامت ۔۔۔ بوٹا سی بڑھی وہ سرو قامت
چلتی تو زمین مین سرو گڑتے ۔۔۔ باتین کرتی تو پھول جھڑتے

یا حسن تعمیر کا مضمون دونون نے اپنے اپنے طرز پر نظم کیا ہے ۔

میرحسن

عمارت کی خوبی درونکی وہ شان ۔۔۔ لگے جسمین زربفت کے سائبان
چکین اور پردے بندھے زرنگار ۔۔۔ درون پر کھڑی دست بستہ بہار

نسیم

گول اُسکے ستون تھے ساعد حور ۔۔۔ چلمن مژگان چشم مخمور

دکھلاتا تھا وہ مکان جادو　　محراب ہے در سے چشم و ابرو

شاہزادے کے غائب ہو جانے پر میر حسن نے پس ماندہ لوگوں کی پریشانی کا حال اس صورت سے نظم کیا ہے ؎

کھلی آنکھ جو ایک کی واں کہیں　　جو دیکھا تو واں شاہزادہ نہیں
کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی　　کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی
کوئی بلبلاتی سی پھرنے لگی　　کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی
کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو　　گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو

. . . .

ہوا گم وہ یوسف پڑی پھر یہ دھوم　　کیا خادمان محل نے ہجوم
کہا شہ نے واں کا مجھے دو بتا　　عزیزو جہاں سے وہ یوسف گیا
کہیں سے وہ شہ کو لب بام پر　　دکھایا کہ سوتا تھا یاں سیمبر
جو دیکھی جگہ وہ جہاں سے گیا　　کہا اے بیٹا تو یاں سے گیا
مرے نوجوان اب کدھر جائیے پیر　　نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر
عجب بحر غم میں ڈبویا مجھے　　غرض جان سے تو نے کھویا مجھے

پھول کے غائب ہو جانے پر بکاؤلی کے اضطراب کی تصویر نسیم نے اپنے رنگ میں یوں کھینچی ہے ؎

دیکھا تو وہ گل ہوا ہوا ہے　　کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے
گھبرائی کہ ہیں کدھر گیا گل　　جھنجھلائی کہ کون دے گیا جل
ہے ہے مرا پھول لے گیا کون　　ہے ہے مجھے خار دے گیا کون
ہاتھ اس پہ اگر پڑا نہیں ہے　　بو ہو کے تو گل اڑا نہیں ہے
نرگس تو دکھا کدھر گیا گل　　سوسن تو بتا کدھر گیا گل

سنبل مرا تازیانہ لاتا　　شمشاد انھیں سولی پر چڑھاتا
ٹھہرائیں خواصیں صورت بید　　ایک ایک سے پوچھنے لگی بھید

. . . .

بولی وہ بکاؤلی کہ افسوس　　غفلت سے یہ پھول پر پڑی اوس
آنکھوں سے عزیز گل مرا تھا　　پتلی وہی چشم حوض کا تھا
نام اُس کا صبا نہ لیتی تھی مین　　اس گل کو ہوا نہ دیتی تھی مین
گلچین کا جو ہاے ہاتھ ٹوٹا　　غنچے کے بھی منھ سے کچھ نہ پھوٹا
او رخار پڑا نہ تیرا چنگل　　مشکین کس لین نہ تونے سنبل
او باد صبا ہوا نہ بتلا　　خوشبو ہی سنگھا پتا نہ بتلا
بلبل تو چہک اگر خبر ہے　　گل تو ہی مہک پتا کدھر ہے

میر حسن کے اشعار کا اثر بجلی کی طرح دل مین دوڑ جاتا ہے جو حالت وہ بیان کرتا ہے اُسکی تصویر آنکھون کے سامنے کھینچ دیتا ہے۔ نسیم کے اشعار زبان کی پاکیزگی اور ترکیب الفاظ کی چستی کے لحاظ سے تاثیر کا طلسم بنے ہوے ہین ایک کی زینت حُسن صورت سے ہے دوسرے کی شان لطف معنے سے قائم ہے۔ میر حسن سخن آفرین ہین نسیم معنی آفرین ہین میر حسن محاورہ اور روزمرہ کے بادشاہ ہین استعارہ و تشبیہ نسیم کا حصہ ہے۔ مگر اتنا کہنا نا انصافی نہین کہ جو سوز و گداز میر حسن کے کلام مین ہے وہ نسیم کے کلام مین نہین ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جو درد عموماً شعراے دہلی کے کلام مین پایا جاتا ہے وہ اہل لکھنؤ کے کلام مین نہین پایا جاتا مگر باینہمہ جیسا کہ پیشتر عرض کیا گیا ہے۔ نسیم کی مثنوی اپنے رنگ مین لاجواب ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب اُنکے طائر شہرت نے پر پرواز نکالے تو یہ کسی کے خرمن کے خوشہ چین نہ خیال کیے گئے بلکہ خود صاحب طرز کہلائے ——

گلزار نسیم کا ایک خاص جوہر جو کہ نسیم کا حصہ ہے تناسب لفظی ہے تناسب لفظی کی صفت

ہمیشہ اردو شاعرون کے پسند خاطر رہی ہی لیکن کسی نے اسکو اسدرجہ کمال پر نہین پہونچایا
جیساکہ گلزار نسیم مین ہم دیکھتے ہین چند اشعار تمثیلاً لکھے جاتے ہین ؎

پردے سے نہ دایہ نے نکالا — پتلی سا نگاہ رکھکے پالا
ایک مرغ ہوا اسیر صیاد — دانا تھا طائر چمن زاد
پالا تو مفارقت ہے انجام — دانا ہے تو مجھ سے لے مرے دام
مجنون ہو اگر تو فصد لیجے — سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجے
سودا ہے مری بکاولی کو — ہے چاہ بشر کی باولی کو
سختی سہی پاکری اُٹھائی — اُفتاد تھی جو پڑی اُٹھائی

اس رنگ کے اشعار گلزار نسیم مین کثرت سے ملین گے۔ واقعی اس رنگ کو خوب نباہا ہی اور طرہ یہ کہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ تناسب لفظی کی صنعت کا لطف یہ ہی کہ کسی مقام پر نہ معلوم ہو کہ فلان لفظ خواہ مخواہ شعر مین اسلیے بھر دیا گیا ہے کہ دوسرے لفظ سے تناسب رکھتا ہے اور یہ لطف گلزار نسیم مین ہی مثلاً کیا خوب مصرع ہی ع سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجے اس مصرع مین سایہ دھوپ کے ساتھ عجیب کیفیت دکھا رہا ہے لیکن دونون لفظ اس خوبصورتی سے آئے ہین کہ بالکل ایک دوسرے سے ملے ہوے بھی ہین اور الگ بھی حالانکہ ایک کی رونق دوسرے کی وجہ سے دوبالا ہے لیکن یہ کوئی نہین کہہ سکتا ہے کہ سایہ کا لفظ خواہ مخواہ دھوپ کے لیے لایا گیا ہے۔ اسمین شک نہین کہ اس صنعت کا خوبی کے ساتھ سا ہنا آسان نہین ہے یہ راہ بڑی کٹھن ہے قدم قدم پر ٹھوکرین کھانے کا اندیشہ ہے مثلاً امانت کے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے۔ لیکن چونکہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور طبیعت مین شستگی کا جوہر نہین لہذا جو شعر اس رنگ مین کہا ہے اسے پڑھکر ہنسی آتی ہے۔ فرماتے ہین ؎

پانی نہ آبرو پہ پھرے بہر حرص مال — موتی ملین تو دانت نہ اپنے نکالیے

ایک اور شعر اسی رنگ میں ہے ؎

قبر پر میری لگایا نیم کا اُس نے درخت　　　بعد مرنے کے مری تو قبر آدھی رہ گئی

سُبحان اللہ کیا تناسب الفاظ ہی۔ نیم حکیم اور نیم مُلّا سُنتے تھے اِس شعر کا مصنف نیم شاعر ہے
ایک صاحب نے گلزار نسیم کا جواب کہا ہے اور چونکہ تناسب لفظی گلزار نسیم کا خاص جوہر ہے
لہذا اُنھون نے بھی اس رنگ کے شعر کہے ہین۔ مگر لطافت سخن قائم نہ رکھ سکے۔ ایک شعر
انکا بھی تمثیلاً لکھا جاتا ہے ؎

پاجی ہین شریفے سب اُجڑ جائین　　　بُرّی ہوے بیر کیڑے پڑ جائین

اپنے نزدیک اِن صاحب نے یہ شعر نسیم کے ذیل کے شعر کا جواب کہا ہے ؎

سُنبل مرا تازیانہ لانا　　　شمشاد اسے سُولی پر چڑھانا

لیکن سخن شناس جانتے ہین دونون شعرون مین اندھیرے اُجالے کا فرق ہی خلیل کا بھی
ایک شعر اس رنگ مین یاد آگیا ہی ؎

وہ شمع رو پتنگ اُڑاتا ہے شاید آج　　　کچھ پینچ پڑ گیا ہے جو آنے مین ڈھیل کی

یار ند کہتے ہین ؎

میلا ہی چاند گنج مین سورج گہن کا آج　　　تم کس لئے نہ غیرت شمس و قمر گئے

قلق بھی طلسم الفت مین کہتے ہین ع قندیل پی رہے تھے گڑگڑیان + اِن اشعار
تمثیلاً پیش نظر کرنے سے یہ مراد ہے کہ تناسب الفاظ کا لطافت کے ساتھ نباہنا اک امر
دشوار ہے نسیم کو اس رنگ مین ید طولے حاصل ہے الفاظ کے اُلٹ پھیر سے وہ کام لیتے ہے
کہ کلام کی رونق دو بالا ہو گئی ہے۔ آتش کا شعر ان کی شاعری پر صادق آتا ہی ؎

بندش الفاظ جڑنے سے نگون کے کم نہین　　　شاعری بھی کام ہی آتش مرصع ساز کا

اس سلسلہ مین یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ اکثر جگہ نسیم سے بھی تناسب الفاظ کے ساتھ
لطافت سخن قائم نہین رہ سکی ہے مثلاً کہتے ہین ؎

ان مختصرون نے جب دیا طول   بولی وہ بکاؤلی کہ معقول
پانی کے جو بلبلون مین تھا گل   پہونچا لبِ حوض سے نہ جنگل

لیکن اس قسم کے اشعار کل مثنوی مین دو فیصدی سے زیادہ نہ ملین گے لہذا قابل معافی ہین -

(اختصار)

اختصار جیسا کہ پیشتر لکھا گیا ہے اس مثنوی کا عجیب جوہر ہے واقعی دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے کل مثنوی مین ایک شعر بھرتی کا مشکل سے ملے گا - بعض مقامات پر طول طویل مضامین کو چند شعرون مین اس خوبصورتی سے ادا کر دیا ہے کہ کسی قسم کی کوتاہی کا شبہہ نہین ہو سکتا مثلاً صحرائے طلسم کی داستان مین مندرجۂ ذیل دو شعر کتنے پُر معنے ہین اور کسقدر اختصار سے پُر ہین ؎

طوطا بن کر شجر پہ جا کر   پھل کھا کے بشر کا روپ پا کر
پتے پھل کو نہ چھال لکڑی   اُس پیڑ سے لیکے راہ پکڑی

یا ایک مقام پر تین چار داستانون کا خلاصہ کس خوبی سے نظم کیا ہے ؎

وہ جھیل وہ ہار وہ غلامی   وہ گھات وہ جیتنا تمامی
وہ دسترس اور وہ پائے مردی   وہ بیکسی اور وہ دشت گردی
وہ دیو کی بھوک اور وہ تقریر   وہ حلوے کی چاٹ اور وہ تحریر
وہ سعی وہ دیونی کی صحبت   حمودا کی وہ آدمیت
تجویز کی وہ سرنگ کی راہ   اور موش دوانیان وہ دلخواہ
وہ سیر چمن وہ پھول لینا   وہ عزم وطن وہ داغ دینا
وہ کور کے حق مین خضر ہونا   وہ غولون سے ملکے پھول کھونا
وہ بال کو آگ پر دکھانا   وعدے پہ وہ دیونی کا آنا
وہ نزہت گلشن نگارین   وہ دعوت بادشاہ وہ تمکین
گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب   پنہان تھا جو کچھ عیان کیا سب

یا اکثر جگہ دو تین شعر کا مطلب ایک شعر مین ادا کر دیا ہے ؎

تیورا کے وہین وہ بار بردوش — بیٹھا تو گرا گرا تو بیہوش

مفلس زردار امیر قلاش — نوکر تاجر فقیر خوش باش

اقرار مین تھی جو بیحیائی — شرمائی لجائی مسکرائی

پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت — پوچھا کہ طلب کہا قناعت

میر حسن کی مثنوی مین معاملہ برعکس ہے اسمین ہر مضمون کو ضرورت سے زیادہ طول دیا ہے اور یہی اس مثنوی کا بہت بڑا عیب ہے علاوہ برین نسیم کے کلام مین وہ پختگی اور ترکیب مین وہ متانت ہے کہ اکثر اشعار کی بندش نلدمن فیضی کا دبدبہ یاد دلاتی ہے واقعی کیا پرشوکت کلام ہے ۵

پر بحر سخن سدا ہے باقی — دریا نہین کار بند ساقی
مرغان ہوا تھے ہوش راہی — نقش کف پا تھے ریگ ماہی

سایہ کو پتا نہ تھا شجر کا — عنقا تھا نام جانور کا

جاگی مرغ سحر کے غل سے — اٹھی نکہت سی فرش گل سے

پانچون سر پنجۂ وفا تھے — یا مطلع خمسۂ صفا تھے

اے آئنہ دار خودنمائی — وے سرمۂ چشم آشنائی

اک شب تھی کہ خال روے شامت — یا مردم دیدۂ قیامت

خورشید بصر گہن سے چھوٹا — خیرات کے در کا قفل ٹوٹا

انسان سے جھجکی پری کی گردن — کانٹے سے رکا ہوا کا دامن

(۲) تشبیہات کامل

نسیم نے عموماً مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے پیرایہ میں ادا کیا ہے اور نہایت لطافت کے ساتھ مثلاً ذیل کے دو اشعار تشبیہ کامل کا نمونہ ہیں ؎

آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر — فانوس خیال بن گیا گھر

محرم جو ہٹی تھی اُس قمر کی — برجوں پہ سے چاندنی تھی سرکی

لیکن اکثر مقامات پر طبیعت نے تکلف کا پردہ اُٹھا دیا ہے اور سادگی سے کام لیا ہے ایسے اشعار جو ہیں وہ لاجواب ہیں اور ضرب المثل ہو گئے ہیں۔ مثلاً ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

غم راہ نہیں کہ ساتھ دیجے — دکھ بوجھ نہیں کہ بانٹ لیجے

سمجھانے سے تھا نہیں سروکار — اب مان نہ مان تو ہے مختار

ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے — مختار ہے جس طرح نباہے

پانی تہِ خاک گو رواں ہے　　　تو شعلہ کی سوے آسماں ہے

انسان و پری کا سامنا کیا　　　مٹھی میں ہوا کا تھامنا کیا

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے　　　جاتا ہو تو اُس کا غم نہ کیجے

درویش رواں رہے تو بہتر　　　آب دریا بہے تو بہتر

نسیم کی زبان بھی نہایت سلیس و پاکیزہ ہے اور اسے لکھنؤ کی ٹکسالی زبان سمجھنا چاہیے واقعی کیا خوب کہا ہے۔ ؎

لپٹی تھی جو زلف کروٹوں میں　　　بل کھا گئی تھی کمر لٹوں میں

نور آ گیا چشم آرزو میں　　　آیا پھر آب رفتہ جو میں

گل ہوں تو کوئی چمن بتاؤں　　　غربت زدہ کیا وطن بتاؤں

بیچا تو ٹکے کا جانور ہوں　　　گر ذبح کیا تو مشت پر ہوں

اس نام کے اس لقب کے صدقے　　　اس نامے کے اس طلب کے صدقے

کیوں منہ پہ شفق خوشی سے پھولی　　　کیا شام وصال راہ بھولی

منھ پھیر کے ایک مسکرائی
آنکھ ایک نے ایک کو دکھائی

. . . .

چتون کو ملا کے رہ گئی ایک
ہونٹھون کو ہلا کے رہ گئی ایک

. . . .

کیا رنگ زمانے نے دکھائے
گل لینے گئے تھے داغ لائے

راتون کو جو گنتی تھی ستارے
دن گننے لگی خوشی کے مارے

گلزار نسیم کی زبان مین اور آج کی زبان مین کچھ فرق نہین ہو صرف اکثر محاورے جو کہ نسیم کے وقت مین رائج تھے اب متروک ہوگئے ہین مثلاً نسیم کہتے ہین ؂

پل مارنے کی ہوئی جو دیری
سبحان اللہ شان تیری

اب (دیری) متروک ہے دیر جو زیادہ فصیح ہے رائج ہے یا ایک شعر ہے ؂

ٹھہری یہ غرض کہ آج کی رات
فیروز شہ آگے چھیڑیے بات

اب یون کہین گے فیروز شہ کے آگے چھیڑیے بات غرضکہ تناسب لفظی۔ کے ساتھ اختصار پختگی کلام۔ چستی بندش۔ شوکت الفاظ۔ پاکیزگی زبان اس مثنوی کے خاص جوہر ہین۔ اور استعارون اور تشبیہون سے جو مینا کاری کی ہے اس نے اور حسن دوبالا کر دیا ہے اس مثنوی کے مقبول ہونے کا راز یہی ہے کہ باوجود اس اختصار کے یہ لاتعداد محاسن کا مجموعہ ہے اور حق یہ ہے کہ زمانے نے جیسی اسکی قدر کی اس پر ہر مصنف کو ناز ہو سکتا ہے پسند عام کے ساتھ قبول خاص کا شرف گلزار نسیم کو حاصل ہے نقادان سخن کا سرتاج اور اردو زبان کا مستند مورخ محمد حسین آزاد لکھتا ہے "پنڈت دیا شنکر صاحب نسیم نے گلزار نسیم لکھی اور بہت خوب لکھی اسکی عام و خاص سب مین شہرت ہے اسکے نکتے اور باریکیون کو سمجھین یا نہ سمجھین مگر سب لیتے ہین اور پڑھتے ہین جتنی سمجھ مین آتی ہو اسی پر خوش ہوتے ہین اور لوٹے جاتے ہین . . . . . ہمارے ملک سخن مین سیکڑون مثنویان لکھی گئین مگر ان مین فقط دو نسخے

(گلزار نسیم پر آزاد کی تنقید)

ایسے نکلے جنھون نے طبیعت کی موافقت سے قبول عام کی سند پائی ایک "سحر البیان" دوسری گلزار نسیم در آب حیات) مگر طبائع کا رنگ مختلف ہے جہان منصف مزاجون نے گلزار نسیم کی قدر دانی سے آبیاری کی وہان اکثر نگاہون مین اس باغ کی شادابی کانٹا بنکر کھٹکی - ان حضرات نے اپنی اپنی ہمت کے موافق نسیم کی شہرت پر خاک ڈالنے کی فکر کی ہے - چنانچہ ابتک اکثر لوگ کہتے ہین کہ آتش نے یہ مثنوی کہکر نسیم کو دیدی تھی - لیکن میری راے مین اس دعوے بے دلیل پر چین بجبین ہونا بیکار ہے ایک معنی مین یہ بیان قدردانان نسیم کے لیے باعث فخر ہے اس سے بڑھکر نسیم کی شاعری کی تعریف کیا ہو سکتی ہے کہ اسکا کلام آتش ایسے زبردست اُستاد کی طرف منسوب کیا جائے حالانکہ سخن شناس جانتے ہین کہ جس رنگ مین گلزار نسیم کہی گئی ہے اس رنگ مین آتش نے اپنی زندگی مین ایک شعر نہین کہا -

ایک تذکرہ نویس صاحب فرماتے ہین کہ نسیم مشرف باسلام تھے اسکا جواب مجھے نہین آتا خیر یہ تو پُرانے زمانے کے لوگونکی طباعی ہے - اِس زمانے مین مولانا حالی نے گلزار نسیم کو اپنے اشہب قلم سے پامال کرنا چاہا ہے آپ فرماتے ہین کہ مثنوی لکھنے والے کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ بیتون اور مصرعون کی ترتیب ایسی سنجیدہ ہو کہ ہر مصرع دوسرے مصرع سے اور ہر بیت دوسری بیت سے چسپان ہوتی چلی جاے مصنف گلزار نسیم نے اسکا لحاظ نہین کیا ہے گلزار نسیم مین دو شعر اس صورت پر ہین ؎

خوش ہوتے تھے طفل مہ جبین سے — ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے
پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اسی کو — پھر دیکھ نہ سکیئے گا کسی کو

جو مطلب کہ مصنف ادا کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ تو اس طفل مہ جبین کو دیکھکر خوش ہوتے تھے مگر نجومیون نے بادشاہ سے یہ کہا کہ لڑکا آپکو پیارا تو ہے مگر یہ ایسا پیارا ہے کہ اسکو دیکھکر پھر کسی کو نہ دیکھ سکیئے گا کیونکہ اسکو دیکھکر بینائی جاتی رہیگی - ظاہر ہے کہ ان دونون بیتون مین جبتک کوئی لفظ بڑہاے اور جبتک کئی لفظ بدلے نہ جائین تب تک یہ

[illegible]

یہ مطلب جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے ان بیتون سے سیدھی طرح نہین نکل سکتا اور پہلا مصرع دوسرے مصرع سے اور دوسرا مصرع تیسرے مصرع سے چسپان نہین ہو سکتا (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۹۵ سطر ۴ - ۱۶) اسکے جواب مین صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ اگر مولانا حالی گلزار نسیم کا کوئی صحیح نسخہ ملاحظہ فرماتے تو مولانا موصوف کو اس اعتراض کی تکلیف نہ گوارا کرنی پڑتی آجکل گلزار نسیم کے بیشمار نسخے شائع ہوے ہین جنمین سیکڑون جگہ کاتب کی اصلاحین ہوتی ہین۔ اور تو اور اکثر اشعار ان نسخون سے غائب ہین اور جو ہین انکی ترتیب مین غلطی ہے چنانچہ یہ دو شعر بھی جو مولانا حالی کی طبع گرامی کے بار خاطر ہوے صحیح نسخہ[1] مین اس صورت پر ہین

خوش ہوتے ہی طفل مہ جبین سے ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے
پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اسکو پھر دیکھ نہ سکیگا کسی کو

اب مطلب صاف ہے اور مصرعون مین کامل ربط ہے یعنی طفل مہ جبین سے خوش ہوتے ہی ستارہ بین سے یہ ثابت ہوا کہ یہ لڑکا پیارا تو ہے مگر اسکو دیکھ کر پھر کسی کو نہ دیکھ سکیگا –

---

[1] یہ نسخہ کمیاب ضرور ہے لیکن لکھنؤ مین پرانے بزرگونکے پاس بہت ملیگا اس نسخہ کی شناخت یہ ہے کہ اسکے آخر مین یہ عبارت درج ہے - پنڈت دیا شنکر متخلص بہ نسیم کہ در فن شاعری کمالے بہم رسانیدہ اند . . . . قصہ تاج الملوک و بکاؤلی را از نثر بہ نظم آوردہ و بگلزار نسیم موسوم ساختہ بودند . . . . دربیت السلطنت لکھنؤ محلہ محمود نگر متصل اکبری دروازہ در مطبع حسینی سیدی سندی میر حسن رضوی ولد میر حسین عرف میر کال مرحوم و مغفور بہ تصحیح و مقابلہ مصنف حلیہ طبع پوشید - اس نسخہ مین مصنف کی طبعزاد تاریخ طبع مثنوی بھی درج ہے جو کہ آجکل کے نسخون مین نہین ملتی یہ نسخہ حال ہی پرانے نسخہ کی نقل ہے گو اس پرانے نسخہ مین بھی اکثر چھاپے کی غلطیان موجود ہین مگر بہت کم ۱۲

اے خالق کردگار شکراً شکراً شکراً ہزار شکراً
کین جملہ زابتدا خبر داد شاخ قلم چنین ثمر داد
در عہد خلافت شہنشاہ امجد علی شاہ خلد اللہ
سید حسن آنکہ طبع پاکش چون مطبع اوست خوب دلکش
از سمع رضا شنیدہ بشنود در مطبع خویش طبع فرمود ۶۴

(دوسرا اعتراض)

دوسرا اعتراض ملاحظہ ہو نسیم کا شعر ہے ؎

نور آنکھ کا کہتے ہین پسر کو
چشمک تھی نصیب اس پدر کو

مولانا حالی فرماتے ہین کہ بیٹا باپ کی آنکھ کا نور ہوتا ہے مگر یہ بیٹا باپ کی آنکھون کے لیئے ظلمت تھا پس جبتک دوسرے مصرع کے الفاظ نہ بدلے جائین کلام مربوط نہین ہو سکتا (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۱۹) مین اس اعتراض کی تہ کو بالکل نہین پہونچا مجھکو یہ شعر کسی صورت سے بے ربط نہین نظر آتا جو مضمون مولانا حالی نے نثر مین بیان کیا ہے وہی نظم کے پیرایہ مین ظاہر کیا گیا ہے۔ نسیم کے اس شعر پر اعتراض کرنا ہوا سے لڑنا ہے ؎

(تیسرا اعتراض)

تیسرا اعتراض مولانا حالی کا یہ ہے کہ نسیم کا ذیل کا شعر اصلاح طلب ہو ؎

آتا تھا شکارگاہ سے شاہ
نظارہ کیا پدر نے ناگاہ

آپ فرماتے ہین کہ اس شعر کے دونون مصرع مربوط نہین ہین کیونکہ ظاہرا الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ (شاہ) اور شخص ہے اور پدر اور شخص ہے حالانکہ پدر اور شاہ سے ایک ہی شخص مراد ہے (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۱۹۶ - سطر ۱۴-(اس اعتراض کی نسبت صرف اسقدر عرض کرنا کافی ہے کہ اصل شعر اس صورت پر ہے۔ ؎

آتا تھا شکارگاہ سے شاہ
نظارہ کیا پسر کا ناگاہ

ابھی لکھنؤ مین ایسے بزرگ موجود ہین جنکو قریب قریب کُل مثنوی حفظ ہے۔ اُنکی زبان سے یہ شعر اسی صورت پر سُنا گیا نسیم نے بکاولی کے اضطراب کے بیان مین چند شعر کہے ہین ؎

کرتی تھی جو بھوک پیاس بس مین
آنسو پیتی تھی کھا کے قسمین

جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ
کپڑون کے عوض بدلتی تھی رنگ

کچھ چند جو گذرے بے خور و خواب
زائل ہوئی اسکی طاقت و تاب

چون زیور طبع نیک پوشید
بہر تاریخ طبع کوشید

گلزار نسیم شد چو مصنوع
گل گفت کہ تازہ گشت مطبوع

۱۲۶۰ھ

صورت مین خیال رہ گئی وہ　　ہیئت مین مثال رہ گئی وہ

مولانا حالی فرماتے ہین کہ ان اشعار مین تیسرے شعر کے سوا باقی تین شعرونکا مطلب کچھ نہین معلوم ہوتا اور ظاہرا مصنف نے کوئی مطلب رکھا بھی نہین ہو مصنف کو توفقط یہ لطیفہ بیان کرنا مقصود ہے کہ کھانے کی جگہ قسمین کھاتی تھی پینیکی جگہ آنسو پیتی تھی اور کپڑون کے عوض رنگ بدلتی تھی (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۲۱۵ سطر ۲-۹) —

مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مولانا حالی کا ان اشعار کو بےمعنی قرار دینا اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ مولانا موصوف اصول شاعری سے بیخبر ہین۔ نازک خیالی اور بلند پروازی جو کہ اعلی درجہ کی شاعری کے جوہر ہین ان اشعار مین موجود ہین۔ پھر انکو بےمعنی کہنا صحیح وارد وجہ یہ ہو کہ مولانا حالی مغربی شاعری کی پیروی کی فکر مین انگریزی نظمون کے ترجمے پڑھتے ہین اور چونکہ غیر زبان مین ترجمہ ہونے سے ان نظمونکی نازک خیالی اور بلند پروازی کے جوہر تشریف لیجاتے ہین اور استعارون اور تشبیہون کی پیچیدگیان قائم نہین رہتین لہذا آپ خیال کرتے ہین کہ مغربی شاعری کا اصول یہ ہے کہ عبارت سادہ نظم کردیجائے اور اس خیال کے موافق اردو کے جن اشعار مین آپ نازک خیالی اور باریک بینی کی وجہ سے کسی قسم کی پیچیدگی پاتے ہین اسکو بےمعنی اور مہمل قرار دیتے ہین۔ لیکن یاد رہے کہ محض عبارت سادہ نظم کرنا شاعری نہین ہو۔ شاعری کی عام تعریف یہ ہے کہ نثر سے زیادہ دلکش اور پرتاثیر ہو۔ نثر کا انداز یہ ہے کہ جو مضمون بیان کیا جائے وہ نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے اور الفاظ کی بندش ایسی ہو کہ انسے ایک خاص معنی صاف طور پر پیدا ہون برخلاف اس کے شاعری مین یہ اصول مدنظر رہتا ہے کہ جو مضمون باندھا جائے اختصار کے ساتھ باندھا جائے اور محض ایک حالت کا اشارہ کرے ترکیب الفاظ ایسی ہو کہ اس حالت کی نسبت مختلف نقشے پڑھنے والے کی آنکھون کے سامنے گذر جائین۔ اگر اس اصول کو پیش نظر رکھکر اشعار مرقومہ بالا کی وقعت کا اندازہ کیا جائے تو وہ بےمعنی نہ نظر آئینگے۔ بلکہ ایک کوزہ

(مولانا حالی کی مشرقی شاعری سے بیخبری)

(معنی شعر اول)
(۲) معنی شعر دوم
(معنی شعر سوم)

دریا نوش کی کیفیت نمایان کرینگے - مثلاً پہلے شعر کے معنی یہ ہین کہ اسکے دل پر فراق یار کا صدمہ ایسا تھا کہ کھانے پینے کی اسکو مطلق فکر نہ تھی اگر کوئی شخص اس قسم کا ذکر بھی کرتا تھا تو ٹال دیتی تھی بس دن رات ضبط گریہ کیئے پڑی رہتی تھی اگر کوئی کھانے پینے پر اصرار کرتا تھا تو قسمین کھاتی تھی کہ مین نہ کھاؤنگی - یہ ظاہر ہے کہ نثر مین یہ مضمون اس وضاحت کے ساتھ وہ لطف نہین دیتا جو لطف کہ نظم مین اختصار کے ساتھ پیدا کرتا ہے - اسیطرح دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ تھی اپنی آسائش کا اسکو مطلق خیال نہین رہتا تھا یہانتک کہ کپڑے بھی نہین بدلتی تھی بیشک طرح طرح کے صدمے جو اس کے دل پر گذرتے تھے تو اسکے چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا چوتھا شعر سچی شاعری کی تصویر ہے اسمین مصنف نے اپنی قوت خیال کا کمال دکھایا ہے اسکے معنی یہ ہین کہ وہ ایسی نحیف و زار ہوگئی تھی کہ اسکی شکل دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ بس اک تصویر خیالی ہو بر وہ ہر جسمین کہ نہ دم ہے نہ تاب و توان اسکی عجیب ہیئت ہوگئی تھی بس اک سکتے کا عالم طاری تھا عالم اجسام کے رہنے والون کی اسمین کوئی بات باقی نہین رہی تھی وہ اپنی اگلی ہستی کا محض اک شبہہ ہو کر رہ گئی تھی[۱] ان اعتراضات کو دیکھکر انیس مرحوم کا ایک قطعہ یاد آتا ہے

مزہ یہ طرفہ کہ مضمون تو دستیاب نہین — مقابلہ یہ چڑھاتے ہین استخوان کو
غلط یہ لفظ وہ بندش سُست وہ مضمون — ہنر عجیب ملا ہے یہ عیب بینون کو

لیکن ان نکتہ چینیون سے نسیم کی شہرت مین فرق نہین آسکتا جبتک اردو شاعری کا مذاق قائم ہے اور طبیعتون مین جوہر شناسی کی قابلیت باقی ہے گلزار نسیم کی تازگی قدر دانان سخن کے دماغ کو فرحت بخشتی رہیگی - ہان جن لوگون کے دماغ مین تعصب کی ہوا بھری ہو وہ اس گلزار مین پھول ہٹا کر کانٹے چنا کرینگے صرف اکثر احباب کے اصرار نے مجھکو مجبور کیا ورنہ مین ان

[۱] مولانا حالی کے اعتراضات کی نسبت صرف میری ہی یہ رائے نہین - میرے ایک دوست اور مولانا شبلی سے گلزار نسیم کی نسبت کچھ خط و کتابت ہوئی تھی - مولانا شبلی نے اپنی ایک تحریر مین صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ گلزار نسیم کی تنقید مین مولانا حالی نے سخت بیرحمی اور ناانصافی سے کام لیا ہے - ۱۲

اعتراضات کا ذکر بھی نکرنا - کیونکہ ایسے بے بنیاد اعتراضون کو زمانہ خود فنا کردیتا ہی انکی تردید کرنا فعل عبث ہی -

علاوہ مثنوی کے نسیم کا غزلون کا چھوٹا سا دیوان بھی ہی لیکن ناتمام بہت سی غزلین جو تلف ہوگئین انکا نام و نشان بھی اس دیوان مین نہین ملتا - سن رسیدہ حضرات سے معلوم ہوا کہ چند غزلین اکثر احباب نے اپنی تصنیف کی اس دیوان مین لکھدی ہین یہ مفت کرم داشتن کا نرالا مضمون ہے - مگر یہ غزلین صاف نسیم کے کلام سے الگ معلوم ہوتی ہین - چونکہ نسیم کی وفات کے بہت روز بعد یہ دیوان شائع ہوا لہذا لوگون کو اس دست اندازی کا موقع ملا - بہرحال جو ذخیرہ اشعار کا نسیم کے زور طبیعت کا یادگار ہے وہ واقعی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہے - اکثر مقامات طبیعت کی بلند پروازی اور معنی آفرینی قیامت کرتی ہے مثلاً ؎ -

بجز گور غریبان نقش پا تھے پھر نہین آگے
یہان تک ہر مسافر نے پتا پایا ہے منزل کا

نسیم اپنے ہی اعمالون سے گردش ہی زمانہ کی
روان کشتی پہ آتا ہے نظر ہر نخل ساحل کا

اے مرغ دل تو شاخ نشیمن سے گر پڑا
حیف آشیان بلند ہے پرواز پست ہے

تجھے محو زلف دیدۂ تر دل بھی آ پھنسا
مچھلی کو کیا خبر تھی کہ پانی مین شست ہے

گر یہی ہے اس گلستان کی ہوا
شاخ گل اک روز جھونکا کھائیگی

جان نکل جائیگی تن سے اے نسیم
گل کو بوے گل ہوا بتلائیگی

طریق شعر و سخن مین اگر نہین اعجاز
قلم کی طرح سے ہر اک شکستہ پا چلتا

ذرہ کا بھی چمکے گا ستارہ
قائم جو زمین و آسمان ہے

معنی روشن جو ہو تو سو سے بہتر ایک شعر
مطلع خورشید کافی ہے پے دیوان صبح

اسمین شک نہین کہ نسیم کا کلام آتش و ناسخ و ذوق و غالب کے کلام کا ہم پلہ نہین ہے یہ لوگ آسمان سخن کے تارے ہین انکے برابر کسی کو عروج نہین حاصل ہوا - لیکن غزل گوئی کے میدان مین نسیم رند و صبا وغیرہ سے پیچھے نہین ہین تینون اُستادون کی ہمطرح غزلون کے انتخاب

درج ذیل ہین - جن غزلون مین ایک ہی مضمون کے شعر ہین وہ بھی پہلو بہ پہلو لکھدیے گئے ہین - سخن شناس نگاہ انصاف سے دیکھین -

نسیم	صہبا کشو نکی خاک ہی ہر اک مقام پر	ساقی لنڈھا شراب کو مستو نکے نام پر
صبا	لائی ہی مجھکو وحشت دل اس مقام پر	ہنسنے کی جا ہی قیس کے سودائے خام پر
رند	پڑتی ہی آنکھ جب میری مینا و جام پر	سو سو درود پڑھتا ہون ساقی کے نام پر
نسیم	دل سے ہر دم ہین آوازیکا آتی ہی	بند کانون کو بھی گریہ کی صدا آتی ہے
رند	تیرہ و تار دھوان دھار گھٹا آتی ہے	میکشو فصل ہی ہوش اڑا آتی ہے
نسیم	گل ہوا کوئی چراغ سحری او بلبل	ہاتھ ملتی ہوئی پھولون سے صبا آتی ہے
رند	جانب خانۂ خمار سے کیا آتی ہے	لڑکھڑاتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے
نسیم	چھو لیا دھوکے سے دامان صبا تونے کیا	غنچۂ گل کہین مٹھی مین ہوا آتی ہے
رند	یہ پتا کوچہ کا اس حور کے سن کر قاصد	لون مین چلتی ہی جنت کی ہوا آتی ہے
نسیم	خم نہ بنکر خود غرض ہو جائیے	مثل ساغر اور کے کام آئیے
رند	دھوپ دو نکی اوس شب کی کھائیے	آستان یار پر سر جائیے
نسیم	آپ آہو چشم ہین آہو نہین	ہم سے وحشت کی نہ لیجیے آئیے
رند	مجھ سے بیہودہ نہ گرمی کیجیے	ٹھنڈے ٹھنڈے آپ گھر کو جائیے
نسیم	ابر رحمت سنتے ہین نام آپ کا	خاکسارون پر کرم فرمائیے
رند	دن کو تو تشریف تم لاتے ہو روز	شب کو بھی اک دن کرم فرمائیے
نسیم	جوہر تیغ نگہ کھل جائے گا	منھ نہ میرے زخم کا کھلوائیے
رند	کچھ کرون گا مین بھی اب خدمتمین عرض	چپکے رہیے منھ نہ اب کھلوائیے
نسیم	لائے اس بت کو التجا کرکے	کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے
رند	کیا ملا عرض مدعا کرکے	بات بھی کھوئی التجا کرکے

(مشاعرہ صبا و نسیم)

نسیم	جب ہو چکی شراب تو مین مست مر گیا	شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا
صبا	واعظ سے مین حشر و ڈرانے سے ڈر گیا	جام شراب لائے تو ساقی کدھر گیا
نسیم	روح رواں جسم کی حالت مین کیا کہوں	جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا اُدھر گیا
صبا	مثل حباب بحر جہان مین نہ دم لیا	اک موج تھا کہ مین ادھر آیا اُدھر گیا
نسیم	گذرا جہان سے مین تو کہا سُن کے یار نے	قصہ گیا فساد گیا درد سر گیا
صبا	اچھا ہوا جو سو گئے وحدت پرست ہم	فتنہ گیا فساد گیا شور و شر گیا
نسیم	ہو رنج عشق میرے لئیے مین برائے رنج	خود بھی مٹے یقین ہے جو مجکو مٹائے رنج
صبا	دل ہو غذائے رنج جگر ہے غذائے رنج	پیدا کیا ہے ہمکو خدا نے برائے رنج
نسیم	یا تشنگی کنار تھی یا اب فشار قبر	وہ ابتدائے عیش تھی یہ انتہائے رنج
صبا	آدم سے باغ خلد چھٹا ہمسے کوے یار	وہ ابتدائے رنج ہے یہ انتہائے رنج
نسیم	ہم شیشۂ شکستہ ہین تم کیف موج ہو	بنیاد عیش تمسے ہے ہمسے بنائے رنج
صبا	اے صانع ازل مری مٹی خراب کی	کیا چاہیے تھی خانۂ دل مین بنائے رنج
نسیم	زاروں سے ڈریے بھولیے زر پہ نہ زور پر	کیجے نگاہ حال سلیمان و مور پر
	اک عمر سے وظیفہ ہو صاحب کے نام کا	ناخن کے خط مین انگلیونکی پور پور پر
صبا	ابکی برس جنون جو رہا زور و شور پر	زنجیر ہم چڑھائینگے مجنوں کی گور پر
	دنیا تمام بازی شطرنج باز ہے	مہروں کی طرح ایک کے ہو ایک زور پر
نسیم	کسی کے دل سے نہ یارب کوئی غبار گرے	نہ شیشہ طاق سے نے شیشے سے شراب گرے
صبا	تمھارے دور مین گر خاک پر شراب گرے	پھٹے زمین یہ اُفتاد آفتاب گرے
نسیم	کہون مین اپنی جو اُفتاد بزم ساقی مین	سبو سے بادہ گرے سیخ سے کباب گرے
صبا	بغیر یار ہوئی بزم مے تہ و بالا	شراب خم سے بہی سیخ سے کباب گرے
نسیم	منت دلا کیکی نہ اصلاً اُٹھائیے	مر جائیے نہ ناز مسیحا اُٹھائیے

صبا — اُفتادگی سے خاک سر اپنا اُٹھائیے — ممکن نہین کہ نقش کفِ پا اُٹھائیے

نسیم — چاہ اپنی ماننا نہین وہ بے یقین اگر — قرآن کا جامہ پہنیئے گنگا اُٹھائیے

صبا — اُس بت کو اعتبار کسی بات کا نہین — قرآن سر پہ رکھیئے کہ گنگا اُٹھائیے

نسیم — فراق دیدہ ہون مین وصلِ یار باقی ہے — خزان رسیدہ چمن کی بہار باقی ہے

〃 — ہوا تو کہتی ہے صاف آمدِ بہارِ چمن — صدائے غنچہ و صوتِ ہزار باقی ہے

〃 — جنون و عقل کے قصّے سے چھوٹے بعد فنا — نہ پردہ در رہے نہ وہ پردہ دار باقی ہے

〃 — بتون کے قہر سے ہمکو مقام یاس نہین — امید رحمتِ پروردگار باقی ہے

صبا — نہ جیب کا ہے نہ دامن کا تار باقی ہے — جنون کا جوش ہے فصلِ بہار باقی ہے

〃 — خدا کیواسطے کلمہ بتونکا پڑھ واعظ — زبان تر ہے ابھی اختیار باقی ہے

〃 — ہزار حیف اسے بھی فلک مٹا دیگا — کہین کہین جو یہ نقش و نگار باقی ہے

〃 — پھنسا ئیگا مجھے دشت جنون کے کانٹون مین — یہ ایک آدھ جو دامن کا تار باقی ہے

نسیم — کیون خفا رشکِ حور ہوتا ہے — آدمی سے قصور ہوتا ہے

〃 — جس کو دیکھو وہ اس زمانہ مین — اپنے نزدیک دُور ہوتا ہے

〃 — خاکساری وہ ہے کہ ذرّون پر — روز باران نور ہوتا ہے

صبا — بندہ اب با صبور ہوتا ہے — عفو ہووے قصور ہوتا ہے

〃 — پرتوِ رُخ سے اُنکا جیب قبا — دامن کوہِ طور ہوتا ہے

〃 — اے صبا جب بہار آتی ہے — ہمکو سودا ضرور ہوتا ہے

اس موقع پر یہ لکھنا غیر مناسب نہین کہ گو یہ آتش کے شاگرد تھے لیکن آتش کی گرمی سخن انکے کلام مین نہین پائی جاتی انکی مشکل پسند طبیعت نے ناسخ کا رنگ پسند کیا مگر باوجود اس تصنع کے جو کہ اس رنگ کا خاص جوہر ہے نسیم کا کلام بالکل بے نمک نہین ہے طبیعت مین ایک خداداد کیفیت ہے جو کلام کو مزیدار بنا دیتی ہے

(طبیعت کا رنگ)

شاعری کا رنگ تو دیکھ چکے اب طبیعت کا رنگ ملاحظہ ہو سنا جاتا ہے کہ بڑے ظریف و بذلہ سنج آدمی تھے تیزی ذہن و ذکاوت طبع کا عجب عالم تھا حاضر جوابی تیغ زبان کا جوہر تھی انھین صفات خاص سے انکا وقار معصر شعرا مین قائم کیا - اگرچہ جوہر نہ ہوتے تو کون پوچھتا اُس زمانے مین لکھنؤ کل ہندوستان کی تہذیب و تربیت کا مرکز بنا ہوا تھا - گو کہ اُردو شاعری کے زوال کا زمانہ قریب آچکا تھا - لیکن جیسے چراغ کی روشنی بجھنے کے پیشتر تیز ہو جاتی ہے اسیطرح اس زمانہ نے شعر و سخن کا ایسا عروج دیکھا کہ باید و شاید - آتش و ناسخ کی جادو کار طبیعتین اپنا زور دکھا رہی تھین انیس و دبیر فن مرثیہ گوئی کو عرش پر پہونچا رہے تھے خواجہ وزیر صبا رند و خلیل وغیرہ کی نوجوان اور شوخ طبیعتین ایک طرف قیامت برپا کر رہی تھین - اس زمانہ مین کایستھ ہندو شاعر کے لیے شعرا کے زمرہ مین اپنا وقار قائم کرنا آسان کام نہ تھا - لیکن نسیم نے اپنے گلہائے مضامین کا سب کو ہزار جان سے شیدا بنا لیا - ایسے ایسے معرکے جیتے کہ دھاک بیٹھ گئی ایک مشاعرہ مین نسیم نے مطلع پڑھا ؎

منت دوا کسی کی نہ اصلا اُٹھائیے مرجائیے نہ نازِ مسیحا اُٹھائیے

(آتش کی تعریف)

آتش بھی اس مشاعرے مین موجود تھے اُنھون نے نسیم کی بہت تعریف کی اور کہا کہ میرا مطلع اسکے آگے گرد ہے مطلع آتش ؎

جان بخش لب کے عشق مین ایذا اُٹھائیے بیمار ہو کے نازِ مسیحا اُٹھائیے

(ناسخ سے معرکہ)

خصوصًا نسیم کی حاضر جوابی اور موزونی طبع کے سب قائل تھے ایکمرتبہ کا ذکر ہے کہ کہین مشاعرہ کی صحبت تھی یہ بھی وہان موجود تھے قبل مشاعرہ شروع ہونے کے شیخ ناسخ نے ایک مرتبہ انکی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ پنڈت جی ایک مصرع کہا ہے دوسرا مصرع نہین سوجھتا کہ پورا شعر ہو جائے - انھون نے جواب دیا فرمایئے ناسخ نے مصرع پڑھا

ع شیخ نے مسجد بنا مسمار بتخانہ کیا - انکے مُنھ سے یہ مصرع نکلنے کی دیر تھی کہ یہان دوسرا مصرع تیار تھا ع تب تو اک صورت بھی تھی اب صاف ویرانہ کیا - اس مصرع کا سُننا تھا

کہ حاضرین جلسہ پھڑک اُٹھے اور ہر طرف سے نعرہاے تحسین و آفرین بلند ہوے۔ شیخ ناسخ نے شاعری کی آڑ مین مذہبی چوٹ کی تھی۔ لیکن نسیم نے ٹھنڈا کر دیا۔ اسیطرح ایک شخص نے مشاعرہ مین ایک شعر پڑھا جسکا دوسرا مطلع یہ تھا ع جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہین پہلا مصرع کچھ پھُسپھُسا تھا نسیم کے مُنھ سے بیساختہ نکل گیا کہ دوسرا مصرع تو خوب ہے لیکن پہلا مصرع ٹھیک نہین وہ صاحب بھی کچھ جلے تن تھے اُنکے کان تک یہ بات پہونچی تھی کہ جھلّا کر بولے کہ اچھا اس سے بہتر مصرع کہہ دیجئے۔ یہان تو مضامین ہر وقت ہاتھ باندھے سامنے کھڑے رہتے تھے اُسیوقت مصرع موزون کر کے سُنا دیا ع تیرہ دل کی بزم مین جام شراب آتا نہین + جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہین + نسیم کی مشاعرہ مین دھاک بیٹھ گئی وہ بیچارہ ذلیل ہو گیا ایک روز آتش کے یہان شاگردون کا جمگھٹا تھا رند صبا۔ خلیل۔ وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے نسیم بھی موجود تھے۔ صبح کا سُہانا وقت برسات کا موسم مینھ برستا ہوا۔ عجیب کیفیت تھی موسم بہار سے کچھ ایسی طبیعتین مست ہوئین کہ شاگردون نے آتش سے فرمائش کی کہ اُستاد اسوقت ایک غزل کہہ دیجیے گو کہ آتش کا دل بجھا تھا لیکن طبیعت مین جوانی کا زور بھرا تھا فی البدیہہ اشعار موزون کرنے شروع کر دیے اور کہا کہ لکھتے جاؤ جس غزل کا مطلع یہ ہے ؎

دہن پر ہین اُنکے گمان کیسے کیسے
کلام آتے ہین درمیان کیسے کیسے

وہ اسی موقع کی کہی ہوئی ہے۔ نسیم کی طبیعت بھی جوش بہار سے لہرائی ہوئی تھی اُنھون نے ان اشعار کی تخمیس کرنی شروع کر دی۔ جتنی دیر مین آتش دوسرا شعر سوچتے تھے۔ یہ اس عرصے مین اُنکے پہلے شعر پر تین مصرعے لگا چکتے تھے اور بعض بعض مصرع تو واقعی اس انداز سے لگائے ہین کہ اگر کوئی برسون فکر مین سر بگریبان رہے تو اس سے بہتر مصرع نہین لگا سکتا آتش کے دو شعرون کی تخمیس تمثیلا لکھی جاتی ہے ؎

نہ خونی کفن ہین نہ گھائل ہوے ہین
نہ زخمی بدن ہین نہ بسمل ہوے ہین
اجل کے کشتون مین داخل ہوے ہین
تمھارے شہیدون مین شامل ہوے ہین

گل و لالہ و ارغوان کیسے کیسے

کوئی جانتا ہو کسی کو خبر ہے / کہ پردہ میں کون اے صنم جلوہ گر ہے
کہیں کچھ خیال اور کہیں کچھ نظر ہے / دل و دیدۂ اہل عالم میں گھر ہے
تمھارے لئے ہیں مکان کیسے کیسے

(صبا سے یارانہ)

اسی طرح چودہ پندرہ شعر کی غزل پر مصرع لگائے ہیں - آتش کے شاگردوں میں صبا سے انسے بہت یارانہ تھا انکے مرنے پر صبا نے ایک شعر کہا جو کہ واقعی درد دل کی تصویر ہے ؎

اُٹھ گئے ہیں نسیم جبسد نسے / اے صبا وہ ہوائے باغ نہیں

(رند سے چشمک)

لیکن رند سے چشمک تھی چنانچہ ایک مشاعرہ میں نسیم نے رند کی ایک مشہور غزل پر خمسہ پڑہا جس کا مطلع یہ تھا ؎

وصل انسان کو پریزادو نکا ہو ہو دشوار / فائدہ کچھ نہیں تم مفت میں کیوں ہوتے ہو خوار
کہتے کہتے تو ہوئے تھکو نسیم اب ناچار / عشق کو ترک کرو یا نہ کرو ہو مختار
نیک و بد ہم ہیں تمھیں رند سُجھاتے جاتے

اس مصرع کا زبان سے نکلنا تھا کہ ع کہتے کہتے تو ہوئے تھکو نسیم اب ناچار - کہ رند نے سر مشاعرہ تلوار کھینچ لی اور نسیم سے برسر پیکار ہونے کا ارادہ کیا - نسیم کے مزاج میں بھی بانکپن تھا یہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ تلوار پر نہ بھولنا یہان قلم ہی سے تلوار چھین لیتے ہیں لیکن آفتاب الدولہ قلق وغیرہ اس مشاعرہ میں موجود تھے اُنھوں نے بگڑی ہوئی طبیعتوں کو سنبھالا اور بھڑکتی ہوئی آگ پر پانی ڈالا - اور رند سے کہا کہ بندہ نواز یہ تلوار کا مقام نہیں یہان زور قلم سے کام لیجئے - اس ہنگامہ آرائی کی وجہ یہ تھی کہ رند جو کہ ایک رنگین مزاج اور عاشق تن آدمی تھے اس زمانہ میں اک بارگاہ حسن کے امیدواروں میں تھے لیکن قسمت کی نارسائی سے منزل مقصود تک رسائی نہیں ہوتی تھی - تلون مزاجی نے اس مایوسی کی حالت کو غیظ و غضب سے بدل دیا تھا نسیم نے اس خمسہ میں در پردہ اسی کیفیت کا اشارہ کیا تھا -

رند کے چوٹ کھائے ہوئے دل پر یہ طعن آمیز نصیحت گران گذری اور اس معرکہ کا باعث ہوئی۔ علاوہ برین اسی غزل مین رند کا ایک شعر ہے ؎

راستہ روک کے کہونگا جو کہنا ہے مجھے کیا ملوگے نہ کبھی راہ مین آتے جاتے

نسیم نے ایک صحبت مین اس شعر کا دوسرا مصرع پڑہا تو مذاقاً (ملوگے) تانیث کے ساتھ پڑہا یعنے ؎

راستہ روک کے کہونگا جو کہنا ہے مجھے کیا ملوگی نہ کبھی راہ مین آتے جاتے

اس پر بڑا قہقہہ پڑا اور اس شعر کو لوگ اسی صورت پر پڑھنے لگے۔ اُڑتے اُڑتے یہ خبر رند کے کانون تک بھی پہونچی حریفون نے اصل واقعہ پر اپنی طرف سے اور حاشیے چڑہائے غرضکہ رند کے دل مین اس واقعہ کی وجہ سے بھی ایک کاوش موجود تھی یہ بھی انکے لیے نسیم سے بگڑنے کی وجہ ہوئی۔ ایک موقع پر رند نے ایک شعر پڑہا ؎

کیا ملا عرض مدعا کرکے بات بھی کھوئی التجا کرکے

نسیم نے پہلا مصرع یون بدل کر پڑہا ع فائدہ عرض مدعا کرکے۔ اور کہا اب شعر بہتر ہوگیا اور لوگ بھی جو بیٹھے تھے اُنھون نے بھی نسیم ہی کی ایسی کہی۔ یہ امر بھی رند کو ناگوار گذرا۔ نسیم کی جو وقعت شعراے لکھنؤ کے زمرہ مین تھی اسکا اندازہ مندرجۂ ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ ایک مرتبہ دہلی سے تین مصرعے امتحاناً لکھنؤ بھیجے گئے کہ شاعران لکھنؤ ان پر مصرعہ لگاکر بھیجین تینون مصرعہ ملاحظہ ہون۔

(۱) ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا (۲) اس لیے قبر مین رکھا انھین زنجیر سمیت

(۳) من میروم بکعبہ و دل میرود بدیر۔

اب اہل لکھنؤ کی یہ کوشش ہوئی کہ ایسے مصرعہ کہکر بھیجے جائین کہ دہلی والون کو بھی یہانکی شاعری کا قائل ہونا پڑے۔ اگر مصرعے سُست ہوے تو کرکری ہو جائیگی غرضکہ تین شخصونکو جو ہر طرح اس کام کے لیے موزون خیال کیے گئے ایک ایک مصرعہ پر مصرع

لگانے کا کام سپرد ہوا پہلا مصرعہ ناسخ کو دیا گیا دوسرا آتش کو اور تیسرا نسیم کو گو کہ اُسوقت اور بڑے بڑے شاعر موجود تھے مگر آتش و ناسخ کے ساتھ لکھنؤ کی آبرو قائم رکھنے کا شرف نسیم ہی کو حاصل ہوا - تینون اُستادون نے جی توڑ کر مصرع لگائے ہین -

(ناسخ کا مصرع ہے - ڈالدے سایہ اپنے آنچل کا - ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا)

(آتش کا مصرع ہے - حشر مین حشر نہ بپا کرین یہ دیوانے - اسلیے قبر مین رکھا انھین زنجیر سمیت)

(نسیم کا مصرع بھی لاجواب ہے - دارم ز دین و کفر بہر یک قدم دو سیر - من سیر دم کعبہ و دل سیر و دیر)

نسیم کے مزاج مین آزادی اور بیباکی کوٹ کوٹ کر بھری تھی کبھی دنیا کے مال و دولت کی اعتنا نہ کی گو کہ بہت اہل کشمیر اس زمانہ مین عہدہاے جلیلہ پر ممتاز تھے اور دربار شاہی مین ان لوگون کی رسائی تھی ان حضرات نے کئی مرتبہ نسیم سے خواہش ظاہر کی کہ وہ انکو دربار شاہی تک پہونچائین اور انکے منصب و جاگیر کی فکر کرین - مگر شہنشاہ سخن نے دوات و قلم کو طبل و علم پر ترجیح دی اور دنیا کی شان و شوکت کی طرف رُخ نہ کیا - اور یہ کیا اکثر اہل کمال اسی رنگ کی طبیعت رکھتے ہین انیس مرحوم فرماتے ہین ؎

در پہ شاہون کے نہین جاتے فقیر اللہ کے — سر جہان رکھتے ہین ہم وان قدم رکھتے نہین

ایک مرتبہ امجد علیشاہ کے سامنے ایک طوائف نے نسیم کی وہ لاجواب غزل گائی جسکا مطلع ہے ؎

جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی — کیا یہ دنیا عاقبت بخشائیگی

جب اس مرصع غزل کا مقطع گایا - جان نکل جائیگی تن سے اے نسیم + گل کو بوے گل ہوا بتلائیگی + تو سخن شناس بادشاہ نے کہا کیا یہ غزل اسی نسیم کی ہے جو گلزار نسیم کا مصنف ہے - اُس نے کہا ہان یہ سنا تھا کہ ارشاد ہوا کہ اس سخنور باکمال کو دربار شاہی مین حاضر کرو - حریفون نے کہا کہ حضور نسیم کا تو انتقال ہوگیا خدا جانے وہ کیا وقت تھا اور یہ منحوس کلمہ کیسی زبان سے نکلا تھا ادھر یہ بات منہ سے نکلی اُدھر قدر انداز قضا کے ترکش سے تیر نکلا جسنے کہ تھوڑے ہی عرصہ مین نسیم کا خاتمہ کر دیا - مرنے کے دو تین گھنٹے پیشتر یہ شعر کہا تھا ؎

پہونچی نہ راحت ہم سے کسیکو بلکہ اذیت کوش ہوئے — جان پڑی تھی تب بار شکم تھے مرکے وبال دوش ہوئے

از دلگداز بابت ماہ مارچ ۱۹۰۵ء نمبر ۳ جلد ۹ -

گلزار نسیم پر ریویو

(از مولوی عبد الحلیم شرر)

ہمارے ہم شہر بلکہ ہم محلہ روشن خیال نوجوان پنڈت برج نرائن چکبست نے گلزار نسیم کا ایک نیا اڈیشن بڑی لیاقت و قابلیت کے ساتھ شایع کیا ہے اور شاید پنڈت دیا شنکر نسیم مرحوم کی ایک خوش نصیبی یہ بھی ہو کہ اُنھین کی مثنوی پہلی اُردو نظم ہے جو اس خوبی کے ساتھ ایڈٹ کر کے شائع کی گئی اور ایسے لائق و با مذاق نوجوان کے ہاتھ سے ایڈٹ ہوئی پنڈت برج نرائن صاحب وکیل اپنے ذوق انشاپردازی اپنے حسن عبارت اور اپنے شائستہ مذاق کی حیثیت سے ملک مین ایک ممتاز درجہ حاصل کرتے جاتے ہین اور اُنکی یہ کوشش اگر جاری رہی تو کسی وقت مین وہ ملک کے سرمایۂ ناز انشاپردازون مین ہونگے -

اپنا جوہر طبع دکھانے کے لیے اُنھون نے جس مثنوی کو منتخب کیا ہے وہ بھی علاوہ اسکے کہ قومی تعلقات کے لحاظ سے نوجوان ایڈٹ کرنے والے پر بہت بڑا حق رکھتی تھی اُردو کی ایک عجیب و غریب معرکہ آرا نظم ہے اگر اُسکے محاسن کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ اُن نظمون مین ہے کہ اُردو شاعری کو اپنی اس صدی دو صدی کی عمر مین شاید دو ہی چار نصیب ہوئی ہونگی - لیکن اسکے ساتھ ہی اسکے معائب پر نظر ڈالی جائے تو اُس سے زیادہ عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین - پہلے اسکے اعلیٰ اور مقبول عام اُردو مثنوی میر حسن کی

مثنوی ہے جسمین اور اُسین باعتبار مذاق شاعری وخوبی زبان کے کوئی نسبت نہین ہے۔ مگر اُسکے مقابلہ مین ہمیشہ اسکا نام لیا گیا۔ اور اُن دو شعرا کے کلام کا موازنہ کیا گیا جن کا مذاق ایک دوسرے کی ضد واقع ہوا ہے۔ گلزار نسیم کو جو مقبولیت عام حاصل ہوئی حیرت انگیز ہے۔ لیکن اگر اُسکی خوبیونکا اندازہ کیا جائے تو یہ بے انتہا شہرت بھی اسکے مرتبے سے کم ہے۔ اُردو ہی نہین اکثر زبانو نمین اس پایے کی نظمین کم ملین گی لیکن اسکے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ ایسے عیبو نسے بھری ہوئی نظم بھی کوئی نہین۔ جسوقت اسکے محاسن پر نظر ڈالی جائے تو اس قدر لطف آتا ہے کہ مجبور ہوکے تسلیم کر لینا پڑتا ہے۔ کہ اس سے اچھی نظم نہین ہو سکتی۔ اور جسوقت اسکی غلطیونکی طرف توجہ کیجیے تو خیال گذرتا ہے کہ شاید اور کسی شاعر کے کلام مین اتنی غلطیان نہونگی جتنی کہ نسیم لکھنوی مرحوم کے کلام مین ہین۔ اُردو کے شعرا کا خاصہ ہے کہ وہ زیادہ تر لفظی بحثون مین پڑے رہتے ہین اور جس کسی کے کلام مین ایک غلطی بھی نکل آتی ہے اُسکا کلام بالکل مسٹ جاتا ہے۔ اور ساری شاعرانہ خوبیان اُس ایک لفظی لغزش پر قربان کر دیجاتی ہین۔ لیکن ایسی شاعری کی دنیا مین۔ نسیم لکھنوی کی مثنوی کا باوجود بہت سی غلطیونکے چمکنا اور مقبول ہو جانا قابل حیرت چیز ہے۔ یہی امر اس بات کی شہادت ہے کہ گلزار نسیم کی خوبیان کس پایے کی ہین کہ بہت سی لغزشونکے ہونے پر بھی ایسے مذاق والون مین عام پسند ہوگئی جو ہمیشہ لفظی بحثو شاعری کا اعلےٰ جوہر سمجھتے رہے۔

مسٹر چک بست نے مثنوی کو تصحیح کرکے اور سب سے پہلے اڈیشن کے مطابق کرکے شائع کیا ہے اور آخر مین پنڈت دیا شنکر نسیم کے دیوان کا کچھ انتخاب بھی چھاپ دیا ہے۔ مگر قابل غور ۱۳ صفحون کا وہ دیباچہ ہے جو شائع کرنے والے کی لیاقت وقابلیت کو ظاہر کرتا ہے اسکے ابتدائی تین صفحو نمین مصنف گلزار نسیم کے حالات زندگی ہین اور چونکہ لکھنے والے مصنف مرحوم کے ہم قوم ہین لہذا ہمین باور کر لینا چاہیے کہ جو کچھ لکھا ہے صحیح ہوگا۔

گلزار نسیم کی تصنیف کے حالات مین مسٹر چک بست نے لکھا ہے جسوقت یہ مثنوی

تیار ہوئی اسکا حجم زیادہ تھا جب آتش کے پاس اصلاح کے لیے لیگئے تو اُنھون نے کہا ارے بھئی اتنی بڑی مثنوی کون پڑھے گا - یا تم پڑھوگے کہ تمنے تصنیف کی ہے - یا مین اصلاح کے خیال سے ایک مرتبہ دیکھ جاؤنگا - اُستاد کامل کی بات دل پر اثر کر گئی مثنوی کی نظر ثانی کی جتنے بھرتی کے شعر تھے نکال ڈلے - مگر معتبر ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انتخاب و اختصار کا یہ آخری عمل اور تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا - منشی اشرف علی اشرف مرحوم جو نسیم دہلوی کے شاگرد تھے اور اُس سے پہلے دور کے یادگارون مین تھے اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان کرتے تھے بلکہ اُنکا بیان تھا کہ پنڈت دیاشنکر کی لکھی ہوئی اصل مثنوی کے بہت سے اوراق بھی مین نے اپنی آنکھ سے دیکھے تھے جو بہت ہی عام مذاق کے تھے اور ایسے تھے کہ سوا ایک مبتدی شخص کے کسی کہنہ مشق شاعر کی جانب نہین منسوب کیئے جا سکتے ،، اسی بیان کی تصدیق میر وزیر علی صبا نے بھی ہمارے بعض بزرگون کے سامنے کی تھی - اور اُسی کی بدولت یہ خبر مشہور ہو گئی کہ یہ مثنوی اصل مین آتش کی ہے - اُنھون نے پنڈت دیاشنکر کو لکھ کے دیدی ہے، جسکی بنیاد پر چودھوین [۱۴] صفحہ مین مسٹر چکبست نے پہلے تو اس شہرت کی بدولت مصنف کو اعلیٰ ناموری کا تاج پہنایا ہے اور پھر لکھا ہے "سخن شناس جانتے ہین کہ جس رنگ مین گلزار نسیم کہی گئی ہے اس رنگ مین آتش نے اپنی زندگی مین ایک شعر نہین کہا" مگر مجھے تعجب ہے کہ مصنف کے دیوان کا جو انتخاب مسٹر چکبست نے اسی مثنوی کے آخر مین چھاپا ہے اُس مین بھی اس رنگ کا کوئی شعر نہین ہے - ہمارے روشن خیال دوست نے اسبات کا لحاظ نہین کیا کہ غزل اور چیز ہے اور مثنوی اور چیز - انسان کی طبیعت جو رنگ غزل مین دکھاتی ہے - ضرور نہین کہ مثنوی مین بھی وہی رنگ دکھائے - آتش وہ شخص تھے جو غزل کے سوا کسی اور صنف سخن مین کہنا اپنی شان شاعری سے ادنے خیال کرتے تھے - اگر انکی کوئی اور مثنوی موجود ہوتی تو بیشک مقابلہ کیا جا سکتا تھا کہ جو رنگ اُس مثنوی مین تھا اسمین کیون نہین ہے لیکن دیوان کے رنگ کو پیش کرکے مثنوی کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا اس بات کا

ثبوت دیتا ہی کہ مسٹر چک بست کو اسکی خبر ہی نہین کہ شاعرانہ مذاق ہر صنف سخن مین جداگانہ رنگ دکھایا کرتا ہے۔ کوئی تعجب کی بات نہین۔ اگر آتش نے اُسی دلبستگی کی بنیاد پر جو انھین نو عمر شاگردون سے تھی اُسی کی تحریک سے یا اُسکی مشق اولین دیکھ کے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو۔ پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھ کے اُسے بجائے اپنے اُسی کی طرف منسوب کر دیا ہو۔

جن دنون یہ مثنوی کہی گئی ہی اُن دنون شاعری کا یہ رنگ تھا کہ معائب محاسن پر غالب خیال کیے جاتے تھے۔ اور شعرا کو کلام مین خوبیان پیدا کرنے سے زیادہ فکر اسبات کی ہوتی تھی کہ کلام عیوب سے پاک ہو۔ لہذا یہ خیال اس بات کا پورا محرک ہو سکتا تھا کہ آتش اس مثنوی کو کہین اور اپنے کمسن شاگرد کو دیدین مصنف کی مختصر لائف کو ختم کرتے ہی مسٹر چک بست نے مثنوی میر حسن اور گلزار نسیم کا موازنہ شروع کر دیا ہے اسکے متعلق مجھے کچھ نہین کہنا ہے۔ ہان اتنا ضرور کہون گا کہ موازنہ سے پیشتر ضرورت تھی کہ گلزار نسیم پر بلحاظ کسی اور نظم کے ایک مفصل اور معقول ریویو کیا جاتا۔ اور ہر قسم کی خوبیان اُسمین سے نکال کے دکھائی جاتین اس کام کو مسٹر چک بست نے کیا ہے مگر بہت ہی ناقص اور ناتمام درجہ تک۔

مسٹر چک بست کے اس خیال کی مین تائید کرتا ہون کہ اس مثنوی کا مصنف کسی کی خرمن کا خوشہ چین نہین بلکہ خود صاحب طرز ہے۔ اسکے بعد قابل ریویو نگار نے تناسب لفظی کی بحث شروع کی ہو اور اس صنعت مین نسیم لکھنوی کا اعلیٰ کمال دکھایا ہے۔ رعایت لفظی کا خیال چاہیے اُسے حسن کہیے خواہ عیب کہیے۔ بعض شعرائے لکھنؤ مین مرض کے درجے تک پہونچا ہوا تھا۔ حتے کہ اس دھن مین مبتلا ہو کے بعض اوقات وہ جادۂ اعتدال سے گذر گئے ہین۔

مسٹر چک بست نے امانت۔ خلیل۔ رند۔ اور قلق۔ کا ایک ایک شعر یا مصرع نقل کرکے سب کی شاعری مین دھبہ لگایا ہے۔ چنانچہ امانت کی نسبت لکھتے ہین۔ تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے لیکن چونکہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور طبیعت مین شستگی کا جوہر نہین لہذا جو شعر کہا ہے اس رنگ مین کہا ہے اُسے پڑھکر ہنسی آتی ہی

مگر دیگر شعرا کے حال پر صرف اتنی ہی مہربانی کی ہے کہ تناسب الفاظ کا لطافت کے ساتھ نباہنا ایک امر دشوار ہے اور آخر مین جب دیکھا کہ ایسے ہی معیوب اشعار گلزار نسیم مین بھی موجود ہین تو تسلیم کر لیا - کہ "اکثر نسیم سے بھی تناسب الفاظ کے ساتھ لطافت سخن قائم نہین رہ سکی" پھر جب دیکھا کہ اس اقرار کے گناہ سے اوپر کا دعوے بالکل منسوخ ہوا جاتا ہے تو اس دشوار ہی کو یہ کہکے ٹالا کہ "اس قسم کے اشعار کل مثنوی مین دو فیصدی سے زیادہ نہین ملین گے لہذا قابل معافی ہین"، مگر ہمارے دوست کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جن شعرا کو انھون نے ملزم ٹھہرایا ہے اُنکے کلام مین بھی ایسے معیوب اشعار فیصدی دو سے زیادہ نہ نکلین گے اور کوئی تعجب نہین کہ اتنے بھی نہ نکل سکین سچ یہ ہے کہ امانت نے تناسب الفاظ کی فکر مین اپنے تئین بدنام تو بہت کیا - مگر اس صنعت کے پیچھے پڑکے ٹھوکرین بہت کھائین تو کامیاب بھی سب سے زیادہ وہی ہوے -

گلزار نسیم کے اختصار - اسکی ترکیبونکی پختگی تشبیہات کا ل کلام کی سادگی و روانی اور پاکیزگی زبان کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے بہت صحیح ہے بلکہ اس سے بڑھکے ہے - ہم لکھتے تو اس سے کچھ زیادہ ہی لکھتے اسلیئے کہ ہم ہمیشہ سے گلزار نسیم کے بہت بڑے معترف ہین مگر افسوس اس بات کا ہی کہ اسکے دوسرے رُخ یعنی مثنوی گلزار نسیم کے عیوب کی طرف سے مسٹر چکبست نے بالکل چشم پوشی کی ہی اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ اس اڈیشن مین گلزار نسیم پر ایک منصفانہ (ریویو) کیا جاتا اسلیئے کہ جس قدر یہ مثنوی ایک عمدہ (ریویو) کی محتاج تھی اُردو کی اور کوئی نظم نہین - مگر افسوس کہ (ریویو) نویسی مین ہمارے یہان یا تو مروت و دوستی کے جذبات ظاہر کیئے جاتے ہین یا بغض و عناد کے - اور اگر معاصرین سے واسطہ ہو تو ہمارے ریویو نگار قوم پرستی کرتے ہین اور اپنی قوم و گروہ مین ہیرو پیدا کرنے کی ایسی ہوس ہوتی ہی کہ انصاف کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہین اس مرض سے انگلستان کے ریویو نگار بھی پاک نہین ہین - مگر زمانے کی مساعدت سے مغرب والے اپنی اس ہوس مین کامیاب ہو جاتے ہین اور ہم اپنی قسمت

اور کم کر دیتے ہین۔ وجہ یہ کہ وہان ایک ہی قوم ہے اور سب کے جذبات یکسان ہین بخلاف اسکے یہان باہمی اختلاف ہی لہذا ایک گروہ کسی شخص کو زبردست ہیرو بناکے بڑھاتا ہے تو دوسرا گروہ اُسکے گرانے کی کوشش کرتا ہی اور اسی سبب سے ہمکو ریویو لکھنے مین جسقدر اعتدال اور منصف مزاجی سے کام لینے کی ضرورت ہے اہل یورپ کو نہین ہے۔ واقعی یہ افسوس کی بات ہے کہ اس ریویو مین نسیم کے مقابل مین لکھنؤ کے بعض مشہور و معروف اور مستند شعرا کے مٹانے کی کوشش کی گئی ہے اور محض اُن غیر معتبر کہانیون کی بنیاد پر جس سے یہان کے تمام شعراے حال ناآشنا ہین۔ ممکن ہے کہ وہ کسی خاص حلقہ مین شہرت رکھتی ہون مگر محققین کے نزدیک بالکل بے بنیاد ہین اور اتنی وقعت ہرگز نہین رکھتین کہ تحریر مین لائی جائین

اس سلسلے کو ہمنے ابھی ختم نہین کیا ہے دلگداز کے آیندہ نمبر مین ہم اصل مثنوی گلزار نسیم پر ایک (ریویو) لکھین گے جسکے لیئے اس نمبر کے صفحات کافی نہین ہین ہم گلزار نسیم کے محاسن کو نہین بتائینگے اسلیئے کہ وہ سب کے نزدیک مسلم ہین اور اُنکے جیطۂ تحریر مین لانے کے لیئے ضرور ہے کہ ایک ضخیم کتاب لکھی جائے ہم صرف اُن اشعار کو درج کرینگے جن پر تمام اہل سخن معترض ہین اور جنکا اسوقت تک جواب نہین دیا گیا ہے گلزار نسیم مین ایسے اشعار بہت ہین جنکی بنا پر صرف یہی نہین کہا جاتا کہ نسیم کی زبان مین غلطیان ہین بلکہ یہ بھی دعویٰ کیا جاتا ہی کہ پنڈت دیاشنکر نسیم زبان پر اتنی حکومت نہین رکھتے کہ ہر ایسے مضمون کو جو خیال مین آئے ادا کرتے جائین۔ کیا اچھا ہوتا کہ مسٹر چکبست بجاے مولوی حالی کے اعتراضات کا جواب دینے کے اُن عیوب کے مٹانے کی کوشش کرتے ــــ

دلگداز بابت ماہ اپریل ۱۹۰۵ء نمبر ۴ جلد ۹

مسٹر چکبست نے شمس العلما مولنا حالی کا جواب دینے کے لیئے خاص اہتمام کیا ہے اور اُس بحث کو مکرر چھیڑ دیا ہے جو پیشتر اودھ پنچ مین چھڑ چکی تھی ہمارے مہربان کو حالی کو جواب دینے سے پہلے اُن اعتراضون کے اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے تھی جو خود اساتذۂ

لکھنؤ کی جانب سے وارد کیے جا رہے ہین - باہر والونکو یقین کامل ہے کہ گلزار نسیم کی زبان خاص لکھنؤ کی زبان ہو جسکے باعث سارے ہندوستان مین لکھنؤ کی زبان کا نہایت ہی غلط اندازہ کیا جاتا ہے - دہلی والے گلزار نسیم پر اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ وہ اعتراض عام اہل لکھنؤ اور لکھنؤ کی مستند زبان پر ہے اسلیئے ضرورت بھی ہو کہ عام پبلک پر ظاہر کر دیا جائے کہ گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان ہین اور اس مثنوی کی زبان اہل لکھنؤ کی زبان نہین ہے - میرا مقصد اعتراض کرنا نہین ہے بلکہ صرف دو مقصد ہین -

(۱) یہ کہ عام غلط فہمی دور ہو کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مسلم و مستند زبان ہے -

(۲) یہ کہ چک بست کی توجہ اس جانب مائل کیجائے کہ ان شبہات سے جو اس مثنوی کی نسبت اکثر اہل لکھنؤ اور عام شعرائے اردو کو ہین وہ واقف ہو کے اُنکو دور کرین اور اس مثنوی کو ویسا ہی پاک و بے عیب ثابت کر دکھائین جیسا کہ میرے نزدیک اسے ہونا چاہیئے لہذا اب مین مثنوی کے اشعار نقل کر کے لوگونکے شبہات و اعتراضات کو پیش کیئے دیتا ہون مسٹر چک بست کو اختیار ہے چاہین اُنھین تسلیم کرین یا اُنکی تردید فرمائین - گلزار نسیم ایسی مثنوی ہے کہ ان اعتراضون اور شبہون سے اُسے کسی قسم کا نقصان نہین ہونچ سکتا نہ اُسکی خوبیان کم ہو سکتی ہین اور نہ اُسکی شہرت مٹ سکتی ہے - اسلیئے کہ وہ باوجود ان غلطیونکے اعلی درجہ کی اور بے مثل اور بے نظیر مثنوی ہے مگر ہان اتنا ضرور ہوگا کہ لوگ دھوکے سے بچ جائین گے اور اُن غلطیون سے محفوظ رہین گے جو دکھائی جاتی ہین -

بعض اشعار کا مطلب ہی نہین سمجھ مین آتا ممکن ہے کہ میری ہی فہم کا قصور ہو - ایسی صورت مین جن صاحبون کی فہم رسائی کرتی ہو وہ مجھے سمجھا دین ؎ صاد آنکھونکی دیکھکر سیری کی + بینائی کے چہرے پر نظر کی + بینائی کے چہرے پر نظر کرنے سے کیا مراد ہے ؎

اک بلی چھچھٹی چوہے کو بھانپ   نیولے نے بھگا دیا دکھا سانپ

سانپ کو نیولا مار ڈالا کرتا ہے - مگر یہ دکھا سانپ کیا - آخر نیولے نے مداری کا تماشا کیون دکھایا

سُن کے قیدی کے زارنالے ۔ زنجیر کے پیچ سے نکالے + تاکہ زنجیر کا ایسے پیچ نکال ڈالے " مگر اس سے یہ مطلب کیونکر نکلا کہ بکاؤلی کے پاؤن مین سے زنجیر نکال لی ؟ سچ یہ ہے کہ یہ شعر یون ہے ۔ سُن کے قیدی کے زارنالے + زنجیر کے پیچ سے نکالے + زارنالے چاہے غلط ہو مگر مصنف نے اُس سے رونے دھونے کے معنے لئے ہین اور دوسرے مصرع مین وہی ترکیب رکھی ہے ۔ جو اُس کے کلام مین عام ہے ۔ یعنی زنجیر کے پیچ سے نکالے ۔ بجائے زنجیر کے پیچ سے اُسے نکالا ۔ وان پھانسی چھُٹی ہے اُسکو غم کی + بان سانس نہین ہے ایک دم کی + ایک دم کی سانس نہ ہونا " اس محاورے کے معنی سبھ مجھے نہین معلوم ۔

بعض جگہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے کسی مضمون کے ادا کرنے کی کوشش کی ہے مگر ضروری الفاظ کے چھوڑ دینے سے مطلب خبط ہو گیا ہے اور کامیابی نہین ہوئی یا کچھ اور مطلب ہو گیا ۔ چاہا گلچین کا امتحان ہے + پوچھا کہ نگین جو ہے کہان ہے + جبتک کہ کسی خاص نگین کو دکھا کے یہ نہ کہا جائے کہ اس نگین کو ہے تو کہان ہے اُسوقت تک اس عام سوال کے کوئی معنی نہین ہو سکتے ۔ رُکنا ہوا اُس پری کا مشکل + یہ دل لگی اب لگائے گی دل + پہلے مصرع کے ذریعے سے مصنف نے تو یہ مضمون ادا کرنا چاہا ہے کہ اُس پری (روح افزا) کے ٹھہر جانے سے دشواریان پیش آئین مگر زبان پر قدرت نہ ہونے سے مطلب یہ ہو گیا کہ اُس کا ٹھہرنا مشکل ہوا یعنی ٹھہر نہ سکی ۔ شہزادے نے ایک دن پھر آکر + شادی کو کہا حیا اُٹھا کر + پردۂ حیا اُٹھا کر " کی جگہ صرف " حیا اُٹھا کر " موزون تو کر دیا گیا ہے مگر معنی کچھ نہین رہے ۔ دختر جو پسند مہ لقا ہے ۔ صرف ترکیب کی خرابی نے مطلب خبط کر دیا ۔ کہنا یہ تھا کہ مہ لقا دختر جو پسند ہے ۔ بہت سے اشعار مین لفظی غلطیان ہین یا تو لفظ کے حرکات غلط ہو گئے ہین یا اُنکے معنے غلط لیئے گئے ہین یا بے محل اُنکا استعمال ہو گیا ہے یا اُن مین تذکیر و تانیث کی یا اور کسی قسم کی غلطی ہے ۔ بولا کہ چکھون گا مین یہ انسان " یا " وہ بڑے چکھے پان کے مزیدار + میرے خیال مین ناسخ و آتش کے زمانے سے لیکے اسوقت تک چکھون گا اور چکھے کی جگہ

"چلبلونگا" اور "پچھے" غیر فصیح ہی نہین بلکہ غلط ہے دوسرے مصرع مین صرف "بڑے" کا ئی تھا یا ان کے بڑے محاورے مین اچھا نہین - مسٹر چکبست نے آتش کی جو اصلاح نقل کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُستاد نے یہ دونون غلطیان نکال دی تھین مگر نسیم نے بلا لحاظ اسکے کہ اسی غلطیونکا اعتراف کرتے اپنا وہی ناقص مصرع قائم رکھا - خیر اُنکی خوشی - مگر خرابی یہ کہ ذمہ دار لکھنؤ قرار دیا جاتا ہے - "کھاتے ہی حَمَل کا ڈھنگ پایا + اور وہ بانجھ تھی جب حمل ہتولی" ان دونون مصرعون مین حمل کی جگہ حَمَل نظم کر دیا گیا ہے جو قطعًا غلط ہے - "بادل سا وہ بحر آسمان جوش بجلی سی لہر سے تھا ہم آغوش + قطع نظر اسکے کہ پہلا مصرع بہت بھونڈا ہے "لہر" کی جگہ "لہر" یعنے ہاے متحرک کے ساتھ موزون کر دیا گیا ہے جو اُردو مین غلط ہو جاتی تو سب اُسکے جوڑ کی تھین + اندر کے اکھاڑے کی پری تھین - اس مین "پری" کی جگہ "پریان" چاہیے جو نہایت ذلیل قسم کی غلطی معلوم ہوتی ہے - خوش لہجہ بہت بکاؤلی تھی + گاتی اور ناچتی بڑی تھی + اول مصرع مین خوش گلو یا خوش آواز کی جگہ غلطی سے "خوش لہجہ" کا لفظ استعمال ہو گیا اور دوسرے مصرع مین "بڑی" کا لفظ سراسر غلط اور بہت ہی بُرا ہے - یا تو بڑی ناچنے گانے والی تھی چاہیے یا یون کہنا چاہیئے کہ وہ خوب گاتی ناچتی تھی" یہ "ناچتی گاتی بڑی" کیا ؟ یہان "بڑی" کا لفظ صرف اس سبب سے بگڑ گیا کہ مسٹر چکبست نے بے سمجھے تصرف فرمایا ہے - نامی پریس لکھنؤ کی چھپی ہوئی مثنوی مین اس شعر کا آخری مصرع یون ہے - گاتی اور ناچتی بڑی تھی - یعنی بڑی گانے اور ناچنے والی تھی - گو اُس پر بھی یہ اعتراض ہوتا کہ "گائن" کی جگہ "گاتی اور ناچنے والی کی جگہ "ناچتی" غلط ہو - مگر شعر کے معنی پیدا ہو جاتے اور ایسا مہمل نہ رہتا جیسا کہ اسے مسٹر چکبست نے بنا دیا ہے "چنگل اور چنگال" کا لفظ تین جگہ استعمال ہوا ہے اور تینون جگہ بے موقع اور غلط ہے "پہونچا لب حوض سے نہ چنگل" یعنی ہاتھ نہین پہونچا "شہزادے پہ اُس نے مار چنگال" یہان اگر یہ کہا جائے کہ پرون کی طرح پری کے پنجے بھی تھے تو شاید صحیح ہو جائے "پیارے یہ نہین حنائی چنگال" یہان تاج الملوک اپنے مہندی سے لگے ہاتھون کو

"دو حنائی چنگال" کہتا ہے لکھنؤ کی تو یہ زبان نہین ہی ہان نیرنگ نسیم باغ کشمیر ہو تو اور بات ہے "بُجا وہ ہوا کہا کہ جا جا - کیسی رانی کہان کا راجا -" پر ہم ہوا کی جگہ پر "بجا" ہوا کہنا میرے خیال مین بہت ہی مبتذل بازاری زبان ہی اور بازاری بھی لکھنؤ نہین کہین اور کا ہے جھنجھلا کے ڈرا کے غل مچا کے + سمجھا کے بجھا کے دست پا کے + اُردو مین دسترس پانا کہہ سکتے ہین مگر دست پانا قابو پانا کی جگہ پر ہرگز نہین جائز ہے -

اُردو مین جانی کا لفظ سوا معشوقہ کے اور کسی کی شان مین اور وہ بھی خلوت کے سوا دیگر موقعون پر استعمال کرنا بدتمیزی ہی نہین غلطی ہی مگر گلزار نسیم مین تاج الملوک اپنی معشوقہ نہین بلکہ روح افزا سے پہلی ہی ملاقات مین کہتا ہے کہ "جی بجھا نہ جانی" اور وہ جواب دیتی ہے "تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی" اس آخر الذکر مصرع مین "تجھ پاس" کا لفظ بھی "تیرے پاس" کے محل پر معلوم نہین کہان کی زبان ہے "نکلا جیسے ہی منھ سے باہر پتھر آنکھی چشم حلقۂ در" + حلقۂ در فارسی مین کنڈی کو کہتے ہین اور یہان جب ہی معنی درست ہو سکتے ہین کہ حلقۂ در سے دروازے کا پورا چوکھٹا مراد لیا جائے اگر صرف "چشم در" کہا گیا ہوتا تو یہ خرابی نہ پیدا ہوتی - "اک دن پنجرا اُڑا کے لائی + حسن آرا کو وہ کل سجھائی + یہ تدبیر بتائی کہ کیونکر یہ آدمی قمری بنایا گیا ہے - اُردو مین صرف مادی مشینون کی نسبت کل کا لفظ مستعمل ہے طلسم جادو اور عمل وغیرہ کی نسبت اسکا استعمال ہرگز جائز نہین کہا جا سکتا ہے "دن بھر تو وہ فاختہ پڑھاتی + شب کو اُسے آدمی بناتی + طوطا پڑھایا جاتا ہی - مینا پڑھائی جاتی ہے - فاختہ کا پڑھایا جانا بالکل نئی بات ہے - "سوچا تو نہ تھا صلاح اُلجھنا دانائی تھی بات کا سلجھنا - "دو دانائی تھی" کتنا بُرا اور بھونڈا معلوم ہوتا ہے - رعایت لفظی کے التزام کو دور کرنے کے بعد بھی مسٹر چکبست نے تسلیم کر لیا ہے مگر فرماتے ہین کہ اورون سے کم ہے - شاید ایسا ہی ہو اس لیے کہ ہم اسکا موازنہ کرنے کے لیئے تیار نہین ہین - مگر اتنا جانتے ہین کہ اس رعایت کے شوق نے نسیم لکھنوی کے کلام مین بہت سے بدنما عیوب ہی

نہین پیدا کیئے بلکہ بعض موقعون پر اُنہین ابتذال اور فحش گوئی پر بھی آمادہ کردیا ؎
داغا تو چلے تفنگ سے وہ + چھوٹے قیدِ فرنگ سے وہ + تفنگ کے چلنے سے انسان کی چال کو کیا علاقہ مگر صرف اسوجہ سے کہ بندوق بھی چلا کرتی ہے اُسے موزون کر دیا گیا ؎
وہ پوربی کرکے جوگیا بھیس + جنگلے کی راہ سے چلا دیس + اور سب راستے چھوڑ کے تاج الملوک جنگلے کی راہ سے صرف اسلیے بھیجا گیا ہے کہ مصنف گلزار نسیم کو اس لفظ کی ضرورت تھی ؎ نقش اُسکو ہوا کہ بس وہی ہے + ان سادون سے کندہ کب ہوئی ہے + رعایت نے کیا کیا خرابیان پیدا کی ہین (۱) اُسکے دل پر نقش ہوا - نہین بندھ سکتا تھا - مگر وہ نقش کے لفظ کی ضرورت تھی وہ نقش اُسکو ہوا" گو بے معنی ہے مگر لکھ دیا گیا ہے (۲) اصل تو سادہ مزاج سادہ لوح وسیے" وہ سادے آدمی" اور سادے لوگ بھی سہی مگر محض وہ سادون" کا لفظ تو ٹھیک نہین معلوم ہوتا - مگر اسکے بعد - (کندہ کب ہوئی ہے) تو فحش بازاری اور انتہا درجے کا ابتذال ہے ؎ دیوؤن نے اُدھر محل بنایا + کشتی سے وہ دخترِ رز کو لایا
مطلب تو یہ ہے کہ محل کے بنتے ہی وہ کشتی سے اپنی معشوقہ عورتون کو لایا اور بغیر خیال کیئے دخترِ رز کہہ دیا - اور یہ یاد ہی نہ رہا کہ دختِ رز شراب کو کہتے ہین - اسکے معنی شاید یہ کہے جائین کہ محل کے بنتے ہی جام شراب کا دور چلنے لگا - مگر سیاق کلام بتا رہا ہے کہ مصنف کا مقصد یہ نہین ہو کیونکہ اسکے بعد ہے ؎ حمّالہ اُسکی مادر پیر + محمودہ سے ہوئی بغلگیر + اگر دخترِ رز کا آنا محمودا کا آنا نہین تھا تو پھر حمّالہ اُس سے کیونکر ملی کیونکہ وہ تو کشتی مین ہے اور ابھی نہین آئی ہے وہ گندم جو نما تھی بالی" ملاحظہ ہو کہ رعایت لفظی نے مضمون کی کیا مٹی خراب کی ہے ! اب اس سے بھی زیادہ شرمناک اور فحش رعایت لفظی دیکھیئے ؎ حوض اُسکی ہوئی یہ دیکھتے ہی فوارہ تو گم خزانہ باقی + بھلا فحش اور ابتذال کی کوئی حد ہے ؎ باہم زن و مرد نے کیا میل + دریا سے ملا وہ قطرہ زن سیل + یہان سیل کے معنی ہی کچھ نہین باقی رہے ؎
غربت مین وطن کی دھن سمائی + اُس فیل کو یادِ ہند آئی + فیل سے تشبیہ صرف ہند کی

ضرورت سے دیگئی ہو۔ مگر کسقدر برا معلوم ہوتا ہے ؎ خواہش جو بلاے جان ہوئی وہ + ہلکا ہوا یہ گران ہوئی وہ + خیر بکاؤلی تو آدھی پتھر کی ہوگئی تھی اس لیئے گران ہوئی مگر ایسی حالت مین تاج الملوک صاحب کیونکر ہلکے ہوے -

بہت سے شعرون مین افعال کا استعمال ایسی بری طرح ہوا ہے کہ جو نہ لکھنؤ والون کے نزدیک جائز ہے اور نہ دہلی والون کے نزدیک اس قسم کے افعال عموماً حیدرآباد دکن والون کی زبان مین مگر فصحا وہان بھی چھوڑ جاتے ہین "خاتم کے نگین بتائے ہوتے" بجائے خاتم کے نگین انھون نے بتائے ہوتے دیا) خاتم کے نگین کو بتایا ہوتا "حیلہ کرکے چھپائی کچھ بند" + بجائے اُسکے چھپایا - مردانہ لباس سے نکالی" بجائے اُسکو نکالا "بھڑکائی جمیلہ مادر اُسکی" کہنا یہ چاہیے کہ بھڑکایا اُسکی مادر جمیلہ کو "چھینٹے سے جلی ہوئی جلائی" بجائے جلی ہوئی کو جلایا - ؎

اُس شب کو بغل مین آکے جاگا + پر دوسری شب وہ جاکے جاگا + مطلب یہ کہ اس رات (تاج الملوک) جب وہ آئی تب جاگا - مگر دوسری رات کو جب وہ جاچکی تب جاگا ؎

دائین دیکھا نظر نہ آئی + بائین دیکھا کہین نہ پائی + یعنی کہین نہ پایا "یہ جاکے ہوئی وہ فتنہ بیدار" یعنی اسکے جانے کے بعد وہ بیدار ہوئی - (بیدار کیا وہ ماہ پیکر) یعنے اُس ماہ پیکر کو بیدار کیا - "روح افزا سے بکاؤلی کو + اُلفت تھی روکے دلگی کو + بجائے روکا "منھ بولی بہن بنائی اُس کو" بجائے بنایا اُسکو - وہ جالی کہا یہ پردہ پوشی + گندم کے بہانے جو فروشی - بجائے "وہ جالی تو یہ یا اُسکے جانے کے بعد کہا - شتر گربہ کے عیب سے بھی مثنوی پاک نہین ہے "ہے یا نہین یہ خطا تمھاری + فرمایئے کیا سزا تمھاری + افسوس معلوم ہوتا ہو کہ اس نقصان نے کیسے اچھے شعر کو مٹا دیا دو ایک جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا سے چھپنے مین غلطی ہوگئی اور وہ ابتک چلی آتی ہے - مسٹر جک بست نے ان غلطیونکی طرف بھی توجہ نہین کی ؎

رہرو کو دیا بہ لطف و اکرام + آتے آرام جاتے پیغام + صاف ظاہر ہے کہ پیغام کی جگہ اصل مین "انعام" کا لفظ ہوگا ؎ دیکھا تو تمام دشت گلزار + دائین بائین دو رستہ بازار

اسمین مین سمجھتا ہون دورستہ کی جگہ (دو دستہ) ہوگا اس اڈیشن مین جو اس اہتمام سے شائع کیا گیا ہے ایسی فروگذاشتین ہرگز قابل معافی نہین مگر خرابی تو یہ ہے کہ اصلاح درکنار اس اڈیشن مین جہان کہین تصرف کیا گیا ہے اور کسی قسم کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے وہان بجائے بنانے کے شعر غارت کر دیا گیا ہے —

مسٹر چکبست صاحب نے اس نئے اڈیشن کو خود مصنف صاحب کے اصلی اڈیشن کے مطابق درست کر کے شائع کیا ہے مین نے اس کا اندازہ کرنے کے لئے مطبع نامی لکھنؤ کے آخر ۱۹۰۳ع کی چھپی ہوئی مثنوی گلزار نسیم منگوائی اور اُس سے مقابلہ کر کے دیکھا امید تو یہ تھی کہ انکی اس کوشش سے بہت سی فروگذاشتون کا جواب ملجائیگا اور جو اعتراضات وارد ہوتے تھے دور ہو جائینگے - مگر حالت یہ نظر آئی کہ جو غلطیان پیشتر سے بتائی جاتی تھین اُنکا مٹنا تو درکنار ہمارے دوست نے بہت سی اور نئی غلطیان پیدا کر دین - چنانچہ ان تصرفات کی حالت بھی ملاحظہ ہو "گلزار کی سیر خوب بھائی + بوسون سے نہین تو گھر بسی آئی" اسکے پہلے مصرع مین تصرف کر کے "گلزار کی سیر کیا خوش آئی" بنایا گیا ہو اہل زبان سے پوچھیے کہ اس اصلاح سے شعر بنا یا بگڑ اسکا کرچہ ہو دیکھتی جمیلہ + روشن ہو چراغ اور فتیلہ اسمین "روشن ہو" کی جگہ "روشن تھے" بنا دیا گیا اور اسکا خیال نہین کیا گیا کہ جو تنس پہلے مصرع مین ہو وہی دوسرے مین بھی رہنا چاہیئے علاوہ برین یہان فعل واحد ہی محاورہ مین فصیح ہے "دو دل جو ہون چاہنے پہ راضی + یہ جان ے کیا کرے گا قاضی" اسمین (چاہنے پہ) مین تو سمجھتا ہون کہ اس اصلاح نے شعر کی مٹی خراب کر دی (جانبین) کے ساتھ جبتک کوئی اور حرف ربط نہ ملایا جائے مطلب ہی نہین نکل سکتا (جانبین سے دل راضی ہون) (جانبین کے دل راضی ہون) خالی جانبین تو کوئی چیز نہین ہے (بولی وہ جمیلہ پھر کرون کیا) کی جگہ "کہہ کرون کیا" بنا دیا گیا ہے جس سے اصل مصرع کی فصاحت بے تکلفی و سادگی جاتی رہی ہے "ایک ایک سے رات بھر نہ چھوٹا + پو پھٹتے ہی جُگ اُنکا ٹوٹا +

مسٹر چکبست نے دوسرے مصرع کو (بو چھٹتے جگ اُنھون کا ٹوٹا) بنا دیا ہے ایسی تصحیح کرکے کیا ہمارے دوست ہمین باور کرانا چاہتے ہین کہ اس مثنوی مین جتنی غلطیان ہمین نظر آتی ہین اصلی اڈیشن مین ان سے بھی زیادہ تھین ؟ تو یہ کہنا چاہیئے کہ بازاری پریس نے مثنوی کو بگاڑا نہین بلکہ بنا دیا ہے شبنم کے سوا چُرانے والا + تھا اور پری کون آنے والا اسکی تصحیح یہ کیگئی ہے کہ (اوپر کا تھا کون آنے والا + دونون کا فرق اُن لوگون سے پوچھیے جنکی زبان کوثر کی دھوئی ہوئی سمجھی جاتی ہے ۵ تھا داغ پسر مقدر اُسکو + جلتی تھی ہمیشہ دختر اُسکو اسکی تصحیح یہ کیگئی ہے کہ (جلتی تھی ہمیشہ دختر اُس کو) شاید مسٹر چکبست نے یہ خیال فرمایا ہے کہ (جلتی تھی اُسکو) کے معنی یہ ہین کہ (وہ لڑکی جلا کرتی تھی) جو اصل مثنوی کا مقصود ہے مگر اس اصلاح سے تو اب صاف یہ معنی پیدا ہوگئے کہ ہمیشہ دختر اُسکو جلا کرتی تھی ۵

قاصد نے جو رُخ پری دکھایا + دھیان اُسکو بکاولی کا آیا + اسمین یہ اصلاح دیگئی ہو کہ (رُخ پری) کے تو یہ معنی ہین (پری یا چہرہ) وہ چہرہ جو پری تھا) یعنی خوبصورت تھا اضافت کے ساتھ (رُخ پری) کے یہ معنی ہوے کہ (پری کا چہرہ) اسلیئے کہ اضافت توصیفی نہین ہوسکتی۔ وہ جب ہوگی جب (رُخ پری وش) کہا جائے فارسی مین (پری) کے معنے (خوبصورت) کے نہین آئے ہین۔ آپ سُنیئے کہ یہ قاصد من پری تھی اور اُس نے اپنا چہرہ دکھایا تھا لہذا (پری کا چہرہ) کہنے کا محل نہین بلکہ (پری سا) چہرہ کہنے کا محل ہے فرض کیجئے کہ کوئی پری کسی کے سامنے آئے تو آپ کہین گے کہ (پری نے اپنا چہرہ دکھایا) یا یہ کہین گے کہ (پری سا) چہرہ دکھایا یہ ہرگز نہین کہین گے کہ (پری کا چہرہ دکھایا۔ اور (پری سا چہرہ) اُسی صورت مین سمجھا جائیگا جب (رُخ پری) بغیر اضافت کے کہا جائے غرض اس اصلاح مین بھی ناسمجھی سے مثنوی پر ظلم ہوا ہے قسمت سے مفر ہے اب نامن + پتھر کے تلے دبا ہے دامن اصلاح مین مفر کا لفظ مقر بنا دیا گیا ہے۔ مفر کے معنے بھاگنے کی جگہ اور جائے پناہ ہین۔ اور مقر کے معنی جائے قرار ہین۔ یہ محل اس بات کے کہنے کا ہو کہ قسمت سے بھاگ کے بھی

کہین پناہ نہین مل سکتی اور یہی اہل زبان کے محاورے مین بھی ہو - مگر خدا جانے کس مصلحت سے
یہ لفظ اصلاح دیکر مقرر بنا دیا گیا - وہ ست مہ فسانہ گوئی + مہتابی پہ چاندنی سی سوئی -
اصلاح یہ دیگئی ہو کہ (چاندنی مین سوئی) کہان (چاندنی سی) جسمین مصنف ایک نہایت ہی
پر لطف تشبیہ دیتاہے اور معشوقہ کو خود چاندنی قرار دیتاہے - اور کہان (چاندنی مین) جو بالکل
معمولی اور بے مزہ بات ہوگئی ہے صیاد نی لا دی پھانس کر صید + کرسی پہ بٹھائے نقش امید +
(صیاد نے) کو بدل کے (صیاد تھی) بنایا گیاہے - افسوس کہ (صیاد نی) کتنا بے تکلف اور
پیارا لفظ تھا - مگر اپنی اپنی سمجھ ہے اور اپنا اپنا خیال ہے چلیئے گا تو ساتھ ہین بلا عذر - رہیئے گا
تو بندگی مین کیا عذر + اسمین یہ اصلاح ہوئی ہو کہ (ساتھ مین) بنا دیا (ساتھ ہین) مین کس قدر
بیساختہ پن اور کیسی صحیح و بے تکلف زبان تھی اور (ساتھ مین) نے اس بے تکلفی کو خاک مین ملانے
کے بعد شعر کو کیسا غارت کردیا ہے جاتے تھے اُدھر سے دو جواری + ایک ایک کی کر رہا تھا خواری
(جاتے تھے) کی جگہ (چلتے تھے) بنایا گیا ہے - افسوس ان اصلاحون سے مثنوی کو بہت بڑے
اور گہرے زخم لگے ہین - گو انکے علاوہ اس مثنوی مین اور بھی بہت سے شبہات ہین مگر اسی قدر
لغزشون کا ظاہر کردینا کافی سمجھتا ہون اور انکے پیش کرنے کے بعد معذرت خواہ ہوکے رخصت ہوتا
ہون بعض حضرات کو یقیناً یہ تحریر ناگوار گذرے گی اور مین بھی خدا سے چاہتا ہون کہ انھین
سخت ناگوار گذرے - کیونکہ ایسی صورت مین شاید وہ زیادہ جوش سے جواب لکھین گے
اور انکا جوش ممکن ہے کہ ان شبہات کو میرے دل سے مٹا دے جس سے بڑھ کے مجھے کسی بات
مین خوشی نہین ہوسکتی - کیونکہ مجھے اس خیال سے نہایت ہی تکلیف ہوتی ہو کہ وا افسوس
گلزار نسیم غلطیون سے پاک نہین ہے -

از دلگداز نمبر ۷ جلد ۹ بابت ماہ جولائی ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم پر ریویو

(از مولوی عبد الحلیم صاحب شرر)

جو اعتراضات ہم نے پیشتر کیے تھے وہ ایک خاص جماعت کو نہایت ناگوار گذرے اور بجاے اسکے کہ تہذیب و شائستگی سے جواب دیا جاتا یا کوئی بھی قابل لحاظ جواب دیا جا سکتا نہایت بے عنوانی اور بد تہذیبی سے بحث ہونے لگی - ہم ایڈیٹر صاحب ریاض الاخبار کے شکر گذار ہین جنھون نے ہماری تحریر کو غور و انصاف کی نظر سے دیکھا اور صاف کہدیا کہ اعتراض صحیح اور کسی کے اُٹھائے نہین اُٹھ سکتے ہمارے خیال مین اُنکا فیصلہ کافی ہے اسلیئے کہ شاعری کی دنیا مین اور کسی اخبار کو وہ وقعت و استناد نہین نصیب ہے جو اُنھین حاصل ہے اعتراضون کے تسلیم کرنے کے ساتھ اُنکے اس ارشاد کی نسبت کہ (جو اعتراضات شرر نے کیے ہین گو موجودہ زمانے مین اُنکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانے مین نسیم تھے - اُسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات کو دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے) ہم کچھ کہنا چاہتے ہین - نسیم کو اتنا زمانہ نہین گذرا کہ اُنکی طرف سے ایسی عذر داری جائز سمجھی جائے - زہر عشق - بہار عشق اور طلسم اُلفت اُنھین کے زمانے کی یا اُنسے پہلے کی مثنویان ہین - اور عزیز - رند - صبا اور خلیل وغیرہ کا جو دور تھا اسکے آخری شخص نسیم ہین غزل سرائی مین آجکل کے شعرا کی قریب قریب وہی زبان ہے جو ان اساتذۂ کامل فن کی تھی ایسے تصرفات اور ایسی لغزشین اگر اُس زمانے مین جائز تھین تو ضرور تھا کہ اُنکے معاصرون اور دیگر شاگردان ناسخ و آتش کے کلام مین بھی پائی جائین حالانکہ ان سب کا کلام ان عیوب سے

پاک ہے پھر نسیم کو جو ان غلطیون مین منفرد ہین کیونکر معذور رکھا جا سکتا ہے۔ اتنا عرض کرنے کے بعد ہم اپنے وعدے کے موافق نسیم کی کچھ اور غلطیان سخن فہمونکے سامنے پیش کرتے ہین —

(جس گل کی ہوا لگی تھی لائی) (شوق تھا) یا (ہوس تھی) کے محل پر) (ہوا لگی تھی) غلط محاورہ ہے (لازم ہے گل اپنے ہاتھ رکھے) (اپنے ہاتھ مین رکھیے) ہونا چاہئیے تھا۔ اس محل پر لفظ (مین) کو حذف کر دینا جائز ہے (یا لا اپنے ہاتھ رہا) بولینگے مگر یہ نہ کہینگے کہ (گل اپنے ہاتھ رکھا) (معروض کیا کہ یا شہنشاہ) (معروض کیا) غلط ہے (عرض کیا) چاہئیے۔ اسمین محاورہ ہی نہین غلط ہے بلکہ نحو و صرف کی جاہلانہ غلطی ہے (دیکھ آ جو سجھے وہان نہ ہووے) (ڈر نہ ہووے) کی جگہ (وہان نہ ہووے) خدا جانے کہان کی زبان ہو۔ اہل لکھنؤ تو نہ بولتے تھے اور نہ بولتے ہین (قاصد سے کلام لطف بولا) (کلام بولنا) شاید آجکل صاحب لوگونکے بنگلونکے آس پاس بیرا اور خانساماں لوگونکی زبان ہے نسیم نے واقعی بڑی ترقی کی تھی کہ پچاس ساٹھ برس کی زبان بھی بول کے دکھا دی (ہوش اسکے ہوا ہوے کہے تو) (یہ کہے تو) فارسی کے (گوئی) کا ترجمہ ہے لوگ اسے اردو کے ابتدائی دور مین بیشک لکھ جاتے تھے۔ اس لیئے کہ اسوقت تک فارسی و ہندی محاورون نے مل جل کے اچھا مزاج نہین پکڑا تھا چنانچہ مثنوی میر حسن مین بھی جا بجا موجود ہے۔ مگر ناسخ و آتش کے وقت سے یہ الفاظ متروک ہین۔ اور نسیم کے لیے انکا موزون کرنا ہرگز جائز نہین تھا۔ (مشہور ہے ضد انس و جانی) ممکن نہین کہ (ضد انس و جان) کی جگہ پر (ضد انس و جانی) جاہل کے سوا کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نکلے (مشتاق کو خوش خبر سنائی) جس اصول سے (انس و جانی) مین حرف یا بڑھا لیا گیا اسی اصول کے مطابق (خوش خبری) مین گھٹایا گیا ہے۔ بھلا کوئی بھی (خوش خبری) کی جگہ (خوش خبر) کہہ سکتا شاید کہا جائیگا کہ (خوش خبر) (خبر خوش) کی ترکیب مقلوب ہو مگر یہ اردو مین اس سے بدتر ہے —

جہان شب عروسی کی صبح کو تاج الملوک اور بکاؤلی کی حالت دکھائی ہو فرمایا ہے ؎ وان جوڑا چست تنگ بدلا + یان جوڑے کے منھ کا رنگ بدلا + دوسرے مصرع مین (جوڑے) سے مراد بکاؤلی ہے اسمین اگر (جوڑے) کے عوض (مادہ) کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مین خیال کرتا ہون کہ زیادہ فصیح ہوتا (دیکھا تو وہ دونون کرتے تھے خواب) (خواب کردن) فارسی کا محاورہ ہے اُردو مین سونے کے محل پر (خواب کرنا) کہنا غلط ہے اور اگر اسمین کسی صاحب کو عذر ہو تو ناسخ و آتش کے زمانے سے اسوقت تک کسی مستند شخص کے کلام سے ثبوت پیش کرین (اُس نقش مراد کو جگایا) یعنی بکاؤلی کو۔ مگر جب اُسے نقش قرار دیا تھا تو فعل بھی اُسکے مناسب لاتے۔ حالانکہ جگایا صرف جاندار جاتا ہے نقش نہین جگایا جاتا (وہ نقش و فاعل مین پائی) چاہیئے تو یون تھا کہ (اس نقش و فا کو عمل مین پایا) لیکن خیر اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی تو تذکیر و تانیث کا لحاظ رکھتے بکاؤلی کو قرار تو دیا (نقش) اور پھر اُسکے ساتھ فرماتے ہین۔ (پائی) زبان کو یہ کسقدر ناگوار گذرتا ہے۔

بکاؤلی راجہ اندر کی محفل مین جل جانے کے بعد پھر زندہ ہوئی اور ناچنے کو کھڑی ہوئی تو چونکہ کثافت سے پاک و صاف ہو گئی تھی لہذا اسکی تعریف کرتے ہین (شعلے سے زیادہ پاک دامان) بھلا یہ پاک دامانی کا کونسا محل تھا) کہنا چاہتے تھے (پاک و صاف) اور کہہ گئے (پاکدامان) یہ کتنا معقول تصرف شاعرانہ ہے (معمول سے بزم مین ہوئے جمع) (حسب معمول یا) (با معمول کے موافق) کی جگہ (معمول سے) نسیم کی اُن فصاحتون سے ہے جنسے سارا لکھنؤ کھو دم ہے

اس سے زیادہ خوبی رعایت ملاحظہ ہو فرماتے ہین (جام اُس نے بھرا کہا پیالے) سُبحان اللہ (پیالے) کیا خوب! رعایت تو اچھی ہے مگر یہ بکاؤلی ہے یا تاج الملوک کے گھر مین کوئی گنوارن پڑ گئی ہے ؎ کف مین نمکین کباب لیکر + چھرٹ کا نمک اُن جراحتون پہ کیون صاحب اگر باورچیخانہ سے خاص اس ضرورت کے لئے نمک منگوایا تھا تو کباب کیون ہاتھ مین لیئے ہ؟ کیا یہ بھی کوئی ٹوٹکا تھا۔ ہ؟ اور اگر انھین کبابونکا نمک تھا تو چھرٹ کا کیونکر۔

(پہونچا اسی دم میں سمان پر) اگر سمان) یہان (وقت) کے معنون مین ہی تو خلاف محاورہ ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ جسوقت سمان بندھا ہوا تھا پہونچا تو یہ خیال ان الفاظ مین ادا کرنا کہ (سمان پہ پہونچا) بالکل ہی غلط محاورہ ہی ؎

(ہی آنکھ جو تم نے رونمائی + چشمک سے نہ بھائیونکو بھائی + کیا چیز نہ بھائی (بادشاہ کا رونمائی مین آنکھ دینا) تو پھر (دبھایا) چاہیئے۔ مگر نسیم کو یہان تو بھائیون کی رعایت سے (بھائی) کا لفظ چاہیئے تھا مطلب چاہے خبط ہو جائے کوئی مضائقہ نہین۔

آئندہ انشاء اللہ اور اعتراضات بھی پیش کیے جائینگے۔

از اردوے معلّے جلد ۵ بابت ماہ جولائی ۱۹۰۵ء نمبر ۶ مرتبہ سید فضل حسین صاحب حسرت موہانی بی۔ اے

گلزار نسیم

(جواب اعتراضات شرر)

(از پنڈت برج نرائن صاحب چکبست)

اُلجھ پڑوں کسی دامن سے میں وہ خار نہیں — وہ پھول ہوں جو کسی کے گلے کا ہار نہیں

گذشتہ مارچ اور اپریل کے دلگداز میں میرے عنایت فرما عبد الحلیم صاحب شرر کے دو مضمون گلزار نسیم کے متعلق شائع ہوئے ہیں جو کہ قدردانان نسیم کے لیے کسیقدر دلخراش ثابت ہونگے حال میں گلزار نسیم کا ایک نیا اڈیشن شائع ہوا ہے جسکے ترتیب دینے کی خدمت میں نے اپنے ذمہ لی تھی۔ اس نئے اڈیشن کی اشاعت ہی جسنے حضرت شرر کی روشنی طبع کو اشتعال دیا ہو حضرت موصوف نے جو کچھ گلزار نسیم کی نسبت تحریر فرمایا ہے اسکا مناسب جواب خاموشی ہے کیونکہ جیسا کہ ذیل کی تحریر سے ثابت ہوگا آپ کے مضامین خود زبان حال سے آپکے دلائل کی تردید کرتے ہیں لیکن ان مضامین سے ناواقفان سخن کے دلمیں اکثر غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں اس خیال نے مجھکو ذیل کی چند سطریں لکھنے پر مجبور کیا ؎

منظور ہے گذارش احوال واقعی — اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

حضرت شرر نے اپنے پہلے مضمون کی تمہید میں تحریر فرمایا ہے کہ "اگر اس مثنوی (گلزار نسیم) کو محاسن کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ اُن نظموں میں ہے جیسی کہ اردو شاعری کو اپنی اس صدی کی عمر میں دو ہی چار نصیب ہوئی ہونگی لیکن اسکے ساتھ ہی اسکے معائب پر نظر ڈالی جائے تو

اس سے زیادہ عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین - یا اسی سلسلہ مین آپ پھر تحریر فرماتے ہین کہ جسوقت اسکے محاسن پر نظر ڈالی جائے تو اسقدر لطف آتا ہی کہ مجبور ہو کر تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ اس سے اچھی نظم نہین ہو سکتی اور جسوقت اسکی غلطیون کی طرف توجہ کیجائے تو خیال گذرتا ہے کہ شاید کسی شاعر کے کلام مین اتنی غلطیان نہونگی کہ نسیم لکھنؤی مرحوم کے کلام مین ہین میری سمجھ مین نہین آتا کہ حضرت شرر نے ان الفاظ کے پردے مین کیا معنی پوشیدہ رکھے ہین ظاہر طور پر جو معنی ان الفاظ سے پیدا ہوتے ہین وہ اصولاً قابل اعتراض نظر آتے ہین یعنی جس نظم کی نسبت یہ کہا جائے کہ محاسن کے اعتبار سے اسکا شمار ان نظمون مین ہی کہ جیسے اُردو شاعری کو دو ہی چار نصیب ہوئی ہونگی اسی نظم کی نسبت یہ کیونکر یقین کیا جا سکتا ہے کہ اسمین اس قدر غلطیان ہین جنکا پتا کسی اُردو شاعر کے کلام مین نہ ملتا ہو - مگر چونکہ اصل واقعات سے اس دعوی کی تردید ہوتی ہی - لہذا مین اسکے متعلق اصول کی بحث کو زیادہ طول دینا نہین چاہتا حضرت شرر نے اپنے دوسرے مضمون مین گلزار نسیم کے جن اشعار پر اعتراض کیا ہی انکی تعداد چالیس پچاس سے زیادہ نہین ہی - گلزار نسیم مین تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار ہین اب اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ حضرت شرر کے سب اعتراض بجا ہین اس حالت مین بھی گلزار نسیم مین تین یا چار فیصدی اشعار قابل اعتراض ثابت ہونگے - چونکہ حضرت شرر نے یہ بھی تحریر فرمایا ہی کہ آپ کو علاوہ ان اعتراضات کے اس مثنوی مین اور بھی بہت سے شبہات ہین اسلیے یہ بھی فرض کر لیا جاتا ہی کہ جسقدر اعتراضات حضرت شرر نے تحریر فرمائے ہین وہ حضرت کے مشتے نمونہ از خروارے ہین اور اصل مین حضرت شرر ان اعتراضات کے چوگنے اعتراضات پیش کر سکتے ہین اس حساب سے بھی گلزار نسیم مین بارہ یا تیرہ فیصدی سے زیادہ اشعار قابل اعتراض نہ نکلین گے - لہذا جسوقت حضرت شرر یہ فرماتے ہین کہ گلزار نسیم سے زیادہ عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین ہے تو کیا حضرت موصوف کا یہ مطلب ہوتا ہی کہ کسی اُردو شاعر کے کلام مین بارہ فیصدی یا تیرہ فیصدی شعر بھی قابل اعتراض نہ نکلین گے مین اسکا انصاف سخن شناسون کی رائے پر چھوڑتا ہون - کیونکہ جس شخص کی

نظر سے دس پانچ اُردو شعرا کا کلام بھی گذرا ہوگا وہ اس امر کا فیصلہ نہایت آسانی سے کریگا کہ حضرت شرر کے اُس دعوی کی تائید واقعات سے کس حدتک ہوتی ہو یون تو کہنے کو جس کا جو جی چاہے کہ سکتا ہے۔ میر حسن ہی کی مثنوی کی نسبت ایک بزرگ کا قول ہے (بدر منیر کی مثنوی نہین کہی گویا سانڈے کا تیل بیچتے ہین۔ بھلا اسکو شعر کیونکر کہئے سارے لوگ دلی کے لکھنو کے رنڈی سے لیکر مرد تک پڑھتے ہین سہ چلی وان سے دامن اُٹھاتی ہوئی + کڑے سے کڑے کو بجاتی ہوئی (آب حیات مصنفہ محمد حسین صاحب آزاد) ظاہر ہے ان بزرگون نے کچھ سمجھ ہی کے یہ فرمایا ہوگا جسطرح ان بزرگوار میر حسن کی مثنوی کے مقبول ہونے پر حیرت ہو۔ اسیطرح حضرت شرر فرماتے ہین کہ (گلزار نسیم کو مقبولیت عام حاصل ہوئی ہو حیرت انگیز ہے) ان دونون بزرگون کا جواب فصیح شیراز کئی سو برس پیشتر دیگیا ہے ع قبول خاطر و لطفِ سخن خداداد است۔ ہان اس موقع پر مین اسقدر ضرور عرض کرونگا کہ گلزار نسیم کی شہرت کا ایک بہت بڑا راز یہ بھی ہے کہ اس مین محاسن کے مقابلے مین معائب بہت ہی کم ہین یا برابر ہونے کے ہین اور اُردو زبان مین بہت کم نظمین ہین جو اس صورت مین اسکا مقابلہ کرسکتی ہین۔

حضرت شرر کی مضمون کے اس تمہیدی حصے کے انداز تحریر سے تو یہ پایا جاتا ہو کہ حضرت موصوف پنڈت دیاشنکر نسیم ہی کو گلزار نسیم کا مصنف تسلیم کر لیتے ہین اور جیساکہ دکھلایا جائیگا اس مضمون کے آخری حصہ مین بھی شرر نے یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے لیکن مضمون کے درمیانی حصے مین آپ نے اس پُرانے حصے کو کہ گلزار نسیم آتش کی کہی ہوئی ہے اس پردہ مین تازہ کیا ہو کہ گلزار نسیم کا بہترین حصہ آتش کے زورفکر کا نتیجہ ہے چنانچہ آپ فرماتے ہین کہ معتبر ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انتخاب و اختصار کا (یہ) آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا۔ منشی اشرف علی اشرف مرحوم۔ جو نسیم دہلوی کے شاگرد تھے اور اُس سے پہلے دور کے یادگارون مین تھے۔ اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان کرتے تھے بلکہ اُن کا بیان تھا

کہ پنڈت دیا شنکر کی لکھی ہوئی اصل مثنوی کے بہت سے اوراق بھی مین نے اپنی آنکھ سے دیکھے تھے - جو بہت ہی عام مذاق کے تھے اور ایسے تھے کہ سوا ایک مبتدی شخص کے کسی کہنہ مشق شاعر کی جانب نہین منسوب کیئے جا سکتے - اس بیان کی تصدیق میر وزیر علی صبا نے بھی ہمارے بعض بزرگون کے سامنے کی تھی - قبل اسکے کہ حضرت شرر کے اس بیان کی نسبت کچھ عرض کرون اتنا ضرور کہونگا کہ منشی اشرف علی مرحوم کی اس زبانی شہادت سے مجھکو عبد الغفور خان نساخ کی شہادت زیادہ پُرزور معلوم ہوئی ہے جنھون نے صاف الفاظ مین لکھدیا ہے کہ نسیم لکھنوی مشرف بہ اسلام تھے - حضرت نساخ بھی آخری دور کے یادگارون مین تھے اور بقول غالب شیخ ناسخ تو محض طرز کے ناسخ تھے وہ بصیغۂ مبالغہ نساخ تھے لہذا اگر اُنکی شہادت پر اعتبار کیا جائے اور انھین کی تائید مین دلائل پیش کیے جائین تو گلزار نسیم کا نقاد اُن کاوشون سے نجات پا سکتا ہے جو حضرت اشرف کی زبانی شہادت کی پیروی کرنے مین پیدا ہو سکتی ہین مثلاً مخالف کہہ سکتا ہے کہ یہ امر کہانتک قابل اعتبار ہے کہ حضرت اشرف نے گلزار نسیم کا مسودہ دیکھا تھا کیونکہ مبتدی شعرا کا یہ عام دستور ہے کہ جبتک اُستاد سے اصلاح نہین لیتے وہ اپنی ایک معمولی غزل بھی کسیکو نہین دکھاتے اس حالت مین نسیم مرحوم نے اپنی مثنوی کا مسودہ کسی شخص کو دکھانے کی جرأت کیونکر کی جسمین کہ باوجود آتش کی زبردست اصلاح کے اسقدر معائب موجود ہین کہ اسکے دیکھنے سے یہ خیال گذرتا ہے کہ شاید کسی اور شاعر کے کلام مین اتنی غلطیان نہ ہونگی جتنی کہ نسیم لکھنوی مرحوم کے کلام مین ہین علاوہ اسکے یہ بھی سب جانتے ہین کہ نسیم دہلوی سے اور شعراء لکھنؤ سے عموماً معرکہ آرائیان ہوا کرتی تھین اور یہ بھی سُنا ہے کہ نسیم لکھنوی اور نسیم دہلوی سے خصوصاً چوٹ چلا کرتی تھی ان باتون کو ملحوظ خاطر رکھکر عقل سلیم اس امر کو قبول نہین کرتی کہ نسیم لکھنوی نے اپنی مثنوی کا مسودہ نسیم دہلوی کے ایک شاگرد کو دکھایا ہو - اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اشرف علی اشرف مرحوم نے گلزار نسیم کا مسودہ دیکھا بھی تب بھی یہ امر غور طلب ہے کہ ان کی رائے نسیم لکھنوی کے کلام کی نسبت کس قدر منصفانہ ہو سکتی ہے کہ اُردو شاعرونکا یہ عام دستور رہا ہے

کہ وہ اپنے اُستاد کو سچا فروغ دینا اپنا ایمان سمجھتے ہین اور اپنے اُستاد کے مقابل کے شعرا کو مٹانا اپنا ایمان نہین تو اپنا فرض ضرور سمجھتے ہین۔ آتش و ناسخ اور انیس و دبیر کے شاگردونکی معرکہ آرائیان ضرب المثل ہوگئی ہین۔ اس صورت مین اگر اشرف مرحوم نے گلزار نسیم کے مسودہ کو عام مذاق کا بتلاکر حق شاگردی ادا کیا ہو تو اُس زمانہ کی روش کے لحاظ سے بہت بجا کیا ان باتون سے قطع نظر کرکے اشرف مرحوم کی تنقید کے نسبت یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ خدا جانے حضرت اشرف نے عام مذاق سے کیا مراد لی ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت اشرف کے مذاق شاعری کا معیار غیر معمولی طور سے بلند ہو اور گلزار نسیم کا مسودہ اس خاص معیار کے لحاظ سے (عام مذاق) کا خیال کیا گیا ہو۔ اور کون جانتا ہے کہ اگر گلزار نسیم کی موجودہ حالت کی نسبت اشرف سے راے پوچھی جاتی تو وہ اب بھی اسکو عام مذاق) کا نہ بتلاتے غرضکہ جیساکہ پیشتر عرض کیا گیا ہے حضرت اشرف مرحوم کی زبانی شہادت ایسی مجمل ہے کہ اسمین سیکڑون شاخسانے پیدا ہو سکتے ہین عبدالغفور خان نساخ کی تحریری شہادت اس سے زیادہ صاف اور زیادہ قابل اعتبار ہے مجھکو اس سلسلے مین ایک اور روایت یاد آئی جو کہ ان دونون روایتونسے زیادہ دلچسپ ہے لکھنؤ کے ایک بزرگ اور کہنہ مشق شاعر جو کہ اس آخری دور کے یادگارون مین سے تھے اور اساتذہ مین شمار کئے جاتے تھے۔ میرے عنایت فرما پنڈت بشن نرائن صاحب در سے یہ روایت بیان کرتے تھے کہ گلزار نسیم اصل مین حضرت پروانہ کی تصنیف ہے۔ حضرت پروانہ آتش کے ہمعصر تھے آتش کو پروانہ کی یہ تصنیف کسی طرح ہاتھ لگ گئی اُنھون نے اصلاح وغیرہ دیکر نسیم سے ایک مشاعرے مین پڑھوادی ان بزرگون نے بھی غالبًا یہ روایت معتبر ذرائع سے سُنی تھی یہ مختلف روایتین سُنکر میرے دل مین یہ خیال گذرتا ہے کہ گلزار نسیم مین باوجود اس قدر عیوب کے جس سے (زیادہ عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین یہ عجب تاثیر ہے کہ اسکو کوئی آتش کی طرف صاف طور پر منسوب کرتا ہے کوئی دبی روایت دبی زبان سے بیان کرتا ہے۔ کوئی اس کو حضرت پروانہ کی پرواز فکر کا نتیجہ

بتاتا ہے کوئی ایسی مثنوی کی بدولت نسیم لکھنوی کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیئے دیتا ہے
غرضکہ گلزار نسیم مین کتنے ہی عیب کیون نہون مگر اسکے مصنف کے نو طبع کا یہ طرفہ اثر ہے کہ
ع بس ہمایون مرغ عقل از آشیان انداختہ - پھر سوچتا ہون کہ ممکن ہے کہ ان روایتون کے
گھڑو ندے محبت کی بنا پر قائم ہون - ان روایتونکے لکھنے والون کا یا بیان کرنے والون کا
یہ منشا ہو کہ پنڈت دیا شنکر نسیم کا نام ایسی مثنوی کے ساتھ نہ وابستہ رہے (جس سے زیادہ
عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین) اور جس سے لازمی طور پر نسیم مرحوم کی بدنامی مقصود ہے
بیشک مجکو تعجب ہے تو اس قدر کہ مجکو جو کچھ اس مثنوی کی تصنیف و تالیف کے مطابق معلوم ہوا
کہ وہ ان روایتون کے خلاف معلوم ہوا - حکیم رضا حسین صاحب سُہا مرحوم میر وزیر علی صبا کے
داماد تھے اور شاگرد بھی تھے اُنکی خدمت مین مجھے برسون نیاز حاصل رہا اور بہتا مرتبہ
گلزار نسیم کا ذکر بھی آیا اُنھون نے مجھ سے کبھی یہ نہ کہا کہ گلزار نسیم مین آخری تصرف وحقنا کا
عمل خواجہ آتش کے قلم سے ہوا تھا یا آتش نے تفنن طبع کے طور پر یہ مثنوی کہکر نسیم کو
دیدی تھی بلکہ وہ کہتے تھے کہ میر وزیر علی صبا ہمیشہ ایسی روایتونکی تردید فرماتے تھے اور کہتے تھے
کہ گلزار نسیم خاص پنڈت دیا شنکر نسیم کی تصنیف ہے بیشک حسب دستور اسمین کہین کہین آتش کی
اصلاحین موجود ہین اور میر وزیر علی صبا پر کیا منحصر ہے تمام سخن شناس اور انصاف پسند
اہل اسلام کو اس سے انکار نہین کہ گلزار نسیم نسیم ہی کی تصنیف ہے بقول اڈیٹر اودھ پنچ کے
لکھنؤ کے جھنگڑ خانونکے سوا اب یہ روایت کہین نہین سُنی جاتی کہ گلزار نسیم آتش کی تصنیف
کی ہوئی مثنوی ہے چنانچہ یہ باتین ملحوظ خاطر رکھ کر مین نے اس روایت کی نسبت صرف
اسقدر لکھ دینا کافی سمجھا تھا کہ سخن شناس جانتے ہین کہ جس رنگ مین گلزار نسیم کہی گئی ہے
آتش نے اپنی زندگی مین اس رنگ مین ایک شعر نہین کہا - اس دلیل کی تردید مین حضرت
شرر تحریر فرماتے ہین کہ غزل اور چیز ہے اور مثنوی اور چیز - انسان کی طبیعت جو رنگ غزل مین
دکھاتی ہو ضرور نہین کہ وہی رنگ مثنوی مین بھی دکھائے . . . . دیوان آتش کے دیوان

رنگ کو پیش کرکے مثنوی کے متعلق کوئی راے قائم کرنا اسبات کا ثبوت دیتا ہے کہ مسٹر چکبست کو
اسکی خبر ہی نہین کہ شاعرانہ مذاق ہر صنف سخن مین جداگانہ رنگ دکھایا کرتا ہے کوئی
تعجب کی بات نہین اگر آتش نے اس دلبستگی کی بنیاد پر جو انھین نوعمر شاگردون سے تھی (اس
دلبستگی کی وجہ آپ نے نہ بتلائی) اسکی تحریک سے یا اسکی مشق اولین دیکھکے اس مثنوی کو
تفنن طبع کے طور پر کہا ہو پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھکے اسے بجائے اپنے اسی کی طرف
منسوب کردیا ہو - مجھکو افسوس ہے کہ حضرت شرر نے شاعرانہ مذاق کی رنگارنگی کی نسبت
جو سبق مجھے دیا ہے مین اسکو قبول نہین کر سکتا اور مین کیا جو شخص اصول شاعری سے کچھ بھی
واقفیت رکھتا ہے وہ میرے ہی خیال کی تائید کرے گا یہ یاد رہے کہ شاعر کی طبیعت کا
قدرتی رنگ ایک ہی ہوتا ہے یہی رنگ مختلف پیرایون مین اپنا جلوہ دکھاتا ہے پیرایے بدلتے
رہتے ہین شاعر کا کلام ایک آئینہ ہے جسمین اسکی نورانی طبیعت کا عکس پڑتا ہے آئینہ کی ساخت
مین تبدیلیان واقع ہوسکتی ہین مگر عکس کی ہیئت نہین بدلتی - غزل ہو یا مثنوی ہو یا مسدس ہو
ہر پیرایہ مین شاعر کی طبیعت کا قدرتی رنگ نظر آتا ہے - مثلاً جس شاعر کی طبیعت مین روانی
اور آمد ہے وہ ہر صنف سخن مین مذاق نباہے گا اگر اسکے مزاج مین آورد کو دخل ہے تو اسکی غزل ہو
یا مثنوی یا مسدس سب مین اسی مذاق کا پتا ملے گا - میر کی غزلون مین جو سوز و گداز ہے وہی
انکی مثنویون مین موجود ہے - داغ کی غزلون مین جو شوخی اور بیباکی کا رنگ ہے وہی اسکی مثنوی
فریاد داغ کا رنگ خاص ہے یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی شاعر کی مثنوی اس پایے کی نہو جیسی کہ
اسکی غزلین ہین لیکن دونون مین (مذاق سخن) کا رنگ ایک ہی ہوگا مثلاً فریاد داغ کا پایہ
داغ کی تصانیف مین ادنے ہے لیکن یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ فریاد داغ کا مذاق شاعرانہ گلزار داغ
سے جداگانہ ہے اب دیکھنا چاہیے کہ آتش کی طبیعت کا رنگ خاص کیا ہے - مین جانتا ہون کہ حضرت
شرر کو بھی اس سے انکار نہوگا کہ آتش کی طبیعت کا رنگ خاص آمد ہے - اسکی زبان سے شعر
اسطرح نکلتا ہے - جیسے کمان سے تیر - برعکس اسکے گلزار نسیم مین ہر شعر شروع سے آخر تک

اُردو کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے (جسطرح سنگ تراش پتھرونکو تراش کر بت تیار کرتے ہین اسیطرح نسیم نے اپنے تیشۂ فکر کی مدد سے مضامین کے گُل بوٹے تراشے ہین گلزار نسیم کی نسبت ہے چاہے یہ رنگ بُرا ہو یا اچھا۔ مگر اس سے انکی طبیعت کو خاص مناسبت ہے چنانچہ یہی رنگ انکی غزلونکے گلہاے مضامین سے بھی شبنم کیطرح ٹپکتا ہے مجکو سخت حیرت ہے کہ حضرت شرر کے قلم سے ذیل کے الفاظ کس طرح نکلے کہ (تعجب ہے کہ مصنف (یعنی نسیم) کے دیوان کا انتخاب جو اس مثنوی (گلزار نسیم) کے آخر مین چھپا ہے اُسمین بھی اس رنگ (یعنی گلزار نسیم کے رنگ) کا کوئی شعر نہین ہے اس موقع پر مین چند شعر انتخاب دیوان نسیم سے تمثیلاً لکھے دیتا ہون سخن شناس خود فیصلہ کر لین گے کہ حضرت شرر کا بیان مندرجہ بالا کسقدر درست ہے۔

اشعار

جب ہو چکی شراب تو مین مست مر گیا
شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

شوریدگی سے میری یہانتک وہ تنگ تھو
رو ٹھا جو مین تو خیر منائی کہ شر گیا

بوے گُل غنچے سے کہتی ہے نسیم
بات نکلی منھ سے افسانہ چلا

چمن مین دھرکے آکر مین کیا نہال ہوا
برنگ سبزۂ بیگانہ پایمال ہوا

کہانی کہکے سُلاتے تھے یار کو سو اب
فسانہ عمر ہوئی خواب وہ خیال ہوا

کوچۂ جانان کی ملتی تھی نہ راہ
بند کین آنکھین تو رستہ کھُل گیا

بلبل کے منھ پہ اُڑنے لگی ہین ہوائیان
صیاد کو بتا کہین او باغبان ہوا

جلد او ماہ تو گھر سے نکلا
شکر ہے چاند کدھر سے نکلا

معنی روشن جو ہون تو سو سے بہتر ایک شعر
مطلع خورشید کافی ہے پئے دیوان صبح

جب سے ملے دو دل مخل پھر کون ہے
بیٹھ جاؤ خود حیا اُٹھ جائیگی

گر یہی ہے اس گلستان کی ہوا
شاخ گل ایک روز جھونکا کھائیگی

داغ سودا ایک دن دیگا بہار
فصل اس گل کی شگوفہ لائیگی

کچھ تو ہوگا ہجر مین انجام کار — بیقراری کچھ نہ کچھ ٹھہرائیگی
صندلی رنگوں نے مانا دل ملا — درد سر کی کس کے ماتھے جائیگی
خاکساروں سے جو رکھیگا غبار — او فلک بدلی تری ہو جائیگی
صبر رخصت ہو تو جانے دیجئے — بیقراری آئے تو ٹھہرائیے
دل مین ہی دکھلائیے تاثیر عشق — ٹھنڈی سانسون ہی اُٹھین گرمائیے
گل ہوا کوئی چراغ سحری او بلبل — ہاتھ ملتی ہوئی پتّون سے صبا آتی ہے
جسکو دیکھو وہ اس زمانے مین — اپنے نزدیک دور ہوتا ہے
خاکساری وہ ہے کہ ذرون پر — روز باران نور ہوتا ہے

اس رنگ کے نوّے فیصدی اشعار نسیم کے دیوان مین مل سکتے ہین ان اشعار مین بھی وہی ترکیب کی چستی وہی تناسب لفظی وہی آورد کا رنگ چوکھا ہے جو کہ مثنوی کا رنگ خاص ہے آتش کا مذاق شاعرانہ اس رنگ سے اعلےٰ تر ہے لیکن اس سے بالکل جُداگانہ ہے۔ اگر وہ تفنن طبع ہی کے طور پر کوئی مثنوی کہتے تو یہ ممکن تھا کہ وہ مثنوی اس پایہ کی نہوتی جیسے انکی غزلین ہین۔ لیکن اُس مثنوی مین انکی رنگ طبیعت کا ضرور پتا ملتا علاوہ اسکے یہ کہنا کہ شاعر نے گلزار نسیم کو محض تفنن طبع کے طور پر تصنیف کیا ہے کسقدر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو ویسا ہی ہے جیساکہ آجکل کوئی شخص کہے کہ جاپان روس سے (تفنن طبع) کے طور پر لڑ رہا ہے قطع نظر ان سب باتون کے ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے جو کسیقدر غور طلب ہے یعنی حضرت معترض نے اس مضمون کے ایک حصے مین تو یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ گلزار نسیم مین محض انتخاب و اختصار کا آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا لیکن آپ ہی صاف الفاظ مین یہ بھی تحریر فرماتے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین اگر آتش نے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو پھر اسمین متعدد تحریفین دیکھ کے اسے بجائے اپنے نسیم کیطرف منسوب کر دیا ہو یہ دونون دعوے ایک دوسرے سے بالکل جُداگانہ ہین چونکہ حضرت معترض کے اس مضمون کا رنگ خاص یہی ہے کہ ایک دعوی کی

تردید دوسرے دعوی سے ہوجاے لہذا اسکی نسبت زیادہ لکھنا فضول ہے حضرت شرر کا یہ قول صحیح ہو یا نہو کہ (شاعرانہ مذاق ہر صنف سخن مین جُداگانہ رنگ دکھاتا ہے) مگر اسقدر ضرور صحیح ہے کہ حضرت موصوف کو مذاق تنقید ہر صفحے پر نیا رنگ دکھاتا ہے —

دیباچہ مین تناسب لفظی کی بحث کے سلسلہ مین مین نے اس بات پر زور دیا تھا کہ صنعت مذکور کا لطافت کے ساتھ نباہنا اک امر دشوار ہے - اور یہ دکھانے کے لیے کہ کس صورت تناسب لفظی بجائے حُسن کے عیب ہوجاتا ہے مین نے مثال کے طور پر آمانت - رند - خلیل - قلق - وغیرہ کا ایک ایک شعر یا مصرع لکھدیا تھا اس سلسلے مین گلزار نسیم کے بھی دو ایک شعر لکھدیے تھے اس بناپر حضرت شرر تحریر فرماتے ہین کہ مسٹر چکبست نے آمانت - رند - اور قلق کا ایک ایک شعر یا مصرع نقل کرکے سب کی شاعری مین دھبّا لگایا ہے - مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مین اس الزام بیجا کا مستحق نہ تھا صرف ونحو کی کتابون مین یا کتب عروض مین اکثر غلطیونکی تشریح کے لیے بڑے بڑے اساتذہ کے شعر لکھے ہوے ملین گے ان اشعار کے پیش کرنے سے لکھنے والے پر یہ الزام نہین کیا جا سکتا کہ اُسکا منشاء یہ تھا کہ ان اُستادون کی شاعری مین دھبّہ لگایا جاے آخر کسی کے کلام سے مثال دینا پڑیگی - لہذا ایک صنعت خاص کا ذکر کرتے ہوے اگر مین نے آمانت و رند و خلیل و قلق وغیرہ کے کلام سے ایک ایک مصرع یا شعر نقل کردیا تو میری مُراد اس سے یہ نہ تھی کہ مین اُنکی شاعری کو بحیثیت مجموعی قابل نفرین قرار دون اگر ان مثالون کے پیش کرنے سے کوئی معنی پیدا ہوسکتے ہین تو وہ یہ تھے کہ جہانتک تناسب لفظی کی صنعت کا تعلق ہے آمانت و رند و خلیل و قلق وغیرہ نسیم کا مقابلہ نہین کرسکتے اگر حضرت شرر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیتے تو میرے سر مفت کا الزام نہ دھرتے ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا ست　　سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا ست

بیشک آمانت کے لئے مین نے صاف الفاظ مین یہ لکھدیا تھا کہ ان حضرت کے لئے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے حضرت شرر کا یہ خیال نہین ہے آپ کے نزدیک

گلزار نسیم کیطرح آمانت کے کلام مین بھی ایسے معیوب اشعار جنمین تناسب لفظی کے ساتھ لطافت سخن نہ قائم رہی ہو دو فیصدی سے زیادہ نہ نکلین گے اور حضرت موصوف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تناسب لفظی کے نباہنے مین آمانت ہی سب سے زیادہ کامیاب بھی ہوے ہین مین حضرت شرر کی اس تنقید کی نسبت زیادہ عرض کرنا نہین چاہتا جس شخص نے امانت کا کلام ایک سرسری نظر سے بھی دیکھا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شرر نے امانت کی مدحت سرائی مین جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ایک شاعرانہ مبالغے سے زیادہ وقعت نہین رکھتا چند اشعار امانت کے درج ذیل ہین سخن شناس تفنن طبع کے طور پر ملاحظہ فرمائین اور دیکھین کہ امانت نے تناسب لفظی کی صنعت کو کیا معراج دی ہے ؎

چھُٹون جو کانپور مین وہ زلف حلقہ دار — پھانسی کا حُکم چھوٹتے ہی کوتوال دے
دُر دُر کرے صدف کو جو وہ گوہر مُراد — موتی ہر ایک دانت خوشی سے نکالدے
سُوراخ در کے بند کرو چھوڑو جھانکنا — روزن تمھاری شرم مین رخنہ نہ ڈالدے
کھلاتا ہے ہوا اُس شعلہ رو کو برف خانے کی — رقیب روسیہ کو فکر ہے نقشہ جمانے کی
ملائی اس نے شہنا سے جو دُھن اپنے ترانے کی — ندامت سے رُہی نوبت ہوئی نقار خانے کی
یہ گیسو کو اُس کے سانپ پھن کہتی ہی شانے کو — سیری طبع رسا کرتی ہے باتین مار کھانے کی
خط بہت بڑھ گیا ہے بنواؤ — گلشن حسُن ہے کہ جنگل ہے
طائر دل کو میرے صدقے کر — بت بے پیر آج منگل ہے
عاشق زلف کیون نہ سر ٹکراے — مانگ دار اس پری کی مُنگل ہے
نظم کرتا ہون خط سبز کا وصف — مُرغ مضمون جو ہے وہ ہریل ہے
اسے کہتے ہین تکلف اسے نازک طبعی — گھاس کے تھان پر اس شوخ نے گھوڑا باندھا
سبد انگیا کا کم و بیش جو پایا اس نے — ہنس کے خیاط کو چڑیا کا بنایا اس نے

مین ترددانان امانت کا مشکور رہون گا اگر وہ امانت کے دیوان مین دو فیصدی شعر بھی ایسے

نکالدین جنمین تناسب لفظی کے ساتھ لطافت سخن بھی قائم رہی ہو یون دعویٰ بے دلیل کرنا تو بہت آسان ہے - حضرت شرر نے مجھکو اسبات کا بھی ملزم ٹھہرایا ہے کہ مین نے جو نسیم کے معرکے سے لکھے ہین اُنکے پردہ مین لکھنؤ کے بعض مشہور و معروف و مستند شعرا کے مٹانے کی کوشش کی ہے - مین نے جو کچھ لکھا ہے وہ اُن بزرگون کی شہادت پر لکھا ہے جو نسیم کے ساتھ مشاعرون مین شریک تھے اور جنکے سامنے یہ معرکے پیش آئے - اگر حضرت شرر کو اسمین شک ہو تو یہ اُنکا حسن ظن ہے اور چونکہ اس بحث سے اور نفس مضمون سے زیادہ تعلق نہین لہذا مین اسکی نسبت زیادہ عرض کرنا نہین چاہتا -

حضرت شرر نے مجھ غریب پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ بجاے مولوی حالی کے اعتراضات کا جواب دینے کے میرا فرض یہ تھا کہ گلزار نسیم کے اُن عیوب کے مٹانے کی کوشش کرتا جن پر عام اہل سخن معترض ہین اور جن کا اسوقت تک جواب نہین دیا گیا ہے - اس اعتراض کی نسبت مین یہ عرض کرونگا کہ مولانا حالی کے اعتراضات چاہے واجب ہون یا غیر واجب اُنھون نے اُنکو نقادان سخن کے سامنے تحریری حیثیت مین پیش کیا ہے لہذا اعتراضات مذکورسے ہر شخص پورے طور سے واقف ہو سکتا ہے چنانچہ وہ اعتراضات میری نظر سے بھی گذرے اور جو کچھ میری سمجھ مین آیا مین نے انکی نسبت لکھا ہے علاوہ ان اعتراضات کے اور ایسے اعتراضات گلزار نسیم پر میری نظر سے نہین گذرے جو کسی مستند شخص کی طرف سے پیش کیے گئے ہون - جو اعتراضات حضرت شرر نے اساتذہ لکھنؤ کا وکیل بنکر پیش کیے ہین اُنکی نسبت مین صرف اسقدر لکھنا کافی سمجھتا ہون کہ ان اعتراضات سے اساتذہ لکھنؤ کا دامن آلودہ کرنا سخت بیرحمی ہے - میرے خیال مین کوئی لکھنؤ کے رہنے والے جسکو شعر و سخن کا مذاق ہے اور جس نے گلزار نسیم کے علاوہ اور شعراء اردو کا کلام بھی پڑھا ہے اسکے قلم سے ایسے اعتراضات نکل ہی نہین سکتے ہین چنانچہ انھین اعتراضات کے متعلق ۱۱ - مئی کے اودھ پنچ مین لکھنؤ کے مستند اور مسلم الثبوت زبان دان منشی سجاد حسین صاحب تحریر فرماتے ہین کہ ہمارے خیال مین

اساتذہ لکھنؤ کی اس سے بڑھکر ذلت نہین ہوسکتی کہ اُنکی جانب یہ اعتراض (یعنی حضرت شرر کے اعتراض) منسوب کیئے جاوین جنسے فارسی محاورون سے عموماً اور لکھنؤ کی زبان اور شاعری سے خصوصاً عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر حضرت شرر خود غور سے کام لین تو وہ یہ دیکھ سکتے ہین کہ اساتذہ لکھنؤ کی جانب یہ اعتراض منسوب کرنا کہ نسیم نے (حیا اُٹھاکر) خلاف محاورہ نظم کیا ہے (پردۂ حیا اُٹھاکر) چاہیئے ایسا فعل ہے کہ جس سے جرأت کا تو ضرور اظہار ہوتا ہے مگر دوراندیشی کا نہین یا یہ کہنا کہ (دیجھ پاس) کہانکی زبان ہے اور پھر کہنا کہ یہ اعتراض اساتذہ لکھنؤ کی جانب سے ہے لکھنؤ کو بدنام کرنا ہے۔ مجھکو خود اکثر اساتذہ لکھنؤ کی خدمت مین باریابی حاصل ہے۔ مین نے انکی زبان سے کبھی ایسے اعتراضات نہین سُنے اب رہے اُن حضرات کے اعتراضات جو گلزار نسیم پر اعتراض کرنا ثواب سمجھتے ہین۔ وہ اکثر میرے گوش گذار ہوتے رہے۔ مگر اُنکے جواب مین مین کسی فارسی اُستاد کا یہ شعر دل ہی دل مین پڑھ لیا کرتا ہون ؎ بسیار زخمہاست کہ خاک است مرہمش * نتوان بہ رشتہ دوخت دہانِ دریدہ را ایسے اعتراضات کا کسی سنجیدہ تحریر مین ذکر کرنا حماقت ہے اور ایسی حماقت ہے کہ جسکی کبھی انتہا نہین ہوسکتی۔ اسی خیال سے مین نے محض مولانا حالی کے اعتراضات کا ذکر کرنے پر قناعت کی اب چونکہ حضرت شرر نے اپنے رسالہ مین چند اعتراضات پیش کیئے ہین انکی نسبت آگے چلکر جو کچھہ میری سمجھ مین آئیگا لکھونگا۔

اس مضمون کے آخری حصّے مین حضرت شرر فرماتے ہین کہ (گلزار نسیم مین ایسے اشعار بہت ہین جنکی بناپر صرف یہی نہین کہا جاتا کہ نسیم کی زبان مین غلطیان ہین بلکہ یہ بھی دعوے کیا جاتا ہے کہ پنڈت دیاشنکر نسیم زبان پر اتنی حکومت نہین رکھتے کہ ہر ایسے مضمون کو جو خیال مین آئے ادا کر جائین۔ اس سلسلے مین حضرت موصوف فرماتے ہین کہ انکا مقصد گلزار نسیم پر اعتراضات پیش کرنے سے یہ ہے کہ عام پبلک پر ظاہر کردیا جائے کہ گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان ہین اور اس مثنوی کی زبان اہل لکھنؤ کی زبان نہین ہو۔ اس اعلا نکی

نسبت دو امور دریافت طلب ہین اولاً یہ کہ یہ اعلان حضرت شرر کے پہلے مضمون کے اس
حصّے کی تردید کرتا ہے جسمین آپ نے اس امر کا اقرار کرلیا ہے کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند
زبان ہے۔ یعنے میرے دیباچے پر راے زنی کرتے ہوے حضرت شرر تحریر فرماتے ہین کہ
گلزار نسیم کے اختصار اسکی ترکیبون کی پختگی۔ کلام کی روانی اور سادگی اور پاکیزگی زبان کی نسبت
جو کچھ لکھا گیا ہے بہت صحیح ہے بلکہ اس سے بڑھ کے ہے (دلگداز بابت ماہ جون ۱۹۰۵ع) اس سے
صاف ظاہر ہے کہ پاکیزگی زبان کی نسبت جو کچھ مین نے لکھا ہے اس سے حضرت شرر کو پورا
اتفاق ہے بلکہ آپ لکھتے تو اس سے کچھ زیادہ ہی لکھتے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ (پاکیزگی
زبان) کی نسبت مین نے کیا لکھا ہے۔ دیباچے کے بارھوین صفحے کے حاشیہ پر (پاکیزگی
زبان) کی سُرخی قائم کرکے گلزار نسیم کی زبان کے متعلق صاف الفاظ مین مین نے یہ لکھا ہے
کہ نسیم کی زبان بھی نہایت سلیس و پاکیزہ ہے اور اسے لکھنؤ کی ٹکسالی زبان سمجھنا چاہیئے میری
سمجھ مین نہین آتا کہ حضرت شرر نے پیشتر نسیم کی زبان دانی کو کیون تسلیم کیا اور پھر اپنے ہی
بیان کی تردید اس زور سے کیون کی۔ دوسرا سوال اس بیان کی نسبت یہ پیدا ہوتا ہے
کہ پیشتر حضرت شرر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کرچکے ہین کہ گلزار نسیم کے اصل مسودے کے ورق نہایت
ہی عام مذاق کے تھے اور جو کچھ محاسن اس مثنوی مین پیدا ہوے وہ اس سبب سے ہوے کہ انتخاب
و اختصار کا آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا۔ یا یہ کہ حضرت شرر کے دوسرے
عقیدے کے مطابق آتش نے یہ مثنوی خود تفنن طبع کے طور پر کہی اور پھر اسکے اشعار مین متعدد
لغزشین دیکھکر نسیم کو دیدی گویا نسیم سے اور اسکی تصنیف و تالیف سے کوئی تعلق ہی نہین۔ ان
دونون صورتون مین عقل سلیم یہ کیونکر قبول کرسکتی ہے کہ گلزار نسیم کی زبان اہل لکھنؤ کی مستند زبان
نہین ہے یہ ظاہر ہے کہ چاہے خواجہ آتش نے اس مثنوی کی اصلاح مین آخری انتخاب و تصرف کی
زحمت اپنے سر لی یا حضرت شرر کے دوسرے عقیدے کے رو سے آتش نے خود یہ مثنوی
(تفنن طبع) کے طور پر کہی اور پھر نسیم کو دیدی ان دونون صورتون مین اس مثنوی کے

ترتیب دینے مین آتش نے اس قدر غور و فکر سے ضرور کام لیا کہ اسمین ایسے محاسن پیدا ہو گئے جنکی وجہ سے حضرت شرر بھی یہ کہنے پر مجبور ہین کہ باعتبار خوبیو نکے گلزار نسیم کے مقابل کی دو چار نظمین نکلین گی۔ اس حالت مین گلزار نسیم مین ایسے شعر کہان سے آگئے جنکی نسبت آج حضرت شرر تک کو یہ کہنے کی جرأت ہوتی ہے کہ انکی زبان نہایت ہی مبتذل اور بازاری زبان ہے اور بازاری بھی کہین اور کا لکھنؤ کا نہین۔ یہ ممکن تھا کہ آتش کے کلام کے مقابلہ مین یہ مثنوی پھیکی ہوتی مگر جہانتک زبان کا تعلق ہے یہ ضرور مستند خیال کیجاتی۔ آتش کی بہت سی غزلین ہین جن مین ایک شعر بھی قابل تعریف نہین ہے یا بہت سے شعر مہمل ہین۔ ان غزلونکی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ آتش نے انھین محض تفنن طبع کے طور پر تصنیف کیا ہوگا یعنی زیادہ غور و فکر سے کام نہ لیا ہوگا مگر بااینہمہ یہ مہمل شعر بھی زبان کی بحث مین اسی وثوق کے ساتھ سند کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہین جیسے کہ آتش کے اعلےٰ سے اعلےٰ شعر۔ ان اشعار مین شاعری کے اور جوہر نہون لیکن انکی زبان کی نسبت یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ مبتذل بازاری زبان ہے اور بازاری زبان بھی کہین اور کی لکھنؤ کی نہین۔ مثلاً اگر یہ بحث درپیش ہو کہ آیا (حلال کرنا) لکھنؤ کا محاورہ ہے کہ نہین تو آتش کا ذیل کا شعر۔ لہذا سند کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کہ ؎

آتی جو عید قربان خنجر کو لال کرتے دنبے کے بدلے فربہ عاشق حلال کرتے

اس شعر مین چاہے اور صدہا عیب ہون مگر اسکی زبان مستند ہے کیونکہ یہ شعر آتش کا ہے افسوس ہے کہ حضرت شرر نے اس پہلو پر غور نہین کیا کہ کوشش تو یہ ثابت کرنے کی کر رہے ہین کہ گلزار نسیم مین نسیم کا کلام برائے نام ہے یا برابر ہونے کے ہے اور جو کچھ اسکو فروغ حاصل ہے وہ اسوجہ سے ہے کہ یا تو اسپر آتش کی زبردست اصلاح ہے یا آتش نے خود اسے (تفنن طبع) کے طور پر تصنیف کیا ہے اور پھر یہ اعلان بھی شائع کرتے ہین کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آتش نے نہ اسکی اصلاح مین غور و فکر سے کام لیا ہے اور نہ وہ اسکے مصنف ہوسکتے ہین۔ حضرت شرر کی اس تنقید پر "ماچہ می سرائیم و طنبورۂ ماچہ می سرائید"

مثل صادق آتی ہے - کیا حیرت کا مقام ہے کہ حضرت شرر کا طائر خیال ایک شاخ پر بیٹھتا ہی
نہین شروع سے آخر تک کل مضمون متضاد بیانات سے پُر ہے جسکی وجہ سے حضرت موصوف کے
دلائل کا سلسلہ تارِ عنکبوت سے زیادہ مضبوط نہین نظر آتا جسوقت آپکا خیال گلزار نسیم کے محاسن
کیطرف جاتا ہے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین کہ اس مثنوی کا بہترین حصہ آتش کے
زورِ قلم کا نتیجہ ہے اور اپنے دعوے کی تقویت کے لیئے نقادانِ سخن کے در بارہ مین اُن بزرگونکی
شہادت پیش کرتے ہین کہ جو موت کی میٹھی نیند سو رہے ہین اور جنکو اسبات کی مطلق خبر نہین کہ
آج انکی نسبت کیا کہا جارہا ہے جب حضرت شرر کو گلزار نسیم مین معائب تلاش کرنیکی فکر ہوتی ہو
تو اُسوقت آپ یہ فرض کر لیتے ہین کہ یہ نسیم کی تصنیف ہے اور اس لیئے اسکی زبان لکھنؤ کی
مستند زبان نہین ہے اس سے صرف ایک ہی منطقی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ چالیس پچاس شعر
جو حضرت شرر کے نزدیک قابل اعتراض ہین وہ نسیم کے ہین باقی ڈیڑھ ہزار شعر آتش کے ہین
اصل یہ ہے کہ اکثر حضرات کا خیال یہ ہے کہ چونکہ پنڈت دیا شنکر نسیم ہندو تھے اسلیئے ان کی
زبان مستند نہین ہے گو کہ حضرت شرر نے کسی مصلحت سے اس خیال کو جلبابِ خفا مین
رکھا ہے مگر آپ کے اعلان کے پردہ مین اسکی جھلک صاف نظر آتی ہے مگر اس خیال کے
لوگون کو اس امر پر غور کر لینا چاہیئے کہ نسیم کے وقت کا لکھنؤ وہ لکھنؤ تھا کہ جسکا ذرّہ ذرّہ
تہذیب و ترتیب کے نور سے معمور تھا بقول امیر احمد صاحب بی - اے کے اُس زمانے
مین لکھنؤ مین شاعری اور سخن سنجی کا وہ دریاے مواج جوش زن تھا اور زبان دانی اور مضمون
آفرینی کا یہ شہر ایسا مرکز ہو رہا تھا کہ اسکی دلکش سیر گاہون اسکے دلچسپ منظرون اور اس کے
دلفریب میلون ٹھیلون کی بہار دیکھنا بھی انسان کو تہذیب سکھانے اور شاعر بنانے کے لیے
کافی تھا اور پھر نسیم کی ایک خاص حالت تھی - ایک تو وہ خود ہی قدرتی طور پر غیر معمولی طور سے
ذہین اور طباع شخص تھے - دوسرے انکا تمام وقت آتش و صبا وغیرہ ایسے زبان دانون کی
صحبت مین صرف ہوتا تھا جنکی زبان آجتک محاورۂ اردو کی دستور العمل سمجھی جاتی ہے

قطع نظر اسکے یہ سب جانتے ہین کہ گلزار نسیم آتش کی اصلاح کے بعد اُنکی زندگی مین شایع ہوئی اس صورت مین یہ کہنا کہ چونکہ گلزار نسیم کا مصنف ہندو تھا اس لیے اسکی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے انصاف کی آنکھو نمین خاک ڈالنا ہی - جس مشاعرے مین یہ مثنوی رات بھر پڑھی گئی وہ مشاعرہ آتش ہی کے نام سے کیا گیا تھا لہذا اسمین شہر کے تمام سر برآوردہ شعرا جمع تھے - اکثر بزرگ اب بھی زندہ ہین جو اس مشاعرے مین شریک تھے کیا ایسا مشاعرہ کرنے سے آتش کی مراد یہ تھی کہ سخن سنجان لکھنؤ کے سامنے اپنے شاگرد سے ایسی مثنوی پڑھوا کر اپنی ہنسی کرائین جسمین اسقدر غلطیان ہین کہ شاید کسی اُردو نظم مین نہونگی اور جسمین ایسے شعر موجود ہین (جنکی زبان لکھنؤ کی بازاری زبان بھی نہین ہو) یہی وجہ ہے کہ لکھنؤ کے راسخ الخیال اور منصف مزاج اہل سلام گلزار نسیم کی زبان کو لکھنؤ کی ٹکسالی زبان سمجھتے ہین - حضرت شرر نے جو اعلان شایع کیا ہے کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہو وہ کسیقدر دیر سے شایع ہوا ہے کیونکہ اس اعلان کی اشاعت سے قبل اساتذہ لکھنؤ اسبات کو تسلیم کر چکے ہین کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی ٹکسالی زبان ہو - لکھنؤ کے مشہور و معروف شاعر منشی امیر احمد صاحب مینائی نے امیر اللغات مین زبان و محاورہ کی بحث مین گلزار نسیم کے سیکڑون شعر سند کے طور پر پیش کیے ہین اب اس سے بڑھ کر گلزار نسیم کی زبان کے مستند ہونے کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ لغت مین اُسی شاعر کا کلام سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جسکی زبان مستند سمجھی جاتی ہو میرا خیال ہے کہ حضرت شرر امیر مرحوم کو اُن (عام اساتذہ لکھنؤ) کے زمرے سے خارج نہ سمجھتے ہونگے جنکا وکیل بنکر آپ نے یہ اعلان شایع کیا ہے کہ (گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے) علاوہ امیر مرحوم کے لکھنؤ کے سرمایۂ ناز انشا پرداز اور مسلم الثبوت زباندان منشی سجاد حسین صاحب نے حضرت شرر کے اعلان مذکور کی نسبت جمعہ ۱۱ - مئی کے اودھ پنچ مین لکھا ہے وہ شائقین سخن کی نظر سے گذرا ہی ہو گا - اصل یہ ہے کہ گلزار نسیم کی زبان کو غیر مستند ثابت کرنے کا زمانہ گذر گیا ابتو اسکے سیکڑون شعر زبان اُردو کا حصہ ہو گئے ہین اور زباندان اسکی زبان کو مستند تسلیم کر چکے ہین

اب اگر کسی کا دل چاہے تو وہ یہ خیال کرکے اپنا دل خوش کرے کہ یہ مثنوی نسیم کی کہی ہوئی نہین ہے اور اگر قلم مین زور ہو تو اس دعوی کی تائید مین دلائل بھی پیش کرے اور میرے خیال مین قدردانان نسیم کو ایسے مضامین سے ناخوش نہین ہونا چاہیئے مین تو یہ مان لینے کو تیار ہون کہ نسیم لکھنوی کا اس عالم ایجاد مین وجود ہی نہین ہوا تھا (پنڈت دیا شنکر نسیم) محض اک اسم فرضی ہے یہ مثنوی کسی بندۂ خدا کی تصنیف ہے جسنے اسکو اس فرضی نام سے شائع کر دیا اب یہ بندۂ خدا چاہے آتش[1] ہو یا پروانہ یا مصحفی (اگر منشی سجاد حسین اڈیٹر اودھ پنچ کے معتبر نائی کی روایت صحیح ہو) یا کوئی اور شخص ہو جو مشرف باسلام تھا مجھکو تو مثنوی گلزار نسیم سے مطلب ہو نہ کہ اسکے مصنف کے مذہب سے ہان اگر (گلزار نسیم) مین لفظ نسیم کھٹکتا ہو تو اسکو (قصۂ گل بکاولی) منظوم کہو مگر خدا کے لئے اسکے جوہر و نیر تو خاک نہ ڈالو۔

خاص اعتراضات کے متعلق کچھ تحریر کرنے سے پیشتر یہ لکھ دینا مناسب ہے کہ اس مضمون مین انھین شعرا[1] کے کلام سے مثالین دیگئی ہین جنکے اشعار امیر اللغات اور بہار ہند[2] مین بھی زبان اور محاورے کی بحث مین سند کے طور پر پیش کیئے گئے ہین۔ حضرت شرر نے گلزار نسیم کے اکثر اشعار کو بے معنے قرار دیا ہے۔ ایسے اشعار سلسلہ وار لکھے جاتے ہین۔ ؎

۱ صاد آنکھون کی دیکھ کر بسر کی بینائی کے چہرے پر نظر کی

اعتراض ہے کہ بینائی کے چہرے پر نظر کرنے سے کیا مراد ہے (چہرے پر نظر کرنا) شاہی دفاتر کی اصلاح ہے (چہرہ) نام کے معنی مین استعمال ہوتا تھا۔ اور یہ اسلیئے کہ جس شخص کا نام دفتر مین لکھا جاتا تھا اُسی کے ساتھ اسکا خط و خال بھی لکھ لیا جاتا تھا (نظر کرنا) دوسری اصلاح ہے اگر کسی شخص کا نام دفتر سے کاٹ دیا جاتا تھا تو اصطلاحاً یہ کہا جاتا تھا کہ اسکے چہرے پر نظر کر دیگئی۔ آب۔ ع۔ (بینائی کے چہرے پر نظر کی) کے معنی صاف ہین یعنی (بینائی کا چہرہ کاٹ دیا گیا) جسکا

---

[1] آتش ناسخ صبا۔ رند۔ واجد علیشاہ (اختر) انیس۔ جان صاحب۔ نواب مرزا شوق۔ محمد حسین آزاد۔ آب حیات وغیرہ ۱۲ [2] حضرت شرر کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ صاحب امیر اللغات کیطرح مؤلف بہار ہند نے بھی پنڈت دیا شنکر نسیم کے اشعار سند کے طور پر پیش کیئے ہین ۱۲

مطلب سادہ الفاظ مین یہ ہوا کہ (بینائی کو کھو دیا) نسیم کے علاوہ مختلف شعرائے اُردو نے اس اصطلاح کو نظم کیا ہے - خواجہ وزیر ؎

نرگس پہ نظر کیجئے دو بارا کہ وہ کٹ جائے ہو جائے نظر ثانی مین اس کی نظری آنکھ
قلم نے چہرے حسینوں کے لوح پر لکھکر آتش کچہریون کو کیا خطّ و خال سے واقف
پھر آئے رنگ رفتہ جو رخ پر عجب نہین ؍؍ اکثر ہے چہرۂ نظری صاد ہو گیا
ہر طرف غم کرد یاد دکھلاکے اسنے صاد چشم صبا چہرۂ عشاق کو حکم بحالی ہو گیا

غیاث اللغات صفحہ ۴۸۲ نظری - انچہ بدان نظر کنند و منظور نبود - لفظ نظر برائے بطلان باشد این اصطلاح اہل وفراست مجھکو حیرت ہے کہ حضرت شرر نے ایک عام اصطلاح سے کیون ایسی بیخبری ظاہر کی اور گلزار نسیم کی لاجواب فرد کو کیون نظری بنا دیا -

۵۲ اک بلّی جو جھپٹی چوہے کو بھانپ نیولے کو بھگا دیا دکھا سانپ

اعتراض ہے کہ سانپ کو نیولا مار ڈالتا ہے - مگر یہ دکھا سانپ کیا - آخر نیولے نے مداری کا تماشا کیون دکھایا - اگر بفرض محال یہ اعتراض تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی گلزار نسیم کا مصنف اسکا ذمہ دار نہین ہو سکتا نسیم نے گُل بکاولی کا وہ قصّہ نظم کر دیا ہے کہ پیشتر نثر مین موجود تھا اگر یہ اعتراض ہے تو اس غریب پر جسنے قصّے کے واقعات کو ترتیب دیا ہے نسیم نے تو شروع ہی مین کہ دیا ہے ؎

سَہ ہر چند سُنا گیا ہے اس کو اُردو کی زبان مین سخنگو
وہ نثر تھا داد نظم دون مین اس مے کو دو آتشہ کرون مین

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو حضرت شرر کا یہ اعتراض کسی حالت مین جائز نہین ہے کیونکہ اس شعر کے بعد دوسرے شعر کا پہلا مصرع ع دیکھا تو یہ ہے شگون نرالا - اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ مصنف قصّہ نے اس واقعہ کو خود (نرالا) یعنی حیرت انگیز مانا ہے - یعنی وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ (نیولے کا سانپ دکھانا) خلاف واقعات ہے - پس اس حالت مین

سیاق کلام کو نظر انداز کرکے درمیان سے اک شعر چن لینا اور اُسپر اعتراض کرنا آئین تنقید کے خلاف ہے اور لفظی شعبدہ پردازی سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔

۵۳ سُن کے قیدی کے زار نالے زنجیر کے پیچ سے نکالے

اعتراض ہے کہ دماناکہ زنجیر کے ایسے پیچ نکال ڈالے۔ مگر اس سے یہ مطلب کیونکر نکلا کہ بکاولی کے پاؤن مین سے زنجیر نکال لی۔ سچ ہے یہ شعر یون ہے ؎

سُن کے قیدی کے زار نالے زنجیر کے پیچ سے نکالے

(زار نالے چاہے غلط ہو مگر مصنف نے اس سے رونے دھونے کے معنی لیئے ہین یاے معروف کے بدلے یاے مجہول یا اسکے برعکس لکھدینا کاتبون کی عام غلطی ہے۔ چنانچہ یہ شعر بھی کاتب کی تیغ اصلاح کا زخمی ہے۔ واقعی اصل شعر یون ہے ؎

سُن کے قیدی کے زار نالی زنجیر کے پیچ سے نکالی

چونکہ اس حالت مین حضرت شرر دبی زبان سے فرماتے ہین کہ (زار نالی چاہے غلط ہو) اس لیئے حضرت موصوف کے اطمینان کے لیئے ذیل کی مثالین غالبًا کافی ہونگی۔

درد والم مین سب جاتے ہین روز و شب یان میرے دن اشک ریزیان ہین شب زار نالیان

فقرہ ۔ میر تقی میر اور خواجہ میر درد نے زار نالی افسردہ دلی .... کے مضامین کو خوب ادا کیا (آب حیات مصنفہ آزاد)

۵۴ وان پھانس چبھی ہو اسکو غم کی یان سانس نہین ہے ایکدم کی

اعتراض ہے کہ (ایکدم کی سانس نہونا) ایسا محاورہ ہے کہ جسکے کوئی معنے نہین مجھکو اس اعتراض کے معنی سمجھ مین نہین آتے اس مصرع (یان سانس نہین ہے ایکدم کی) کے معنی چشمۂ آفتاب کی طرح روشن ہین اگر کسی کی سمجھ مین نہ آئین تو یہ نسیم کا گناہ نہین ۔ ادنیٰ حضرت شرر نے اس مصرع مین (دم) سے بھی (سانس) مراد لی ہے اس صورت مین واقعی یان سانس نہین ہے ایک سانس کی اسکے کچھ معنی نہین ہوئے۔ لیکن (دم) یہان

(لمحے یا لحظے) کے معنون مین استعمال ہوا ہے۔ نسیم کا یہ مطلب ہو کہ (یان ایک لمحہ کی سانس نہین باقی ہے۔ یعنی موت کا وقت قریب ہے ممکن ہے حضرت شرر کہین کہ (دم) سے لمحے کے معنے لینا کہانکی زبان ہے (اسلیئے اشعار ذیل سنداً درج ہین آتش؎

سواے رنج کچھ حاصل نہین ہی اس خرابے مین — غنیمت جان جو آرام تو نے کوئی دم پایا
اکدم فرصت نہین مجھکو بتو نکی یاد سے ناسخ — کہتے ہین زاہد خدا کی یاد ہر دم چاہیئے

۵۵ چاہا گلچین کا امتحان لے — پوچھا کہ نگین جو لے کہان لے

اعتراض ہے کہ (جبتک کسی خاص نگین کو دکھا کے یہ نہ کہا جائے کہ اس نگین کو لے تو کہان لے اُسوقت تک اس عام سوال کے کوئی معنی نہین ہو سکتے اس مقام پر بھی حضرت شرر نے سیاق کلام پر غور نہین کیا ورنہ آپکو اس اعتراض کی تکلیف گوارا نہ کرنی پڑتی۔ بکاولی نے (فرخ کے بھیس مین) عمداً یہ سوال ایک مبہم طریقے پر پیش کیا تھا اسکا مطلب یہ تھا کہ اگر ان چارون شہزادون مین سے کوئی اسکا گلچین ہوگا تو وہ اسکی انگوٹھی ہی اپنے پاس رکھتا ہوگا۔ لہذا ممکن ہے کہ اسکی زبان سے نکل جائے کہ اگر نگین لینا ہو تو بکاولی کی انگوٹھی کا نگین لے اگر ایسا نہوا یعنی ان چارون شہزادون مین کوئی اسکا گلچین نہوا تو اس عام سوال کا ایک عام جواب بھی ملجائیگا کہ نگین خریدے تو فلان شہر مین خریدے چنانچہ ایسا ہی ہوا؎

بتلانے لگے وہ چارون ناوان — کوئی یمن اور کوئی بدخشان

اس جواب سے بکاولی نے یہ نتیجہ نکالا کہ انمین سے اسکا گلچین کوئی نہین ہو۔ کیونکہ؎

جانا کہ جو گل یہ لائے ہوتے — خاتم کے نگین بتائے ہوتے

۵۶ رکنا ہوا اس پری کا مشکل — یہ دل لگی اب لگائے گی دل

اعتراض ہے کہ (مصنف تو یہ مضمون ادا کرنا چاہتا تھا کہ اس پری (روح افزا) کے ٹھہر جانے سے دشواریان پیش آئین مگر زبان پر قدرت نہونے سے مطلب یہ ہوگیا کہ اسکا ٹھہرنا مشکل ہوا یعنی ٹھہر نہ سکی (حضرت شرر کا غالباً یہ خیال ہے کہ (مشکل) سے صرف کسی امر کا غیر ممکن ہونا

مراد لیا جاتا ہے - مگر ایسا نہین ہے لفظ مشکل سے وہ حالت بھی مراد لیجاتی ہے جس سے بحیثیت مجموعی کوئی پیچیدگی پیدا ہو جائے جیسا کہ خواجہ حافظ کے ذیل کے مصرع سے ثابت ہے - مشکل این ست کہ ہر روز بتر می بینیم ظاہر ہے کہ اس مصرع مین (ہر روز بتر دیدن) جس حالت کا اشارہ کرتا ہے وہ حالت (مشکل) ہے یعنی باعث پیچیدگی ہے - اسی طرح نسیم کا مطلب ہے کہ اس پری کا رُک لینا باعث پیچیدگی ہوا - عام گفتگو مین بھی لفظ مشکل اس معنی مین استعمال ہوتا ہے - مثلاً کہتے ہین کہ اگر (وہ چلے جاتے تو سب بات بن گئی تھی مگر مشکل یہ ہے کہ وہ لوگ رک گئے) چونکہ زبان کا رنگ بدل گیا ہے لہذا نسیم کے مصرع کی بندش اس زمانے مین کسیقدر اُلجھی ہوئی نظر آتی ہے - لیکن نسیم کے زمانے مین اس قسم کی ترکیب جائز سمجھی جاتی تھی آتش کا شعر ہے ؎

عشق نے حال کیا مردہ بے وارث کا میرے اوپر ہے یقین قبضۂ سلطان ہونا

اس شعر مین (یقین) کا لفظ بالکل اسیطرح استعمال ہوا ہے جیسے کہ نسیم کے شعر مین (مشکل) کا لفظ اب اس ترکیب متروک سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آتش و نسیم کو زبان پر قدرت نہ تھی انصاف کا خون کرنا ہے - میر حسن کا شعر ہے ؎

جو اس کے طویلے کے ادنیٰ تھے خر اُنھین نعلبندی مین ملتا تھا زر

اس شعر کا مطلب تو یہ ہے کہ نعلبندون کو اُجرت مین زر ملتا تھا - لیکن زبان کا رنگ بدل جانے سے اب یہ معنی نظر آتے ہین کہ خرون کو زر ملتا تھا اس بنا پر اگر کوئی کہے کہ میر حسن کو زبان پر قدرت نہین تھی تو اسکا جواب سولے خاموشی کے کیا ہے -

؎ شہزادے نے ایکدن پھر آکر شادی کو کہا حیا اُٹھا کر

اعتراض ہے کہ (پردہ حیا اُٹھا کر) کی جگہ (اُٹھا کر) نظم تو کر دیا گیا ہے مگر کوئی معنی نہین رکھتا یہ اعتراض کسیقدر تشریح طلب ہے لکھنؤ اور دہلی مین تو اس قسم کے فقرے زبان زد عام ہین کہ فلان شخص نے حیا اُٹھا دی یا فلان شخص کی حیا اُٹھ گئی چنانچہ لکھنؤ کے مستند زباندان مرزا محمد مرتضیٰ عاشق (عرف مرزا مچھو بیگ) شاگرد جناب نسیم دہلوی نے اسی مشہور لغت

بہار ہند مین صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ (حیا اُٹھانا) بے حجابی کے معنون مین استعمال ہوتا ہے بہار ہند مطبوعہ ۱۸۸۸ء صفحہ ۲۶۷ (حیا اُٹھانا) پر کیا موقوف ہے (حیا اُڑا دینا) (حیا اُٹھ جانا) آنکھو سے (حیا ٹپکنا وغیرہ) بولا بھی جاتا ہے اور نظم بھی ہوتا آیا ہے اس موقع پر مجھے مومن خان کا ایک شعر یاد آگیا ہے

مؔلہ آنکھون سے حیا ٹپکتی ہے انداز تو دیکھو ہے بوالہوسون پر بھی ستم ناز تو دیکھو

حضرت شرر نے خیال کے مطابق (شیرہ حیا ٹپکی) ہونا چاہیئے محض حیا ٹپکنا کوئی معنی نہین رکھتا

۹ ع دختر چو پسند مہ لقا ہے - اعتراض ہے کہ (حرف ترکیب کی خرابی سے مطلب خبط کردیا کہنا یہ تھا کہ مہ لقا دختر چو پسند ہے) جس شخص کی نظر سے گلزار نسیم کے علاوہ کسی اور شاعر کا کلام بھی گذرا ہے وہ اس اعتراض کی وقعت کا بخوبی اندازہ کرسکتا ہے ہر زبان کی شاعری مین ترتیب الفاظ مین اس قسم کا اُلٹ پھیر جائز سمجھا گیا ہے اُردو شعرا کے کلام مین بھی اس طرز کی سیکڑون بندشین ملجائینگی چند شعر تمثیلاً لکھے جاتے ہین آتش سہ

صبح تک دیدۂ تر سے نہین آنسو تھمتے پانی کرنے کو شب ہجر لہو آتی ہے

دم اخیر تصور بند ھا ترے رُخ کا طرف کو کعبے کے کروٹ مجھے قضا نے دی

ہماری آنکھ سے دریاے اشک جاری ہو ناسخ خیال ہو ترے بازو کی یار مچھلی کا

ذبح وہ کرتا ہے پر یہ چاہیئے اے مرغ دل دم ٹھہر جاے تڑپنا دیکھ کر صیاد کا

ان اعتراضات کے بعد حضرت شرر نے گلزار نسیم کے وہ اشعار لکھے ہین جنمین آپ کے نزدیک لفظی غلطیان ہین شلہ ع بولا کہ چکھونگا مین یہ انسان) شرر سے چکھے پان کے مرید اعتراض ہے کہ (ناسخ و آتش کے زمانے سے لیکے اسوقت تک (چکھونگا) اور (چکھے) کی جگہ (چکھونگا) اور (چکھے) غیر فصیح ہی نہین غلط ہے) مین حضرت شرر سے نہایت ادب سے پوچھتا ہون کہ اس موقع پر آپنے لفظ (غلط) کن معنی مین استعمال کیا ہے

ملہ تعقید لفظی بہر صورت عیوب شاعری مین سے ہے خصوصًا ایسی جا جہان کہ معنی مین شبہ پیدا ہوتا ہو جیسا کہ اس شعر مین ہے ۱۲ اڈیٹر

ظاہر ہے کہ سودا[1] وغیرہ نے (چکھتا) کی جگہ (چکھا) برابر نظم کیا ہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ نسیم کے طبقے کے شعرا نے (چکھتا) نہین نظم کیا ہے۔ اس صورت مین نسیم پر یہ اعتراض ہو سکتا ہو کہ اُنھون نے ایک ایسا قدیم محاورہ نظم کیا جو اُنکے زمانے مین غیر فصیح سمجھا جاتا تھا اور ایسا کرنا کوئی تعجب کی بات نہین مثلاً شیخ ناسخ نے سودا اور میر کی طرح لفظ (زور) بہت کے معنی مین استعمال کیا ہے[2] آتش نے اس محاورۂ قدیم کو متروک قرار دیا ہے لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناسخ نے ایک ایسا غیر فصیح محاورہ نظم کیا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ لفظ (زور) کو بہت کے معنون مین استعمال کرنا غلط ہے کوئی معنی نہین رکھتا۔ خیر اس اعتراض سے زیادہ مزیدار اعتراض حضرت شرر کا (پان کے بیڑے) پر ہے آپ فرماتے ہین کہ دوسرے مصرع (بیڑے چکھے پان کے مزیدار) مین صرف بیڑے کافی تھا (پان کے بیڑے) (محاورہ مین اچھا نہین) اس اعتراض کا انصاف بھی مین سخن شناسون پر چھوڑتا ہون دو شعر درج ذیل ہین ناظرین (تفنن طبع) کے طور پر ملاحظہ فرمائین۔ جانصاحب ؎

چھٹکی میری کھائیگی ہرے پان کا بیڑا　　منجھلی کا نہ سنجھلی کا نہ ہے بیاہ بڑی کا

بسملون کی دم رخصت ہو مدارات ضرور　　امیر مینائی یار بیڑا تیری تلوار مین ہو پانی کا

علاوہ برین شرفائے لکھنؤ مین یہ فقرہ مثل کے طور پر بولا جاتا ہے کہ (ایسی شادی تھی کہ کسی کو پان کا بیڑا بھی نہ ملا) غالبًا حضرت شرر کو آتش کی اصلاح دیکھکر یہ اعتراض کرنے کا خیال پیدا ہوا اگر آپکو اس امر پر بھی غور کر لینا تھا کہ نسیم نے جو یہ اصلاح نہ مانی تو کچھ سمجھ کر نہ مانی ہوگی اور آتش لیسے نازک مزاج شخص نے اپنے شاگرد کا یہ اختلاف گوارا کیا تو کوئی وجہ معقول ضرور ہوگی ۱۲ ع کھاتے ہی حمل کا ڈھنگ پایا) (۲) وہ بانجھ تھی جب حمل قبولی۔) اعتراض ہے کہ (ان مصرعون مین حمل کی جگہ حمَل نظم کر دیا گیا ہے جو قطعًا غلط ہے) یہ اعتراض اس اصول سے

[1] چکھا اُنھون نے جو لبِ یار دوستی کا شہد ✦ وہ تلخ کام کبھی زہر دشمنان نکرے ✦ بجائے سرمہ کرو ن میل کدم مین اس مین ✦ نمک سے اشک کے جس چشم نے مزا نہ چکھا ۱۲

[2] ع ابتو ناسخ زور رندلاؤبالی ہو گیا ۱۲ –

بیخبری ظاہر کرتا ہے کہ شاعر الفاظ اسی صورت پر نظم کرتا ہے جس صورت سے کہ وہ اہل زبان کی زبان پر جاری ہوتے ہیں محض لغت کی پیروی شاعر کے لیئے ضروری نہیں ہوتی یہ مانا کہ لغت کی روسے حَمل درست ہے لیکن تیر ہانے لکھنؤ کی زبان پر اس لفظ کا یہی تلفظ جاری ہے ۔

واجد علیشاہ (آخری فرمانروائے اودھ) سے ایک مثنوی موسوم بہ دریائے تعشق یادگار ہے اس مثنوی کی تصنیف کا زمانہ گلزار نسیم کی تصنیف کے زمانے سے بہت قریب ہے (دریائے تعشق) مین بھی حمل ہی نظم ہے ؎

گھر مین میرے بھی اے خوش اطوار ۔ آثار حمل کے ہین منودار

اس مثنوی مین جا بجا اور شاعرانہ محاسن ہون لیکن جہانتک زبان اور محاورے کا تعلق ہے اس کا ہر شعر سند کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کیونکہ اُس زمانے مین واجد علیشاہ سے بڑھ کر کس کی زبان مستند ہو سکتی تھی علاوہ برین جانصاحب نے بھی حمل نظم کیا ہے جیساکہ ذیل کے شعر سے ظاہر ہے ع دائی یقین دل کو ہے گر جائیگا حمل + ننھا سا لڑکا خواب مین کل پیٹ سے نکل گیا (متقدمین کے یہان بھی حمل) ہی نظم ہوا ہے چنانچہ سودا کہتے ہین ؎

اسقاط حمل ہو تو کہین مرثیہ ایسا ۔ پھر کوئی نہ پوچھے میان مسکین کہان ہے

لفظ حمل پر کچھ موقوف نہین متعدد الفاظ ایسے ہین جن کا تلفظ لغت کے روسے کچھ اور ہے اور نظم عام محاورے کے مطابق کیا جاتا ہے ۔ مثلاً اصل لفظ کلِمہ ہے یعنی لام بالکسر ہے ۔ لیکن محاورے مین چونکہ بسکون لام بولتے ہین اس لیئے شعرانے اسی طرح نظم کیا ہے ۔ [عہ]

۱۳ ؎ بادل سا بحر آسمان جوش ۔ بجلی سے لہر سے تھا ہم آغوش

اعتراض ہے کہ (لہَر کی جگہ) لہر یعنی ہاے متحرک کے ساتھ نظم کر دیا گیا ہے جو اُردو مین غلط ہے

دبیر ؎ ارے خدا کا غضب تیری جان پر ٹوٹے + تو کلمہ پڑھ کے رسول خدا کا گھر لوٹے + ضیا ؎ خدا کے واسطے کلمہ تیون کا پڑھ واعظ + زبان تر ہے ابھی اختیار باقی ہے + [عہ] جرأت ؎ کلمہ پھرے تیرا تجھے دیکھے جو اک نظر + کافر اثر ہے یہ تیری کافر نگاہ مین ۱۲ —

اس اعتراض کے لئے بھی ایک حد تک وہی جواب ہے جو اس سے پیشتر کے اعتراض کے بارے مین لکھا گیا ہے اور دو شعر نسیم کی تائید مین سنداً درج ذیل ہین میر ؎

شب نہاتا تھا جو وہ رشکِ قمر پانی مین
گئے مہتاب سے اُٹھتی تھی لہر پانی مین

نواب مرزا شوق

پھر لہر چڑھ رہی ہے کالون کی
بو سنگھاؤ تم اپنے بالون کی

۱۴ جاگی تو سب اسکے جوڑ کی تھین
اندر کے اکھاڑے کی پری تھین

اعتراض ہے کہ (اسمین پری کی جگہ) (پریان) چاہیئے جو نہایت ہی قلیل قسم کی غلطی معلوم ہوتی ہے) بیشک اس زمانے مین یہ ترکیب کانون کو غیر مانوس معلوم ہوتی ہے لیکن نسیم کے وقت مین اسکا رواج ضرور تھا۔ آتش ؎

کیا کیا پری اُتار رہی ہین شیشہ مین آہ نے
جن کون ہے جو نالے سے اپنے نہین جلا

کس کے چار ابرو کے نظارے نے مجھکو ٹھہرا دیا
درمیان پاتا ہون دل کو چار سو تلوار کو

شراب کیون نہ چلے فصل گل مین اے زاہد ناسخ
کہ نہر جاری ہوئین موسم بہار آیا

۱۵ خوش لہجہ بہت بکاولی تھی
گاتی اور ناچتی بڑی تھی[۲]

پہلا مصرعہ یہ اعتراض ہے کہ (خوش گلو یا خوش آواز کی جگہ غلطی سے خوش لہجہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے (خوش لہجہ) خوش گلو اور خوش آواز کے معنون مین برابر استعمال ہوتا ہے حافظ ؎

دلم از پردہ بشد حافظ خوش لہجہ کجاست
تا بقول و غزلش ساز و نوائے بکنیم

گل و گلچین کا گلہ بلبلِ خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی نوا کے باعث

[۱] سند صحیح نہین ہے کیونکہ اس شعر مین (پری) مذکر ہے اور اس لئے (اُتارے) بجائے مجہول لکھا گیا ہے لفظ پری محبوب اور حسین کے معنون مین مذکر بھی آتا ہے باقی دو شعرون کی سند بھی لکمزور ہے ۱۲ اڈیٹر [۲] یہ مصرعہ گلزار نسیم کے اس نسخے اڈیشن مین غلط چھپ گیا ہے یعنے کاتب نے گاتی کے بدلے گانے اور ناچنے کے بدلے ناچتی بنا دیا ہے گو کہ ایک نقطے کا بڑھا دینا اور گھٹا دینا کاتبون کی معمولی سی غلطی ہے۔ مگر حضرت معترض نے اس قرین قیاس بات کو نظر انداز کرکے مجھکو تصرف بیجا کا ملزم ٹھہرایا ہے۔ خیر اسکا جواب اس مضمون کے آخری حصہ مین دیا جائیگا ۱۲۔

دوسرے مصرع کی نسبت شرر کا اعتراض ہے کہ (گائن کی جگہ گانی اور ناچنے والی کی جگہ ناچنی غلط ہے اس موقع پر پھر حضرت شرر نے ایک قدیم محاورے کو (غلط) ٹھہرانے میں تکلف نہیں کیا ہے - گلزار نسیم کی زبان وہ زبان ہے جو کہ لکھنؤ میں ۹۶ سال پیشتر مروج تھی - گانی اور ناچنی کی ترکیب اس زمانے میں ضرور غیر فصیح معلوم ہوتی ہے - مگر نسیم کے زمانے کے شعرا کے کلام میں اسکی مثالیں مل سکتی ہیں مثلاً میر انیس صاحب فرماتے ہیں ؎

دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی ‌ ‌ ‌ ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا ‌ ‌ ‌ جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

اس رباعی کے دو مصرع میں آنیوالی کی جگہ (آنی) اور جانے والی کی جگہ (جانی) نظم کیا گیا ہے یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ (گانے والی اور ناچنے والی) کے بدلے (ناچنی) استعمال کرنا دونوں کی ترکیب میں سرمو فرق نہیں ہے - حضرت شرر کا ایک اعتراض ہے کہ گلزار نسیم میں چنگل اور چنگال کا لفظ تین جگہ استعمال ہوا ہے - اور تینوں جگہ بے موقع اور غلط - اس اعتراض کی تشریح کے لئے ذیل کے تین مصرعے لکھے گئے ہیں (۱) پہونچا لب حوض سے نہ چنگل - (۲) شہزادے پہ اس نے مارا چنگال (۳) پیاسے پہ نہیں حنائی چنگال - پہلے مصرع کے معنے حضرت شرر نے لکھدئے ہیں یعنی (ہاتھ نہیں پہونچا) اسکے علاوہ اور کچھ نہیں تحریر فرمایا ہے دوسرے مصرع کی نسبت یہ لکھا گیا ہے کہ (یہاں اگر یہ کہا جائے کہ پرونکی طرح پری کے پنجے بھی تھے تو شاید صحیح ہو جائے تیسرے مصرع پر یہ اعتراض ہے کہ مہندی لگے ہاتھوں کو حنائی چنگال کہنا لکھنؤ کی زبان نہیں ہے ان اعتراضات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت شرر کا خیال ہے کہ چنگل اور چنگال محض پنجہ جانور کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے جس شخص نے فارسی کی درسی کتابیں بھی پڑھی ہیں وہ جانتا ہے کہ فارسی شعرا نے (چنگال) ہاتھ کے معنوں میں برابر استعمال کیا ہے شیخ سعدی بوستاں میں کہتے ہیں ؎

مرا در صفاہان یکے یار بود ‌ ‌ ‌ کہ جنگ آور و شوخ و عیار بود

پلنگانش از زور و سرپنجہ زیر ۔ فرو بردہ چنگال در مغز شیر

تیسرے مصرع پر جو اعتراض ہے وہ بالکل خارج از آہنگ ہے (حنائی چنگال) فارسی کا محاورہ ہے اسکے نسبت یہ کہنا کہ یہ لکھنؤ کی زبان نہین ہی کوئی معنی نہین رکھتا اگر یہ کہا جائے کہ دست حنائی کے بدلے حنائی چنگال کہنا درست نہین تو اعتراض کے کچھ معنے ہو بھی سکتے ہین مگر یہ اعتراض بھی بیجا ہے ملا شہیدی فرماتے ہین ؎

بستہ رنگ حنا بر چنگل خود اے نگار ۔ یا بخون عاشقان تر کردہ چنگال را

غیاث اللغات صفحہ ۱۳۶ (چنگل و چنگال ۔ پنجۂ آدمی وغیرہ از موید و بہار عجم و جہانگیری وغیرہ)

شلہ بیجا وہ ہوا کہ جاجا ۔ کیسی رانی کہان کا راجا

اعتراض ہے کہ (بیہم ہوا کی جگہ پر بیجا ہوا کہنا بہت ہی مبتذل بازاری زبان ہے) مین نے دیباچے مین خود تسلیم کر لیا ہے کہ نسیم سے بھی اکثر موقعون پر تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہین نبھ سکا ہے اور تمثیلاً دو تین شعر بھی لکھدیے ہین چنانچہ یہ شعر بھی اسی طرز کا ہے اسمین (جاجا) کے لئے (بیجا) نظم کر دیا ہے ۔ حالانکہ بیہم نہایت آسانی سے نظم ہو سکتا تھا اب رہا یہ کہ (بیجا) بازاری زبان ہے اسکی نسبت مین صرف اسقدر کہونگا کہ بیشک اس زمانے کے لحاظ سے حضرت معترض کا کہنا بیجا نہین ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا نسیم کے زمانے مین بھی (بیجا) بازاری مین داخل سمجھا جاتا تھا کہ نہین ۔ میر تقی کا شعر ہے ؎

جنگل[1] زمانے مین تو بحث ہے عشق ہی کا ۔ بیجا ہوا دل اپنا جب وہ مقام نکلا

بیجا کے علاوہ اکثر الفاظ ایسے ہین جو زمانۂ گذشتہ مین ضرور فصیح سمجھے جاتے ہونگے فی الحال وہ بازاری زبان مین داخل ہو گئے ہین ۔ مثلاً میر انیس صاحب نے (جگہ) کے بالعوض (جاگہ) نظم کیا ہے جسکی مثال انکے معاصرین کے کلام مین مشکل سے ملیگی اور اس زمانے مین تو (جاگہ) بازاری

[1] کلیات میر تقی صفحہ ۴۴۳ دیوان چہارم ۱۲ [2] وسواس کا مقام ہے جاگہ پہچانتی ہوں میں یہ صدا شیر حق کی ہے ۔ جلد اول صفحہ ۹۸ بند ۱۲۵ ۔ مسدس کا جانی

(مبتذل بازاری) زبان مین داخل ہے جسکا استعمال قصباتی لوگ بھی معیوب سمجھتے ہین اس بنا پر یہ کہنا کہ میر انیس صاحب نے بازاری اور مبتذل زبان نظم کی ہے بالکل بیجا ہے ؎

شعر جھنجھلا کے ڈرا کے غل مچا کے سمجھا کے بجھا کے دست پا کے

اعتراض ہے کہ (اردو مین دسترس پانا لکھ سکتے ہین مگر (دست پانا) قابو پانا کی جگہ ہرگز جائز نہین ہے) حضرت معترض کو غالبًا معلوم ہوگا کہ (دست یافتن) فارسی کا محاورہ ہے اور قابو پانے کے معنی مین استعمال ہوتا ہے نسیم نے اس محاورہ کا ترجمہ کر دیا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہین ہے نسیم کے زمانے مین اس صورت پر فارسی محاورون کا ترجمہ کر دینا جائز سمجھا جاتا تھا مثلاً دوش دادن فارسی کا محاورہ ہے رند نے اس محاورہ کا ترجمہ بالکل نسیم کی طرح کیا ہے ؎

تیرے کوچے سے بڑھیگا نہ جنازہ میرا بعد مردن نہ دیا تو نے اگر دوش مجھے

ظاہر ہے کہ جسطرح آجکل کوئی قابو پانے کے بدلے (دست پانا) نہین کہتا اسیطرح (کاندھا دینے) کی جگہ (دوش دینا) نہین استعمال کرتا اسی طرح کی اور بہت سی مثالین مل سکتی ہین اردو مین انعام دینا محاورہ ہے مگر چونکہ (انعام کردن) فارسی کا محاورہ ہے لہذا آتش نے یہ کہنے مین تکلف نکیا ؎

باغبان خیر چمن کیا بھی کوئی کام کرین سرو قمری کو عنادل کو گل انعام کرین

علاوہ برین سودا وغیرہ نے تو (دست) قدرت کے معنی مین اکثر استعمال کیا ہے سودا ؎

کون ایسا ہے جسے دست ہو دلسازی مین شیشہ ٹوٹے تو کرین لاکھ ہنر سے پیدا

مصرع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی ۔ اس مصرع پر دو اعتراض ہین اول یہ کہ (اردو مین جانی) کا لفظ سوائے معشوقہ کے اور کسی کی شان مین اور وہ بھی خلوت کے قولون پر استعمال کرنا بدتمیزی نہین غلطی ہے مگر گلزار نسیم مین تاج الملوک اپنی معشوقہ

برابر استعمال کیا ہے ۔ شبی کہ وسوسۂ عقل دست یافت ظہیر + بنوش بادہ کہ این رفع آن ملال کند + ۔

مراد ما اش از دوستی سر بتافت + بنا کام دشمن بر و دست یافت ۱۲ ۔

نہین بلکہ روح افزا سے پہلے ہی ملاقات مین کہتا ہے (جی بجھانہ جانی) اور وہ جواب دیتی ہے کہ (تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی) اس نیم اخلاقی اور نیم شاعرانہ اعتراض کے جواب مین مین صرف اسقدر عرض کرنا چاہتا ہون کہ حضرت شرر نے اس کلمہ شفقت (جانی) کے استعمال کے لئے جو حدود قائم رکھے ہین ممکن ہو کہ اُنکی پیروی آئندہ نسلین کرین - لیکن نسیم کے زمانے مین شرفا لکھنؤ (جانی) کا لفظ سواے معشوقہ کے دوسرون کی شان مین بھی استعمال کرتے تھے محض خلوت مین نہین بلکہ دو چار کے سامنے بلکہ اب بھی جو بزرگ اُس زمانے کے یادگار باقی ہین انکا یہی دستور ہے (جانی) کا لفظ بلا کسی کیک خیال کے محض پیار اور محبت کے اظہار کے لیے بولا جاتا تھا ذیل کی مثالین سنداً درج ہین (دریاے تعشق) مین ماں لڑکے سے کہتی ہے ؎

بیٹا تمسے امید تھی نہ جانی — دے جاؤگے داغ دل نشانی

طلسم الفت (قلق) مین جب شہزادہ سفر کو جاتا ہے تو ماں کہتی ہے ؎

کیا یہی دل مین ٹھان لی جانی — ماں کی ہوتی ہے خانہ ویرانی

پھر آخری رخصت کے وقت دعا دیتی ہے ؎

جانی اللہ کی پناہ تمہین — ہو نہ زنہار رنج راہ تمھین

(زہر عشق مین) بھی ماں لڑکے سے کہتی ہے ؎

پالا کس کس طرح تمھین جانی — کون منت تھی جو نہین مانی

علاوہ برین اگر اس زمانے مین (جانی) کا مفہوم کسیقدر بھی غیر تہذیب سمجھا جاتا تو لفظ مرثیون مین ہرگز استعمال نہوتا اگر ایسا نہین ہے انیس ؎ -

عباس نے روکر کہا کیا چاہیے جانی — شرما کے سکینہ نے یہ کی عرض کہ پانی

جلد اول صفحہ ۲۱۳ بند ۵۳ دبیر ؎

اکبر نے یہ کی عرض بصد اشک فشانی — نرغے مین گھرا ہے وہ یداللہ کا جانی

جلد دوم صفحہ ۱۹۷ اپنڈکس ۔

یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مندرجۂ بالا مثالیں ان موقعوں کی ہیں جہاں ہجوم عام تھا اور خلوت کا ذکر نہ تھا مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت شرر نے اس محاورے کے استعمال پر بدتمیزی کا الزام لگا کر کتنے بزرگوں کی روح کو صدمہ پہونچایا ہے

اس مصرع (تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی) پھر دوسرا اعتراض ہے (تجھ پاس) کا لفظ بھی تیرے پاس کی جگہ کہاں کی زبان ہے (تیرے) کے بدلے (تجھ) اور (میرے) کے بدلے مجھ استعمال کرنا آجکل ضرور ناجائز سمجھا جاتا ہے لیکن سودا اور میر کے زمانے سے لیکر آتش و رند و نسیم و نواب مرزا شوق کے زمانے تک یہ محاورہ عام تھا میر ؎

اب اشک حنا سے جو ترے آنکھیں — وہ تجھ کف رنگین کا مارا ہوا ہوگا

نگر آباد ہیں سب پہ ہیں گاؤں — سودا تجھ بن اُجڑی پڑی ہے اپنی ٹھاؤں

شام سے تا صبح نیند آئی نہ اک دم تجھ بغیر — آتش آگ نالوں نے لگائی اشک نے طوفاں کیا

آنکھ تجھ بن جو کسی پر بت عیار پڑے — رند عوض سبحہ گلے میں میرے زنار پڑے

عاشق روئے حسیناں ہو نہیں بیمار اجل — بن کے صورت حور کی مجھ پاس آیا چاہیئے

پھر یہ منھ لیکے آئے ہو مجھ پاس — دور ہو سامنے سے نفرت ہے

چین دل کو نہ آئے گا تجھ بن — نواب مرزا شوق اسکے بچھڑے ہیں گکھشر کے دن

کیا افسوس کا مقام ہے کہ (تجھ پاس) کی ایسی عام ترکیب پر حرف رکھا جاتا ہے اور ایسے اعتراض سے اساتذۂ لکھنؤ کا دامن آلودہ کیا جاتا ہے ؎

نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر — سٹھرا گئی چشم حلقۂ در

اعتراض ہے کہ (فارسی میں) (حلقۂ در) کنڈی کو کہتے ہیں اور یہاں جب ہی معنے صحیح ہو سکتے ہیں کہ حلقۂ در سے دروازے کا پورا چوکھٹا مراد لیا جائے غالباً حضرت شرر نے ہندؤں کا وہ قدیم ساختہ کا شیوالہ نہیں دیکھا ہے جسے (مٹھ) کہتے ہیں ورنہ آپ ایسا

اعتراض کرتے (مٹھ) کی ساخت گنبد نما ہوتی ہے۔ اسمین دروازے کے چوکھٹے وغیرہ یا کنڈے کو مطلق دخل نہین ہوتا اسکے تین جانب ایک گول دیوار ہوتی ہے اور ایک جانب ایک محراب دار در ہوتا ہے۔ نسیم نے حلقۂ در سے محراب در مراد لی ہے۔ فارسی شعرانے بھی حلقۂ در کو محراب در کے معنون مین استعمال کیا ہے۔ چنانچہ بدر چاچ نے قلعۂ دہلی کی تعریف مین جو قصیدہ لکھا ہے اُسکا ایک شعر محراب در کی تعریف مین درج ذیل ہے ؎

چہ حلقہ ایست کہ قوسے ز حلقۂ در او — محیط تر ز نص ہفت طارم اعلیٰ است

یہ بھی خیال رہے کہ فارسی شعرانے (کنڈی) کے لئے حلقۂ بیرون در زیادہ تر استعمال کیا ہے اور حلقۂ در سے عموماً محراب در مراد لی ہے ؎

۱۲۵ اک دن پنجرا اُٹھا کے لائی — حسن آرا کو وہ کل سُجھائی

حضرت شرر نے پیشتر اس شعر کی تشریح اسطرح کی ہے کہ یہ (تدبیر بتائی کہ یہ آدمی کیونکر پری بنایا گیا ہے) مگر باوجود اصلی مطلب سمجھ جانے کے آپ نے ایک ایسا اعتراض کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس شعر کا مفہوم نہین سمجھے ہین آپ فرماتے ہین کہ (اُردو مین صرف مادی شئیون کی نسبت کل کا لفظ مستعمل ہے۔ طلسم اور جادو اور عمل کی نسبت اس کا استعمال ہرگز جائز نہین ہے) گوکہ حضرت شرر نے یہ کلیہ قائم کردیا ہے کہ اُردو مین کل کا لفظ صرف مادی شئیون مین استعمال ہوتا ہے چنانچہ (ترکیب) کے معنی مین بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے نسیم نے اس شعر مین (کل) سے (ترکیب) مراد لی ہے یعنی حسن آرا کو وہ ترکیب بتائی) اور چونکہ پنجرے مین بھی کل ہوتی ہے۔ لہذا تناسب لفظی کا بھی لطف پیدا ہوگیا ہے اس سلسلے مین لکھنا بھی ضرور ہے کہ حضرت شرر کا یہ دعوےٰ کہ جادو اور عمل کی نسبت (مشین) کے معنی مین کل کا استعمال جائز نہین ہے بالکل بے دلیل ہے۔ میر حسن کی (دیکھئے اعلیٰ اور مقبول عام اُردو مثنوی) مین بدر منیر جب بے نظیر کو جادو کا گھوڑا پرستان مین دیتی ہے تو کہتی ہے ؎

۱؎ جیسا کہ ذیل کے فقرون سے ثابت ہو (یہ کل جادو نگا) (اونٹ کس کل بیٹھتا ہے) (انکو کسطرح کل نہین پڑتی) وغیرہ وغیرہ

یہ گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے ولیکن یہ دے تو مچلکا مجھے

یا دوسرے موقع پر کہتی ہے ؎

جو اُترے تو کل اسکی یون موڑ لو جو برعکس چاہے تو وون موڑ لو

۲۲؎ دن بھر تو وہ فاختہ پڑھاتی شب کو اُسے آدمی بناتی

حضرت شرر کا طوطی فکر اس شعر کی نسبت یون نغمہ زن ہے (طوطا پڑھایا جاتا ہے) مینا پڑھائی جاتی ہے) فاختہ کا پڑھایا جانا ایک بالکل نئی بات ہی) - حضرت شرر کو معلوم ہوگا کہ یہ (طلسمی فاختہ) تھی اور اسکو پڑھانے والی ایک پری تھی جو کہ جادو کے زور سے بہت سی ایسی نئی باتین کر سکتی تھی جو حضرت شرر کے خیال کے مطابق قابل اعتراض تصور کیجا سکتی ہین علاوہ برین فقیر اکثر فاختہ پال لیتے ہین اور اُسے پڑھاتے بھی ہین اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت شرر کا اعتراض صحیح ہی تب بھی اسکا الزام اُس شخص کے سر ہے جسنے قصہ کے واقعات کو ترتیب دیا ہے نہ کہ نسیم کے سر آخر مین یہ عرض کرونگا کہ کسی (نئی بات) کو قابل اعتراض قرار دینا واجب نہین ہے عام طور سے کبوتر اُڑائے جاتے ہین مگر خلیل خان فاختہ اُڑا گئے یہ (بالکل نئی بات ہی) خدا جانے یہ اعتراض (اساتذہ لکھنؤ) مین سے کن صاحب کی پرواز فکر کا نتیجہ ہے - مجھکو تعجب ہے تو اسقدر کہ اس زمرے مین حضرت شرر نے گلزار نسیم کی اس حکایت پر کیون نہ اعتراض کیا جسمین یہ ذکر ہے کہ ایک طائر نے اپنے صیاد سے جواب و سوال کیے یہ (بالکل نئی بات ہے) ؎

۲۳؎ ہو نیچا تو نہ تھا صلاح اُلجھنا دانائی تھی بات کا سمجھنا

اس شعر پر ایک بہت مختصر سا اعتراض ہے کہ (دانائی تھی) کتنا بُرا اور بھونڈا معلوم ہوتا ہے) چونکہ اس اعتراض کی زیادہ تشریح نہین کی گئی ہے لہذا چند اشعار (اساتذہ لکھنؤ) کے کلام سے لکھے جاتے ہین - جنکی بندش اس مصرع (دانائی تھی بات کا سمجھنا) کی بندش کے مطابق ہے -

طلسم اُلفت قلق

شب نہ تھی دودِ آہ عاشق تھا جلوۂ نورِ صبح صادق تھا

عمر بھر مضمون طلائی رنگ کے بندھتے رہے آتش سرنوشت اپنی بھی نسخہ تھا کوئی اکسیر کا

مسجد سے میکدے میں مجھے نشہ لیگیا موج شراب جادہ تھی راہ صواب کا

وادی ایمن میں تھی برق تجلی بیحجاب امیر مینائی حیرت موسے تھی پردہ جلوۂ دیدار کا

اب اس عام بندش کو کسطرح بھونڈا کہیئے ہیں نثر گلزار نسیم کے دیباچے میں یہ خود تسلیم کر لیا ہے کہ نسیم سے بھی اکثر تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہیں نبھ سکا ہے اور تمثیلاً دو تین شعر بھی لکھدیے ہیں لیکن حضرت شرر نے غالباً اعتراضات کی تعداد بڑھانے کے لیئے اس قسم کے شعر بھی لیئے مضمون میں لکھے ہیں جنمیں آپ کے نزدیک نسیم سے تناسب لفظی اچھی طرح نہیں نبھ سکا ہے مگر جن اشعار پر آپ نے اس پہلو سے اعتراض کیئے ہیں وہ ایسے اعتراضات سے بری ہیں اب اس رنگ کے اعتراضات ملاحظہ ہوں ؎

۴۳ وہ غاتیں چلے تفنگ سے وہ چھوٹے تیر فرنگ سے وہ

اعتراض ہے کہ (تفنگ کی چال سے انسان کی چال کو کیا علاقہ ہے) اول تو میں عرض کرونگا کہ (تفنگ چلنے) سے گولی کا چلنا مراد لیا جاتا ہے۔ لہذا انسان کی چال کو تیزی کے لحاظ سے گولی کی (چال) سے تشبیہ دی ہے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ (تفنگ چلنا) گولی کے چلنے کے معنوں میں نہیں استعمال کیا جاتا تب بھی حضرت شرر کے اعتراض کا جادو چلنا نہیں نظر آتا ذو معنی الفاظ کو اسطرح استعمال کرنا جسطرح نسیم نے اس شعر میں (چلے) کو نظم کیا ہے نزاکت شاعرانہ میں داخل ہے اور شعرائے لکھنؤ نے اس قسم کے تکلفات کو بہت رواج دیا ہے چند مثالیں درج ذیل ہیں آتش ؎

ایسی وحشت نہیں دل کو کہ سنبھل جاؤنگا صورت پیرہن تنگ نکل جاؤں گا

ظاہر ہے کہ پیرہن سے نکلجانے سے آدمی کے نکلجانے کو منطقی طور پر کوئی علاقہ نہیں ہے۔ مگر شاعری میں ایسا کرنا جائز ہے اس رنگ کی اور مثالیں بھی ہدیۂ ناظرین ہیں وزیر ؎

ضعف ہو جائیگی کیا خون کی چھینٹیں اڑکر آستیں کا ہی تیری کوس اٹھیں منزل قاتل

ساقی ہول ہے عشق کسی خانہ جنگ کا ۔ مانگون گا میکشی کو پیالہ تفنگ کا

(حضرت شررؔ کہین گے کہ میکشی کے پیالہ سے اور تفنگ کے پیالے سے کیا علاقہ) قلق ؎

اسکی تلوار کے رومال کا پھاہا تو نہین ۔ آب شمشیر کی تاثیر جو تیزاب مین ہے

ایسا کانٹا ہے خار مژگان کا ۔ وزن کر لیتا ہے زر جان کا

دور ہوتا روح طائر سے کثافت جسم کی ۔ رند گھاٹ پر اسکی سروہی کے نہانا چاہیئے

۲۵ وہ پور بی کرکے جو گیا بھیس ۔ جنگلے کی راہ سے چلا دیس

اعتراض ہے کہ سب رستے چھوڑ کر تاج الملوک جنگلے کی راہ محض اسلیئے بھیجا گیا کہ مصنف گلزار نسیم کو اس لفظ کی ضرورت تھی) حضرت شررؔ نے اس مقام پر بھی سیاق کلام سے چشم پوشی کی ہے۔ یہ شعر اس موقع کا ہے کہ جبکہ تاج الملوک گل لیکر وطن کی طرف کشتی پر چلا ہے اور جب (وطن کے متصل) آگیا ہے تو اس مقام پر یہ صورت پیش آئی ؎

سوچا کہ مین خود ہون خانہ برباد ۔ کیا جانیئے کیا پڑیگی افتاد

لازم ہے گل اپنے ہاتھ رکھیئے ۔ موقع نہین بھیڑ ساتھ رکھیئے

لنگر کا کیا انھین اشارا ۔ خود کشتی سے کر گیا کنارا

وہ پور بی کرکے جو گیا بھیس ۔ جنگلے کی راہ سے چلا دیس

اس سلسلے مین آخری شعر کے پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ تاج الملوک کو بھیڑ ساتھ رکھنا منظور نہ تھی اسلیئے وہ دریا کی راہ چھوڑ کر فقیرونکے لباس مین جنگل کے رستے سے وطن کیطرف چلا۔ نیز وہ بھیس بدلکر چلا تھا اور یہ نہین چاہتا تھا کہ اسے کوئی پہچانے اسلیئے وہ بھی شاہراہ سے کنارہ کشی کرکے جنگلونمین ہوتا ہوا وطن کی طرف سدھارا ؎

۲۶ نقش اسکو ہوا کہ بس وہی ہے ۔ ان سادون سے کندہ کب ہوئی ہے

اس شعر پر دو اعتراض ہین اولاً یہ کہ (اسکے دل پر نقش ہوا) کے بدلے) نقش اسکو ہوا کہنا کوئی معنی نہین رکھتا اس نہ ملنے کے لحاظ سے حضرت شررؔ کا اعتراض بہت بجا ہے

لیکن نسیم کے وقت مین یہ اختصار جائز سمجھا جاتا تھا شیخ ناسخ فرماتے ہین ؎

سارے نقشے سامنے آنکھون کے ہین　　　نقش ہین نقش و نگار لکھنؤ

(یعنے دل پر نقش ہین ہمارے) - دوسرا اعتراض حضرت شرر نے (سادون پر جڑا ہے آپ فرماتے ہین) (اصل تو سادہ مزاج) (سادہ لوح) ہے) سادے آدمی) اور سادے لوگ بھی سہی) مگر محض (سادون کا) لفظ تو ٹھیک نہین معلوم ہوتا اس اعتراض کے لیئے وہی جواب ہے جو اس کے پیشتر کے اعتراض کے لئے لکھا گیا ہے اور دو شعر سنداً پیش ہین

ترک کرواتا ہے عشق سادہ رو ناسخ　　　زاہد بے دین بھی کتنا سادہ ہے

(یعنے سادہ لوح ہے یا سادہ آدمی ہے) جانصاحب ؎

کتنے سادہ ہو کہ　　　مین بھبو کا لعل منگوا دون تمھین دو چار سرخ

جس زمانے مین (محض سادہ) سادہ لوح کے بدلے بولا جاتا تھا تو اُسکی جمع سادون بھی ضرور فصیح سمجھی جاتی ہوگی ؎

۲۷ دیوون نے ادھر محل بنایا　　　کشتی سے وہ دختِ رز کو لایا

اعتراض ہے کہ نسیم نے مجودا کو (بغیر خیال کیئے دختِ رز) لکھدیا اور یہ یاد نہین رہا کہ دختِ رز شراب کو کہتے ہین -

حضرت شرر کا غالبًا یہ خیال ہے کہ (دختِ رز) سے کوئی معشوقہ عورت مراد لینا جائز نہین ہے - لیکن ایسا نہین ہے آتش کا شعر ہے ؎

دخترِ رز میری مونس ہے میری ہمدم ہے　　　مین جہانگیر ہون یہ نورجہان بیگم ہے

یا قلق کہتے ہین ؎

لبالب بادہ گلرنگ سے دل کا پیالہ ہے　　　وہ مے کش ہون کہ مین نے دختِ رز کو گھر مین ڈالا ہے

ظاہر ہے کہ نہ آتش محض (شراب کو) نورجہان بیگم کہہ سکتے تھے نہ قلق یہ کہہ سکتے تھے کہ مین نے شراب کو گھر مین ڈالا ہے لیکن (دختِ رز) نورجہان بیگم بن سکتی ہے - تو مجودا کیون نہین

بن سکتی اور چونکہ محمود اکشتی پرتھی اور کشتی دخت رز سے بھی خاص تعلق رکھتی ہے اسلیئے تشبیہ اور بحیثیت ہوگئی جس شخص کو شعر و سخن کا کچھ بھی مذاق ہے وہ اس قسم کی شاعرانہ نزاکتین بخوبی سمجھ سکتا ہے

ش ۲۸ وہ گندم جو نما تھی بالی - حضرت شرر اس مصرع کی نسبت فرماتے ہین کہ (رعایت لفظی نے مضمون کی مٹی خراب کی ہے) میری سمجھ مین نہین آتا کہ اس مصرع مین کیا عیب ہے بہتر ہوگا اگر حضرت موصوف کسی آیندہ موقع پر اپنے اس مختصر مگر ناموزون اعتراض کی تشریح فرمائین

ش ۲۹ فوارہ تو کم خزانہ باقی - اس شعر کی نسبت حضرت شرر نہایت حیرت سے فرماتے ہین کہ (بھلا فحش و ابتذال کی کوئی حد ہے) جسطرح حضرت شرر نے گلزار نسیم کی زبان پر بحث کرتے ہوے تمام قدیم محاورون کو جو کہ اب متروک ہوگئے ہین غلط کہنے مین تکلف نہین کیا ہے اسیطرح اس موقع پر تنقید سخن کے اس اصول اولین سے بے خبری ظاہر کی ہے کہ کسی شاعر کے کلام کے اخلاقی پہلو پر اس زمانے کی تہذیب کا معیار پیش نظر رکھ کر بحث کرنی چاہیئے - جس زمانے مین کہ وہ شاعر پیدا ہوا تھا - نسیم کے زمانے مین ان فحش محاورون کا نظم کرنا ناروا نہین سمجھا جاتا تھا جن کا زبان پر لانا اب خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے چونکہ شاعر کا کلام اسکے زمانے کی تہذیب کا آئینہ ہوتا ہے - اسلیئے گلزار نسیم بھی فحش کے کانٹے سے پاک نہین ہے - نسیم اس حالت مین ضرور قصوروار تھے جبکہ اُنکے کلام مین فحش محاورے ملتے اور اُنکے معاصرین کا کلام ایسے محاورون سے پاک ہوتا مگر ایسا نہین اس زمانے کے اکثر شعرا کے کلام مین فحش محاورے موجود ہین -

ش ۳۰ باہم زن و مرد نے کیا سیل ۔ دریا سے ملا وہ قطرہ زن سیل

اعتراض ہے کہ (یہان سیل کے معنی ہی کچھ نہین باقی رہے) غالباً حضرت شرر (قطرہ زن) کے معنی (قطرہ بار) سمجھے ہین جبھی آپ فرماتے ہین کہ (یہان سیل کے کچھ معنی باقی نہین رہے) مگر ایسا نہین ہے (قطرہ زن) فارسی کی ایک خاص اصلاح ہے جسکے معنے (شتابندہ) کے ہین - یہان قطرہ زن سیل سے (شتابندہ سیل) مراد ہے جو کسی صورت مین

بے معنی نہین ہے (قطرہ زن) کے معنون کی نسبت حضرت شرر کوئی لغت دیکھکر اپنا اطمینان کر سکتے ہین ۔

۱۳۵ غربت مین وطن کی دُھن سمائی　　اس فیل کو یاد ہند آئی

اعتراض ہے کہ (فیل سے تشبیہ صرف ہند کی ضرورت سے دیگئی ہے ۔ مگر کس قدر برا معلوم ہوتا ہے ۔ حضرت شرر کا اس مصرع کی نسبت کچھ ہی خیال کیون نہو مگر اسکو قبول عام کی سند مدت ہوئی مل چکی ہے ۔ یہ مصرع ضرب المثل ہوگیا ہے کہ ع اس فیل کو یاد ہند آئی ۔

۱۳۶ خواہش جو لائی جان ہوئی وہ　　ہلکا ہوا وہ گران ہوئی وہ

اعتراض ہے کہ خیر بکاؤلی تو چونکہ آدھی پتھر کی ہوگئی تھی اسلئے گران ہوئی مگر ایسی حالت مین تاج الملوک صاحب کیونکر ہلکے ہوئے ۔ تعجب ہے کہ حضرت شرر لکھنؤ کے اس معمولی محاورے سے واقفیت نہین رکھتے کہ (ہلکا ہونا) ذلیل ہونے کے معنون مین بولا جاتا ہے نسیم نے (ہلکا ہوا) سے یہ مرادلی ہے کہ وہ بھری محفل مین ذلیل ہوا اور شعرا ے اُردو نے بھی یہ محاورہ نظم کیا ہے ۔ قلق ؎

بیتابی اُلفت نے کیا ہے سُبک ایسا　　خاطر پہ گران یار کی نظرون مین ہون ہلکا

جان صاحب کی دوگانہ بیجیائی کیا کہون　　چانٹا کر دیا ہلکا مجھے منجھلی بوا کے سامنے

حضرت شرر اس شعر مین (گران ہوئی) کے معنی بھی غلط سمجھے ہین (گران ہوئی) کے معنے اس مقام پر یہ ہین کہ بکاولی اہل محفل کی طبیعت پر گران ہوئی ۔ حضرت شرر یہی فرماتے ہین کہ (گلزار نسیم کے بہت سے اشعار مین افعال کا استعمال ایسی بُری طرح سے ہوا ہے کہ جو نہ لکھنؤ والون کے نزدیک جائز ہو نہ دہلی والون کے نزدیک اس اعتراض کی تائید مین حضرت ممدوح اس قسم کے مصرعے پیش کرتے ہین

ع خاتم کے نگین بتائے ہوتے ۔ (خاتم کے نگین انھون نے بتا سئے ہوتے) (یا خاتم کے نگین کو بتایا ہوتا) ع حیلہ کر کے چھپائی پچھند (بجائے) اسکو چھپایا)

ع اس شب کو بغل مین آکے جاگا (یعنی اس رات جب وہ آئی تب جاگا ۔

ع بیداری کا وہ ماہ پیکر (یعنی اس ماہ پیکر کو بیدار کیا وغیرہ وغیرہ - بیشک آجکل جو زبان کا رنگ ہے اسکے لحاظ سے افعال کا استعمال اس صورت پر غیر فصیح معلوم ہوتا ہے - لیکن نسیم کے معاصرین کے کلام مین اس قسم کی ترکیبین عام نظر آتی ہین ذیل کی مثالین ملاحظہ ہون ناسخ ے

کیا اتحاد ہے کہ سو وہ پیٹا جو گاڑ کر مدفن مین ہو گیا ہے ہمارا بدن سفید

(یعنے اُس نے اپنے تئین پیٹا) کے بدلے وہ پیٹا استعمال ہوا ہے) ناسخ ے

کیون نہو وہ نوجوان برسات مین رنگین لباس پیر گردون تک شفق کا لال جوڑا چاہیئے

(یعنی پیر گردون تک کو شفق کا الخ ناسخ ے

گھر مین ترے پاس سے جاتا ہین اب تو سیکھا ہے میرے ڈھنگ آئینہ

(یعنے اب تو آئینہ نے میرے ڈھنگ سیکھے ہین) . ناسخ ے

بوسہ مانگا مین نے وہ بولے گھر سے نکل جو کہ سائل ہو وہ دروازے کے باہر چاہیئے

(یعنے اس کو دروازے کے باہر ہونا چاہیئے - آتش ے

جوش وحشت مین جو لی زندانیِ مین راہ دشت کو دکان مجھکو خدا حافظ پکارے شہر سے

(یعنی کو دکان نے مجھکو خدا حافظ پکار کر کہا - آتش ے

باغ عالم مین یہی میری دعا ہے روز و شب خار خار عشق گل رخسار توڑا چاہیئے

(خار خار عشق گل رخسار کو توڑا چاہیئے - آتش ے

ہو گیا ہے ایک مدت سے دل نالان خموش باغ مین جا کر اسے بلبل سُنانا چاہیئے

(اسے نغمۂ بلبل سنوانا چاہیئے - رند ے

حاضر اگر ہے دنکو تو غائب ہے رات کو غمزہ یہ کس حسین سے سیکھا ہے آفتاب

(یعنے آفتاب نے یہ غمزہ کس حسین سے سیکھا ہے) رند ے

رند ہجر ستا مین ہوے ہین تنگ اسپئے اللہ کو پکارتے ہین

(یعنی ہم نے اپنے اللہ کو پکارا ہے -

دریائے تعشق (واجد علی شاہ)

پایا نہ مگر وہ ماہِ طلعت
پوشیدہ رہا برنگِ نکہت

(یعنی اس ماہِ طلعت کو نپایا) یہ بجنسہ ویسے ہی ہے جیسے کہ بیدار کیا وہ ماہِ پیکر قلق سے

خواہش جستجوئے یار حد سے بھی کچھ ہے بیشمار
بعد فنا میرا غبار ڈھونڈ پھرا گلی گلی

(یعنی اُسے ڈھونڈھتا پھرا گلی گلی ہے) اُس زمانہ مین نظم کے علاوہ نثر مین بھی افعال کا استعمال اس صورت پر جائز سمجھا جاتا تھا - فسانۂ عجائب سے ذیل کا اقتباس تمثیلاً درج ہے (دولہا نے سہرا سر سے لپیٹ دولھن گود مین اُٹھائی الخ (یعنی دُلھن کو گود مین اُٹھایا) حضرت شررؔ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ شتر گربہ کے عیب سے بھی یہ مثنوی خالی نہین اور اس اعتراض کی تائید مین ایک شعر پیش کیا ہے جو کہ ذیل ہے ہے

۴۳ ہے یاکہ نہین خطا تمھاری
فرمایئے کیا سزا تمھاری

افسوس ہے کہ حضرت شررؔ اس شعر کی نزاکت کو نہین سمجھے ورنہ یہ اعتراض نکرتے - یہ شعر اس موقع کا ہے جبکہ بکاولی تاج الملوک پر اپنے غصّہ کا اظہار کر رہی ہے اور یہ سب پر روشن ہے کہ جسوقت کوئی شخص عالم غیظ مین کسیکو خطاب کرتا ہے تو وہ یہ نہین سوچتا کہ میری تقریر اسوقت (شتر گربہ) کے عیب سے پاک رہے وہ کبھی (تم) کہتا ہے کبھی طنزاً آپ کہتا ہے چنانچہ اس شعر مین نسیمؔ نے بکاولی کے غصے کی تصویر کھینچی ہے اور وہ کبھی (تم) کہتی ہے کبھی طنزاً (فرمایئے) کہتی ہے الفاظ سے اس قسم کی مصوری کرنا کمال شاعری مین داخل ہے - اگر اس شاعرانہ نزاکت کے خیال کو بالائے طاق رکھکر اس شعر کو محض ایک ملائے مکتبی کی نگاہ سے دیکھیے تب بھی حضرت شررؔ کا اعتراض بیجا نظر آتا ہے کیونکہ نہ تو فارسی شعرا نے (شتر گربہ) سے پرہیز کیا ہے نہ قدیم اساتذہ اُردو نے محض طبقۂ حال کے شعرا نے (شتر گربہ) کو ناجائز قرار دیا ہے - نسیمؔ کے معاصرین کے کلام مین (شتر گربہ) کی پچاسون مثالین مل سکتی ہین طوالت مضمون کے خیال سے ہر شاعر کے کلام سے دو ایک مثالین دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا حافظ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را
بسرت گر ہمہ عالم بسرم نجر و شند رر نتوان برد ہوا سے تو بُرون از سرما

ہر لباس آپکو ہے زیبندہ آتش جامہ زیبی کے بادشاہ ہو تم
تم تو غریب خانہ مین آئیے نہ اکروز فرمایئے تو شب کو کسیوقت آؤن مین

مین جان بلب ہون گلا کاٹیا گلے سے طوناسخ جو اسمین آپ کو منظور ہو وہ جھٹ پٹ ہو
ہاتھ سے رند کو کھوتے ہو عبث رند کہین ایسا نہو پچھتایئے آپ

آپ کو کچھ نہین خیال اپنا قلق دیکھو کے ئے مین تو حال اپنا
تیز دستی کی پایئے گا سزا قلق شامت آجائیگی تمھاری بچا

شکل دکھلا دو کبریا کے لیئے نواب مرزا شوق بام پر آؤ ذرا خدا کے لیئے

پڑی ہین سر مین جو مین اب ایسی کہ زچ ہی ہجنی سیدل اسکا جانصاحب مانی امان مین سر مین پڑی ہون منگا دو تھوڑا سا مجکو پارا
اس اعتراض کے بعد حضرت تشرر فرماتے ہین کہ دو ایک جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا سے چھپنے مین غلطی ہوگئی ہے اور وہ اتبک چلی آتی ہو مسٹر چکبست نے ان غلطیونکی طرف بھی توجہ نہین کی - اس دعوی کی تائید مین آپ ذیل کے دو شعر پیش کرتے ہین ــــ

۵۳۵ دہرو کو دیا یہ لطف و اکرام آتے آرام جاتے پیغام
۵۳۶ دیکھا تو تمام دشت گلزار دائین بائین دو دستہ بازار

پہلے شعر کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ صاف ظاہر ہے کہ پیغام کی جگہ انعام کا لفظ کیون ہو لے سرا مین جو مسافر ٹھہرتے ہین انکو سرا کا مالک کسی قسم کا پیغام تو دیسکتا ہے مگر وہ انعام کیون دینے لگا کیا اچھا ہوتا کہ اس اعتراض کی تشریح کر دیجاتی - دوسرے شعر کی نسبت تحریر ہے کہ (دو رستہ) کی جگہ (دو دستہ) ہوگا ممکن ہے کہ اہل عرفان اس اصلاح کا منشا سمجھ لین - میرا فہم تو اس تصرف کا مطلب سمجھنے مین قاصر ہے شاید حضرت تشرر کا یہ خیال ہو کہ دو رستہ لکھنؤ یا دہلی کا محاورہ نہین اس شبہہ کے مٹانے کے لیئے دو شعر تمثیلاً درج ذیل ہین ؎

طلسم الفت (قلق)

سب دو کانین دو رستہ ہون رنگین حد سے افزون ہو شہر کی تزئین

گھر سے نوشہ کے تا مکانِ عروس یون دو رستہ تھے جھاڑ اور فانوس

دو رستہ جو روشن چراغان تھے میر حسن ہنستے خوشی سے غزل خوان تھے

مضمون کے آخری حصّے مین حضرت شرر کا اشہب قلم بالکل بے قابو ہو گیا ہے چنانچہ بلا وجہ آپ نے اکثر ذاتی حملے بھی کیے ہین - مثلاً متعدد جگہ آپ نے مجھے تصرف بیجا کا ملزم ٹھہرایا ہے اور اس رنگ کے فقرے لکھے ہین کہ "وہ ہمارے دوست نے بہت سی اور نئی غلطیان پیدا کر دین" "وہ اہل زبان سے پوچھیے کہ اس اصلاح سے شعر بنا یا بگڑا" "اس اصلاح نے شعر کی مٹی خراب کر دی" "وہ غرض اس اصلاح مین بھی ناسمجھی سے مثنوی پر ظلم ہوا ہے" "وہ بے تکلفی کو خاک مین ملانے کے بعد شعر کو کیا غارت کر دیا" "وہ افسوس ان اصلاحون نے مثنوی کو کیسے گہرے اور بڑے زخم لگے ہین" اور جس بنیاد پر آپ نے ان ہوائی تیرون کا نشانا بنانا چاہا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو - آپ فرماتے ہین کہ "مسٹر چکبست صاحب نے اس نئے اڈیشن کو خود مصنف صاحب کے اصلی اڈیشن (یعنی وہ اڈیشن جو نسیم کی زندگی مین مطبع حسینی مین سنہ ۱۸۴۴ء شائع ہوا تھا) کے مطابق درست کر کے شائع کیا ہے" مین نے اسکا اندازہ کرنے کے لیے مطبع نامی کی آخر سنہ ۱۹۰۱ء کی چھپی ہوئی گلزار نسیم منگوائی اور اس سے مقابلہ کر کے دیکھا واقعی تحقیق اور تنقید کے معنی یہی ہین مین کہتا ہون کہ اگر حضرت شرر اور کسی مطبع کی چھپی ہوئی مثنوی سے اس نئے اڈیشن کا مقابلہ کرتے تو ان کو بہت سی اُردو اصلاحین اور تصرفات ملجاتے - خیر جو کچھ حضرت شرر نے میری نسبت تحریر فرمایا ہے اسکا ترکی بترکی جواب دینا مین تہذیب مضمون نگاری کے خلاف سمجھتا ہون میرا جواب صرف اسقدر ہے ع بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی - جن اشعار مین حضرت شرر کو تصرف بیجا کا شک پیدا ہوا ہے اُن مین سے اکثر مین واقعی کتابت کی غلطیان ہو گئی ہین

ـــــــــــ

ــہ جس حالت مین کہ حضرت شرر نے ایک نقطے یا نون تنوین کے گھٹ جانے یا بڑھ جانے کو تصرف بیجا قرار دیا ہے ۱۲

صحیح	غلط
بولی وہ جمیلہ پھر کرون کیا	بولی وہ جمیلہ کہہ کرون کیا
پوچھتے ہی جگ اُن کا ٹوٹا	پوچھتے ہی جگ اُنھون کا ٹوٹا
جلتی تھی ہمیشہ دختر اس کو	جلتی تھی ہمیشہ دختر اس کو
قاصد نے جو رُخ پری دکھایا	قاصد نے رخ پری دکھایا
قسمت سے مفر ہے اب نہ مامن	قسمت سے مقر ہے اب یہ مامن
صیاد نئی لائی پھانس کر صید	صیاد تھی لائی پھانس کر صید
چلئے گا تو ساتھ ہین بلا عذر	چلئے گا تو ساتھ مین بلا عذر

ان مصرعون کے علاوہ اور جن اشعار پر حضرت شرر کو (اصلاح) (یا تصرف) کا شک ہوا ہے وہ اسی حالت پر ہین جس حالت مین کہ وہ اصلی اڈیشن مین پائے گئے تھے - انمین ایک لفظ کا تغیر یا تبدل نہین کیا گیا ہے - مین نے اصلی اڈیشن پر اگر کہین تصرف کیا ہے تو صرف اس قدر کہ یاے معروف کے بجائے یاے مجہول یا اکثر یاے مجہول کے بدلے یاے معروف بنادیا ہے کیونکہ پرانے زمانے کے کاتب یاے معروف اور یاے مجہول کا فرق نہین مانتے تھے - نامی پریس کی مثنوی کو جس شخص نے ترتیب دیا ہے اُس نے اکثر قدیم محاورون کے بدلے اِس زمانے کے محاورے لکھدیے ہین غالباً اسی بنا پر حضرت شرر فرماتے ہین کہ (بازاری پریس نے مثنوی کو بگاڑا نہین بلکہ بنادیا) میری راے مین اس قسم کا تصرف کرنا طالبان فن زبان کے حق مین ظلم کرنا ہے چاہے عامیانہ مذاق کے لوگ

سلہ متعلق صفحہ ۱۱۳ - اس حالت مین آپ سے یہ امید نہین ہوسکتی کہ آپ کسی لفظی تغیر کو کتابت کی غلطی تسلیم کرین - لیکن کاتبونکے لیئے ایسی غلطی کرنا کوئی (نئی بات نہین ہے) حضرت شرر کے اسی اعتراضات والے مضمون مین گلزار نسیم کا ایک مصرع اسطرح چھپا ہے ع دانا تو چلے تنگ سے وہ - جہل و تعصب کا اشارہ تو یہی ہے کہ مین بھی کہون کہ حضرت شرر نے (تو) بڑھا کر (جو بجا ہے) مصرع کی بے تکلفی اور سادگی کو بگاڑ دیا ہے) یا ناموزون کردیا لیکن عقل سلیم کہتی ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے نہ کہ مضمون نگار کی - مراد اس سے یہ ہے کہ ایسی کتابت مین غلطی ہوجانا (فاختہ کے پٹھے ہونے) کی طرح ناممکن نہین - ۱۲

ایسے تصرفات کو پسند کرین کیونکہ اُنکی نظر وسیع نہین ہوتی ہے مگر نقادان سخن جانتے ہین کہ مترجم کا فرض یہہ ہے کہ وہ کسی گنجینہ دار معانی کی چھوڑی ہوئی امانت مین کسی طرح کی خیانت نکرے

آخر مین حضرت شرر اپنے مضمون کی نسبت فرماتے ہین کہ (بعض حضرات کو یقیناً یہ تحریر ناگوار گذرے گی اور مین بھی خدا سے چاہتا ہون کہ اُنھین سخت ناگوار گذرے) کیونکہ ایسی صورت مین وہ شاید زیادہ جوش سے جواب لکھین گے مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ علمی مباحثون مین ایسے جوش بیجا کا اظہار جسکے حضرت شرر طالب ہین اصل کو خبط کر دیتا ہے اور صرف سخن پروری پر آمادہ کر دیتا ہے - اگر حضرت شرر کے مضمون کے جواب لکھنے مین کوئی صاحب اس قسم کا جوش صرف کرینگے کہ جس سے کہ مضمون مذکور کا ایک ایک حرف معمور ہے تو سوا اسکے کہ انصاف کا خون ہو اور کچھہ نہ حاصل ہوگا - نقادِ سخن کا فرض یہ ہے کہ وہ اثبات کے لیے دست بدعا نہ ہو کہ دوسرون کو اُسکی تحریر ناگوار گذرے بلکہ اثبات کی کوشش کرے کہ اسکے مخالف اسکے دلائل پورے طور سے سمجھ جائین -

برج نرائن چکبست لکھنوی -

از اودھ پنچ جلد ۲۹ - نمبر ۳۳ مطبوعہ ۱۷ - اگست ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

(جواب اعتراضات شرر از پنڈت برج نرائن چکبست)

گذشتہ اپریل کے دلگداز مین جو اعتراضات حضرت شرر نے گلزار نسیم پر شائع کیے تھے اُن کا جواب اُردوے معلے مین لکھدیا گیا تھا - لیکن اُردوے معلے کے وقت پر نہ شائع ہونے سے اکثر تعجیل پسند طبیعتون کو مختلف افواہین اُڑانے کا موقع ملا - لہذا یہ مناسب معلوم ہوا کہ اس مرتبہ ۱۱ - مئی ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین جو تازہ اعتراضات حضرت شرر کے نام سے شائع ہوے ہین اُنکا جواب اودھ پنچ مین دیا جائے - اور جو اعتراض پیشتر کیے گیے تھے اُنکی نسبت کسی اخبار نے یہ لکھدیا کہ (جو اعتراضات شرر نے کیے ہین گو موجودہ زمانے مین اُنکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانے مین نسیم تھے اُسوقت کی زبان اور طرز کلام دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے اسکی تردید مین حضرت شرر تحریر فرماتے ہین کہ نسیم کو اتنا زمانہ نہین گذرا کہ اُنکی طرف سے ایسی عذرداری جائز سمجھی جاے - زہر عشق - بہار عشق - اور طلسم اُلفت اُنھین کے زمانے کی یا اُنسے پہلے کی مثنویان ہین اور وزیر - رند - صبا - اور خلیل وغیرہ کا جو دور تھا اُس کے آخری شخص نسیم ہین) مجھکو حیرت ہے کہ حضرت شرر نے تاریخی واقعات کی ترتیب بدلنے کی جرأت کسطرح فرمائی - ابھی ایسے کہن سال بزرگ زندہ ہین جو آتش - ناسخ - رند - صبا - نسیم وغیرہ کی آنکھین دیکھے ہوے ہین اور جنکے سامنے اُن اساتذہ کامل فن نے وفات پائی حضرت شرر اُنسے اس امر کی تصدیق کر سکتے ہین کہ نسیم - رند - صبا - وزیر - خلیل - وغیرہ کے دور کے آخری یادگارون مین نہ تھے بلکہ اس دور کے اولین شعرا مین سے تھے - رند - صبا

وغیرہ تو در کنار نسیم کا انتقال آتش کے سامنے ہوا ہے اس دعوی کی تائید میں ان تمام شعرا کی تاریخہاے وفات ذیل میں درج ہیں جن سے کہ اصل حقیقت آئینہ ہو جاتی ہے -

(تاریخ وفات نسیم مصنفہٗ عاشق لکھنوی)

ع کشیدہ آہ و بگفتہ نسیم باغ جنان ـ

(تاریخ وفات آتش ۱۲۶۲ھ مصنفہٗ اسیر لکھنوی)

دلم از مرگ آتش بود غمکش ۔ زغم تا والف خود را سہ تا ساخت
زآتش یافتم تاریخ آتش ۔ تپش از دامن شین نقطہ انداخت ۱۲۶۲ھ

(تاریخ وفات خواجہ وزیر)

بجر تاریخ رحلتش این گفت ۔ وا ے خواجہ وزیر عالی قدر ۱۲۷۰ھ

(تاریخ وفات صبا مصنفہٗ بحر لکھنوی)

بجر ازین مصرع جانسوز گل سال رسید ۔ چمن ہستی موہوم صبا شد برباد ۱۲۷۲ھ

علاوہ برین صبا کے ذیل کے شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ نسیم انکے سامنے اس دار فانی سے رحلت کر گئے تھے ؎

اُٹھ گئے ہین نسیم جسدن سے ۔ اے صبا وہ ہوا ے باغ نہین

رند کی کوئی تاریخ وفات دستیاب نہو سکی لیکن انکے ایک شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ آتش نے انکے پیشتر وفات پائی وہ شعر یہ ہے ؎

صحبت شعر و سخن ہو گئی برہم اے رند ۔ بعد آتش نہ نظر ایک بھی استاد آیا

اور یہ امر طے شدہ ہے کہ نسیم آتش کے سامنے مر گئے تھے - لہذا رند نے بھی انکے بعد ہی وفات پائی - خلیل کی بھی کوئی تاریخ وفات نہ ملی لیکن کہن سال بزرگون سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نسیم انسے پہلے اس دنیا سے اُٹھ گئے تھے - ان تاریخی شہادتون پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شرر کا دعوی بالکل بے بنیاد ہے

برعکس اسکے قدامت کے لحاظ سے مذکورۂ بالا شعرا کے نام ذیل کی صورت پر ترتیب دیے جاسکتے ہیں۔

نسیم	سال وفات	۱۲۶۰ھ	رند و خلیل نے
آتش	؍؍	۱۲۶۳ھ	بھی نسیم کے
خواجہ وزیر	؍؍	۱۲۷۰ھ	بعد وفات پائی
صبا	؍؍	۱۲۷۳ھ	

اب ان تاریخی واقعات سے چشم پوشی کرکے کہنا کہ وزیر رند۔ صبا۔ خلیل وغیرہ کا جو دور تھا اسکے آخری شخص نسیم ہیں) انصاف کی آنکھوں میں خاک ڈالنا ہے۔[له]
نیز حضرت شرر کا یہ دعوی کہ زہر عشق بہار عشق اور طلسم الفت انہیں کے (یعنی نسیم) زمانے کی یا اُن سے پہلے کی مثنویاں ہیں) بالکل خلاف واقعات ہے۔ گلزار نسیم کے آخر میں نسیم کی کہی ہوئی تاریخ تصنیف موجود ہے۔

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد ۔۔۔ گلزار نسیم نام بنہاد
بشنید و نوید ہاتفے داد ۔۔۔ توقیع قبول روز بیش باد
۱۲۵۴ھ

طلسم الفت کی لوح پر لکھا ہوا ہے کہ مثنوی طلسم الفت اسکا تاریخی نام ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گلزار نسیم کے بارہ برس بعد مثنوی طلسم الفت (۱۲۶۶ھ) تصنیف کی گئی یا یوں کہیے کہ مثنوی گلزار نسیم محمد علیشاہ کے ابتدائے دور میں تصنیف ہوئی ہے اور طلسم الفت واجد علیشاہ کے زمانے میں لکھی گئی ہے زہر عشق۔ بہار عشق۔ لذت عشق۔ وغیرہ حکیم نواب مرزا شوق سے یادگار ہیں۔ یہ مثنویاں بھی واجد علیشاہ کے زمانے میں تصنیف ہوئی ہیں کیونکہ ان میں اکثر مقامات پر واجد علیشاہ کا حوالہ دیا گیا ہے بہار عشق میں ایک شعر ہے ؎

نہ سمجھنا کہ کوئی اور رہے ہے ۔۔۔ شاہ واجد علی کا دور رہے ہے

[له] اودھ پنچ مولانا شرر تو ہزار برس ادھر کی عرب کی تاریخ جانتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ہندوستانیوں میں سے پردہ آیا مگر لکھنؤ کی پچاس برس ادھر کی تاریخ نہیں جانتے اور انشاء اللہ سے المورخ کے اوڈیٹر مستقل ہونے کا دعوے رکھتے ہیں ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند ۱۲

لذّت عشق کے آخر مین یہ شعر موجود ہے ؎

دعا پر ہوئی ختم یہ مثنوی ۔ سلامت رہے شاہ واجد علی

پس ثابت ہوا کہ نواب مرزا شوق کا شمار گلزار نسیم کے پیشتر کی تصانیف مین نہین ہو سکتا کیونکہ غالباً حضرت شرر کو اس سے انکار نہو گا کہ واجد علیشاہ کی سلطنت کا زمانہ محمد علیشاہ کے بعد آیا ہے[۱]۔ مجھکو سخت افسوس ہے کہ علمی مباحثون مین اس قسم کے ناجائز تاریخی تصرفات سے کام لیا جاتا ہے ممکن ہے کہ کم استعداد اور جاہل لوگون پر یہ تدابیر کارگر ہو جائین۔ لیکن سخن فہم اور سخن سنج حضرات جنھون نے گلزار نسیم کے علاوہ اور شعرا کا کلام بھی پڑھا ہے اور جو اُردو شاعری کی تاریخ سے واقف ہین وہ مانا کہ اس خاص موقع پر مصلحتاً زبان سے کچھ نہ کہین مگر ایسے تصرفات وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھین گے —

آخر مین مین حضرت شرر سے بصد ادب پوچھتا ہون کہ جس حالت مین آپ اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر چکے ہین کہ دکوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ اگر آتش نے اس دلبستگی کی بنیاد پر جو انھین نوعمر شاگرد سے تھی اسی کی تحریک سے یا اسکی مشق اولین دیکھ کے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو۔ پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھ کے لیے بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو) (دلگداز بابت ماہ مارچ ۱۹۰۵ء) پھر آپ کسطرح فرماتے ہین کہ گلزار نسیم کی زبان بہت پرانی زبان نہین ہے کیونکہ اسکا مصنف وزیر ۔ رند ۔ صبا ۔ اور خلیل وغیرہ کے دور کا آخری شخص ہے ۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ آتش اپنے شاگردون کے دور کے آخری شخص ہین بہتر ہوتا کہ حضرت شرر قبل اعتراضات پیش کرنے کے ان متضاد بیانات کی تشریح فرما دیتے —

[۱] اودھ پنچ - یہ کہان سے آپنے فرض کر لیا کہ مولانا شرر کو انکار نہو گا جسطرح کہ مولانا کے پاس ایک جانصاحب کا پرانا لکھا ہوا دیوان موجود ہے جسمین حَمَل کی جگہ یہ حمل لکھا ہوا ہے ممکن ہے اسیطرح مولانا کے پاس کوئی پرانی لکھی ہوئی تاریخ اودھ موجود ہو جسمین یہ لکھا ہو کہ محمد علی شاہ کا دور واجد علیشاہ کے بعد آیا ہمارا ظن غالب ہے کہ مولانا کے پاس ایسی تاریخ ضرور ہے اور اسی کی بنیاد پر یہ لکھا گیا کہ نسیم لکھنوی رند ۔ صبا کے دور کے آخری شاعر تھے ۱۲

خاص اعتراضات ملاحظہ ہون -

ع جس گل کی ہوا لگی تھی لائے -

اعتراض ہے کہ (شوق تھا) یا ہوس تھی کے محل پر ہوا لگی تھی غلط محاورہ ہے ہوا لگنا اس شعر مین طبیعت پر اثر پڑنے کے معنون مین استعمال ہوا ہے - اس مصرع کا مطلب یہ ہے کہ جس گل کا انکی طبیعت پر اثر پڑا تھا وہ لے آئی یہ محاورہ اس موقع پر اسیطرح استعمال ہوا ہے جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے کہ آپ کو بھی کرسی کی ہوا لگ گئی - جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کیا آپکی طبیعت پر بھی کرسی کی آب وہوا کا اثر پڑا ہے -

ع لازم ہے گل اپنے ہاتھ رکھئے -

اعتراض ہے کہ (اپنے ہاتھ مین رکھئے ہونا چاہیئے تھا) اس محل پر لفظ (مین) کو حذف کر دینا ناجائز ہے - حضرت شرر اس مصرعے کے یہی معنی مین سمجھے (ہاتھ رکھئے) سے مراد نہین ہے کہ گل اپنی مٹھی مین رکھئے یہان (ہاتھ) استعارۃً (اختیار کے) معنون مین استعمال ہوا ہے جیسا کہ ذیل کے اشعار مین قلق ؎

جسنے نقش درم نہین پایا عمل دست غیب ہاتھ آیا

طلسم الفت وزیر ؎

ابتو ہے منھ کا برسنا اپنے ہاتھ آستینین ابر دریا بار ہین

کیا کہون گا اگر اس بتنے کہا محشر مین داغ داور حشر ترے ہاتھ ہے عزت میری

اور (ہاتھ) جب اس صورت پر (اختیار) کے معنون مین استعمال ہوتا ہے تو اسکے بعد (مین) لانا ناجائز سمجھا جاتا ہے - حضرت شرر سے اس موقع پر میری یہ استدعا ہے کہ اگر آپ پھر کبھی کسی محاورہ پر اعتراض فرمائین تو جس صورت پر آپ اس محاورے کا استعمال جائز سمجھتے ہون اسکی تشریح کے لئے کسی استاد کا شعر بھی سند ادرج کر دین - ورنہ اس فضول بحث سے کنارہ کشی کیجائے گی -

ع معروض کیا کہ یا شہنشاہ)

اعتراض ہے کہ (معروض کیا) غلط ہے عرض کیا) چاہیے - اسمین محاورہ ہی نہین غلط ہے بلکہ نحو وصرف کی جاہلانہ غلطی ہے) (معروض نمودن) فارسی کا محاورہ ہے نسیم نے اپنے محاورے[1] کا ترجمہ کر دیا ہے - اور نگ زیب اپنے رقعات مین لکھتا ہے - دران مقام بخشیان عظام احوال نو سرفرازان منصب معروض نمودہ حکم عرض مکرر و نظر ثانی حاصل میکردند الخ) مجھکو حیرت ہے کہ حضرت شرر کے قلم سے ایسا اعتراض کسطرح نکلا جس سے فارسی کے معمولی محاورون سے عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے - مین اسکو تجاہل عارفانہ[2] کہونگا افسوس ہے تو صرف اسقدر کہ نسیم کی بدولت حضرت شرر نے اورنگ زیب کی روح کو بھی صدمہ پہونچایا کیونکہ حضرت شرر کے کلیہ کے مطابق (معروض نمودن) لکھنا صرف و نحو کی جاہلانہ غلطی ہے -

ع دیکھ آجو تجھے دہل نہ ہووے)

اعتراض ہے کہ (ڈر نہ ہووے) کی جگہ دہل نہ ہوئے خدا جانے کہان کی زبان ہے اہل لکھنؤ تو نہ بولتے تھے نہ بولتے ہین)

یہ اعتراض بالکل بے محل ہے حضرت شرر کو اس سے تو انکار نہ ہوگا کہ (دہل) خوف کے معنون مین استعمال ہوتا ہے - پھر اگر نسیم نے خوف کی جگہ (دہل) استعمال کیا تو کیا گناہ کیا محض اس بنا پر (دہل) ہونے کو غلط ٹھہرایا کہ اہل لکھنؤ کے روزمرہ کی بول چال سے اسے تعلق نہین ہے کوئی معنی نہین رکھتا بقول منشی امیر احمد صاحب مینائی متعدد لغات ایسے ہین جو صرف شعرا

---

[1] اُردوے معلّٰی (جولائی سنہ ۱۹۰۵ء) مین جو میرا مضمون حضرت شرر کے اعتراضات کے جواب مین شائع ہوا ہے اس مین متعدد مثالین یہ ثابت کرنے کے لئے لکھ دی گئی ہین کہ نسیم کے زمانے مین فارسی محاورون کا لفظی ترجمہ ناجائز نہین سمجھا جاتا تھا - مثلاً آتش نے (دوش دادن) کا ترجمہ دوش دینا کر دیا ہے حالانکہ اُردو مین کاندھا دینا کہتے ہین ۱۲

[2] اودھ پنچ - اڈیٹر دستور العرفان کے لئے (تجاہل عارفانہ) بھی کیا خوب ۱۲ -

خیال ادا کرنے مین مستعمل ہین اور روزمرہ کی بول چال سے اُنکو چندان تعلق نہین ہو (امیر اللغات حصۂ اول صفحہ ۵ دفعہ)

مثلاً آتش۔ ٹھوکرین کھائی ہین جو ہم نے بتونکے عشق مین + آپ ہوتے جاتے ہیں یہ آزار کھینچے (آزار کھینچے) کو روزمرہ کی بول چال سے تعلق نہین ہے۔ عام طور پر صدمہ اُٹھانا یا ایذا کھینچنا بولتے ہین آزار کھینچنا اہل لکھنؤ نہ بولتے تھے نہ بولتے ہین۔ داغ ؎

نہ کھایا تھا کبھی خون جگر ہم نے مگر کھایا نہ پایا تھا کبھی آزار اُلفت مین مگر پایا

(آزار پانا) اہل دہلی نہ بولتے تھے نہ بولتے ہین۔ اسکے بدلے مصیبت اُٹھانا اذیت پانا عموماً زبانون پر جاری ہے۔ اس قسم کی سیکڑون مثالین دیجا سکتی ہین مگر طوالت مضمون مانع ہے۔

ع قاصد سے کلام لطف بولا۔

اعتراض ہے کہ (کلام بولنا۔ صاحب لوگونکے بیرا اور خانساماں لوگون کی زبان ہے) اگر حضرت شرر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیتے تو آپکو نسیم کی شان مین ایسے کلمے زبان پر لانے کی ضرورت نہوتی (کلام بولنا) کلام گفتن کا ترجمہ ہے اور کون کلمہ گو نہین جانتا کہ کلام گفتن فارسی کا محاورہ ہے قدیم زمانے مین اکثر محاورے ایسے استعمال ہوتے تھے جو کہ اب بیرا اور خانساماں استعمال کرتے ہین مثلاً قلق طلسم الفت مین کہتے ہین ؎

تمکنت کو نہ کام فرماؤ اک نظر مڑ کے دیکھتے جاؤ

اب کوئی اہل زبان (کام فرماؤ) نہ کہے گا لیکن بیرا اور خانساماں اپنے (صاحب سے) اکثر ایسا کہتے ہین۔ یہ بھی کار فرمودن کا ترجمہ ہے۔ یا ایک مقام پر طلسم الفت مین فیل کا شعر لکھے گا ؎

بولی گھبراؤ نا سمجھ لین گے ہم صفائی تمھاری کر دینگے

(اب گھبراؤنا) کوئی نہین بولتا اہل زبان اسکے بدلے نہ گھبراؤ کہین گے۔ لیکن قلق پر آجکل کی زبان کے لحاظ سے اعتراض کرنا حماقت ہے۔

۵۶ ع ہوش اسکے ہوا ہوے کہہ تو

اعتراض ہے کہ (کہہ تو) فارسی کے بگوئی کا ترجمہ ہے ۔۔۔۔ چنانچہ مثنوی میر حسن مین بھی جا بجا موجود ہے - مگر ناسخ و آتش کے وقت سے یہ الفاظ متروک ہین اور نسیم کے لیے انکا موزون کرنا ہرگز جائز نہ تھا)

اِس موقع پر بھی حضرت شرر کا عتاب نسیم مرحوم پر بیجا ہے نواب مرزا شوق اپنی مثنوی موسوم بہ لذت عشق مین کہتے ہین سہ

امیرون کی پیچھے سواری چلی کہے تو کہ بادِ بہاری چلی
مصفا وہ نہر اسمین اک بیعیل کہے تو کہ ہے موجزن سلسبیل

غالبًا[له] حضرت شرر کو اس سے انکار نہوگا کہ (لذت عشق) کا اور میر حسن کی مثنوی کا زمانہ تصنیف ایک نہین ہے اور نواب مرزا شوق مرحوم آتش ناسخ و نسیم کے دور کے بعد کے شعرا مین ہین

۵۷ ع مشہور ہے ضد انس و جانی ۔

اعتراض ہے کہ (ضد انس و جان) کی جگہ پر (ضد انس و جانی) جاہل کے سوا پڑھے لکھے کی زبان سے نہ نکلے گا (بیشک اس زمانے مین کسی پڑھے لکھے کی زبان سے (ضد انس و جانی) نہ نکلے گا - لیکن نسیم کے دور کے شعرا اس قسم کے تصرفات جائز سمجھتے تھے طلسم الفت مین قلق کہتے ہین سہ

اِک طرف خیمۂ حباب استاد فرش قالین موج حسب مراد
جبکہ یہ آسمان نے کی بیداد گھاٹ پر تھے جو اہل شہر استاد

له اودھ پنچ - یہ آپنے کسطرح فرض کر لیا کہ حضرت شرر کو اس سے انکار نہ ہوگا حضرت شرر تو اُلٹے چلتے ہین جسطرح یہ لکھدیا گیا کہ رند و صبا وزیر کے دور کے آخری شخص نسیم تھے اسی روش پر یہ ثابت کر دیا جائیگا کہ لذت عشق میر حسن کی مثنوی کے قبل تصنیف ہوئی ہے اور نواب مرزا شوق آتش و ناسخ کے دور کے اولین شخص تھے غالبًا رسالہ المورخ مین یہ سب باتین ثابت کر دیجائین ۱۲ —

یا قریب عشق مین نواب مرزا شوق لکھتے ہین ؎

دیکھ یہ آدمی سے ہین نے کہا　　　نام وگھر پوچھے کہاری کا

یا آتش کہتے ہین ع در دوران سے المضاف ہوا ع کوئی نہین چھوڑتا حلوۂ بے دودھ کو

اس زمانہ مین (استادہ) بدلے استاد (نام ونشان) بدلے نام وگھر (المضاعف کے بدلے المضاف حلوائے بے دودھ کے بدلے حلوۂ بے دودھ) جاہل کے سواکسی پڑھے لکھے کی زبان سے نہ نکلے گا۔ لیکن اگر اس زمانے کے لحاظ سے کوئی شخص آتش فلق اور شوق کو جاہل مطلق قرار دے تو اُسکی عقل کا خدا ہی حافظ ہے۔

۵۵ ع مشتاق کو خوش خبر سنائی۔

حضرت شرر فرماتے کہ بھلا کوئی بھی (خوش خبری) کی جگہ (خوش خبر) کہ سکتا ہے۔ شاید کہا جائے کہ (خوش خبر) خبر خوش کی ترکیب مقلوب ہے مگر یہ اُردو مین اس سے بدتر ہے کوئی خوشخبری کی جگہ۔ خوش خبر کہ سکے یا نہ کہ سکے مگر حافظ نے کہا ہے۔ جیسا کہ اس کے ذیل کے شعر سے ثابت ہے ؎

مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد　　　ہدہد خوش خبر از طرف سبا باز آمد

اس شعر مین (خوش خبر) کے معنی (خوشخبری) اور مژدہ کے ہین جسکو استعارتاً ہدہد کہا ہے

اب رہا یہ دعوی کہ ترکیب مقلوب کا استعمال اُردو مین بدترین افعال مین سے ہے اسکا جواب اساتذہ زبان اُردو کے اشعار ذیل زبان حال سے دے رہے ہین۔

ہجر کی شب کی مصیبت کسطرح تحریر ہو آتش جمع کر سکتا نہین کوئی پریشان خواب کو

یعنی خواب پریشان کو ناسخ ؎

لپٹین گے آکے حال ہین ہم صوفیونکی طرح　　　بیٹھے ہین گرچہ بزم مین مطرب پسر سے دور

یعنی پسر مطرب سے دور ناسخ ؎

مرا رعنا غزال آکر لحد پر جا نہین سکتا　　　کہ ہے گل وام کا عالم یہان پھولونکی چادر مین

(غزال رعنا کے بدلے رعنا غزال اور دام گل کے عوض گل دام ملاحظہ ہو) قلق طلسم اُلفت ؎

یہ تو کیا دخل ہے کہ عذر کرین — کہیئے تو سب غلامی خط لکھ دین
دل فگارون کو چھیڑتے ہو عبث — دوختہ زخم اُدھیڑتے ہو عبث

(خط غلامی) کے بدلے غلامی خط اور زخم دوختہ کے عوض دوختہ زخم ملاحظہ ہو

۹ وان جوڑا چست و تنگ بدلا — یان جوڑے کے منھ کا رنگ بدلا

اعتراض ہے کہ اگر دوسرے مصرع مین جوڑے کے عوض (مادہ) کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مین خیال کرتا ہون کہ زیادہ فصیح ہوتا)

اس اعتراض کی نسبت مین صرف اسقدر عرض کرونگا کہ اس موقع پر نسیم نے میر حسن کی تقلید کی ہے اُردو کی پہلی اعلیٰ اور مقبول عام مثنوی سحر البیان مین بدر منیر کی رقیب یون بے نظیر سے کہتی ہے ؎

تجھے سیر کو مین نے گھوڑا دیا — کہ اس مالزادی کو جوڑا دیا

حضرت شرر کے اصول کے مطابق میر حسن کے اس شعر مین (جوڑے) کے بدلے (نر) زیادہ فصیح معلوم ہوگا[۱]

۱۰ ع دیکھا تو وہ دونون کرتے تھے خواب)

اعتراض ہے کہ (خواب کردن) فارسی کا محاورہ ہے - اُردو مین سونے کے محل پر (خواب کرنا) کہنا غلط ہے اور اگر اسمین کسی صاحب کو عذر ہو تو ناسخ - و آتش کے زمانے سے اسوقت تک کسی مستند شخص کے کلام سے ثبوت پیش کرین - مجکو عذر ہے (خواب کرنا) اُردو کا محاورہ ضرور ہے دو شعر تمثیلاً درج ذیل ہین آتش ؎

انتظار ملک الموت مین بیدار ہون مین — بخت خفتہ کو مرے خواب گران کرنے دو
کرین شوق سے آج اس جادہ خواب [illegible] — مین خط کا لکھونگا اُسے خود جواب

[۱] اور دوسرے پیچ - حضرت شرر نے اعتراض تو بڑے زورون مین کیا تھا - مگر مادہ برآمد ۱۲ -

اب مین یہ نہین کہہ سکتا کہ حضرت شرر کے نزدیک آتش و شوق (مستند شخص) ہین کہ نہین[۱]

سلا ع اُس نقش مراد کو جگایا ۔ (یعنی بکاولی کو)

اعتراض ہے کہ جب اسی (یعنی بکاولی کو) نقش مراد دیا تھا تو فعل بھی اسکے مناسب لاتے ۔ حالانکہ جگایا صرف جادو جاتا ہے ۔ نقش نہین جگایا جاتا اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ نقش جگانا) اردو کا محاورہ نہین ہے ۔ تب بھی حضرت شرر کا اعتراض کوئی معنی نہین رکھتا اس وضع کے شعر اردو شعرا کی تصانیف مین بہت مل جائینگے ۔ مثلاً قلق طلسم الفت مین شہزادی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہین ؎ کہ یہ سرو ریاض رعنائی + باغ سے کوئی گل کھلا لائی + چونکہ تمام شعرائے اردو فارسی نے سرو کو بے گل و ثمر) قرار دیا ہے ۔ لہذا حضرت شرر کے کلیے کے مطابق قلق نے جب شہزادی کو سرو قرار دیا تھا تو فعل بھی اُسکے مناسب لاتے ۔ سرو کے لیے گل کھلاتا) بالکل خلاف واقعات ہے ۔ مگر حضرت شرر کا کلیہ صحیح نہین ہے نہ قلق کا شعر قابل اعتراض ہے نہ نسیم کا ۔ طوالت مضمون کے لحاظ سے صرف ایک مثال دینے پر اکتفا کیا ۔ ورنہ متعدد سندین پیش کی جا سکتی تھین (نقش مراد) پر کیا منحصر ہے نسیم اگر یہ کہتے ع اُس ماہ کو خواب سے جگایا تب بھی غلط نہوتا ۔ لیکن چونکہ جادو جگایا جاتا ہے اور نقش کو جادو سے ایک خاص تعلق ہے ۔ لہذا شعر مین ایک خاص لطافت پیدا ہوگئی جس شخص کو شعر و سخن سے مذاق ہے وہ شعر کی نزاکت اور خوبی بخوبی سمجھ سکتا ہے ۔

سلا ع وہ نقش وفا عمل مین پائی ۔

اعتراض ہے کہ (چاہیئے تو یون تھا) کہ اس نقش وفا کو عمل مین پایا) لیکن خیر اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی تو تذکیر و تانیث کا لحاظ رکھتے ۔ بکاولی کو قرار تو دیا نقش اور پھر اُسکے ساتھ فرماتے ہین (پائی) زبان[۲] کو یہ کسقدر ناگوار گذرتا ہے) اس اعتراض کے پہلے حصے کا جواب اردوے معلی

---

[۱] اور پھر یہ ہرگز نہین (مستند شخص) وہی ہو جو آنکھین بند کرکے یہ لکھدے کہ حضرت شرر کے اعتراضات کسی کے اُٹھائے نہین اُٹھ سکتے اور جو اسکے خلاف کہے وہ شہدا ہے ۱۲

[۲] غالباً حضرت شرر کا مطلب کانون سے ہے ۱۲ ۔

(جولائی ۱۹۰۵ء) مین دیدیا گیا ہے) یعنی جس صورت پر فعل کا استعمال اس مصرع مین ہوا ہے
وہ نسیم کے وقت مین جائز تھا۔ اس موقع پر بھی چند مثالین درج ہین۔ آتش ؎

تمھارے روبرو پھیکا رخ شمس و قمر دیکھا	وہ نان بے نمک پایا یہ شیر بے شکر دیکھا

(اس شعر کے دوسرے مصرع مین وہ نان بے نمک پایا) سے مراد یہ ہے کہ (اسکو نان
بے نمک پایا۔ واجد علی شاہ دریائے تعشق ؎

پایا نہ گر وہ ماہ طلعت	پوشیدہ رہا برنگ نگہت

(یعنے اس ماہ طلعت کو نہ پایا) رجب علی سرور (فسانۂ عجائب) دولھا نے سہرا سرسے
لپیٹ دلھن گود مین اٹھائی (یعنی دلھن کو گود مین اٹھایا) اسیطرح اور مثالین دیجا سکتی ہین
اس مصرع پر دوسرا اعتراض ہے کہ (نقش) کے ساتھ پائی استعمال کرنا ناجائز ہے۔ اسکی
نسبت پھر مین عرض کرونگا کہ جس شخص نے نسیم کے علاوہ کسی اور شاعر کا کلام بھی پڑھا ہے
وہ ایسا اعتراض نکرے گا اس قسم کی ترکیب اردو مین عام ہے۔ چند مثالین طلسم الفت سے
سندا درج ذیل ہین ؎ بولین سب جو ہین اتری دو خورشید+ نکل آیا کہین سے تو خورشید) حضرت شرر
کے اصول کے مطابق (خورشید) کے ساتھ (اتری) استعمال کرنا زبان کو ناگوار گذرتا ہے) ؎

کہ وہ سرو ریاض رعنائی	باغ سے کوئی گل کھلا لائی

(حضرت شرر کہین گے کہ شہزادی کو قرار تو دیا سرو) اور پھر اسکے ساتھ فرماتے ہین گل کھلا
لائی (زبان کو یہ کس قدر ناگوار گذرتا ہے) ؎

فرصت وقت وہ قمر پا کر	گود مین بیٹھی اسکی اٹھلا کر

(قمر) کے لیے (بیٹھی ملاحظہ ہو)

۱۳ ع شعلے سے زیادہ پاک دامان۔

اعتراض ہے کہ (بکاؤلی راجہ اندر کی محفل مین جل چکنے کے بعد پھر زندہ ہوئی اور
ناچنے کو کھڑی ہوئی۔ تو چونکہ کثافت سے پاک و صاف ہو گئی تھی۔ لہذا اسکی تعریف کرتے ہین

(شعلے سے زیادہ پاک داماں) بھلا یہ پاک دامانی کا کون محل تھا۔ کہنا چاہیے تھا پاک وصاف اور کہہ گئے (پاک داماں) کتنا معقول تصرف شاعرانہ ہے۔

اس اعتراض سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس مصرع کی لطافت تو درکنار حضرت شرر اس کا مطلب بھی نہ سمجھ سکے ورنہ ایسا اعتراض نہ فرماتے۔ بکاؤلی کی (کثافت) اخلاقی کثافت تھی یعنی اسکا دامن ایک غیر جنس کی صحبت سے آلودہ ہو گیا تھا۔ وہ اسیلئے جلائی گئی کہ ازسرنو وجود مین آکر پیشتر کی سی پاک داماں ہو جائے جیسا کہ راجہ اندر کے حکم سے ظاہر ہے ؎

پو آتی ہے آدمی کی لیجاؤ ناپاک ہے آگ اسے دکھا لاؤ

اگر محض جسمانی کثافت دور کرنا مقصود ہوتا تو محض پانی سے غسل کافی تھا اور اس موقع پر (پاک وصاف) کہنا درست ہوتا۔ مگر جو واقعات نسیم نے نظم کئے ہین انکے مطابق (پاک داماں) ہی کہنا مناسب تھا اس موقع پر یہ لکھدینا بھی مناسب ہے کہ شعلے کو شعرا نے (پاک دامن) قرار دیا ہے کسی فارسی اُستاد کا مشہور شعر ہے ؎

عبث دعوائے خون پروانہ بر شعلہ ہمید ارد چو از آلایش آن دامنش را پاک می بیند

۵۴ ع معمول سے پھر بزم ہوئی جمع۔

اعتراض ہے کہ (حسب معمول یا معمول کے موافق کی جگہ (معمول سے) نسیم کی اُن فصاحتوں مین سے ہے جنسے سارا لکھنؤ محروم ہے

اس اعتراض کی نسبت مین صرف اسقدر عرض کرونگا کہ اگر قلق لکھنوی کی زبان لکھنؤ کی زبان ہے تو حضرت شرر کو اس اعتراض کی نسبت پھر کچھ تحریر نہ فرمانا چاہیے۔ طلسم الفت کا شعر ہے ؎

ساتھ اُس آفتاب کو لیکر آئی معمول سے سہری پر

اگر محض ابلہ فریبی مدنظر نہو تو اس قسم کے اعتراضات سے کوئی ظاہر فائدہ نہین معلوم ہوتا۔

۵۵ ع جام اس نے بھر دکھا پیالے۔

لہ اود دھ پنچ ۔ اور یہ اعتراض کتنا نامعقول ہے ۱۲ ۔

حضرت شرر فرماتے ہین۔ سبحان اللہ! (پیارے) کیا خوب رعایت تو اچھی ہے مگر یہ بکاولی ہے یا تاج الملوک کے گھر مین کوئی گوارن آ پڑگئی ہے) مجھکو تو گوارن کی زبان کی شناخت نہین مگر اسقدر جانتا ہون کہ (پیا) کا لفظ اہل لکھنؤ کی زبان پر بھی جاری ہے ۔ رنگیلے پیا جانعالم۔ شاہ عالم پیا دہلی کا مشہور فقرہ ہے ۔ علاوہ برین ۔ بکاولی نے یہ لفظ خلوت[1] کے موقع پر اختلاط کی گفتگو کے سلسلے مین استعمال کیا ہے ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اختلاط کی گفتگو مین زیادہ فصاحت و بلاغت سے کام نہین لیا جاتا ہے بلکہ اصلی جذبات دلی کا اظہار پرجوش الفاظ مین کیا جاتا ہے یہ حالت تو خیر مستثنیٰ حالتون مین سے ہے بے تکلفی کے اور موقعون پر بھی اس قسم کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہین ۔ مثلاً طلسم اُلفت مین ایک ایسے موقع پر قلق نے شہزادی اور اُسکی سہیلی کی گفتگو کی تصویر یون کھینچی ہے ؎

مسکرا کر وہ حور غمزے سے ❊ اُنگلی چمکا کے بولی ٹھینگے سے

غالباً ٹھینگے سے عربی یا فارسی کا محاورہ نہین ہے اور نہ لکھنؤ کی شریف زادیان عام طور پر ایسے الفاظ زبان پر لاتی ہین ۔ یہ محاورہ خاصکر (گنوارون) کی زبان سے سُنا جاتا ہے علاوہ برین متقدمین کے کلام مین ہندی الفاظ کثرت سے استعمال ہوئے ہین ۔ مثالین ملاحظہ ہون میر حسن (سحر البیان) ؎ مسافر سے کرتا ہے کوئی بھی پیت + مثل ہے کہ جوگی ہوے کسکے میت واجد علیشاہ (دریائے تعشق) ؎ ہم تینون تمھاری چیریان ہین + بن داموں خریدی لونڈیان ہین قلق (طلسم اُلفت) وہ بھی جب راضی ہو تو کر دینا + حسب خواہش اُسے بھی بر دینا قلق ایضاً ؎ آپ نے اسکے گھر دیا مجھکو + خوب بر ڈھونڈھ کر دیا مجھکو قلق دیوان ؎ گل شمع کا جو مہکے گلزار انجمن مین + بلبل ابھی جنم لے پروانے کے بدن مین نواب مرزا شوق (لذت عشق) ۔ علاوہ برین اور اے خوش سیر + نصیبون سے ملکہ نے پایا یہ بر +

[1] اودھ پنچ ۔ واہ مولانا شرر واہ آپ نے اپنی زبان خوب پہچانی ۱۲ [2] اودھ پنچ خلوت کے موقع پر حضرت شرر نے (پیا) کی گرفت خوب کی ۱۲ ۔

لکھ ع کف مین نمکین کباب لیکر چھڑکا نمک ان جراحتون پر

حضرت شرر فرماتے ہین دکہ اگر باورچیخانہ سے خاص ضرورت کیلئے نمک منگوایا تھا تو کباب کیون ہاتھ مین لئے ۔ کیا یہ بھی کوئی ٹوٹکا تھا ۔ اگر انھین کبابون کا نمک تھا تو چھڑکا کیونکر گو کہ اس اعتراض کا سنجیدگی کے ساتھ جواب دینا سخن فہم حضرات کی توہین کرنا ہے لیکن حضرت شرر نے چونکہ اس شعر کے معنی سمجھنے مین غلطی کی ہے ۔ لہذا اس غلطی کا رفع کرنا ضرور ہے ۔ حضرت شرر کو غالبًا معلوم ہوگا کہ (زخمون پر نمک چھڑکنا) اُردو کا مشہور محاورہ ہے ۔ جو کہ رنج و تکلیف ایزاد کرنے کے معنو ن مین استعمال ہوتا ہے پس اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ تاج الملوک نے اپنے زخمی ہاتھ مین کباب لیکر اپنی تکلیف اور بڑھائی (نمک چھڑکنا) اس شعر کے دوسرے مصرع مین استعارتًا استعمال کیا گیا ہے ۔ اور چونکہ تکلیف زخم کی وجہ سے تھی اور (نمک سے) اسمین زیادتی ہوئی لہذا اس خاص موقع پر اس محاورے کی لطافت دوبالا ہوگئی ہے یہان باورچی خانے کا خیال بے محل ہے

سکھ ع پہونچا اس بزم مین سمان پر ۔

اعتراض یہ ہے کہ دا گر سمان یہان وقت کے معنو ن مین ہے تو خلاف محاورہ ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ جسوقت سمان بندھا ہوا تھا پہونچا تو یہ خیال ان الفاظ مین ادا کرتا کہ سمان پر پہونچانا بالکل غلط ہے

حضرت شرر کا یہ اعتراض اس زمانے کے لحاظ سے درست ہے ۔ کیونکہ اس زمانے مین عمومًا سمان بندھنا بولا جاتا ہے اور (سمان) کا لفظ بجائے خود (کیفیت) کے معنون مین نہین استعمال ہوتا ہے ۔ مگر قدما کے کلام مین اس لفظ کا استعمال سطرح پر جائز سمجھا جاتا تھا چند مثالین درج ذیل ہین میر ؎

اے چرخ نہ ست حریف اندوہ یکسان ہو کیا جانے منھ سے نکلے نالے کا کیا سمان ہو

یعنی نالے کی کیا کیفیت ہو ۔ نواب مرزا شوق (لذت عشق) ؎

سمان تو یہ تھا نور کا ہو رہا یہ شہزادہ منھ ڈھکے تھا سو رہا

لہ اودھ پنچ ۔ شرر نے اگر باورچیخانے کا خیال کیا تو ع دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست ۱۲

اب اس زمانے مین اگر کوئی اس شعر کے پہلے مصرع کے خیال کو ادا کریگا تو وہ کہے گا کہ وہان تجلی نور کا سمان بندھا ہوا تھا - مگر نواب مرزا شوق نے (سمان) کیفیت کے معنون مین الگ استعمال کیا ہے اور پہلے مصرع کے معنے یہ ہین کہ ایک نور کی کیفیت طاری تھی - صبا (مثنوی شکارگاہ) ؎

کرم ہے یہ بندون پہ اللہ کا زمانہ ہے واجد علی شاہ کا
سمان روز پریونکے گانے کا ہے سلیمان یہ اپنے زمانے کا ہے

سمان روز پریونکے گانے کا ہے - یعنی روز پریون کے گانے کی کیفیت پیش نظر رہتی ہے اس زمانے مین یہ خیال اسطرح ادا کیا جائیگا کہ روز پریون کے گانے کا سمان بندھا رہتا ہے نسیم نے بھی سمان اسی صورت پر کیفیت کے معنونین استعمال کیا ہے - ع پہونچا انجم مین سمان پر کے معنے یہ ہین کہ اس بزم مین عین کیفیت کے موقع پر پہونچا -

۱۸ دی آنکھ جوشہ نے رونمائی چشمک سے نہ بھائیون کو بھائی

اعتراض ہے کہ (کیا چیز نہ بھائی) بادشاہ کا رونمائی مین آنکھ دینا) تو پھر بھایا چاہیئے اس شعر کے صاف معنی تو یہ ہین کہ (بادشاہ کی رونمائی مین آنکھ دینی بھائیونکو نہ بھائی) مگر حضرت تسلیم کی اصلاح کے مطابق یہ شعر یون ہونا چاہیئے ؎ دی آنکھ جو شہ نے رونمائی + چشمک سے نہ بھائیونکو بھایا + اب اسکا فیصلہ سخن سنج خود ہی کرلین گے کہ اصلاح کس پایہ کی ہے -

چکبست لکھنوی

از اودھ پنچ جلد ۲۹ نمبر ۳۷ مطبوعہ ۱۴- ستمبر ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

(از چک بست لکھنوی)

گلشن مین کھٹکے زمزمہ پردازیان مری
دم بند ہو گیا ہے ہر اک ہم صفیر کا

اتفاقیہ ایک دوست کی عنایت سے یکم اگست ۱۹۰۵ء کا اتحاد نظر تک پہونچ گیا - اسمین خلاف امید گلزار نسیم کے متعلق چند سطرین نظر سے گذرین خلاف امید مین نے اس لئے لکھا کہ میرا یہ خیال تھا کہ اتحاد کو ان جھگڑے کی باتون سے کیا مطلب اتحاد تو ایک اخلاقی اور تمدنی رسالہ ہے علمی مباحثون سے اور اس سے کیا سروکار - لیکن یہ خیال غلط نکلا - خراب اطناب محل کو چھوڑ کر وہ چند سطرین ملاحظہ ہون جو کہ حضرت شرر نے اتحاد مین اس بحث کے متعلق لکھی ہین حضرت موصوف فرماتے ہین -

گلزار نسیم پر جو اعتراضات جولائی ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین کئے گئے تھے اُنکا جواب سُنتے ہین کہ مسٹر چک بست نے اپنے نام سے اودھ پنچ مین شائع کرایا ہے - مگر ہم ایسے بازاری اور کم حقیقت پرچون کی طرف خطاب کرنا خلاف شان خیال کرتے ہین اگر وہ تحقیقی جواب چاہتے ہین تو کسی مہذب و باوقعت پرچے مین لکھین -

حضرت شرر کے اس ارشاد کی نسبت چند باتین دریافت طلب ہین - اولاً یہ کہ حضرت شرر کو میرے جوابات سے مطلب ہے نہ کہ اودھ پنچ سے اور اگر حضرت موصوف میرے مضمون کا تحقیقی جواب عنایت فرماتے تو وہ میری طرف خطاب کرتے نہ کہ اودھ پنچ کی طرف اودھ پنچ تو

درکنار اگر مین واقعی کسی بازاری اور کم حقیقت پرچہ مین مثلاً کسی دکان کے اشتہار وغیرہ مین اپنا مضمون شائع کراتا تب بھی کوئی ایسا شخص جسے کچھ بھی عقل سلیم سے بہرہ ہے یہ کہنے کی جرأت نکرتا کہ چونکہ مضمون مذکور ایک کم وقعت پرچے مین شائع ہوا ہے لہٰذا اسکا جواب دینا خلاف شان ہے اگر کوئی بات کسی مضمون کے جواب لکھنے مین مانع ہوسکتی ہے تو وہ اُس خاص مضمون کی وقعت وحقیقت ہے نہ کہ اس پرچے کی (حقیقت ووقعت) جسمین کہ وہ مضمون شائع ہوا ہو اگر حضرت شرر یہ عذر پیش کرین کہ انھون نے اودھ پنچ سے اپنی نگاہ لطف وکرم پھیر لی ہے اس صورت مین وہ مضامین ان کی نظر سے کیونکر گذر سکتے ہین جوکہ اسمین شائع ہوتے ہین اسکی نسبت مین یہ عرض کرونگا کہ جن حضرات سے آپ نے یہ سُنا تھا کہ میرا مضمون اودھ پنچ مین شائع ہوا ہے اُن سے آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ وہ حضرات آپکی خدمت مین صرف اسقدر حصّہ اودھ پنچ کا لے آئین جسمین کہ اعتراضات کا جواب درج ہے ــ اور اگر زیادہ احتیاط منظور تھی تو آپ اِس خاص حصّہ کی نقل طلب کراسکتے تھے القصہ حضرت شرر کا عذر ایسا عذر ہے جسکی معقولیت تسلیم کرتے ہین تامل ہوتا ہے ــ اور مین کیا جسکی نظر سے یہ چند سطرین گذرینگی وہ یہی خیال کریگا کہ عذر تو بیجا ہے ــ حضرت شرر کا اصل منشا یہ ہے کہ (عام پبلک) (آپ کے تحقیقی جواب) کے فیض سے محروم رہے ــ

میرا دوسرا سوال حضرت شرر سے یہ ہے کہ اودھ پنچ کس لیے بازاری اور کم حقیقت پرچہ ہے اور کب سے یہ ایسا (بے وقعت) ہوگیا کہ اسکی طرف خطاب کرنا خلاف شان ہے ظاہر ہے کہ اخبار کی وقعت کا اندازہ اُسکے مضامین سے ہوتا ہے اودھ پنچ کو جیسے نامہ نگار ملے لنکے کمال مین داغ لگانا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے ــ مرزا نسیم ظریف ــ پنڈت تربھون ناتھ ہجر ــ احمد علی کسمنڈوی وغیرہ کے نام سے کون واقف نہین ہے ــ افسوس اب کیسے ظریف و نکتہ سنج و سخن فہم و سخندان حضرات تھے ع ترس رہی ہین یہ آنکھین محال ہے دیدار ــ

یہ جنت نصیب بزرگ اسی اودھ پنچ ہی کے مضمون نگار تھے جیسے حضرت شرر بازاری

ہٗ اودھ پنچ سے ہم تو ہرگز نہین کہینگے ــ غیر وغیرہ عنایت ہو محبت کی نظر تھی ــ پڑھتے جاتے ہین کھٹکتے نہیں اودھ پنچ ۱۲

اور کم حقیقت) پرچے کے نام سے یاد فرماتے ہین یا اب بھی اودھ پنچ کے ستونِ اعظم احمد علیصاحب
شوق و سید اکبر حسین صاحب ـ اکبر اور دوسرے باکمال حضرات زندہ ہین جنکی ذات پر اُردو کے
ادب کو فخر ہے ـ انہین سے اکثر حضرات کی شہرت کا آفتاب اودھ پنچ ہی کے اُفق سے طلوع
ہوا ہے اور ابتک اودھ پنچ کو اُن پر ناز ہے اور انھین اودھ پنچ پر خود اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کے
کمال کی نسبت مین کچھ عرض نکرونگا محض اسلئیے کہ ع مبادا بار خاطر ہو کسی طبع گرامی کا
آج کون اخبار یا رسالہ ہے جسکو ایسے باکمال نامہ نگار ملے ہون کہ جنکا شمار مُلک کے اعلے
لکھنے والو نمین ہوا ہو اور جنکے زور قلم کے طفیل سے ایک نئی قسم کا لٹریچر پیدا ہو گیا ہو ـ میرے
لکھنے کی ضرورت نہین ہر سخن شناس اور منصف مزاج شخص جانتا ہے کہ اُردو زبان کبھی اودھ پنچ
کے احسان سے سبکدوش نہین ہو سکتی ـ

اودھ پنچ کی وقعت کا اندازہ تو محض اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اسکا سکہ تقریباً تیس برس سے
اخباری دنیا مین جاری ہے حضرت شرر تو خود ایک کہنہ مشق اڈیٹر ہین اور مختلف رنگ کے
رسالے اور اخبار نکال چکے ہین ـ آپ سے یہ کہنے کی ضرورت نہین ـ کہ بغیر کسی اعلی جوہر کے
کوئی پرچہ تیس برس تک نہین قائم رہ سکتا جو اخبار یا رسالے بد لیاقت اڈیٹرو نکے زیر اہتمام شائع
ہوے اور جنکی اشاعت مین محض ذاتی نفع کا خیال دامنگیر رہا وہ دو تین برس سے زیادہ
نہ چل سکے اور آخر کار اُن پرچونکے بدلے اُنکے اڈیٹرونکی زبان پر پبلک کی نا قدردانی کے شکوے
جاری رہے ـ مگر یہ شکوے کوئی معنی نہین رکھتے زمانہ ایک زبردست محک حق و باطل ہے
یہ اسی شے کی مدد کرتا ہے جسمین کوئی جوہر عالی موجود ہے اور اُس شے کو فنا کر دیتا ہے جو کہ ایسے
جوہر سے خالی ہو اودھ پنچ مین اگر کوئی خاص جوہر نہوتا تو وہ اس عرصہ تک قائم نہین رہ سکتا تھا
اور جہانتک مین خیال کر سکتا ہون دو تین ماہ پیشتر تو حضرت شرر بھی اسکی وقعت کے قائل تھے
دلگداز جب مکرر جاری ہوا تو اودھ پنچ بخدمت مین تبادلہ کی غرض سے حاضر ہوتا رہا ـ حضرت
شرر نے مہذب) نکالا اس سے بھی اودھ پنچ سے تبادلہ ہوتا رہا اگر اودھ پنچ بازاری اور کم حقیقت

پرچہ تھا تو کم سے کم مہذب سے اسکا تبادلہ موزون نہ تھا مہذب کے بند ہونے پر حضرت شرر نے (پردۂ عصمت) نکالا پردۂ عصمت مرحوم) کو خدا بخشے اسکا مین بھی خریدار تھا اسمین اودھ پنچ اکثر مخاطب کیا جاتا تھا اور تو اور ابھی تین ماہ کا عرصہ ہوا کہ جون ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین صفحہ ۱۵۱ پر اودھ پنچ مخاطب کیا گیا تھا خدا جانے دفعتًہ یہ کیا بلا نازل ہوئی کہ اودھ پنچ ایسا بازی اور کم حقیقت پرچہ ہو گیا کہ حضرت شرر اس مضمون کا پڑھنا خلاف شان سمجھتے ہین جو کہ اس مین شائع ہوا ہو بیشک اگر اودھ پنچ سے اس عرصہ مین کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوا ہے تو وہ یہ ہے کہ اُسنے ایک ہندو شاعر لکھنوی کی تائید اور حضرت شرر کی تردید مین پر زور مضامین لکھے ہین اور اسکے قدیمی دوست احمد علی صاحب شوق نے بھی اس گناہ سے اپنا دامن آلودہ کیا ہے۔ حضرت شرر کے نزدیک یہ گناہ اس قابل نہین ہے کہ معاف کر دیا جائے۔ لیکن اسقدر اطمینان ضرور ہے کہ یہ لوگ قیامت مین ضرور بخشد یے جائینگے کیونکہ ع یہ اُسکے بندے ہین جسکو کریم کہتے ہین[له]

ممکن ہے کہ حضرت شرر کہین کہ جو مضامین انکے خلاف نکلے وہ (سخت تھے) اور ایسا ہونا ممکن ہے کیونکہ فطرت کا تقاضہ ہے کہ انسان کو اپنے خلاف موم بھی آہن معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس موقع پر چند امور غور طلب ہین اولًا یہ کہ حالی و سرشار و داغ وغیرہ کے خلاف جو مضامین پنچ مین نکل چکے ہین اُنسے زیادہ سخت یہ مضامین نہ تھے۔ بلکہ مین یہ کہون گا کہ آخر مین دو تین سال اُدھر جو مضامین جلوۂ داغ کی نسبت نکلے ہین اُنمین اکثر بد تہذیبی کا پہلو لئے ہوے تھے۔ اگر حضرت شرر کی طبع ادب آموز اُن مضامین کا بار اُٹھا سکی تو اب اپنے خلاف جو محققانہ و ظریفانہ مضامین نکل رہے ہین اُنسے حضرت موصوف کیون اسقدر ناخوش ہین۔

حضرت شرر کو دیکھنا چاہیئے کہ اُنھون نے بھی عظیم الشان پیشوایان بنی نوع انسان کی طرح ایک نیا دعوی کیا ہے یعنی یہ کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے یہ بالکل نئی

[له] اودھ پنچ ؎ نجات اپنی ہے دیہاتیون کے ہاتھ نہین + بڑا کریم ہے جسکے گناہگار ہین ہم + حضرت شرر کہین گے کہ (ہاتھ) کے بعد (مین) ہونا لازمی ہے ۱۲ ۔

بات ہے۔ اس صورت مین اگر حضرت شرر کے معاصرین اُنکے فتوے پر ایمان لانیکے لیئے تیار نہین ہین تو تعجب نہین۔ جیسا کہ پیشتر عرض کیا گیا ہے۔ دنیا کی تاریخ مین ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہی لیکن جسطرح بقراط و منصور و دلوتھر وغیرہ نے کبھی اپنے مخالفین کو سخت و سست نہ کہا اسیطرح حضرت شرر کو بھی منشی سجاد حسین اور منشی احمد علی شوق کا قصور معاف کر دینا چاہیئے یہ دیکھتے ہین کہ منشی امیر احمد مینائی نے گلزار نسیم کے شعر زبان و محاورے کی بحث مین سند کے طور پر پیش کیئے ہین۔ یہ بھی اسی روش پر چلتے ہین اور گلزار نسیم کی زبان کو لکھنؤ کی مستند زبان تسلیم کرتے ہین۔ یہ لوگ گمراہ ہین مگر عتاب کے مستحق نہین ہین۔

نیز حضرت شرر سے میری یہ عرض ہے کہ انسان کو اپنے خلاف مضامین دیکھنے سے پرہیز نکرنا چاہیئے۔ انگلستان کے مشہور مقرر بریڈلا کا قول تھا کہ جب کوئی بحث درپیش ہو تو انسان کا یہ فرض ہے کہ ہمیشہ اُن مضامین کے دیکھنے کی کوشش کرے۔ جو کہ اسکے دلائل کی تردید مین شائع ہوتے ہون محض اپنے موافق دلائل دیکھنے سے تحقیق کا مادہ نہین بڑھتا۔ اس اصول کو پیش نظر رکھ کر۔ حضرت شرر کو اودھ پنچ سے اجتناب اچھا نہین ہے جس قسم کے جوش سے حضرت شرر کام لے رہے ہین۔ یہ جوش علمی مباحثون کا لطف خاک مین ملا دیتا ہے۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ جادۂ اعتدال سے قدم نہ بڑھائے اگر حضرت شرر خود تھوڑی دیر کے لئے غور و فکر سے کام لین تو آپ پر یہ روشن ہو جائیگا۔ کہ اودھ پنچ کی وقعت اُن کلمات سے کم نہین ہو سکتی جو کہ آپنے اسکی شان مین استعمال کیئے ہین ہان اس طعن و تشنیع کا یہ نتیجہ ضرور ہوگا کہ اودھ پنچ کے ظریفونکے توسن طبع کو ایک اور تازیانہ ہوگا جب پیشتر حضرت شرر نے اڈیٹر پنچ کی شان مین ایک ناموزون کلمہ استعمال کیا تھا تو آپ شاید یہ سمجھے ہونگے کہ یہ اسم اعظم اودھ پنچ کے مضامین کا طلسم توڑ دیگا مگر یہ جادو نہ چلا اور اسکا اُلٹا اثر یہ ہوا کہ اور زیادہ گرمجوشی کے ساتھ حضرت شرر کے دلائل کی تردید مین ظریفانہ مضامین نکلنے لگے۔ اور اودھ پنچ کا ہمیشہ یہی رنگ رہا ہے ؎

نگردد قطع ہرگز جادۂ پیچ از دویدنہا
کہ می بالد بخود این راہ چون تاک از بریدنہا

مجھکو امید ہے کہ حضرتِ شرر آیندہ سے نقادانہ متانت سے در گذر کرینگے اور اس عارضی جوش کو دباتے رہین گے۔ جو کہ اپنے خلاف مضامین لکھنے سے ہر انسان کے دل مین پیدا ہوا کرتا ہے۔ تلخ گفتاری کا نتیجہ اچھا نہین ہوتا فارسی کا اُستاد کہ گیا ہے ؎

دہن خویش بدشنام میالا صائب   این زر قلب بہ ہرکس کہ دہی باز دہد

آخر مین مین حضرتِ شرر کی خدمت مین بصد ادب عرض پرداز ہون کہ اگر حضرتِ موصوف مجھے اودھ پنچ مین لکھنے سے اسوجہ سے روکتے ہین کہ وہ ایک (بازاری اور کم حقیقت پرچہ ہے) تو مین خانہ ساز[۱] اور با حقیقت پرچہ کہان تلاش کرون حضرتِ شرر نے تو کسی ممتاز پرچہ کا نام نہین لکھا ظاہر ہے کہ اگر اودھ پنچ بازاری پرچہ اور کم حقیقت ہے اور اس قابل نہین کہ کوئی مردِ شریف اسکی طرف مخاطب ہو تو جو اخبار یا رسالے اسکے تبادلے مین آتے ہین یا اُسے مخاطب کرتے ہین یا اسکے مضامین نقل کرتے ہین اور اُسکے صفحات کو زرین صفحات کے لقب سے مزین کرتے ہین۔ وہ بھی اسی کے ایسے ہین اور یہ بھی سب جانتے ہین کہ کوئی ایسا ممتاز رسالہ یا اخبار نہین ہے کہ جو اودھ پنچ کے تبادلہ مین نہ آتا ہو یا جو اودھ پنچ کا نام ادب کے ساتھ نہ لیتا ہو۔ پھر مین لکھون تو کس پرچہ مین لکھون بیشک حضرتِ شرر کے نمونے پرچے ایوان ادب کے تین کنگرے ہین اور چند روز سے اودھ پنچ کے تبادلہ مین نہین آتے مگر ان پرچون کی حالت کچھ اور ہے اور ان تک میرے مضامین کی سائی دشوار ہے۔

العرفان آسمانی مسائل کی ہواؤن مین اُڑتا ہے۔ گلزار نسیم کی بحث علم مین ہے العرفان کو اس سے کیا بحث ہے اتحاد ایک تمدنی اور اخلاقی رسالہ ہے۔ یہ ان جھگڑون مین کاہیکو پڑنے لگا۔ یہ اور بات ہے کہ دو چار سطرین (تفنن طبع) کے طور پر اس بحث کے متعلق اسمین لکھدی جایا کرین۔ اب رہا دلگداز یہ بیشک ایسی بحث کے لئے موزون ہے اور اخباری دنیا کی عام تہذیب بھی یہی ہے کہ جس پرچہ مین کوئی بحث چھیڑی جائے تو اسکے اڈیٹر کا یہ فرض ہے

[۱] اودھ پنچ۔ خانہ ساز نہین خانگی کہئے۔ اودھ پنچ بازاری پرچہ ہے۔ اور دلگداز اور اتحاد وغیرہ خانگی ہین ۱۲۔

کہ اس بحث کے متعلق اپنے خلاف و موافق تمام مضامین شائع کرے۔ لیکن حضرت شرر نے اس عام اصول کی پابندی سے درگذر کر کے یہ اعلان شائع کر دیا ہے کہ اعتراضات شائع کرنے کے بعد دگلزار نسیم کے بارے میں کچھ لکھنا دلگداز کی شان و وضع کے خلاف ہے) چنانچہ میرے اُردوے معلی والے مضمون کے جواب مین جو مضمون حضرت شرر نے تحریر فرمایا ہے وہ بھی دلگداز مین نہین چھپا ہے۔ بلکہ اُردوے معلی مین بھیجا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شرر کسی خاص مصلحت سے سوا اعتراضات کے دلگداز مین گلزار نسیم کے متعلق کسی دوسری قسم کی بحث شائع نہین کرنا چاہتے چنانچہ آپکو خود جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ آپ اتحاد مین لکھتے ہین جسکو قدرتی طور پر اُن علمی جھگڑون سے کوئی سروکار نہین ہونا چاہئیے پس دلگداز کا در بھی میرے لئے بند ہے۔ مجھکو امید ہے کہ کسی آیندہ موقع پر حضرت شرر اُس (یادوقت) پرچے کا نام بتلا دینگے جسکو مخاطب کرنا آپ خلاف شان نہ تصور فرماتے ہونگے اور اگر حضرت موصوف نے یہ تکلیف گوارا نہ فرمائی تب بھی میرا کچھ ہرج نہ ہوگا کیونکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ مین نے آج تک حضرت شرر کے اعتراضات کے جواب مین جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کچھ اس غرض سے لکھا ہے کہ ناواقفان سخن دھوکا کھانے سے محفوظ رہین۔

میرا منشا یہ ہرگز نہ تھا کہ مین حضرت شرر کو قائل کرون کیونکہ روز بروز حضرت شرر کے انداز تحریر سے یہ آئینہ ہوا جاتا ہے کہ آپ گلزار نسیم پر تحقیق و تنقید کی نگاہ سے اعتراضات نہین کرتے ہین بلکہ آپ کا مطلب کچھ اور ہے ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست

مگر حضرت شرر اطمینان رکھین کہ جہانتک میری ذات سے تعلق ہے۔ میرے قلم سے ایک فقرہ بھی ایسا نہ نکلے گا جس سے کسی بندہ خدا کی توہین مقصود ہو ؎

ادب آموز ہے ہر ایک ذرہ اپنے وادی کا نہین ممکن کہ گرد اُڑکر پڑے رہرو کے دامن پر

اپنا اصول تو یہ ہے کہ ؎

محبت سے بنا لیتے ہین اپنا دوست دشمن کو جھکاتی ہے ہماری عاجزی سرکش کی گردن کو

چکبست لکھنوی[ل]

نوٹ جن صاحب نے میرے پہلے مضمون کا ذکر خیر حضرت شرر سے کر دیا تھا مہربانی کر کے وہی صاحب اس مضمون کی خبر بھی حضرت موصوف تک پہونچا دین - چکبست لکھنوی

ل اودھ پنچ - پنڈت صاحب آپنے جو لکھا ہے بہت صحیح ہے - لیکن ایک بات آپ نہین سمجھے - اودھ پنچ خاص طور سے اسلئے کم حقیقت اور بازاری پرچہ ہوگیا کہ آپ کا مضمون لاجواب تھا اگر مضمون کا جواب ممکن ہوتا تو یہ لکھ دیا جاتا کہ ہمنے آنکھین بند کر کے اودھ پنچ ایک صاحب سے پڑھوا لیا اور پھر جواب لکھا اس موقع پر ہمین ایک نقل یاد آئی - سوامی دیانند سے ایک پنڈت نے اس بنا پر مناظرہ کرنے سے انکار کیا کہ سوامی جی ملکش تھے اور وہ ملکش کی صورت نہین دیکھنا چاہتا تھا سوامی جی نے کہا کہ اچھا ایک پردہ ڈالدیا جائے تم میری صورت نہ دیکھو مگر مجھ سے بحث تو کرو وہ اس پر بھی راضی نہوا - ہم بھی حضرت شرر سے یہ درخواست کرتے ہین کہ آپ پردہ کے پیچھے بیٹھ کر اودھ پنچ کسی سے پڑھوا لیا کیجئے - مگر افسوس یہ ہے کہ حضرت شرر پردے کے خلاف ہین ۱۲ -

از اودھ پنچ مطبوعہ ۱۱- مئی ۱۹۰۵ء

نسیم کی رنگین بیانی اور حضرت شرر کی شرر فشانی

(از منشی سجاد حسین صاحب)

اللہ ہے نگہبان اعلیٰ کی آبرو کا منھ پر پڑا اُسی کے جسنے فلک پہ تھوکا

گلزار نسیم کا ایک نیا اڈیشن پنڈت برج نرائن صاحب چکبست نے از سر نو ترتیب دیکر شائع کیا ہے۔ اور شروع مین ایک بسیط دیباچہ بھی لکھا ہے جسمین نسیم کے حالات زندگی لکھے ہین اور نسیم کی شاعری پر بحث کی ہے پنڈت ترلوکی ناتھ صاحب کول کشمیری محلہ لکھنؤ سے بقیمت ۱۶ر مل سکتی ہو۔

گلزار نسیم کے آجکل سیکڑون نسخے شائع ہوتے ہین مگر سب مین کچھ نہ کچھ کاتب کی اصلاح ضرور ہوتی ہے۔ حضرت چکبست کو ایک ایسا نسخہ دستیاب ہوا جو نسیم کی تصحیح سے شائع ہوا تھا لہذا عقل سلیم کا اشارہ یہ ہے کہ یہ نسخہ ضرور مستند نسخہ ہوگا ہم نے صرف (اشارہ) کا لفظ اس لئے لکھا کہ بعض حضرات یہ فرماتے ہین کہ بازاری پریس نے مثنوی کو بگاڑا نہین بلکہ بنادیا اب ممکن نہ تھا کہ گلزار نسیم کا نیا اڈیشن نکلے اور کوئی گل نہ کھلے۔ ابھی کھلے اور پھر کھلے چنانچہ مارچ اور اپریل کے دلگداز مین مولانا عبدالحلیم صاحب شرر سابق اڈیٹر پردہ عصمت و اڈیٹر حال دلگداز و اتحاد نے گلزار نسیم پر کچھ گلفشانی کی ہو اور کچھ کیا معنی پندرہ صفحہ رنگین کئے ہین۔ مولانا چونکہ ہندو مسلمانون مین اتحاد کرلنے کی دل و جان سے کوشش کر رہے ہین لہذا گلزار نسیم کا نہایت توجہ کے ساتھ ریویو کیا گیا تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مولانا مسلمان ہین ایک

ہندو شاعر کی تصنیف کو نظر انداز کر کے ایسا کب اور کیونکر ہو سکتا تھا - عرفی کہہ گیا ہے ؎

چنان با نیک و بد عرفی بسر کن تا پس مردن — مسلمانت بزمزم شوید و ہندو بسوزاند

مگر مولانا کی نظر ایسی دقیق واقع ہوئی ہے کہ جو نکتے تنقید گلزار نسیم مین لکھے گئے ہین وہ معمولی سمجھ کے آدمی کو مجذوب کی بڑ سے زیادہ قریب الفہم نہین معلوم ہوتے - مثلاً مولانا کا ارشاد ہے کہ گلزار نسیم ایسی نظم ہے کہ اُسکے پایہ کی نظمین اُردو مین دو چار ہی ہونگی - مگر اسی مقام پر فرماتے ہین کہ غلطیونکے لحاظ سے اس سے بدتر نظم اُردو مین نہ ملیگی اور یہ بھی فرماتے ہین کہ اُردو شاعرون کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جسکے کلام مین ایک غلطی نکل آتی ہے اُسکی تمام خوبیان اس ایک لغزش پر قربان کر دیتے ہین مگر گلزار نسیم کو باوجود اس قدر معائب کے کہ جنکی نظیر اُردو نظمون مین کم ملیگی اسقدر شہرت حاصل ہے یہ اجتماع ضدین واقعی سمجھ مین نہین آتا یہ تو وہی ہے جیسے کہ صوفیون اور ویدانتیون کے مقولے ہین کہ سب کچھ ہے اور کچھ نہین دنیا ماتم سرا بھی ہے اور عشرت سرا بھی مگر اس سب کا ایک مطلب تو صاف ہے کہ گلزار نسیم کی نسبت جو مولانا کو سوجھی ہے وہ آجتک کسی کو نہین سوجھی - ممکن ہے کہ مولانا کسی موقع پر اس اجتماع ضدین کی تشریح کر دین اُسوقت اُسکے متعلق کچھ لکھا جائیگا بالفعل اس تمہید کو چھوڑ کر زیادہ قریب الفہم تنقید کا ذکر کیا جاتا ہے وہ کیا - یعنی مولانا کا پہلا اعتراض تو یہ ہے - کہ گلزار نسیم - نسیم کی تصنیف ہی نہین حالانکہ اس موقع پر ہم اتنا ضرور کہین گے کہ اس اعتراض مین وہ جدت نہین ہے جو تمہید مضمون مین تھی یہ اعتراض بے دلیل ہے اور لکھنؤ کے بھنگیڑ خانون مین اسکا اکثر ذکر ہوا کرتا ہے مگر جسقدر جدت ہو سکتی ہے وہ مولانا نے اس اعتراض کی تائید مین صرف کر دی ہے یعنی پہلے تو مولانا فرماتے ہین کہ گلزار نسیم اصل مین نسیم ہی کی تصنیف تھی - لیکن اصلاح کے وقت انتخاب و اختصار کا آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا اس دعوی کی تائید مین مولانا فرماتے ہین کہ منشی اشرف علی صاحب اشرف کسمنڈوی مرحوم نے خود مولانا موصوف سے اس واقع کو بیان کیا ہے اور یہ بھی فرماتے ہین کہ مولانا کے بزرگون سے میر زبیر علی صبا نے بھی

یہی کہا تھا علاوہ سلسلے اور تواتر کے شکست اور راویون کے مجروح ہونے کے ہم اس موقع پر اس قدر کہین گے کہ ہم سے ایک معتبر نائی کہتا تھا کہ یہ مثنوی اصل مین مصحفی کی کہی ہوئی تھی مصحفی نے یہ مثنوی آتش کو دیدی تھی کہ تم اپنے نام سے چھاپ دو مگر آتش نے خدا جانے کس وجہ سے یہ مثنوی اپنے نام سے شائع کرنی مناسب نہ سمجھی انھون نے باری باری اپنے سب شاگردون سے کہا کہ کبھی تم اپنے نام سے چھاپ دو بلکہ خلیل سے باصرار کہا کہ اسکا نام گلزار خلیل اچھا ہوگا مگر کسی نے اس مثنوی کا لینا نا منظور کیا نسیم چونکہ ہندو تھے انھون نے اس مثنوی کو اپنے نام سے چھپوانا قبول کر لیا یہ نائی (خدایش بیامرزد) آتش کا خاص حجام تھا ایکدن مصروف اصلاح تھا کہ آتش نے کل واقعہ بیان کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ مصحفی نے یہ مثنوی اپنے ہمعصر میر حسن کی مثنوی کے جواب مین کہی تھی مگر چونکہ اسمین اور انمین باعتبار شاعری اور خوبی زبان کے کوئی نسبت نہ تھی لہذا امید نہ تھی کہ میر حسن کے مقابلہ مین کوئی اسکا نام لیگا لہذا انھون نے یہ مثنوی آتش کو دیدی اور آتش نے اسی خیال سے اپنے شاگردون کے حوالہ کرنا چاہی - خیر یہ تو ہمارے معتبر نائی کا بیان ہے مگر اسے کون مانتا ہے اور خصوصاً کشمیری پنڈت تو کبھی نہ مانین گے - لہذا ہم تھوڑی دیر کے لئے مولانا شرر ہی کی تاریخی تحقیقات مان لیتے ہین کہ مثنوی اصل مین نسیم ہی کی تصنیف ہے لیکن آخری انتخاب و اختصار کا عمل اور تصرف آتش کے قلم سے ہوا - مگر خرابی یہ ہے کہ آگے چلکر مولانا موصوف وہی اجتماع ضدین کا جدت آمیز اصول پیش نظر رکھکر فرماتے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ آتش نے خود اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو اور پھر انہین متعدد لغزشین دیکھ کر اُسے بجائے اپنے ہی کی طرف (یعنی نسیم کی طرف) منسوب کر دیا ہو اسے ہم ناظرین پر چھوڑتے ہین کہ مولانا کا جو بیان پسند آئے اسکا اعتبار کر لین ہان ہم مولانا کی طبیعت داری کی داد دیے بغیر نہین رہ سکتے کہ کس آسانی سے مولانا موصوف ایسے تاریخی واقعات پیدا کر لیتے ہین جنکے لئے تاریخی شہادت ملنا ممکن نہین مگر مولانا کی قوت خیال ایسی زبردست ہے کہ اُسکے سانچے مین کوئی عجیب و غریب واقعہ ڈھال لینا مشکل نہین ناظرین کو یاد ہوگا کہ جب

مولانا نے موصوف پردۂ عصمت نکالتے تھے تو آپ نے یہ تاریخی واقعہ ایجاد کیا تھا کہ ہندوستان
مین پردہ کی رسم چین سے آئی اور پھر مسلمانون نے پردہ کی رسم ہندوون سے سیکھی افسوس ہے
کہ (پردۂ عصمت) اس دنیا سے جلد ہی اُٹھ گیا اور اس ایجاد تازہ کی خبر اہل یورپ تک نہ پہونچی
ورنہ وہ لوگ مولانا کی جدّت طبع کی قرار واقعی داد دیتے مولانا نے وہ واقعہ ایجاد کیا تھا جسکی
شہادت کسی ملک کی تاریخ سے نہین ملتی تھی۔ مراد اس کہنے سے یہ ہے کہ جس جدّت پسند
طبیعت سے ایسے ایسے واقعہ ڈھلکر نکلے اُسکے نزدیک اس امر کا ثابت کرنا کیا مشکل ہے کہ آتش
نے تفنن طبع کے طور پر گلزار نسیم کہی اور نسیم کو دیدی خصوصًا تفنن طبع نے تو اس تاریخی ایجاد مین
جان ڈالدی۔ خیر ہم اب اس عالمانہ بحث کو ختم کرتے ہین کیونکہ اسمین تاریخی تحقیقات وغیرہ کی
سخت ضرورت ہے۔ اب ہم معمولی سمجھ کے آدمیون کے لئے کچھ لکھتے ہین۔ یعنی ہم دیکھتے
ہین کہ بقول حضرت چکبست کے آتش کے دیوان مین (یا مصحفی کے دیوان مین) ایسے
شعر اس رنگ کے نہین جو کہ گلزار نسیم کا رنگ خاص ہے اور نسیم کے دیوان مین بھی مثنوی کا
رنگ ہے جس شخص کو کچھ بھی شاعری سے مس ہے وہ ہمارا منشاء سمجھ جائیگا علاوہ برین گلزار نسیم
مین کئی ایسے خصوصیات ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سوائے ہندو (اور ہندو بھی کون
کہ کشمیری پنڈت) کے یہ مثنوی کسی دوسری قوم والے کی ہو ہی نہین سکتی ہے مثلًا ایک
مصرعہ ہے ع شب کی پوشاک بدلی ساری)

اس مصرع مین پوشاک اور ساری مین تناسب لفظی ہے ساری کشمیری خاتونون کی
پوشاک ہے۔ مسلمان شاعر کو یہ تناسب خیال ہی مین نہین آسکتا تھا کیونکہ یہان ساری مسلمان
عورتون کی پوشاک نہین۔ شاعر وہی باتین نظم کرسکتا ہے جو اُسکے خیال مین رہتی ہین اسطرح
اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے خصوصیات بہت ملجائنگے۔ یہ داستان تو یہان ختم ہوئی۔
اب دیکھئے کہ حضرت شرر کیا فرماتے ہین۔ مسٹر چکبست نے دیباچہ مین لکھا ہے کہ امانت کے
لئے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے" مولانا شرر کو یہ فقرہ بہت ناگوار

گذرا ہے چنانچہ فرماتے ہین "کہ امانت کے یہان ایسے معیوب اشعار جنمین تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہ قائم رہ سکا وہ دو فی صدی سے زیادہ نہ ملین گے" اور پھر کہتے ہین کہ "تعجب نہین کہ اتنے بھی نہ نکل سکین لیکن فوراً ہی پھر فرماتے ہین کہ "سچ یہ ہے کہ امانت نے تناسب لفظی کی فکر مین اپنے تئین بدنام بہت کیا اور اس صنعت کے پیچھے پڑ کے ٹھوکرین بہت کھائین لیکن (دواعی اجماع ضدین) کا جدت آمیز اصول پیش نظر کرکے پھر پلٹ جاتے ہین اور فرماتے ہین کہ تناسب لفظی کی صنعت مین جو کامیابی امانت کو حاصل ہوئی وہ کسی اور شاعر کو حاصل نہین ہوئی ہم مین اتنی جرأت نہین کہ ہم مولانا کی اس ہمت کی تردید کر سکین ہم محض چند اشعار امانت کے تمثیلاً ہدیۂ ناظرین کرتے ہین ؎

پریون نے کیا جانورون تک کو مسخر
چڑیا کہو کس حور کی انگیا مین نہین ہے

جو حسن سبز کی تاثیر اک ذری ہو جائے
ترے دوپٹہ کی گھاس اے صنم ہری جائے

کرے خرام جو فرش چمن پہ رشک قمر
تو چاندنی سے سوا کیک کو دری ہو جائے

شیرین سے کیا مین اپنے شکر لب کو دون مثال
میٹھا برس ہے یار کو وہ کہنہ سال ہے

نفرت کا دل کی گلبدنون سے یہ حال ہے
اپنے کبوتر دنمین گلی خال خال ہے

لات دی مین نے ہنسی سے تو یہ اس بت نے کہا
اڑی چوٹی پہ تری صدقے اتارے تلوے

تری جالی کی کرتی کے تصور مین جو روتا ہون
مبصر دیکھ کر آنکھونکو کہتے ہین کہ جالا ہے

پیٹتے ہین سر کو ہم سودے مین زلف یار کے
عشق مین دانتونکے کیا روتے ہین ڈاڑہین مار کے

محرم جو مین ہوا تری انگیا سے باغ مین
صیاد ذبح ہو گیا چڑیا کے سامنے

اللہ رے فرق غسل کو اترا جو وہ صنم
جمنا ملا کسی کو نہ گنگا کے سامنے

وہ نازک ہونٹھ سو جھے میرے بوسونکی جو شدت سے
کہی پھبتی لب شیرین پہ پیٹھے کی مٹھائی کی

نرگس کا اشارہ ہے کہ جو شش یرقان ہے
گل پھول کے کہتا ہے کہ شدت ہے ورم کی

سو پیچ سے الفت کا کرون سلسلہ پیدا
دھاگون مین نہ وہ آئے تو ڈورا ئیے گوٹے

پیتّر پڑین اس ٹھنڈی لگاوٹ پہ صنم کی ۔۔۔ نشتّے ہین مجھے خط کے عوض قند کے امے

اور یہ مصرع کہ ع بیریون مین بھی میرا نازکبدن ملتا نہین ۔ امانت کا نام قیامت تک زندہ رکھے گا اگر تناسب لفظی مین کامیابی اسی کا نام ہے تو واقعی کسی اُردو شاعر کو ایسی کامیابی نہ حاصل ہوئی ہوگی جو امانت کا حصّہ ہے ۔

امانت کو کامیابی کا خلعت پہنانے کے بعد مولانا نے ریویو نویسی پر وعظ دیا ہے ۔ کیا اچھا ہوتا اگر اسکا ترجمہ یورپ کی کسی زبان مین ہو جاتا کہ اہل یورپ بھی مولانا کی اصول تنقید سے مستفیض ہو سکتے ۔

اسکے بعد مولانا نے گلزار نسیم کے خاص خاص اشعار پر اعتراض جڑے ہین ۔ اگرچہ ایک سرسری نظر سے پہ یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ اعتراضات مولانا ہی کی جدت طبع کا نتیجہ ہین لیکن مولانا موصوف نے انکسار سے کام لیا ہے کہ یہ اعتراضات عام اساتذہ لکھنؤ کی جانب سے وارد کیے ہین ہمارے خیال مین اساتذہ لکھنؤ کی اس سے بڑھکر ذلت نہین ہو سکتی کہ انکی جانب ایسے اعتراضات منسوب کیے جائین جنسے فارسی محاورون سے عموماً اور لکھنؤ کی زبان اور شاعری سے خصوصاً عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے ۔

چونکہ مولانا کے دل مین لکھنؤ کے لیئے درد محبت ہے لہذا آپ نے اُردو شاعری کے سرپرست کی حیثیت سے یہ بانگ دہل یہ اعلان شائع کیا ہے کہ اُسوقت تک جو سارے ہندوستان کا خیال ہے کہ گلزار نسیم کی زبان خاص لکھنؤ کی زبان ہے یہ محض غلط خیال ہے گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان ہین اور اس مثنوی کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین ہے ۔

یہ تو سب صحیح مگر مولانا کے حافظہ کی کوتاہی نے عجب غضب ڈھایا مولانا کو یہ یاد نہین رہا کہ وہ شروع مین نہایت زور سے لکھ چکے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین ہو کہ آتش نے یہ مثنوی تفنن طبع کے طور پر کہی ہو اور پھر نسیم کو دیدی ہو ہاے یہ آتش بیچارے پر کیا ظلم ہوا جسکی زبان پر اہل لکھنؤ ناز کرین اُسکے مثنوی کے لیئے (گو کہ اُس نے تفنن طبع ہی کے طور پر کہی ہو) یہ اعلان شائع کیا جائے

کہ اسکی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ۔ اگر ہمارے معترض کا بیان صحیح ہو تب بھی آتش جیسے شخص کی
انتخاب اور تصرف) نہ مانین نہین ایسی غلطیان رہجائین جو مولانا شرر کو سوجھ جائین ۔

ع عبرت کی ہو جا فاعتبروا یا اولی الابصار

آہا ہا وہی مولانا شرر کا اجتماع ضدین) کا جدت آمیز اصول یہان بھی رنگ
دکھا رہا ہے ۔

اب وہ اعتراض ملاحظہ ہون جو مولانا شرر نے باوجود پردہ کے خلاف ہونے کے
اساتذہ لکھنؤ کی آڑ مین پیش کیے ہین ۔

عموماً اعتراضات ایسے ہین کہ جس شخص نے سوائے گلزار نسیم کے کسی اور اردو شاعر کا کلام بھی پڑھا ہے
وہ انکی تردید نہایت آسانی سے کردیگا اُسکا ذکر کرنا فضول ہے کیونکہ اہل لکھنؤ تو اہل لکھنؤ
دیہات والے بھی ان اعتراض کو تسلیم نکرینگے ۔ ہم اس موقع پر انھین اعتراضات کا ذکر کرتے ہین جو زبان کے
متعلق ہین اور جنکی نسبت دیہات یا بیرونجات کے رہنے والے دھوکا کھا سکتے ہین ۔

مولانا فرماتے ہین کہ نسیم کا یہ مصرع کہ ع شادی کو کیا حیا اُٹھاکر ۔ قابل اعتراض ہے
کیون صاحب یہ محض اسلیئے کہ حیا اُٹھاکر کوئی معنی نہین رکھتا ۔ آپکے نزدیک پردہ حیا اُٹھاکر
ہونا چاہیئے ۔ سبحان اللہ کیا اعتراض ہے ۔ حیا اُٹھانا ۔ حیا اُڑادینا ۔ حیا اُٹھ جانا ،، یہ
لکھنؤ کی فصاحت زبان ہے اور شعرائے اردو کے کلام مین اس محاورے کی متعدد مثالین ملجائینگی
برعکس اسکے دیہات وغیرہ مین ممکن ہے کہ ۔ پردہ حیا اُٹھاکر ،، مع اضافت بولتے ہون لکھنؤ کا
روزمرہ حیا اُٹھانا ۔ شرم اُٹھانا عام محاورہ ہے ۔ امیر مینائی فرماتے ہین ع

کچھ تمھی شرم نہین ہے کہ اُٹھا بھی نہ سکون ۔ مولانا کہین گے کہ یون ہونا چاہیئے تھا کہ ۔
کچھ ترا پردۂ شرم نہین ہے کہ اٹھا بھی نہ سکون ۔ ہماری رائے مین چونکہ مولانا پردے کے
سخت خلاف ہین لہذا انکو موقع بموقع پردہ ہی اُٹھانے کی فکر لاحق رہتی ہے نسیم کا مصرع ہے
ع پھرتے ہے چھکے پان کے مزیدار ۔ مولانا فرماتے ہین کہ (چھکے) کے بدلے چھکے

غیر فصیح ہی نہین بلکہ غلط ہے -

شعراے دہلی و لکھنؤ تو برابر (چکھتے) کی جگہ چکھے اور رکھتے کی جگہ (رکھے) اسیطرح اور الفاظ اُس زمانے مین جب مثنوی مذکور لکھی گئی نظم کرتے آئے ہین خدا جانے مولانا کس زبان کو لکھنؤ کی زبان سمجھے ہوئے ہین - خیر یہانتک تو غنیمت تھا آگے چلکر مولانا موصوف فرماتے ہین کہ (پڑے) کافی تھا - یان کے بڑے محاورے مین اچھا نہین بیشک یان کے بڑے آپ کے دیہاتی محاورے مین نہ اچھا ہو لکھنؤ مین صرف (پڑے) دوسرے ہی معنی پیدا کرتا ہے نسیم کا مصرع ہے ع کھانے ہی حمل کا ڈھنگ پایا) مولانا فرماتے ہین کہ حَمل کی جگہ حمَل نظم کر دیا گیا ہے لہذا غلط نہین بلکہ قطعًا غلط ہے - بیشک جہانتک لغت کا تعلق ہے ہم بھی کہین گے کہ نسیم نے حمَل غلط نظم کیا ہے لیکن لغت کا لفظ دیہات والون کے لئے سند ہے نسیم نے (حمَل) نظم کیا تو بہت ٹھیک نظم کیا کیونکہ نسیم کے زمانے مین بھی اور اب بھی اہل زبان مثل بہت سی لفظون کے حمل ہی بولتے ہین دیکھئے جانصاحب فرماتے ہین ؎ دائی یقین دل کو ہے گر جائیگا حمَل + ننھا سا لڑکا خواب مین کل پیٹ مل گیا

زبان و محاورہ مین عمومًا اس لفظ حمَل کے لیے خصوصًا جانصاحب سے بڑھکر کس کا کلام فصیح مانا جا سکتا ہے مولانا شرر کو پہلے زبان لکھنؤ حاصل کرلینی تھی -

ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے - نسیم کا مصرع ہے ع بجلی سے لہر سے تھا ہم آغوش + مولانا فرماتے ہین کہ لہر کی جگہ لہر اُردو مین غلط ہے اگر زہر عشق مصنفہ نواب مرزا شوق لکھنوی اُردو ہی زبان کی مثنوی ہے تو یہ اعتراض ہے - زہر عشق کا شعر ہے ؎

لہر لہر چڑھ رہی ہے کالون کی ٭ بو سنگھا دو تم اپنے بالون کی

نسیم کا ایک اور مصرع ہے ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی + مولانا فرماتے ہین (جانی) کا لفظ سوا معشوق کے اور کسی کی شان مین اور وہ بھی خلوت کے سوا دیگر موقعون پر استعمال کرنا بدتمیزی ہی نہین بلکہ غلطی ہے - مگر روح افزا تاج الملوک سے پہلی ہی ملاقات مین

کہتی ہو کہ ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی - ہم مولانا سے صرف اسقدر پوچھتے ہین کہ (ابا جانی) جو لکھنؤ کا عام محاورہ ہے اسکی وجہ کیا ہے کیا (معشوقہ) کو ابا بھی کہتے ہین اور خلوت مین کہتے ہین کہ جلوت مین - بہرحال لکھنؤ کی زبان تو یہی ہے دیہات کا حال آپ جانین اور اگر روح افزا نے تاج الملوک کو محبت سے جانی کہا تو برا کیا کیا جو لفظ باپ کے لیے استعمال ہو وہ دوست یا مربی کے لیے خاص موقع پر استعمال ہو سکتا ہے - دوسرا اعتراض اس سے بڑھکر ہے - مولانا نہایت طنز سے فرماتے ہین کہ مصرع مذکور مین تجھ پاس کا لفظ بھی تیرے پاس بدلے کہان کی زبان ہے - ہر طفل مکتب جسنے نسیم کے علاوہ کسی اسکے ہمعصر کا کلام بھی پڑھا ہے اس اعتراض کا جواب دیسکتا ہے - تجھ پاس اسوقت کا عام محاورہ تھا —

اسکے علاوہ جو اور اعتراضات مولانا نے ایجاد کیے ہین وہ طرفہ معجون ہین حضرت چکبست نے اپنے دیباچے مین صاف صاف لکھدیا تھا کہ گلزار نسیم مین اکثر ایسے محاورے موجود ہین جو اسوقت متروک ہین حضرت موصوف نے دو ایک شعر تمثیلاً لکھ بھی دیے تھے علاوہ اسکے حضرت چکبست نے یہ بھی تحریر کر دیا تھا کہ اکثر مقامات پر نسیم سے تناسب لفظی رطافت کے ساتھ نبھ نہین سکا ہے اسکی بھی دو ایک مثالین دیدی تھین - مولانا نے متروک محاورون کو اعتراض کے پیرایہ مین پیش کیا ہے (تجھ پاس) پر اعتراض تو ملاحظہ ہو چکا علاوہ اسکے مثنوی مین اکثر اس قسم کے مصرعے ہین ع حیلہ کرکے چھپائی کچھند (اسکو چھپایا) یا ع مردانہ لباس سے نکالی (یعنی نکالا) یہ ترکیب اب متروک ہے نسیم کے وقت مین جائز تھی اس پر اعتراض کرنا سراسر کم نظر کا ثبوت دیتا ہے - یہ تو وہی ہے کہ جیسے کوئی کہے آتش کا مصرع - بیڑیان منت کی بھی پہنی تو مین نے بھاریان - غلط ہے - زبان کا رنگ ہر وقت اور ہر زمانے مین بدلا کرتا ہے متروک محاورون کو (غلط کہنا) معترض کی کمی معلومات کا ثابت کرتا ہے اسکے بعد مولانا نے وہ پانچ سات شعر ڈیڑھ ہزار شعر کی مثنوی سے چھانٹکر رکھ دیے ہین جنمین نسیم سے تناسب لفظی رطافت کے ساتھ نہین نبھ سکا ہے - مگر امانت کے بھلات سے

یہ شعر بھی اچھے ہین ایک شعر شتر گربہ کے عیب کا بھی لکھ دیا ہے - یہ اعتراض بالکل گو شتر ہے
بلکہ ہم کہین گے کہ اس سے بڑھ کر کیا گربہ شتر ہو سکتا ہے کہ حضرت شتر نسیم پر اعتراض کرین -
آخری وار مولانا شتر کا غضب کا ہے یعنی مولانا موصوف نے حضرت چکبست کو
اِس بات کا ملزم ٹھہرایا ہے کہ اُنھون نے جا بجا مثنوی مین تصرف بیجا کیا ہے اسکی مثالین ملاحظہ
ہون مثلاً گلزار نسیم کا شعر ہے ؎

قسمت سے مفر ہے اب نہ مامن   پتھر کے تلے دبا ہے دامن

اس نئے اڈیشن مین پہلا مصرع اس صورت پر ہے - قسمت سے مقر ہے اب نہ مامن
اس موقع پر اگر حضرت چکبست کو احمق سا احمق معترض بھی ہو تو وہ اس تصرف بیجا کا ملزم
نہ ٹھہراتا کہ آپ نے مفر کو مقر بنا دیا جسکو کچھ اردو چھپائی کا تجربہ ہے وہ جانتا ہے کہ کاتب مصرعے
کے مصرعے بدلتے ہین - لہذا ایک نقطہ بڑھا یا گھٹا دینا کاتب کی نہایت معمولی غلطی ہے مگر شتر صاحب
نہایت بھولے پن کے ساتھ فرماتے ہین کہ خدا جانے کس مصلحت سے یہ لفظ (مفر) اصلاح دیکر
(مقر) بنا دیا گیا - واقعی تنقید اسی کا نام اور ریویو نگار کا فرض یہی ہے - یا ایک مصرع ہے
قاصد نے جو رُخ پری دکھایا - یہ شامت اعمال سے اسطرح چھپ گیا ع قاصد نے رُخ پری دکھایا - مولانا نے
اس کاتب کی غلطی پر آدھا صفحہ رنگ ڈالا ہے اور آخر مین یہ فرمایا ہے کہ اس اصلاح مین بھی ناسمجھی سے مثنوی ظلم ہوا ہے
یاے معروف کے بدلے یاے مجہول اور یاے مجہول کے بدلے یاے معروف
اکثر کاتب لکھ دیتے ہین مولانا نے ان غلطیون کا بھی خاکہ اُڑایا ہے اور حضرت چکبست کو
تصرف بیجا کا ملزم ٹھہرایا ہے اور طرہ یہ کہ حضرت چکبست نے تو صاف صاف لکھ دیا ہے
کہ یہ اڈیشن اُس اڈیشن کے مطابق ہے جو نسیم کی زندگی مین مطبع حسینی مین شائع ہوا تھا مگر مولانا
ممدوح ناظمی اڈیشن کے زمانہ حال کے اڈیشن سے حضرت چکبست کے اڈیشن کا مقابلہ
کرتے ہین اور اعتراض بڑھاتے چلے جاتے ہین ابتدا سے انتہا تک شتر صاحب کا یہ مضمون
عجب گھبراہٹ کا ثبوت دیتا ہے خدا جانے مولانا نے کس کیفیت مین یہ مضمون لکھا

یہ تو اعتراضات کا رنگ اور پھر مولانا اپنا خلوص اور نیک نیتی ظاہر کرنے کے لئے جابجا مضمون مین ایسے فقرے لکھتے ہین کہ (میرا قصد اعتراض کرنا نہین ہے) ہم ہمیشہ سے گلزار نسیم کے معرف ہین ہان ذرا یہ نشتر گر یہ بھی ملاحظہ ہو ایک ہی مضمون کے دو فقرے اور انمین ایک مین میرا) (اور دوسرے مین ہم) ۔ آخر مین ہم مولانا سے بصد عجز پوچھتے ہین کہ انھون نے ایسے بے تکے اعتراض کیون کئے اور اگر کئے بھی تھے تو یہ کیون لکھا کہ یہ اعتراض اساتذہ لکھنؤ کی جانب سے وارد کئے جارہے ہین ۔ یہ لکھنؤ کی بدنامی ہے ۔ اساتذہ لکھنؤ تو درکنار جو شخص لکھنؤ کے زبان دانون کی صحبت مین رہا ہے اور جسکو اردو شاعری سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ ایسے اعتراض نہ کرتا اور نہ شرفاء لکھنؤ جنکی زبان مستند ہے ان اعتراضات سے خوش ہونگے ۔ ہان جو دیہاتی لکھنؤ مین آکر بس گئے ہین اور اپنے تئین لکھنؤی کہنے لگے ہین وہ ان اعتراضات کو مانین تو مانین ۔ الحاصل یہ تو ان اعتراضات کے جوابات تھے جو ہمارے دوست مولانا شرر صاحب اتحاد نے اپنے دوسرے رسالے دلگداز کے صفحات مین مثنوی گلزار نسیم پر تحریر فرمائے ہین ۔ مگر ہمکو ایک لٹریری سالے کی اس عامیانہ رائے پر تعجب ہے جو اس قصہ پر قائم کی گئی اور اس سرسری نظر پر اعتراض ہے جو اس قدیم قصہ پر (جو پہلے سنسکرت ہندی مین بھی تھا اور سرور نے شگوفۂ محبت نثر اردو مین تحریر کیا ہے) ڈالی گئی اور نفس قصہ پر محققانہ عالمانہ مورخانہ رائے کا اظہار نہ کیا گیا ۔ اشخاص قصہ پر کوئی حکیمانہ نکتہ سنجی نہ کی گئی اور اس کاٹ چھانٹ پر مطلق توجہ نہین کی گئی کہ کس قدر اور کیون اور کیسی ترمیم اور اصلاح ساخت قصہ مین نسیم نے کی ہے اور اس ترمیم نے کیا اثر پیدا کیا ہے کیونکہ لٹریچر کا تقاضہ ہے کہ اگر کسی کو اسکی درستی اصلاح ترقی مدنظر ہو تو اسکے قصص اور افسانون کی تحقیق و تدقیق اور تصحیح موجودہ تعلیم و رجحان کے مطابق بتاتا رہے ۔ ورنہ زبان اور شاعری ہی کے لئے تعریف یا تقریض کرنا ایک چھتنار سے اور ہر لحظہ پھیلنے والے درخت کی ایک ہی شاخ کو تراش خراش کرکے رونق چمنستان بنانے کی سعی مین تضیع اوقات کرنے کے سوا کچھ نہین غالبًا اگر کوئی حیلہ اس فروگذاشت کا ہو سکتا ہے تو پنڈت برج نرائن صاحب کا دیباچہ ہے

جسنے شرر صاحب ناولسٹ کو اور طرف متوجہ نہین ہونے دیا ورنہ اور کسی سے امید ہو یا نہ ہو اُنسے بدرجہ ادے ہو سکتی ہے —

رباعی

جب غیظ سے گرما کے بگڑتے ہین شرر ۔۔۔ پھولون کے عوض دہن سے جھڑتے ہین شرر
لیکن یہ نسیم سے بگڑنا کیا خوب ۔۔۔ سبحان اللہ پھول سے لڑتے ہین شرر

دبیر (از جنت)

از اودھ پنچ مطبوعہ ۳۔ اگست ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم پر قول فیصل

گلزار نسیم سے متعلق آج ہم جناب منشی احمد علی صاحب قبلہ شوق کی ایک تحریر شائع کرتے ہین اس اظہار کی ضرورت نہین کہ ہم بتائین کہ جناب موصوف پرانے تجربہ کار محقق واقفکار نکات و لطافت فن کہنہ مشق شاعر باکمال و نثار بے مثال اور مقتنمات ملک سے ہین آپکا کلام ملک مین ہمیشہ نظر قبول سے دیکھا گیا ہے۔ آپ کی قابلیت کے سکے مدت سے بیٹھے ہین۔

منجملہ دیگر اصناف سخن کے آپ نے خود بھی ایک مثنوی ترانۂ شوق یا بہ طرز نسیم تحریر فرمائی ہے جسکی خوبی کا یہی اندازہ کافی ہے کہ ملک جان گیا کہ اگر اس رنگ مین کوئی اور مثنوی کہی جا سکتی تو یہی ہے مگر پھر بھی آپ جو کچھ اس بارے مین انصاف و تدین سے فرماتے ہین وہ مضمون سے ظاہر ہے ایک مدت تک آپ اخبار آزاد کے مالک اور اڈیٹر بڑی نامورہی کے ساتھ رہ چکے ہین اور اعلےٰ نثارون مین نام کر چکے ہین۔ آپ کی رائے اورونکی طرح خدانخواستہ نہ تعصب مذہبی کی عفونت سے گندہ ہے اور نہ صرف نثر کے تخلص کیطرح بودی اور وکھاوی کی ابلہ فریبی ہے بلکہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ اُن بزرگوار کی منصفانہ بے لوث رائے ہے جو ایک ہی فن مین نسیم سے دوش بدوش مسابقت کے میدان مین قدم ترقی کر چکے ہین۔

پس اب اُن لوگون کی بیہودہ سرائی پر (جو اپنے منصب اور قابلیت سے خلقی محروم ہین اور جنکو سوا جٹر دیونکی طرح قصے کہانیان سُناتے اور بازاریون کی طرح گالیان دینے اور بے دلیل وہ عادی پیش کرنیکے اور کچھ نہین آتا) اُنسے بجز نفرین اور تبسم اور تحقیر اور کیا سلوک کیا جائے مضمون یہ ہے۔

از اودھ پنچ مطبوعہ ۳۰ - اگست ۱۹۰۵ء جلد ۲۹ نمبر ۳۱

گلزار نسیم اور مرحوم نسیم

(از احمد علی صاحب شوق)

مائی ڈیر اودھ پنچ - گلزار نسیم پر نکتہ چینیوں سے مرحوم نسیم کی روح بہت کشمکش مین ڈالی گئی جانبین سے یہ بحث بہت طوالت کو پہونچی - اگر نسیم یا آتش زندہ ہوتے تو فیصلہ ممکن تھا اور اب اگر اس بات کا فیصلہ مد نظر ہے کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین ہے تو نسیم اور آتش کی زندگی واپس لانے کے واسطے خواجہ خضر علیہ السلام کی تلاش کیجائے بشرطیکہ وہ زندہ اور آبحیات کہین موجود ہو یہ کام حضرت نکتہ چین کو کرنا چاہیئے مین تو یہی کہونگا کہ یہ مثنوی نسیم مرحوم کی ہے - اسکے خلاف صرف قصّون اور کہانیون سے کوئی دلیل اس بات پر نہین قائم ہو سکتی کہ یہ مثنوی کسی اور کی ہے اگر گلزار نسیم حضرت نسیم کی نہین ہے تو گلستان شیخ سعدی کی نہین ہے اور خمسہ نظامی کا نہین ہے - اسکے لئے بھی حضرت نسیم کی جانب سے چند قصّے تصنیف ہو سکتے ہین -

نسیم مرحوم لکھنؤ کے رہنے والے تھے اہل زبان تھے جب باہر والے لکھنؤ مین رہکر زباندان ہو سکتے ہین تو وہ شخص جسنے لکھنؤ مین پیدا ہو کر یہین آنکھین کھولی ہون یہین زبان کھولی ہو یہین عمر بھر رہا ہو - اُسکا فصیح البیان ہونا کیا تعجب کی بات ہے بعض لوگون نے اسی بحث مین ترانۂ شوق کی جانب اشارہ کرکے میری جانب یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ مین نے گلزار نسیم کا جواب کہا ہے - حاشا مین نے جواب نہین کہا ہے - ہان اُسی بحر مین ایک مثنوی کہی ہے جس بحر مین گلزار نسیم ہے اور یہ کوئی بات نہین مثنوی کہنے کیواسطے آخر مین اُنھین بحرون مین سے کوئی نہ کوئی بحر اختیار کرتا جو مثنوی کیواسطے

مختص ہین پھر مین نے یہی بحر پسند کی تو کیا قصور کیا ۔ ڈیر پنچ مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ گلزار نسیم کی خوبیونکو میرا ہی دل جانتا ہے اور مین سچ کہتا ہون کہ نسیم مرحوم نے جس فصاحت کے ساتھ گلزار نسیم کو نظم فرمایا ہے مین اُسکو نہین پہونچ سکا ۔ مین نے اپنی قوت شاعرانہ ایک حدتک (ترانۂ شوق) مین صرف کی اور اس قدر صحیح ہے کہ ترانۂ شوق کی تصنیف کے وقت گلزار نسیم میری نگاہونکے سامنے تھی حاشا اس غرض سے نہین کہ مین اُسکا جواب کہون بلکہ اس غرض سے کہ بحر ایک ہی ہے مضامین لڑنہ جائین ۔ لیکن نسیم کی فصاحت بیانی نے میری یہ حالت کی کہ جابجا دانتون پسینا آ گیا اور پھر بھی مین کامیابی کی حدتک نہ پہونچ سکا مثلاً نسیم مرحوم نے فرمایا ہے ؎ چھپائے بڑین گال اگر چھوئے ہون + کالے ڈسین بال اگر چھوئے ہون ترانۂ شوق مین بھی یہ رنگ ایک مقام پر آ گیا ہے اور مین نے اس جگہ بہت شعر نکالے ۔ مگر نسیم مرحوم کے اس شعر کی لطافت اور فصاحت اور تناسب الفاظ کو میرا کوئی شعر نہین پہونچ سکا مین نسیم مرحوم کی روح کو (گلزار نسیم) کی داد کہانتک دون جس رنگ مین یہ مثنوی ہے اپنی مثال آپ ہی ہے اور سچ یہ ہے کہ حضرت آتش مغفور کا یہ رنگ ہی نہین اگر وہ مثنوی فرماتے بھی تو شاید گلزار نسیم کی سی نہ ہوتی ۔

ایک عنایت فرما نے عجیب مذاق کیا یعنی گلزار نسیم پر ریویو کرتے ہوے (ترانۂ شوق) کے دو شعر لکھدیے کہ نسیم کے ہین وہ ریویو نقلاً مین نے ایک جدید پرچہ مین دیکھا تھا ایک شعر تو یہ تھا ؎ ایک شب کہ تھی خال روے شامت + یا مردم دیدۂ قیامت + دوسرا شعر اسوقت مجھے یاد نہین رہا ۔ مین اپنے عنایت فرما کا شکر گزار تو ضرور ہون کہ اُنھون نے نسیم مرحوم کی نظم کے پلے پر میری نظم کو تولا لیکن مین تعجب کرتا ہون کہ نسیم مرحوم کی سلاست کا رنگ اُنکی طبیعت سے شاید اُتر گیا تھا اور یہ کہ گلزار نسیم کو سامنے رکھکر وہ ریویو فرماتے تو یہ سہو نہ ہوتا اور نہ ہونا بہتر تھا ۔

نسیم مرحوم سے اگر کہین چوک ہوئی ہو تو اس سے اُنکی فصاحت اور شاعری پر حرف نہین آسکتا

مثل میرے جو احباب حضرت نسیم مرحوم کی خوبیونکو اور اُنکی خوش کلامی کو ماننے ہوئے ہین اُنکو ایسی حرف گیریون اور نکتہ چینیون پر پیچ و تاب کی ضرورت ہی کیا ہے نسیم مرحوم انسان تھے اور انسان سے سہو اور خطا ممکن ہے حضرت حافظ شیراز نے تا بہ کجا کی بے کو مفتوح فرمایا ہے تو اس سے اُنکا پایۂ سخن نہین گرا دیا گیا شعرا انسان تھے فرشتہ نہ تھے مسلمان تو قائل ہین کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے انسان کے لباس مین نازل ہوے تو اُنسے بھی خطاے انسانی ہو گئی - پھر نسیم مرحوم تو فطرتی انسان تھے - بہر حال انسانی سہو و خطا سے نہ نسیم مرحوم مستثنیٰ ہو سکتے ہین نہ مین نہ اور کوئی - مثل ہے کہ شہسوار ہی گرتا ہے اس سے میری غرض یہ ہے کہ شاعر ہی سے خطا ممکن ہے نہ کہ اُس سے جو شعر ہی نہ کہے آپ شعراے فارس کے دیوانونکو ملاحظہ فرمائیے کتنے شعرا ایسے ملین گے جنھون نے الف کے دھوکے مین عین کو تقطیع سے گرا دیا ہے تو کیا اس سے اُنکی اُستادی اور فصاحت بیانی ہٹ گئی - توبہ البتہ اسے ہم کہین گے کہ دھوکا ہوا خطاے انسانی کی مثالین مین پیش کرتا ہون شاید میرے ان دوستونکو جو نسیم مرحوم پر نکتہ چینی فرما رہے ہین ان مثالون سے تسکین ہو جاے محتشم کاشی فرماتے ہین ع خندند بر من نوخطان طفلان مکتب خانہ ہم + ہم مکتب خانہ ملاحظہ ہو - حکیم ہمدانی فرماتے ہین ع بہ کف مسوّدہ زلف یار میخواہم - مسوّدہ تشدید واو ملاحظہ ہو شیخ سعدی فرماتے ہین ع زمین راز کمالیت شرف بر آسمانستے - کمالیت ملاحظہ ہو - نظیری نیشاپوری فرماتے ہین ع ظہور حسن تو امنیتی بہ دوران داد - امنیت ملاحظہ ہو - بھی نظیری فرماتے ہین ع کز عجائب ہاے دوران دیو را خاتم رسید - عجائب ہاے ملاحظہ ہو - خلاق المعانی کمال اسمٰعیل اصفہانی فرماتے ہین ع باد صبا بر و خواند یا ایہا المزّمل - یا ایہا المزّمل - قرآن شریف کا جملہ ہے اور بہ تشدید زا ہے - مگر حضرت اسمٰعیل اصفہانی بلا تشدید زا اس جملے کو اپنی نظم مین لائے - اب مین پوچھتا ہون کہ ان مین سے کس کو شعرا نے دائرہ اُستادی سے خارج فرما دیا - حاشا ایسا خیال بھی گناہ ہے - مین اس قسم کی مثالین بشمار پیش کر دون جنکو

آپ سوا اسکے کہ سہو انسانی فرمائیں اور نہ کچھ فرما سکیں گے لیکن یہ چند الفاظ اسبات کے سمجھ لینے کے واسطے کافی ہیں کہ جب ایسے ایسے جلیل القدر باکمال اساتذہ سہو سے نہیں بچے تو بیچارہ نسیم مرحوم اور احمد علی شوق یا اور کوئی اگرچہ کے تو آخر انسان ہی ہے۔ میری آخری عرض اپنے دوستوں سے اسقدر اور ہے کہ اگر نسیم مرحوم کی روح کو اب بھی فاتحہ معکوس سے ثواب پہونچایا جائے تو ان سب اساتذہ کی روحیں بھی ثواب کی محتاج ہیں۔

(راقم احمد علی شوق)

از اودھ پنچ مطبوعہ ۱۷۔ اگست ۱۹۰۵ء نمبر ۳۳ جلد ۲۹۔

گلزار نسیم اور مرحوم نسیم

(از احمد علی صاحب شوق)

(ڈیرپنچ۔ میرا مضمون اسی سرخی کے ساتھ جو مین نے اوپر لکھی ہے اودھ پنچ مطبوعۂ ۳۔ اگست ۱۹۰۵ء مین چھپ کر شائع ہوا مین ڈرتا ہون کہ میرے بعض دوست مجھسے کشیدہ خاطر ہون کہ مین نے ایسا مضمون جو مرحوم نسیم کی جانب جھکتا ہوا پلہ لیئے ہوے ہے کیون لکھا۔ مین اُنسے معافی چاہتا ہون۔ مین اُس مضمون مین جو کچھ لکھ گیا ہون اُس سے ایک اور معافی کی ضرورت بھی پاتا ہون شاید سہو سے بجاے ترانۂ شوق کے مین نسیم کا شعر لکھ گیا ہون میرے سامنے نہ اُسوقت گلزار نسیم ہے نہ ترانۂ شوق دونون مثنویون کے اشعار اکثر میری زبان پر اور میرے دماغ مین ہین (ترانۂ شوق کے اشعار اس سبب سے کہ مین خود اُسکا مصنف ہون اور گلزار نسیم کے اشعار اس سبب سے کہ وہ مجھے پسند ہے اور مین نے ترانۂ شوق کی تصنیف مین اُس کی تقلید کی ہے)۔

مجھے واقعی یاد نہین ہے کہ اک شب کہ تھی الخ یہ شعر ترانۂ شوق کا ہے یا گلزار نسیم کا۔ کسی نے ترانۂ شوق کے دو شعر ضرور لکھے تھے اخبار معولی ساتھا مین اُن شعرون کو بھول گیا اور دھوکے سے یہ شعر لکھ دیا۔

مین اپنے معزز دوست حضرت چکبست سے رشک کرون تو درست ہے

غالباً میرے معزز دوست بابو جوالا پرشاد صاحب برق کو یہ بات یاد ہو کہ مین نے قیام لکھنؤ کے زمانے مین ایکبار قصد کیا تھا کہ مین مرحوم نسیم کی لائف لکھون اور اسکا ذکر بھی کیا تھا۔
مجھے زمانہ کی گردش نے لکھنؤ سے دور پھینک دیا اور حضرت چکبست میرے دل کی تمنا کو اُڑا لے گئے۔ خیر تمنا تو نکل گئی گو میرے قلم سے نہین۔ حضرت چکبست کے قلم سے سہی۔
مین نے جھگڑے کی تحقیقات مین یہ ذکر دیکھا کہ (گلزار نسیم) مین ترمیم کی گئی ہے یہ اعتراض یقیناً میرے اُن دوستون کی جانب سے ہے جو گلزار نسیم کی خوبیونکے خلاف مضامین تحریر فرما رہے ہین مین نے اُنکا کوئی مضمون پورا پورا نہین دیکھا لیکن مین یہ کہہ سکتا ہون کہ کثرت اشاعت اور اختلاف مطابع نے گلزار نسیم کی اصلی حالت ہی کو بدل دیا اور وہ اغلاط کتابت سے بھر گئے اگر ارباب فراست نے قوت ممیزہ سے کام لیا اور اغلاط کتابت کی تصحیح کر دی تو اچھا کیا۔ ایسی مداخلت تعریف کے قابل ہے نہ کہ حرف گیری کے قابل۔
جو واقف ہین وہ جانتے ہین کہ ایک بڑے اُستاد کا دیوان چھپ رہا تھا دیوان مین ایک شعر تھا جسمین بجاے (طائر کے) جانور کا لفظ اُستاد نے کہا تھا یہ دھوکا ہو گیا تھا۔ ترتیب دیوان کے وقت میرے اُستاد مرحوم یعنی حضرت اسیر نیز صاحب دیوان کے بہت سے شاگرد موجود تھے سبھون نے لفظ (جانور) کو کاٹ کر لفظ طائر بنا دیا آپ خیال فرمائیے کہ یہ نیک نفسی تھی یا نہین۔
حضرت غالب مرحوم کا دیوان فارسی جب منشی نولکشور مرحوم کے مطبع مین چھپنے کو آیا تب مولوی محمد ہادی علی اشک مرحوم مصحح تھے اُنھون نے حضرت غالب کو تحریر فرمایا کہ آپ سے دھوکا ہو گیا ہے یعنی آپ فرما گئے ہین۔ ع (چو نانکہ لب زز مزمہ یا ابو الحسن)
یہ مصرعہ حضرت غالب مرحوم کے ایک قصیدہ فارسی کا ہے در اصل حرف ندا کے ساتھ ابا الحسن فرمانا چاہئے تھا۔ حضرت غالب نے جواب تحریر فرمایا کہ مین نے کہا اسی طرح ہے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ غلط لفظ اپنی غلط حالت کے ساتھ چھپ گیا اور اب بھی اسیطرح دیوان مین

موجود ہے - لیکن ہندوستان مین کون کہہ سکتا ہے کہ اسوجہ سے حضرت غالب کو احاطۂ اُستادی سے باہر کردیا - اب مین کہتا ہون کہ اُستاد نظامی جنکا خمسہ ہے اور جنکی مثنویونکا لوہا آجتک ملک فارس مانے ہوے ہے وہ لفظ (ارنی) کو بسکون را فرما گئے سکون جائز نہین ہوا مگر اُستادی کے دائرے سے نہین خارج کیے گئے -

مین آپکو اس انتخاب کی جانب متوجہ کرتا ہون جو حضرت مصحفی مرحوم کے متعدد دیوانون سے حضرت آسیر و آمیر مرحومین نے فرمایا اور وہ چھپ گیا ہے - آپ اُسکو اور حضرت مصحفی کے اصلی دیوانونکو ملاحظہ فرمائیے تو یہ عقدہ حل ہو جائے کہ دیوانون کے اغلاط کتابت کی تصحیح کس حد تک انتخاب مین کی گئی ہے اب جو اعتراض گلزار نسیم کی تصحیح کے متعلق حضرت چکبست پر عائد کیا جائے وہی اعتراض اُن دونون اُستادون پر بھی عائد ہوگا جو انتخاب کے بانی تھے سوانح عمری کا لکھنے والا بجاے قلم کے تعصب کا نشتر لیکر نہ بیٹھے جہانتک نیک نفسی کام دے وہانتک حملے کی ضرورت کیا ہے - حملہ اور پھر مردے پر تصحیح نہو سکے تو تاویل اور تاویل نہ ممکن ہو تو تسلیم - بہتر روش یہی ہے میرے معزز دوست جو گلزار نسیم کو نسیم مرحوم کی تصنیف نہین قرار دیتے آخر اُسکی وجہ کیا ہے - اُردو زبان جہان رواج پائی ہوئی ہے - وہان فطرتاً ہندو اور مسلمانون مین مشترکہ ہے - ہندو اسکے مقلد نہین ہین بلکہ جسطرح مسلمانونکو اسپر دعوی کا حق حاصل ہے اُسیطرح ہندوونکو بھی حاصل ہے اُردو ہندوستان ہی مین پیدا ہوئی جہان کے رہنے والے ہندو اور مسلمان دونون ہین - فارسی جو خاص مسلمانونکی زبان تھی اور ہنود جسکے مقلد تھے اسمین بھی ٹیکچند صاحب بہار عجم - راے رایان انندرام مخلص عوض راے - عشرت - چندر بھان برہمن بھوپت راے بیغم نیز اور ارباب کمال نے کیسی کیسی بلند نامیان حاصل کی ہین آخر کس کس کے کمال پر پردہ ڈالا جائیگا -

اودھ پنچ کی جلدونمین پنڈت تربھون ناتھ مرحوم کے مضامین موجود ہین وہ ہندو ہی تو تھے اور کشمیری بھی انکی پاکیزہ زبان سے کون انکار کرسکتا ہے - مثنوی بہار اور اتھلیو اور رہنے

ترجمونمین جو زبان بابو جوالا پرشاد صاحب برق نے لکھی ہے وہ کیسی پاکیزہ ہے آخر وہ ہندو ہی تھے ہین یقیناً بہت سے مسلمانون کی کتابون سے ان کتابون کی زبان لطیف ہے نسیم مرحوم اگر زندہ ہوتے تو وہ اہل زبان ہونیکا دعوی کر سکتے تھے اور اُنکا دعوی بھی صحیح تھا اسلیئے کہ لکھنؤ مین پیدا ہوے چلے جیئے ڈیپوٹی مین کسی کی طرف کشی نہین کرتا بلکہ میرا خیال صرف اسقدر ہے کہ نسیم کی لائف لکھکر اگر حضرت چکبست نے اردو کی شاعری اور زبان پر احسان کیا ہے تو اسکا شکر گزار ہونا مناسب ہے تاکہ حوصلے بڑھین اور لائف سے مردون کے نام زندہ ہون۔ آخر مین اور حضرت شرر سب مرنے کو آئے ہین اگر مین زندگی مین یہ خیال کرون کہ مرنے کے بعد مجھے گالیون سے یاد کرینگے تو کسقدر میری روح کو اس زندگی ہی مین تکلیف ہو۔ اے حضرت جو شخص شعر کہتا ہے اُسی کا دماغ اُسی کا دل اُسی کا کلیجا جانتا ہے فی نفسہٖ حسن اور گلزار نسیم) یہ دونون مثنویان ایسی ہوئی ہین جنکی خوبیون تک کلام کو پہونچانا اگر ممتنع نہین ہے تو اسقدر مشکل ضرور ہے کہ جیسکا آسان ہونا ہی مشکل قرار دیا جائے (ترانہ شوق) کی تصنیف کے وقت جو خون جگر مین نے کھایا ہے اُسکا یقین ارباب فہم کو خود ہی ہو سکتا ہے اور گو میری جانب سے مقابلہ نہین تھا بلکہ تقلید تھی لیکن نسیم کی سلاست فصاحت نے حوصلے کو اسقدر پست کیا کہ اب ایک نئی مثنوی جو حسن) کی بحر مین مین نے کہی ہے اُسکو (حسن) کے رنگ ہی سے بچایا ہے اور بالکل علیحدہ روش اختیار کی ہے۔ شاید قریب زمانے مین چھپ جائے روش کے بدلنے کی خاص وجہ یہی ہے کہ نسیم مرحوم کے رنگ کو اختیار کرکے مین پشیمان ہو چکا تھا۔

مین اسبات پر کچھ حرف نہین رکھتا کہ نسیم کی لائف پر کیون نکتہ چینی کی گئی اگر نکتہ چینی نہ ہوتی تو کتاب خاموشی کے لباس مین نامقبول رہتی۔ نکتہ چینی اسکے مقبول ہونے کی دلیل اور گویا حضرت مصنف کو مبارکباد ہے۔ البتہ اسقدر مین جانبین کے دوستونسے عرض کرونگا کہ تحریرین تعصب سے دور اور اخلاص سے ہمبغل رہین تو لطف کی بات ہے اور عام دیکھنے والونکو تحقیقی فائدہ بھی پہونچے

(راقم احمد علی شوق)

از کشمیری درپن بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء جلد ۳ نمبر ۸

گلزار نسیم - اور مرحوم نسیم

(از احمد علی شوق)

مائی ڈیر اودھ پنچ گلزار نسیم پر نکتہ چینیون سے مرحوم نسیم کی روح بہت کشمکش مین ڈالی گئی - جانبین سے یہ بحث بہت طوالت کو پہونچی اگر نسیم یا آتش زندہ ہوتے تو فیصلہ ممکن تھا اور اب اگر اس بات کا فیصلہ مدنظر ہے کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین ہے تو نسیم اور آتش کی زندگی کو واپس لانے کے لئے خواجہ خضر علیہ السلام کی تلاش کیجائے - بشرطیکہ وہ زندہ اور آب حیات کہین موجود ہو - یہ کام حضرت نکتہ چین کو کرنا چاہیئے -

مین تو یہی کہون گا کہ یہ مثنوی نسیم مرحوم کی ہے اس کے خلاف صرف قصون اور کہانیون سے کوئی دلیل اس بات پر نہین قائم ہو سکتی ہے کہ یہ مثنوی کسی اور کی ہے - اگر گلزار نسیم حضرت نسیم کی نہین ہے تو گلستان شیخ سعدی کی نہین ہے - اور خمسہ نظامی کا نہین ہے اسکے لئے بھی حضرت نسیم کی جانب سے چند قصے تصنیف ہو سکتے ہین -

نسیم مرحوم لکھنؤ کے رہنے والے تھے اہل زبان تھے جب باہر والے لکھنؤ مین رہکر زبان دان ہو سکتے ہین تو وہ شخص جسنے لکھنؤ مین پیدا ہو کر ہین آنکھین کھولی ہون یہین زبان کھولی ہو یہین عمر بھر رہا ہو اسکا فصیح البیان ہونا کیا تعجب کی بات ہے بعض لوگون نے

اسی بحث مین ترانۂ شوق کی جانب اشارہ کر کے میری جانب یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ مین نے گلزار نسیم کا جواب کہا ہے - حاشا مین نے جواب نہین کہا ہے ہان اُسی بحر مین ایک مثنوی کہی ہے جس بحر مین گلزار نسیم ہے اور یہ کوئی بات نہین - مثنوی کہنے کیواسطے آخر مین انھین بحرون مین سے کوئی بحر اختیار کرتا جو مثنوی کے واسطے مختص ہین - پھر مین نے یہی بحر پسند کی تو کیا قصور کیا —

ڈیرہ پنچ مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ گلزار نسیم کی خوبیون کو میرا دل ہی جانتا ہے اور مین سچ کہتا ہون کہ نسیم مرحوم نے جس فصاحت کے ساتھ گلزار نسیم کو نظم فرمایا ہے مین اُسکو نہین پہونچ سکا مین نے اپنی قوت شاعرانہ ایک حد تک (ترانۂ شوق) مین صرف کی اور اسقدر صحیح ہے کہ (ترانۂ شوق) کی تصنیف کے وقت گلزار نسیم میری نگاہون کے سامنے تھی حاشا اس غرض سے نہین کہ مین اِسکا جواب کہون بلکہ اس غرض سے کہ بحر ایک ہی ہے مضامین لڑ نہ جائین - لیکن نسیم کی فصاحت بیانی نے میری یہ حالت کی کہ جابجا دانتون پسینا آگیا اور پھر بھی مین کامیابی کی حد تک نہ پہونچ سکا - مثلاً نسیم مرحوم نے فرمایا ہے ؎

چھالے پڑین گال اگر چھوے ہون   کاٹے ڈسین بال اگر چھوے ہون

ترانۂ شوق مین بھی یہ رنگ ایک مقام پر آگیا ہے اور مین نے اُس جگہ بہت شعر نکالے مگر نسیم مرحوم کے اس شعر کی لطافت اور فصاحت اور تناسب الفاظ کو میرا کوئی شعر نہین پہونچ سکا - مین نسیم مرحوم کی روح کو گلزار نسیم کی داد کہانتک دون - جس رنگ مین یہ مثنوی ہے اپنی مثال آپ ہی ہے - اور سچ یہ ہے کہ حضرت آتش مغفور کا یہ رنگ ہی نہین اگر وہ مثنوی فرماتے بھی تو شاید گلزار نسیم کی سی نہوتی —

ایک عنایت فرما نے عجیب مذاق کیا یعنی گلزار نسیم پر ریویو کرتے ہوے ترانۂ شوق کے دو شعر لکھدیے کہ نسیم کے ہین وہ ریویو نقلاً مین نے ایک جدید پرچہ مین دیکھا تھا ایک شعر تو یہ تھا ؎ ایک شب کہ تھی خال روے شامت + یا مردم دیدۂ قیامت —

دوسرا شعر اسوقت مجھے یاد نہین رہا۔ مین اپنے عنایت فرما کا شکر گزار تو ضرور ہون کہ اُنھون نے نسیم مرحوم کی نظم کے بتے پر میری نظم کو تو لا لیکن مین تعجب کرتا ہون کہ نسیم مرحوم کی سلاست کا رنگ انکی طبیعت سے شاید اُتر گیا تھا اور یہ کہ گلزار نسیم کو سامنے رکھکر وہ ریویو فرماتے تو یہ سہو نہوتا اور نہونا بہتر تھا۔

نسیم مرحوم سے اگر کہین چوک ہوئی ہو تو اس سے اُنکی فصاحت اور شاعری پر حرف نہین آسکتا مثل میرے جو احباب حضرت نسیم مرحوم کی خوبیون کو اور اُنکی خوش کلامیون کو مانے ہوے ہین اُنکو ایسی حرف گیریون اور نکتہ چینیون پر پیچ و تاب کی ضرورت ہے۔ نسیم مرحوم انسان تھے اور انسان سے سہو اور خطا ممکن ہے حضرت حافظ شیرازی نے (تا بکجا) کی بے کو مفتوح فرمایا تو اس سے اُنکا پایۂ سخن نہین گرا دیا گیا۔ شعرا انسان تھے فرشتہ نہ تھے مسلمان تو قائل ہین کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے انسان کے لباس مین نازل ہوے تو اُن سے بھی خطاے انسانی ہو گئی پھر نسیم تو فطرتی انسان تھے۔ بہرحال انسانی سہو و خطا سے نسیم مرحوم مستثنیٰ ہو سکتے ہین نہ مین نہ اور کوئی۔ مثل ہے کہ شہسوار ہی گرتا ہے اس سے میری غرض یہ ہے کہ شاعر ہی سے خطا ممکن ہے نہ کہ اُس سے جو شعر ہی نہ کہے۔ آپ شعراے فارس کے دیوانون کو ملاحظہ فرمائیے کتنے شعر ایسے ملین گے جنھون نے الف کے دھوکے مین عین کو تقطیع سے گرا دیا ہے۔ تو کیا اس سے اُنکی اُستادی اور فصاحت بہاتی مٹ گئی توبہ۔ البتہ اسقدر ہم کہین گے کہ دھوکا ہوا۔

خطاے انسانی کی مثالین مین پیش کرتا ہون شاید میرے اُن دوستون کو جو نسیم مرحوم پر نکتہ چینی فرما رہے ہین۔ ان مثالون سے تسکین ہو جائے محتشم کاشی فرماتے ہین۔ خندہ بر من نو خطان طفلان مکتب خانہ ہم ، مکتب خانہ ملاحظہ ہو۔ کلیم ہمدانی فرماتے ہین ع بکف مسودۂ زلف یار میخواہم۔ مسودہ بہ تشدید دال ملاحظہ ہو) شیخ سعدی فرماتے ہین۔ زمین را از کمالیت شرف بر آسمانستی۔ کمالیت ملاحظہ ہو۔ نظیری نیشاپوری

فرماتے ہین ع ظہور حسن تو امشب بہ دوران داد۔ امشب ملاحظہ ہو۔ نظیری فرماتے ہین ع کز عجائب ہاے دوران دیو را خاتم رسید۔ عجائب ہاے ملاحظہ ہو خلاق المعانی کمال اسمٰعیل اصفہانی فرماتے ہین ع باد صبا بر و خواند یا ایہا المزمل۔ یا ایہا المزمل۔ قرآن پاک کا جملہ ہے اور بہ تشدید زا ہے مگر حضرت اسمٰعیل اصفہانی بلا تشدید زا اس جملہ کو اپنی نظم مین لائے۔

اب مین پوچھتا ہون کہ ان مین کس شعر کو شعرا نے دائرہ اُستادی سے خارج فرما دیا حاشا ایسا خیال بھی گناہ ہے۔ مین اس قسم کی مثالین بیشمار پیش کر دون۔ جنکو آپ سوا اس کے کہ سہو انسانی فرمائین اور نہ کچھ فرما سکین گے لیکن یہ چند الفاظ اس بات کے سمجھ لینے کے واسطے کافی ہین کہ جب ایسے ایسے جلیل القدر با کمال اساتذہ سہو سے نہین بچے تو بیچارہ نسیم مرحوم اور احمد علی شوق یا اور کوئی اگرچہ کے تو آخر انسان ہی ہے۔ میری آخری عرض اپنے دوستون سے اسقدر اور ہے کہ اگر نسیم مرحوم کی روح اکیلی بھی فاتحہ معکوس سے ثواب پہونچایا جاے تو ان سب اساتذہ کی روحین بھی ثواب کی محتاج ہین —

(راقم احمد علی شوق)

از رسالہ زمانہ نمبر ۴ جلد ۶ بابت ماہ جون ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

(از نقّاد لکھنوی)

اُردو زبان کی یہ مرصّع اور مقبول عام مثنوی ہماری شاعری کے اُس ترقی یافتہ دور کی یاد دلاتی ہے جو ہندوستان مُدّت العمر نہ پیدا کر سکے گا - مبارک تھا وہ زمانہ جسنے ناسخ سا امام فن - آتش سا جادو بیان اور انیس سا خدائے سخن پیدا کیا اور لکھنؤ کو دلّی کی مطابعت سے آزاد کر کے چار دانگ عالم مین اسکی زبان دانی کا سکّہ بٹھا دیا - یہی وہ زمانہ تھا جب اُردو نے ایک سنجیدہ زبانکی حیثیت پیدا کی اُسپر سے اسکی ابتدائی خامیون اور بے ترتیبیون کا بوجھ اُتار گیا اور وہ (زبان) کے خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوئی - اسی زمانہ مین ایسے ایسے شیران بیشۂ سخن پیدا ہوئے جنکا نام لیتے ہوے عام دلونپر ایک ہیبت طاری ہو جاتی ہے یہی وہ زمانہ تھا جب ایسی ایسی تصانیف شائع ہوئین جنپر باد حوادث کے زبردست جھونکے بھی کوئی اثر نہ کر سکے اور جو باوجود اختلاف مذاق و انقلاب خیالات بھی ابتک اپنی شہرت پر حرف نہین آنے دیتین -

گلزار نسیم بھی اسی قبیل کی ایک نظم ہے جسے جتنی مرتبہ اور جتنے غور سے پڑھیے ایک نیا لطف ملتا ہے اور جب ذہن اُسکے دقائق اور نزاکت فن تک پہونچتا ہے تو ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے درحقیقت اُسمین ایسے ایسے نازک استعارے اور بلند خیالی کے نمونے موجود ہین جو اُردو شاعری کی انتہائی ترقی کا پتہ دیتے ہین - اور مجموعی حیثیت سے اُسمین اعلیٰ شاعری کے

اتنے ارکان جمع ہوگئے ہین جو دوسری مثنویون بلکہ اردو کی کُل تصانیف مین کبریت احمر کا حکم رکھتے ہین۔

قاعدہ ہے کہ جب کوئی فن ترقی کرتا ہے تو اُسمین ایسی ایسی باریکیان پیدا ہو جاتی ہین جو بادی النظر مین محسوس نہین ہوتین اور ناواقفان فن اُنکے سمجھنے سے قاصر رہتے ہین۔ لیکن جب ذہن اُن باریکیون تک پہونچ جاتا ہے تو دوسری معمولی اور سادی چیزون مین کوئی لطف نہین ملتا۔ خصوصاً شاعری کے لئے تو سخت ضرورت ہے کہ اُسکے دقائق تک پہونچنے اور لُطف اُٹھانے کے لئے خاص قابلیت پیدا کیجائے۔ شاید اسی خیال سے اعلےٰ درجے کے شعرا نے (سخن دلپذیر) کے ساتھ) دل (سخن پذیر) کی بھی قید لگادی ہے گویا یہ دونون لازم و ملزوم چیزین ہین جنکے بغیر نہ شاعری ہوسکتی ہے نہ شاعری کی قدر۔

خود شاعری ایک ایسی چیز ہے جسے دنیا مین آجتک بہت تھوڑے لوگ سمجھے ہین عام طور پر نظم اور شاعری دونون ہم معنی الفاظ سمجھے جاتے ہین حالانکہ دونون کے مفہوم اور نوعیت مین زمین و آسمان کا فرق ہے دلی جذبات اور خیالات مقررہ وزن و قافیہ مین نظم کردینا اور چیز ہے اور (شاعری) اور چیز ایک مصور اپنی تصویر مین کوئی ایسی ادا دکھاتا ہے جسپر طبیعت بے اختیار لوٹ جاتی ہے اور یہی شاعری ہے۔ ایک گویّا اپنے گانے مین کوئی ایسی تان لگا جاتا ہے کہ لوگ کلیجہ تھام لیتے ہین۔ یہ بھی شاعری ہے۔ اسیطرح ہر اہل فن اور صنّاع اپنے اپنے فن مین شاعری کرتا ہے۔ گویا شاعری اُس مابہ الامتیاز چیز کا نام ہے جو ایک ادائے خاص رکھتی ہے اور وہ ہر شخص کا حصہ نہین اسیلئے شاعری کو وہبی کہا گیا نہ کسبی سچ ہے کہ ایک شاعر کیسا ہی زبردست اُستاد کیون نہو مگر وہ اُسوقت نہ مانا جائیگا جبتک اُس کا کلام کوئی ادائے خاص نہ رکھتا ہو البتہ اسکی موزونی طبع اور اُستادی مین کلام نہین ؎

زبان تو غنچہ کے بھی مُنھ مین ہے یہ کیا لازم   کہ جسکے مُنھ مین زبان ہو سخنور ہی جانے

جسطرح زمانۂ جاہلیت مین ساحری شاعری مزا دیتی ہے اُسیطرح زمانۂ تہذیب مین شائستہ کلام

لطف خاص رکھتا ہے۔ صرف اتنا فرق ضرور ہے کہ زمانہ جاہلیت مین سب کے سب ہم مذاق ہوتے ہین اور زمانہ تہذیب مین تعلیم یافتہ لوگون کے ساتھ غیر تعلیم یافتہ اشخاص کی بھی ایک تعداد باقی رہجاتی ہے۔ اور اسلیئے ترقی یافتہ شاعری عام دلون کو اُسقدر نہین لبھاسکتی جسقدر سادی شاعری اپنے زمانہ جاہلیت مین۔ اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیئے (ملٹن) اور (کارلائل) کی معیار شاعری پر غور کرنا چاہیئے۔ دونون نے اپنے اپنے خیال و مذاق کے مطابق رائے دی ہے اور دونون کے خیالات مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ملٹن کے زمانے تک انگریزی شاعری اگرچہ تھوڑی بہت ترقی کرچکی تھی تاہم سوسائٹی پر سادگی خیال کا گہرا اثر باقی تھا اور اصول مین کوئی نزاکت نہین پیدا ہوئی تھی۔ اسلیئے اس نے شاعری کے لیئے سادگی اور تاثیر ضروری جزو خیال کیئے ہین۔ لیکن کارلائل جو متاخرین مین ایک بے نظیر نقاد فن گذرا ہے اور جسکے وقت مین انگریزی شاعری معراج کمال پر پہونچ گئی تھی وہ جدّت و اختصار نازک خیالی اور جودت طبع کو اعلے ارکان شاعری قرار دیتا ہے۔

دونون کے معیار مین جو فرق ہے وہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے اگلے وقت مین کسی سادے سے شعر مین بھی تاثیر کا پیدا ہوجانا غنیمت سمجھا جاتا تھا لیکن زمانہ مابعد مین صرف تاثیر سے تسکین نہین ہوتی تھی لہذا اُن صناعیون کی بھی ضرورت لاحق آئی جو عروس سخن کا زیور ہین۔ اُن زیورون سے جو دلکش ادائین پیدا ہوتی ہین اُنھین کا نام تاثیر ہے۔ ورنہ طعام بے نمک سے لذت آشنا طبائع کی بہائی نہین ہوسکتی اور تہذیب کا یہ اقتضا ہے کہ اُسمین تکلفات کو ترقی ہو۔ انھین تکلفات کو عرف عام مین صنائع و بدائع شعری سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بہر حال اگر آخر الذکر معیار کو پیش نظر رکھکے گلزار نسیم کو جانچا جائے تو اُسمین ترقی یافتہ شاعری کے کئی ارکان مکمل طور پر ملتے ہین اختصار پر تو اس نظم کی بنیاد ہی قائم ہے اور یہ التزام اول سے آخر تک یکسان حالت مین پایا جاتا ہے۔ نازک خیالی اور جودت طبع کے نمونے بھی ہر جگہ

موجود ہین اگرکمی ہے تو جدّت خیال کی مگر اسکے لیے شاعر معذور ہے کیونکہ اصل قصّہ کی تصنیف سے اُسے کوئی تعلق نہین۔ وہ بہت قدیم تصنیف ہے جسے اُس نے صرف نظم کیا ہے۔ تاہم تشبیہ و استعارہ کی صورت مین ایک حد تک جدّت سے بھی کام لیا گیا ہے۔

زبان کو تاریخی حیثیت سے جانچنے کے لئے قدیم و جدید تصانیف کا موازنہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ جبتک ایک چیز کے دو نمونے سامنے نہون اُنمین اچھے بُرے کی تمیز محال ہے۔ اس خیال کو پیش نظر رکھ کے اگر اُردو کی قدیم مثنویون پر نظر ڈالی جاے تو میر تقی میر کی چھوٹی چھوٹی مثنویون اور میر تقی ہوس کی لیلیٰ مجنون سے میر حسن کی مثنوی نسبتہً عمدہ ہے۔ میر صاحب کے دو حرفی قصے زبان حال سے بتاتے ہین کہ واقعات کی ترتیب مین جو وسعت اور پیچیدگی غرابت سے تعلق رکھتی ہے اُسوقت اُردو مین اُسکی گنجایش نہین پیدا ہوئی تھی۔ میان ہوس نے اس میدان مین ایک قدم اور بڑھایا مگر قصے کی تصنیف مین نہین بلکہ ترجمہ مین۔ میر حسن نے اپنا قصہ خود تصنیف کیا ہے اور گو اُسمین بھی اصول فن کے مطابق کوئی جدت نہین بلکہ سارا مسالہ فارسی سے مستعار لیا گیا ہے تاہم وہ اتنی بڑی مثنوی کا مصنف ضرور ہے جو اُس سے پہلے اُردو مین موجود نہ تھی گو اُسوقت اور بھی کئی مثنویان لکھی گئین جنمین بعض طبعزاد اور بعض مشہور قصّون کے نظم کرنے سے تعلق رکھتی تھین۔ لیکن چونکہ اُردو کے ابتدائی دور مین میر حسن کی مثنوی سحر البیان سے بہتر کوئی مثنوی موجود نہ تھی لہذا اُسکی شہرت نے سبکی روشنی ماند کر دی

ان تصنیفات کے بعد (گلزار نسیم) کی نوبت آئی۔ مگر اسوقت زبان اپنی مقررہ حد سے بہت آگے بڑھ چکی تھی اور اُسمین لطف بندشون نازک استعارون اور جدید محاورون سے ایک خاص خوبی پیدا ہو گئی تھی لہذا مصنف گلزار نسیم کو وہ باتین قدرتی طور پر حاصل ہو گئین جو متقدمین کے لئے ناممکن تھین اب بجاے ٹوٹی پھوٹی زبان مین زور بلیغ دکھانے کے ہر قسم کے اداے خیال کے لئے زبان کی شستگی اور سنجیدگی خود ہی زبردست قوت تھی یہی وجہ ہے کہ اس مثنوی کے شائع ہوتے ہی تمام قدیم مثنویونکے چراغ ایکدم سے گل ہو گئے۔

تاہم (سحر البیان) مین اسقدر قوت باقی تھی کہ وہ برسون گلزار نسیم کا ناکام مقابلہ کرتی رہے اور اسلیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مثنویون کے مختصر موازنہ سے مذکورۂ بالا مسئلے پر کسیقدر روشنی ڈالی جاے اور وہ طلسم توڑ دیا جاے جو سچی تنقید کی راہ مین پورٹ آرتھر سے کم سدراہ نہین —

اُردو شاعری چونکہ ہمیشہ سے فارسی شاعری کی تابع رہی ہے لہذا اُسکی ہر تصنیف مین فارسی مذاق غالب رہا ہے۔ چنانچہ اُردو کے دور اوّلین سے لیکر آخر زمانے تک کے شعرا کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنی ہر تصنیف کو التزاماً حمد و نعت سے شروع کرتے رہے ہین حتےٰ کہ مسلمان شعرا کے علاوہ ہندو شعرا بھی اسے اپنا فرض منصبی جانتے تھے اور ان باتونکو شاعری کا جزو اعظم خیال کرتے تھے۔ اس بیان کی تصدیق کے لیئے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ابتدا سے انتہا تک کسی ہندو شاعر کا کلام حمد و نعت سے خالی نہین مل سکتا اور اگر کہین شاذ و نادر ملجاے تو اُسے مستثنیات مین داخل سمجھنا چاہیئے —

پنڈت دیاشنکر نسیم نے بھی اپنی مثنوی مین ان باتون کا التزام کیا ہے اور حسن نے بھی لیکن جن مطالب کو نسیم نے صرف چار شعرون مین ادا کیا ہے۔ حسن نے اُنکے لیئے ایکسو اشعار کہے ہین دونون کے اشعار دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادر الکلامی جو ترقی یافتہ دور کا حصہ ہے ابتدائی دور مین نہین پیدا ہو سکتی۔ حسن بار بار ایک بات کو بیان کرتا ہے اور کوئی چول نہین بیٹھتی وہ ایک تشبیہ دینے کے بعد ہی دوسری تشبیہ دیتا ہے اور جب کافی اطمینان نہین ہوتا تو پھر وہی ناکام کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ نسیم نے جو بات ایکمرتبہ کہدی اُسے دُھرانے اور بار بار بیان کرنے کی ضرورت نہین باقی رہی دیکھیئے شروع کے چار شعرون مین حمد و نعت منقبت اور قلم کی عام تعریف کس شاعرانہ لطافت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ ایسی جامع و مانع خیالات شاعری کی انتہائی ترقی پر محمول ہین —

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری ثمرہ ہے قلم کا حمد باری

کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر — حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیوں سے یہ حرف زن ہے — یعنے کہ مطیع پنجتن ہے
ختم اسپہ ہوئی سخن پرستی — کرتا ہے زبان کی پیشدستی

جب مثنوی کا نام (گلزار نسیم) ہے تو بہاریہ تمہید کی ضرورت تھی ساتھ ہی یہ مشکل بھی کہ تمہید و تحمید دونوں دست و گریبان ہوں ۔ دیکھئے شاعر نے پہلے ہی شعر میں اس دشوار گذار گھاٹی کو کیونکر طے کیا ہے ۔ قلم ایک درخت کی شاخ ہے اور شاخ کے لئے شگوفہ ایک لازمی چیز ہے جس سے بہار کی طرف اشارہ ہو گیا ۔ لیکن یہ مشکل باقی رہ گئی کہ شاخ قلم کے لئے ثمر کہاں سے آئے ۔ کیونکہ وہ ایک بے ثمر درخت کی شاخ ہے ۔ یہیں پر شاعر اپنی خداداد طبیعت کا اعجاز دکھاتا ہے یعنی اس شاخ کے لئے ایسا ثمر (حمد باری) پیدا کیا گیا جو موزون بھی اور انمول بھی ۔

دوسرے شعر میں قلم کی دو زبانوں سے دو کام لئے گئے جو مناسبت کے لحاظ سے لاجواب ہیں ۔ اگر ان دونوں زبانوں سے کوئی ایک کام لیا جاتا تو شعر کی جامعیت میں کسر رہجاتی اور اسلیے شاعر نے ایک جزو اعظم کو بیکار نہیں چھوڑا ۔

تیسرا شعر قلم کی گرفت کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ کیونکہ اب لکھنے والے کی پانچ انگلیاں بھی اسکی معین ہیں ۔ اس اعانت کی بدولت اُس نے پانچ کام اور کیے ۔ یعنی پنجتن کی اطاعت کتنی نازک تخئیل ہے

چوتھا یا آخری شعر جو محض قلم کی تعریف میں ہے ایسا بلند مرتبہ شعر ہے جسکی نظیر دنیا اُردو میں آسانی سے نہیں مل سکتی ۔ قلم پر سخن پرستی کا ختم ہونا اور زبان کی پیشدستی کرنا واقعہ نفس الامری کے اسقدر مطابق ہے کہ نیچرل شاعری اس سے زیادہ کوئی خوبی نہیں پیدا کر سکتی ایک شاعر کا یہ کام نہیں کہ وہ عام اور معمولی باتوں کو نظم کرکے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جاے ۔ بلکہ وہ ایسے خیالات پیدا کرتا ہے جو انسانی معلومات سے بالاتر ہوں اور اُسمیں کوئی مفید اضافہ کریں

یہ بات ہمین نسیم نے بتائی کہ قلم زبان کا قائم مقام ہے اور جو کام تم زبان سے لیتے ہو وہ قلم سے اُس سے بہتر حالت مین لے سکتے ہو۔ بلکہ جہان تمھاری آواز کی رسائی نہین وہان تمھاری تحریر تمھارے مقاصد کی وکیل بن سکتی ہے۔

چارون شعرون مین سلسلۂ بیان۔ مدارج خیالات۔ تناسب لفظی۔ لطفِ زبان۔ جدّتِ خیال۔ جودتِ طبع۔ اختصار اور نزاکت فن کے ساتھ صنائع بدائع شعری بھی اس حد تک موجود ہین کہ اگر یہ خوبی آخر تک قائم رہتی تو (گلزارِ نسیم) بھی دنیا کی چند منتخب نظمون مین شمار ہونے کے قابل تھی۔ تاہم جس حد تک یہ اوصاف اس مثنوی مین موجود ہین اُردو کی کسی دوسری نظم مین نہین ملتے۔

میرحسن نے صرف حمد مین چالیس نعت مین ۲۷ منقبت مین ۲۵۔ اور تعریفِ سخن مین دس شعر کہے ہین۔ یہ طول بیان ہی اردو شاعری کی ابتدائی خامیون کی کافی دلیل ہے ان اشعار کو بالاستیعاب پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کی طبیعت۔ جدّت۔ نازک خیالی۔ اختصار اور جودتِ طبع شاعری کے چارون اعلیٰ اوصاف سے مُعرّا ہے یہان تمام اشعار نقل کرنے کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت۔ صرف (تعریفِ سخن) کے اشعار قلمبند کیے جاتے ہین پڑھنے والے پرکھ لین گے اور سمجھنے والے سمجھ جائین گے کہ انہین شاعری کا جوہر مفقود ہے جسکی ہم تصریح کر چکے ہین۔

پلا مجھکو ساقی شرابِ سخن — کہ مفتوح ہو جس سے بابِ سخن
سخن کی مجھے فکر دن رات ہے — سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
سخن کے طلبگار ہین عقلمند — سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن کی کرین قدر مردان کار — سخن نام اُنکا رکھے برقرار
سخن سے وہی شخص رکھتا ہے کام — جسے چاہیۓ ساتھ نیکی کے نام
سخن سے سلف کی بھلائی رہی — زبانِ قلم سے بڑائی رہی

کہان رستم و گیو افراسیاب — سخن سے رہی یاد یہ نقلِ خواب
سخن کا صلہ یار دیتے رہے — جواہر سدا مول لیتے رہے
سخن کا سدا گرم بازار ہے — سخن سنج اُن کا خریدار ہے
رہے جب تلک داستانِ سخن — الٰہی رہین قدر دانِ سخن

زبان کی ابتدائی خامیون اور خیالات کی کمزوریون سے قطع نظر کرکے اگر طرزِ بیان پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حسنؔ نے شیخ سعدی کی (کریما) کی نقل کی ہے۔ مگر کریما مین بھی بعض بعض مقامات پر اِن خشک نصائح مین شاعری کا اعلیٰ جوہر موجود ہے۔ لیکن ان اشعار مین اُسکا کہین پتہ نہین۔ وہی فرسودہ خیالات ہین جو فارسی مین عام طور پر موجود تھے اور اُنھین بھی سلسلۂ بیان اور مدارج خیالات کے ساتھ نظم کرنا دشوار ہوگیا

حمد و نعت وغیرہ کی طرح مناجات بھی اگلے زمانے مین ایک تصنیف کا ضروری جزو خیال کیجاتی تھی۔ سچ یہ کہ ایشیائی شاعرون کے علاوہ قدیم شعرائے انگلستان مین ملٹن نے بھی نطق کی دیوی سے مدد مانگی ہے۔ حسن اور نسیم دونون نے اسکا التزام کیا ہے۔ نسیم کی مناجات یون شروع ہوتی ہے۔

یا رب میرے خامہ کو زبان دے — منقار ہزار داستان دے
افسانۂ گلِ بکاؤلی کا — افسون ہو بہار عاشقی کا
ہر چند سُنا گیا ہے اُسکو — اُردو کی زبان مین سخنگو
وہ نثر تھا داد نظم دون مین — اس مے کو دو آتشہ کرون مین
ہر چند جو اگلے اہلِ فن تھے — سلطانِ قلمروِ سخن تھے
آگے اُن کے فروغ پانا — سورج کو چراغ ہے دکھانا
پر بحرِ سخن سدا ہے باقی — دریا نہین کارِ بندِ ساقی
طعنہ سے زبانِ نکتہ چین روک — رکھ لے میری اہلِ خامہ مین نوک

خوبی سے کرے دلوں کو تسخیر — نیرنگ نسیم باغِ کشمیر
نقطے ہوں سپند خوش بیانی — جدول ہو حصارِ سحر خوانی
جو نقطہ لکھوں کہیں نہ حرف آئے — مرکز پہ کشش میری پہنچ جائے

ان اشعار میں مذکورۂ بالا اوصاف کے علاوہ محاورات کی پختگی اور بلاغت ترقی زبان اور بلندی خیال کی کافی شہادت ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جب زبان ترقی کرتی ہے تو اسمیں کونسی خوبی پیدا ہو جاتی ہے

زورِ نظم بھی تدریجاً بڑھتا گیا ہے جو ایک مثنوی کے لئے ضروری چیز ہے لیکن سلسلۂ بیان ایک جگہ گتھی پڑ گئی ہے یعنی تیسرے اور پانچویں شعر میں تسلسل نہیں قائم رہ سکا اور دو جملۂ معترضہ معلوم ہوتے ہیں۔ کم از کم ان دونوں شعروں کا پیرایۂ نظم مختلف ہونا چاہئے تھا۔

میر حسن کی مناجات حسب ذیل ہے

الٰہی بحقِ رسولِؐ امین — بحق علیؑ و با صحاب دین
بحق بتولؑ و بآلِ رسولؐ — کروں عرض جو میں سو ہووے قبول
الٰہی میں بندہ گنہگار ہوں — گناہوں سے اپنے گرانبار ہوں
مجھے بخشیو میرے پروردگار — کہ تو ہے کریم اور آمرزگار
مری عرض ہے یہ کہ جبتک جیوں — شراب محبت کو تیری پیوں
سوا تیری الفت کے سب کچھ ہے ہیچ — یہی ہو نہ ہو اور کچھ اینچ پیچ
جو غم ہو تو ہو آلِ احمد کا غم — سوا اس الم کے نہ کچھ ہو الم
رہے سب طرف سے مرے دل کو چین — بحق حسنؑ اور بحق حسینؑ
کسی سے نہ کرنی پڑے التجا — تو کر خود بخود میری حاجت روا
صحیح اور سالم سدا مجھکو رکھ — خوشی سے ہمیشہ خدا مجھکو رکھ
میری آل اولاد کو شاد رکھ — میرے دوستوں کو تو آباد رکھ

مین کھاتا ہون جنکا نمک اے کریم — سدا اُنپہ کر رحم تو اے کریم
جیون آبرو اور حرمت کے ساتھ — رہون مین عزیزون مین عزت کے ساتھ
برآوین میرے دین و دنیا کے کام — بحق محمد علیہ السلام

فرض کیا کہ اس مناجات خضوع وخشوع کے جذبات بہت زیادہ ہین مگر اسے ایک مثنوی سے کیا تعلق ایسی دعا تو ہر مسلمان نماز پڑھنے کے بعد مانگ لیا کرتا ہے۔ مگر وہ سبب کہتا نہین پھرتا اگر پنڈت نسیم بھی اپنی مناجات مین ایشور پر اٹھنا بیٹھتے تو اُنپر بھی سخت اعتراض واقع ہوتا مگر اُنھون نے جو کچھ دعا مانگی ہے وہ اپنی تصنیف کے متعلق۔ غیر متعلق ایک حرف بھی نہین کہا علاوہ برین نسیم کے کلام مین جو زور طبیعت اور محاسن شعری موجود ہین حسن کے اشعار مین اُنکا شائبہ تک نہین۔

ان تمہیدی مضامین کو چھوڑ کر نفس قصہ پر غور کیا جاے تو حسن و نسیم دونون کسی تعریف کے مستحق نہین ہین۔ مانا کہ میر حسن کا قصہ طبعزاد ہے لیکن اُسمین کوئی جدت نہین قدیم مثنویون کے طرز پر وہی دیو پری کے افسانے نظم کر دیے گئے ہین جو فارسی اور بھاشا مین موجود تھے تاہم ایک شاعر اُن پرانی باتون مین بھی ایک جدت پیدا کر سکتا ہے مگر جدت زمانۂ جاہلیت کا حصہ نہین۔ اس زمانے مین انسانی خیالات دوسرون کے تابع رہتے ہین۔ چنانچہ حسن کے خیالات بھی شعراے فارسی و بھاشا کے تابع رہے اُسے اپنے قصے کے لئے میٹریل بھی کم ملا ہے۔ ناچار مثنوی کو اُن فضولیات سے بھر دیا ہے جو قصے سے بہت کم تعلق رکھتے ہین مثلاً حمد و نعت منقبت اور ممدوح کی تعریف جسکے لئے قصیدہ ہی موزون ہے۔ قصے کی عام تعریف یہ ہے کہ اُسمین رنج و خوشی۔ راحت و مصیبت اور مختلف واقعات کے ساتھ انسانی زندگی کے نزدیک دکھاے جائین اور عجائبات عالم کی دلکش تصویرین کھینچ کے انسانی معلومات مین اضافہ کی کوشش کیجاے۔ ورنہ دنیاوی شان و شوکت اور وہ معمولی باتین جو سنتے سنتے زمانہ کے کان پک گئے ہین کوئی لطف خاص نہین رکھتین

ہر نوع قصے کے لئے غرابت ایک ضروری چیز ہے اور یہی وہ جوہر ہے جو ایک قصہ کو حُسن قبول بخشتا ہے میر حسن کے قصے مین یہ جوہر عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ نسیم کے قصے مین گو غرابت کا ایک معتد بہ حصہ موجود ہے مگر وہ اس قصے کا اصلی مصنف نہین اُس نے میر تقی ہوس وغیرہ کیطرح ایک مشہور قصے کو نظم کیا ہے اور جو کچھ کمال دکھایا ہے وہ صرف نظم مین۔ لہذا گلزار نسیم صرف باعتبار نظم جانچی جا سکتی ہے ورنہ اصل قصہ جو منجھی ہوئی زبانون سے لیا گیا ہے اُسمین کوئی جھول کیونکر رہ سکتا تھا۔

میر حسن نے اپنا قصہ اسطرح شروع کیا ہے کہ ایک بادشاہ کے اولاد نہ ہوتی تھی آخر مایوس ہو کے تارک الدنیا ہونا چاہا ہے وزیرون نے تسلی دی کہ نجومیون اور پنڈتون کو بُلاتے ہین اُس مقام پر بادشاہ اور وزرا کی گفتگو دائرۂ تہذیب اور داب سلطنت سے قطعًا خارج ہے مثلًا وزرا بادشاہ اور اپنے ولی نعمت سے کہتے ہین ؎

عجب کیا کہ ہووے تمھارے خلف کرو تم نہ اوقات اپنی تلف

اسی قسم کی بے تمیزانہ گفتگو کے بعد نجومی اور پنڈت بُلائے گئے اور اُنھون نے اپنے اپنے اصول کے مطابق بتایا کہ بادشاہ کے اولاد ہوگی اور وہ بہت آسانی سے ہوگی۔

اُسی سال مین یہ تماشا سُنو رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو

نہین معلوم ہمین تماشے کی کونسی بات ہے اور یہ کون ایسا عجیب وغریب واقعہ تھا جسے شاعر نے اس شد ومد کے ساتھ بیان کیا ہے نجومیون نے یہ بھی بتادیا تھا کہ اس مولود یا شاہزادہ کو بارھوین[۱۲] سال مین خطرہ ہے تاہم جسروز بارھوان[۱۲] سال ختم ہونے والا تھا اُسی شب کو لوگ شاہزادے کیطرف سے اسقدر غافل ہوگئے کہ پری اُسے اُڑا لیگئی

ایک دوحرفی قصہ ہے جسے میر حسن نے باغ کی تعریف سواری کے جلوس شادی کی دھوم دھام اور وصل وہجر کے طولانی بیانات سے ایک مثنوی کی حیثیت دی ہے۔

رہین نظم کی خصوصیات ان مین جہان کہین کوئی سمان دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے وہان میرحسن کا قلم قدرتی طور پر زوردار ہو گیا ہے - وجہ یہ کہ مشاہدات کی تصویر کھینچنا اسقدر مشکل کام نہین ہے جسقدر کسی مضمون کا طبیعت سے پیدا کرنا اور اُسے واقعات کے مطابق بنانا میرحسن کے وقت مین گو دلی تباہ ہو چکی تھی تاہم اُسکی گذشتہ شان و شوکت کے افسانے بہت تازہ اور ہر شخص کی زبان پر تھے - لیکن جہان کہین ذہانت اور طباعی دکھانے کی ضرورت لاحق آئی ہے وہان میرحسن کو قدم قدم پر لغزش ہوئی ہے - ان لغزشون کی بہت بڑی ذمہ دار تو زبان کی ابتدائی خامیان ہین تاہم شاعر کی طبعی کمزوری کو بھی کچھ نہ کچھ دخل ہے - کیونکہ اُردو اگرچہ اُسوقت ابتدائی حالت مین تھی تاہم مرزا سودا وغیرہ نے اُسے اتنی وسعت ضرور دیدی تھی کہ وہ ادلے مطلب کے لئے قاصر نہ تھی اور اُسمین اتنی غلطیان نہ تھین جتنی (سحرالبیان) مین موجود ہین - دیکھئے میرحسن نے اپنے ہیرو بے نظیر کی تعریف مین کتنی ٹھوکرین کھائی ہین ؎

دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا | کئی سال مین علم سب پڑھ لیا
معانی و منطق بیان و ادب | پڑھا اُس نے منقول و معقول سب
خبردار حکمت کے مضمون سے | غرض جو پڑھا اُس نے (قانون) سے

علم حکمت مین شیخ بوعلی سینا کا قانون بہت مشہور ہے - آخری مصرع مین یہی رعایت لفظی مدنظر رکھی گئی ہے ورنہ قانون سے پڑھنا کوئی معنی نہین رکھتا -

لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم | زمین آسمان مین پڑی اسکی دھوم
کئے علم نوکِ زبان حرف حرف | اسی (نحو) سے عمر کی اُسنے (صرف)

اس آخری مصرع مین بھی اگرچہ (نحو) کی جگہ طرح - طرز - طور - تین فصیح الفاظ نظم ہو سکتے تھے لیکن (صرف) کی رعایت سے ایک غیر مانوس لفظ لانا ضروری سمجھا گیا -

عطارد کو آنے لگی اُسکی ریس | ہوا (سادہ لوحی) مین وہ خوشنویس

ایک ایسے شاہزادے کو جو تھوڑی دیر پہلے حد کا ذہین و طباع ثابت کیا گیا ہے

محض خوشنویسی کی رعایت سے (سادہ لوح) (بیوقوف) کا خطاب دیدیا گیا رعایت لفظی کی اس سے زیادہ بد نما مثال شاید امانت کے یہان بھی نہ مل سکے گی

ہوا جبکہ (نوخط) وہ شیرین رقم
بڑھا کر لکھے سات سے دو قلم

(نوخط) سے سبزہ آغاز مراد ہے مگر بے نظیر تو اپنی عمر کے بارھوین سال مین مفقود الخبر ہو گیا تھا اس سن مین سبزہ آغاز ہونا کجا - خدا رعایت لفظی کا بھلا کرے جسنے شاعر کو خواہ مخواہ غلط بیانی پر مجبور کیا ہ

(لیا ہاتھ) جب خامۂ مشکبار
لکھا نسخ و ریحان و خطِ غبار

(لیا ہاتھ) یعنی ہاتھ مین لیا - یہ زبان کی ابتدائی خامیون کا نمونہ ہے ہ

عروس الخطوط اور ثلث الرقاع
خفی و جلی مثل خط شعاع

دوسرے مصرع مین نہایت پر لطف تشبیہ ہے - افسوس کہ سحر البیان مین یہ تشبیہین نادرات سے ہین ہ

شکستہ لکھا اور تعلیق جب
ہوے دیکھ حیران اتالیق سب

میرحسن کے کلام مین اگر کوئی خوبی ہے تو یہی کہ اُنھین ہر فن کی اصطلاحین بڑی فصاحت کے ساتھ ملتی ہین اگرچہ شاعر کو اُنکا محل استعمال بہت کم معلوم ہے - چنانچہ پری نے جو طلسمی گھوڑا بے نظیر کو دیدیا تھا وہ ضرور ہے کہ لکڑی یا کسی دھات کا بنا ہوا ہوگا لیکن میرحسن نے اُسے ایک اصلی گھوڑا خیال کرکے ستھری کمری - منھ زور - کنہ لنگ - شب کور وغیرہ سب اصطلاحین صرف کر دین ہ

کیا ختم گلزار سے جب فراغ
کیا ختم قطعہ (گلزار باغ)

شاید (گلزار باغ) دہلی کا کوئی مشہور باغ ہوگا جسے رعایت لفظی مین مدد دی ورنہ قاعدے کے مطابق تو وہ ہم معنی الفاظ - مل کے ایک بے معنی جملہ ہو جاتا ہے -

کرون علم اُسکا کہان تک بیان
کہے مختصر خوب یہ داستان

مگر یہ داستان لایعنی ابھی مختصر نہین ہوئی ۔علوم کے بعد فنون کی باری آتی ہے ۔جنکے بغیر ایک طفل دوازدہ سالہ کی کمالیت مین کسر رہی جاتی تھی کیونکہ اسوقت کے علاوہ پھر اُسے تمام عمر مین اُنکی تکمیل کا موقع نہین مل سکتا تھا۔مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان علوم و فنون سے اُس نے اپنی تمام عمر مین کوئی کام بھی لیا یا نہین اسکا جواب مثنوی کی طرف سے نفی کے سوا اثبات مین نہین مل سکتا پھر اس فضول بکواس سے کیا نتیجہ ۔

کمان کے جو درپے ہوا بے نظیر　　(لیا کھینچ) چلہ مین سب فن تیر

کسی فن کا کھینچ لینا ایک نہایت عجیب بات ہے ۔اس ترقی یافتہ دور مین مین بھی اس مطلب کے لئے کوئی مشین نہین ایجاد ہوئی لیکن کمان کی رعایت سے کھینچنے کی ضرورت تھی ۔کمان کھینچی فن تیر کھینچ لیا اور وہ بھی چلہ (چالیس دن) مین کیونکہ کمان کے لئے چلہ بھی لازمی چیز ہے

صفائی مین (سوفار پیکان کیا)　　گیا جبکہ تو وہ پہ طوفان کیا

(سوفار پیکان کیا) نہین معلوم کیا معمہ ہے ۔

رکھا چھوٹتے ہی جو لکڑی پہ من　　کیا اپنے قبضہ مین سب اسکا فن

ایک جگہ فن کھینچ لیا گیا دوسری جگہ قبضہ مین کیا گیا ۔مگر وہان تو کمان کی رعایت سے کچھ تک بھی ملتا تھا یہان اُتنی بات بھی نہین یعنی لکڑی مین قبضہ ہی نہین ہوتا تو رعایت کیسی ؟ پھکیتی کی ایک مشہور اصطلاح (چھوٹ) ہے میر حسن نے (چھوٹتے ہی) سے یہی رعایت ملحوظ رکھی ہے ۔

ہوئین دستِ بازو کی سر سائیان　　اڑائی گئین ہاتھ مین گھائیان

ہم پہلے ہی کہہ چکے ہین کہ میر حسن کو اصطلاحین نظم کرنے مین خاص کمال حاصل ہے تاہم اس سے کہ وہ کسی فن کی کیون نہون اور اگرچہ ایک شاعر کے اوصاف اُس مین موجود نہ تھے تاہم وہ ایک ہمہ دان شخص ضرور تھا ۔

رکھا موسقی پر جو کچھ کچھ خیال　　کئے قید سب اُس نے ہاتھون مین تال

گو شاعر کا مطلب یہ ہے کہ فن موسیقی مین کمال حاصل کر لیا مگر صرف تالونکو قید کر لینے سے کمال نہین حاصل ہو سکتا۔ کیونکہ تال۔سم موسیقی کے بہت معمولی اور ابتدائی مدارج ہین۔

طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر ۔۔۔ رکھے رنگ سب لیکے مدّ نظر

پہلے شعر کی طرح اسمین بھی ذم کا پہلو نکلتا ہے۔ یعنی فن مصوری مین صرف رنگ کی شناخت ہو سکی اور کچھ نہین۔ کئی دن مین سیکھا یہ (کسب تفنگ) کہ حیران ہوے دیکھ اہل فرنگ۔ (کسب) کے معنے خود سیکھنے اور حاصل کرنے کے ہین پھر) کسب تفنگ سیکھا) کیا معنی رکھتا ہے۔ہم نے اس خیال سے کہ شاید بازاری مطبعون کی بے پروائی سے کسی بامعنی لفظ کی جگہ (کسب) کا لفظ چھپ گیا ہو گا سنہ ۱۲۷۰ ہجری کی ایک قلمی مثنوی بھی دستیاب کی مگر افسوس کہ اسمین بھی یہ مصرع اسیطور پر درج ہے۔

مندرجۂ بالا اشعار کو بالاستیعاب پڑھنے سے شاعر کی مبالغہ پسندی اور رعایت لفظی کی ناکام کوشش کے ساتھ زبان کی ابتدائی خامیون پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے مبالغہ کی تو یہ حد ہے کہ جو شاہزادہ بارہ برس کی عمر تک نہایت احتیاط کے ساتھ محلونمین بند رہا وہ باوجود اس نو عمری اور دیگر موانع دنیا کے ہر علم و فن مین یگانۂ آفاق یا سچ مچ بے نظیر ہو گیا مگر یہ علوم و فنون تمام عمر مین کبھی اسکے کام نہین آئے رعایت لفظی مین جو کمزوریان ہین وہ محتاج تصریح نہین زبان کی خامیان نہ صرف اسی سبجکٹ مین بلکہ مثنوی کے ہر حصّے مین موجود ہین۔نمونتہً چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہین:۔

کھڑے سرو کی طرح چینی کے جھاڑ ۔۔۔ کہے تو کہ وہ خوشبوئیون کے پہاڑ

اول تو چینی کے جھاڑون مین خوشبو کہان دوسرے قاعدے کے مطابق خوشبو کی جمع "خوشبوئین" ہو گی نہ کہ "خوشبوئیون"

کہین چاہ و نہر کہین حوض و نہر ۔۔۔ ہر اک جا پہ وہ آب لطافت کی نہر

لطافت اسم ہے نہ کہ صفت لپس آب لطیف کو آب لطافت کہنا قطعاً غلط ہے۔

کنیزان مہ رو کی (ہر طرف) ریل چنبیلی کوئی اور کوئی رائے بیل

اگر (طرف) کی جگہ "سمت" نظم کر دیا جاتا تو ایک لغوی غلطی دور ہو سکتی تھی مگر شاعر کو اسکا احساس ہی نہوا - کیونکہ یہ لفظ اس مثنوی مین کئی جگہ اسی طرح نظم ہوا ہے -

لئے ہاتھ مین بیلچے مالنین چمن کو لگین دیکھنے بھالنے

(مالنین) اور (بھالنے) قافیہ نہین ہو سکتا - ایک شاعر کے لیے اس سے زیادہ شرمناک غلطی ناممکن ہے -

طویلے کے اُسکے جو ادنےٰ تھے خر (اُنھین) نعلبندی مین ملتا تھا زر

شاعر کا مطلب تو یہ ہے کہ اُسکے فیاض ممدوح کے طویلے مین ادنےٰ خرون کی نعلبندی مین بھی بجاے روپے پیسے کے اشرفیان دیجاتی تھین - اور زبان کی کمزوری نے یہ مطلب پیدا کر دیا کہ شاہی طویلے کے ادنےٰ خر نعلبندی کرتے تھے اور اشرفیان پاتے تھے - کیونکہ وہ "اُنھین" کی ضمیر براہ راست (خر) کیطرف راجع ہے - بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(وحوشون طیورون) تلک بیخلل پڑے آشیانون سے اپنے نکل

وحشی اور طائر کی جمع (وحوش و طیور) ہے (وحوشون طیورون) مین جمع الجمع کی ترکیب واقع ہوئی ہے جو قطعًا غلط ہے -

گلزار نسیم مین بھی چند غلطیان واقع ہوئی ہین مگر انکی شان نزول اور ہے مثلًا معنوی یا ادبی غلطی کی مثال جو حسب ذیل ہے دونون مین ایک طرح پر واقع ہوئی - نسیم نے آغاز قصہ مین زین الملوک کے بیٹون کی اسطرح تعریف کی ہے -

خالق نے دیے تھے چار فرزند دانا عاقل ذکی خردمند

لف و نشر مرتب کے لحاظ سے تو شعر لاجواب ہے - لیکن یہ چارون فرزند بجاے عاقل ہونے کے سادہ لوح تھے جیسا کہ قصے سے واضح ہے - میر حسن نے بھی ایک جگہ مبالغہ کے لیے اسی جوش مین شاہزادہ بے نظیر کو (شہ بے نظیر) کہدیا ہے

حالانکہ وہ اُسوقت تک حالت شہزادگی میں تھا بلکہ ولیعہد بھی مقرر نہ ہوا تھا —

گیا حوض میں جب شہِ بے نظیر — پڑا آب میں عکسِ ماہِ منیر

اس شعر میں اُس ادبی غلطی کے علاوہ جو اوپر بیان کی گئی ایک اور سخت غلطی ہے قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص حوض میں اُترتا ہے تو اُسکے پانی میں تموج پیدا ہو جاتا ہے اور عکس نہیں دکھائی دیتا — پھر یہ عکس کیونکر پڑ سکتا تھا — وہ کوئی طلسمی حوض بھی نہ تھا بلکہ معمولی حوض تھا جسمیں بے نظیر اپنی سالگرہ کی تقریب میں غسل کے لیئے اُترا تھا —

ایک اور سبجکٹ پر دونوں شاعروں نے مصوری کی ہے مگر حسن کے قلم کو اسمیں بھی لغزش ہوگئی میر حسن نے اسوقت کی تصویر جب پری بے نظیر کو اُٹھا لیگئی ہے یوں کھینچی ہے پری کے جذبات قابلِ ملاحظہ ہیں —

قضارا ہوا اک پری کا گذر — پڑی ہی شاہزادے پہ اُسکی نظر
بھبوکا سا دیکھا جو اُسکا بدن — جلا آتشِ عشق سے اُسکا تن
ہوئی لاکھ جی سے وہ اسپر نثار — وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اُتار
جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہاں — منور ہے سارا زمین آسمان
(دوپٹہ) کو اس مہ کے منھ سے اُٹھا — دیا .. . سے ... اپنا ملا
اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس — ولیکن حیا نے کہا اُسکو بس
مئے عشق میں پھر یہ سوجھی ترنگ — کہ لے چلئے اسکا امانت پلنگ
محبت کی آئی جو دل میں ہوا — وہاں سے اُسے لے اُڑی دلربا
ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند — ہوا میں ستارا سا چمکا وہ چند
شبِ مہ میں وہ یوں زمین سے اُٹھا — چلے تیر جسطرح سے جوش کھا
جلے رشک سے اُسکے شمع و چراغ — کہ اُس مہ کا پہونچا فلک پر دماغ
غرض لیگئی آن کی آن میں — اُڑا کر وہ اُسکو پرستان میں

سین کے پر زور ہونے مین شک نہین زور قلم بھی معمول سے زیادہ ہے لیکن خیالات کی کمزوری اور مذاق کی لپستی نے وہ لطف نہین پیدا ہونے دیا جسکی ضرورت تھی تنہا دے کے منھ پر ڈوپٹہ کسقدر معیوب معلوم ہوتا ہے - پری کے جذبات کسقدر غیر مہذب ہین ؟ اسکی تشریح کی ضرورت نہین البتہ تشبیہ کے لحاظ سے وہ شعر لاجواب ہے جو جلی لکھوا دیا گیا ہے -

نسیم نے بھی اس سین کی تصویر کھینچی ہے - اسمین تشبیہ و استعارات کی بلندی محاورات کی برجستگی اور خیالات کی نزاکت کسی اور ہی عالم کا پتہ دیتی ہے - تاہم پری کی ادا دکھاتے ہوے نسیم کا مذاق بھی غیر مہذب ہو گیا ہے - خصوصًا دوسرا اور تیسرا شعر نہ ہوتا تو اس سین مین اور بھی حُسن پیدا ہو جاتا - کیونکہ اداے خواب کی جیسی خوبصورت تصویر چھٹے شعر مین کھنچ گئی ہے وہ ان شعرون مین نہین ہے :-

پردہ جو حجاب سا اُٹھایا — آرام مین اُس پری کو پایا
بند اُسکی وہ چشم نرگسی تھی — ...... کچھ کھلی ہوئی تھی
سمٹی تھی جو ...... اُس کمر کی — برجون پہ سے چاندنی سی سرکی
لپٹے تھے جو بال کروٹون مین — بل کھا گئی تھی کمر لٹون مین
چاہا کہ بلا سے گلے لگائے — سوتے ہوے فتنے کو جگائے
سونچا کہ یہ زلف کف مین لینی — ہے سانپ کے مُنھ مین اُنگلی دینی
یہ پھول انھین اژدھون کا ہے من — یہ کالے چراغ کے ہین دشمن
گُل چین کے ہنسی نہ بجے بالکل — خندہ نہ ہو برق حاصل گُل
پھر سمجھین گے ہے جو زندگانی — کچھ نام کو رکھ چلون نشانی
انگشتری اپنی اس سے بدلی — مُحضر خط عاشقی سند لی

پری کے خفا ہونے کی حالت میر حسن نے بھی دکھائی اور نسیم لکھنوی نے بھی سنجیدگی اور پھوہڑپن مین جو فرق ہوتا ہے وہ ذیل کی مثالون سے واضح ہوگا -

حسن دہلوی

غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر — کہ اتنے مین آیا وہ رشکِ قمر
اُسے دیکھ غصّے مین یہ ڈر گیا — کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
بلا سے وہ دیکھ اُسکے پیچھے پڑی — کہا سُن تو اے موذی و مُدعی
تجھے سیر کو مین نے گھوڑا دیا — کہ اُس (مالزادی) کو جوڑا دیا
الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا — یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
مچلکا دیا تھا نہ تو نے یہی — بھلا اسکا بدلا نہ لون تو سہی
پھرا جیسے راتون) کو دلشاد تو — کرے گا (دنون) کو بہت یاد تو
مزاد چاہ) کا دیکھ اپنی ذرا — جھکاتی ہون کیسے (کنوئین) نہ بھلا

نسیم لکھنوی

تو باغِ ارم سے لیگیا گُل — تو مجھ سی پری کو دے گیا جُل
بیرنج ترے واسطے ہوئی مین — فرخ ترے واسطے ہوئی مین
تجھکو ترے باپ سے ملایا — مجھکو یہ ملا کہ تجھکو پایا
جو جو اصرار سے تھے نہانی — سب تجھ سے سنے تری زبانی
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے
چاہا تھا کرون سر سے پامال — کر شکر سمجھ کہ تھا خوش اقبال
کیا کہیئے کہ صورت اور کچھ تھی — وقت اور ضرورت اور کچھ تھی
اب تک ہین وہ خارجی کے کچی مین — جلد آ کہ ہے مصلحت اِسی مین

بکاولی کا یہ غصہ دو بدو مین ہے جیسا کہ میر حسن نے ماہرخ کے جذبات مین دکھایا ہے۔ نیچرل کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ چاہے کتنا ہی غصّہ کیون نہو مگر معشوق کے سامنے سب فرو ہو جاتا ہے مگر حسن کے وقت مین ان نازک جذبات کا احساس محال تھا

اور نسیم کے زمانے میں اسکی صلاحیت خود بخود پیدا ہو گئی تھی کیونکہ اسوقت پوری سوسائٹی عاشقانہ جذبات میں ڈوبی ہوئی تھی اور اُسمیں نزاکتیں پیدا کر رہی تھی۔

نسیم نے اس سے زیادہ حیرت انگیز کام اس مقام پر کیا ہے جہاں تاج الملوک اور بکاولی میں رمز و کنایہ کی گفتگو ہوئی ہے ۔

جب پردۂ صبح ہو گیا فاش — خندان خندان ہوا وہ بشاش
اُس غنچہ دہن کا مسکرانا — بے رنگ بکاولی سے جانا
ہنستے ہنستے کہا ہنسی کیوں — ہنستا نہیں بے سبب کوئی یوں
بولا وہ کہ خواب دیکھتا تھا — آتش پہ کباب دیکھتا تھا
بولی وہ کہ ہم بتائیں تعبیر — دلسوزی کرے گا کوئی دلگیر
بولا وہ کہ رات کو اُفق میں — خورشید تھا آتش شفق میں
بولی وہ کہ ہے سماں شب و روز — عالم میں رہوگے روز افروز
بولا وہ کہ اک مقام ہو تھا — گلزار خلیل رو برو تھا
بولی وہ بشر ہو تم دلاور — سرسبز ہو تم آتشی پر
بولا وہ کہ دیکھی اک شبستان — شعلہ ہوا انجمن میں رقصان
بولی وہ کہ شعلہ میں پری ہوں — جو ناچ نچاؤں ناچتی ہوں
بولا وہ کہ جب ہوا اُجالا — بخشا مہ انجمن نے ہالا
ہالہ مہ انجمن کا کیا تھا — وہ ہار تھا جو گلے پڑا تھا
گھبرائی پری کہ ہیں یہ کیا ہے — بولا وہ کہ ہار نو لکھا ہے
کاندھے پہ تھا جسکے رات ڈالا — پہچانتی ہو وہ طوق والا

رمز و کنایہ میں اشارات کی پختگی کے ساتھ خیالات میں برجستگی اور طرز بیان میں شوخی بھی لازمی ہے ساتھ ہی یہ باتیں طرفین کی گفتگو میں مساوی ہونا چاہئیں کیونکہ عاشق و معشوق

قریب قریب ہم مذاق اور یکسان ذہن ہوتے ہین مندرجہ بالا اشعار مین ان باتون کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ایک پر دوسرے کی ذہانت فوق نہ لیجائے - یہ ایسی باتین ہین جو دُنیائی اُردو مین ابتک نایاب ہین - نسیم نے ان قیود کے ساتھ ہر شعر مین تشبیہہ و استعارہ اور محاورات کی روح پھونک کے اور بھی محو حیرت کر دیا ہے -

محاورات اور ضرب الامثال مین میر حسن نے بھی کچھ زور طبع دکھایا ہے اور اپنے وقت کے بہت اچھے اچھے محاورے نظم کیے ہین - لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ اُسوقت روزمرہ کی طرح محاورات مین بھی کوئی ندرت انہین پیدا ہوئی تھی مثال کے طور پر نسیم اور میر حسن کے دو شعر لکھے جاتے ہین

میر حسن

مصیبت مین انسان مجبور ہے | زمین سخت ہے آسمان دور ہے

نسیم

قسمت سے مفر ہے اپنا دامن | پھیلا کے نکلے دیا ہے دامن

حسن کے کلام کی ساری خوبی اسمین ہے کہ وہ مشاہدات کی تصویر بہت اچھی کھینچتا ہے اور اپنے زمانے کی تاریخ پر اتنی روشنی ڈالتا ہے کہ دوسرے شعرا نہین ڈال سکتے - جتنا دھوم دھامی زمانہ اُس نے اپنی نظر سے دیکھا تھا یا تذکرہ کے طور پر سُنا تھا اسکی تصویر اسکی مثنوی مین موجود ہے اس حیثیت سے وہ ایک بے مثل ناظم ہے - لیکن شاعری مین ایک شاعر کے لیے جسقدر فطری ذہانت اور مذاق سلیم کی ضرورت ہے وہ اُسمین نہین پائی جاتی نسیم کی مثنوی مین بھی اُسوقت کی سوسائٹی کا کچھ رنگ آیا ہے مگر یہ تصویر کامل نہین - البتہ جسقدر ذہانت و طباعی کی ضرورت ہے اور ایک نظم مین جسقدر شاعرانہ خوبیان ہونا چاہئین وہ گلزار نسیم مین کامل طور پر موجود ہین اور ان دونون نامور شعرا کا مقابلہ کرتے ہوے ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ایک ناظم ہے دوسرا شاعر !

گلزار نسیم کے بعد چند اور مثنویان بھی شائع ہوئین - انمین حضرت واجد علی شاہ کی مثنوی (دریائے تعشق) جو اُنھون نے اپنے زمانۂ ولیعہدی مین تصنیف کی تھی مرحوم کی تمام مثنویون مین عمدہ ہے - اسی زمانہ مین آفتاب الدولہ قلق کی مہتم بالشان مثنوی (طلسم الفت) تصنیف ہوئی مگر جتنی اسکی شہرت ہوئی اُسقدر خوبیان اُسمین موجود نہین - اسی سلسلہ مین نواب مرزا شوق کی تین مثنویان (بہار عشق) (زہر عشق) اور (فریب عشق) بھی قابل الذکر ہین - چوتھی مثنوی (لذت عشق) اس طباع شاعر کی تصنیف نہین ہے نہ اُسمین اُس کا رنگ ہے نہ خصوصیات حتیٰ کہ اُسکی بحر بھی بدلی ہوئی ہے بہرکیف اول الذکر تینون مثنویان اگر فحش مذاق پر مبنی نہوتین تو کہا جاتا کہ اُردو زبان کے صحیفے یہی ہین درحقیقت یہی اس پاکیزہ زبان کے نمونے تھے جنسے مرزا داغ مرحوم نے اپنی فصاحت کا چراغ جلایا ہے آخر مین (ترانۂ شوق) بھی اچھی مثنوی لکھی گئی - اسکا رنگ بالکل گلزار نسیم کا عکس ہے حتیٰ کہ بحر بھی وہی پسند کی گئی ہے - مگر وہ بات کہان -

گلزار نسیم مین سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اول سے آخر تک ایک رنگ مین ڈوبی ہے اور اسکا ہر شعر بتا دیتا ہے کہ مین کس باغ کا پھول ہون دوسری مثنویون مین یہ بات نہین اور انکے مصنف یہ قدرت نہین رکھتے کہ ہر قسم کے مذاق کو ایک ہی رنگ مین کھینچ لین مثلاً میر حسن نے بے نظیر کی تعلیم و تدریس کے بیان مین جسقدر تناسب لفظی کی کوشش کی ہے اگرچہ وہ بھی ناقص ہے تاہم مثنوی کے دوسرے حصون مین اُسکا شائبہ تک نہین ملتا - مصنف گلزار نسیم نے جس رنگ کو اول سے اختیار کیا ہے اُسے آخر تک نباہ دیا ہے تمثیلاً اختصار کو لیجئے جو بسم اللہ سے تمت تک یکسان طور پر قائم ہے - اسیطرح تناسب لفظی کی بھی یہ حد ہے کہ مثنوی کا کوئی شعر اس صنعت سے خالی نہین حتیٰ کہ اسکے سادے شعرون بھی اسکی جھلک موجود ہے -

ہاتھ اُسپہ اگر پڑا نہین ہے   بُو ہوکے تو گل اُڑا نہین ہے

خیالات کو تشبیہ و استعارات کی صورت مین بیان کرنا شاعری کی آخری منزل ہے اور یہ فخر بھی گلزار نسیم ہی کو حاصل ہے کہ اُسکے تمام مطالب اسی پیرایہ مین نظم ہوے ہین مثلاً فراق و وصال کے سین جنکی بنیاد صرف جذبات پر قائم ہے گلزار نسیم مین تمام اردو مثنویون کے خلاف اسی رنگ مین رنگے ہوے ہین بلکہ ان مقامات پر جادو نگار شاعر کا قلم زیادہ طرارے بھرنے لگا ہے۔

(وصل)

کاوش پہ ہوا گہر سے الماس　　غنچے نے بجھائی اوس سے پیاس

(ہجر)

صورت مین خیال رہگئی وہ　　ہیئت مین مثال رہگئی وہ

ایسی مرصّع اور لپٹے رنگ مین فرد مثنوی پر یہ سخت ظلم تھا کہ بازاری مطبعون کے ہاتھون اسکی حالت تباہ ہو رہی تھی۔ لیکن شکر ہے کہ پنڈت برج نرائن صاحب وکیل چکبست بی۔ اے۔ لکھنوی کی عنایت سے اس مثنوی کا ایک نیا اڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ اس اڈیشن کی ترتیب مین قابل مؤلف نے جدید مذاق کو جس خوبی سے ملحوظ رکھا ہے وہ قابل داد ہے۔ یعنی سب سے پہلے ایک انگریزی رنگ کا دیباچہ ہے جسمین نسیم کے سوانحی حالات اُنکی شاعری پر محاکمہ اور بہت سے متفرق امور پر بحث کی ہے۔ اسکے بعد اصل مثنوی ہے جو ایک قدیم نسخے کے مطابق صحیح کر کے شائع کی گئی ہے۔ آخر مین دیوان نسیم کا کچھ انتخاب بھی شامل ہے۔ اور اسیطرح یہ اڈیشن اپنے مقاصد مین ایک حد تک مکمل ہو گیا ہے۔ ہم اس اڈیشن کو صرف (گلزار نسیم) نہین بلکہ کلیات نسیم کہنا زیادہ مناسب خیال کرتے ہین جو اس جوانمرگ شاعر کی ایک دلچسپ یادگار ہے۔

پنڈت برج نرائن صاحب اپنی کوشش مین بہت بڑی تعریف کے مستحق ہین جنھون نے قدیم تصانیف کو جدید مذاق کے مطابق بنانے کی ایک قابل تقلید راہ سجھادی ہے اور

مغربی تعلیم کی روز افزون ترقیون سے امید ہے کہ اس طرز تالیف سے پورا فائدہ اُٹھایا جائیگا اسی لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دیباچے کی بعض کمزوریون کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے مثلاً گلزار نسیم کی تصنیف کے متعلق اُن بے معنی گپون کو اتنی وقعت دینا فضول تھا کہ اس دیباچہ مین انکا ذکر کیا جائے کیونکہ زمانہ اُنھین خود ہی فنا کر چکا تھا جو ایک زبردست جج ہے اسیطرح مولانا حالی مدظلہ العالی کے اُن اعتراضات کا جواب بھی بیکار تھا جسے اودھ پنچ مین کامیابی کے ساتھ طے کر دیا گیا تھا اور جو محض بازاری مطبعون کی غلطی پر پیدا ہوے تھے - اسکے لیے صرف غلط اشعار کی تصحیح ہی ایک شافی جواب تھا - رہا وہ اعتراض جو ممدوح نے ایک معیار خاص کے مطابق تمام قدیم تصانیف پر وارد کیا ہے اسکا فیصلہ بھی نقادانِ فن کر چکے ہین اور اس دیباچے مین اُسکا کوئی ذکر بھی نہین -

دیوان نسیم سے جو اشعار انتخاب کیے گئے ہین اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی طبیعت ہر رنگ مین اپنا جلوہ دکھا جاتی ہے نسیم کا قلم غزل کے میدان مین بھی وہی طرارے بھرتا ہے جو مثنوی مین اور جن غزل گو شعرا کے کلام سے اسکا موازنہ کیا گیا ہے وہ اُسکی بلندی خیال تک پہونچنے کے لیے زبان حال سے کہہ رہے ہین ؎

اگر یک سر موے برتر پرم　　فروغ تجلی بسوزد پرم

نسیم کی ایک غزل کا مطلع ہے ؎

جب ہو چکی شراب تو مین مست مر گیا　　شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

دوسرا مطلع اس سے زیادہ زوردار ہے ؎

قرص خور کو دیکھ کر تسکین کھاے بھان صبح　　تا دہانِ شام پہونچا ہے رازق نانِ صبح

زند و صبا وغیرہ کے کلام مین یہ بلند خیالی عنقا کا حکم رکھتی ہے - نسیم کے مندرجہ شعر مین شاعر کی روح کھنچ گئی ہے کتنا سچا شعر ہے -

پیری مین طرزِ عشق جوانی وہی رہا　　صورت کے ساتھ دل کا بدلنا محال ہے

اِس نئے اڈیشن کی اشاعت پر گلزار نسیم کی مقبولیت بدرجہا بڑھ گئی ہے تاہم اُسپر چند اعتراضات بھی ہوے ہین - ان اعتراضات پر تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کے لیئے ایک جُداگانہ مضمون درکار ہے - ہمارا ارادہ ہے کہ ان اعتراضات کے متعلق ایک جُداگانہ مضمون تیار کرین لہذا یہ مضمون یہین پر ختم کیا جاتا ہے -

بہرکیف گلزار نسیم ایک ایسی مثنوی ہے جسکی مہک مذاق آشنا دلون کو تازگی اور شگفتگی بخشتی ہے اور وہ ایسی بہار بیخزان رکھتی ہے جسپر بادِ حوادث کے جھونکے ہمیشہ بے اثر ثابت ہونگے - جبتک دنیا مین انصاف اور طبیعتون مین شاعرانہ مذاق موجود ہے اسکی شہرت پر کوئی حرف نہین آسکتا -

نقّادؔ لکھنوی

دبدبۂ آصفی نمبر ۴ جلد ۹ - ۶ - رجب المرجب ۱۳۲۳ھ

گلزار نسیم

(از حافظ جلیل حسن صاحب جلیل)

مسٹر چک بست نے اچھا شگوفہ چھوڑا کہ مثنوی گلزار نسیم پر مقدمہ لکھا آجکل اخبارون اور رسالون مین اُسی کے گل کھل رہے ہین۔ ایک مقدمہ مولانا حالی نے لکھا تھا مسٹر موصوف نے بھی وہی روش اختیار فرمائی اور وہی نتیجہ اس مقدمہ کا بھی ہوا جو اُسکا ہوا تھا۔

اس مقدمہ مین پنڈت دیاشنکر نسیم کو بعض اساتذہ لکھنؤ پر فی الجملہ ترجیح دیگئی ہے وہ ترجیح زہر ہوگئی۔ اب مسٹر چک بست معذرت کرتے ہین کہ میرا منشاء بمقابلہ نسیم شعرائے لکھنؤ کی تنقیص نہین ہے۔ بلکہ مین نے صرف تناسب لفظی مین نسیم کو اور شعرا سے بڑھایا ہے مگر یہ عذر زخم دل کا مرہم نہین ہوسکتا۔ اور اس سے وہ آگ نہین بجھ سکتی جو چارطرف مشتعل ہوگئی ہے ممدوح کی ستائش مین جسقدر مبالغہ کیا جائے جائز ہے۔ مگر یہ طریقہ اچھا نہین کہ اسکے مقابل دوسرون کا پہلو دبایا جائے۔ آپ کو اسکا حق کیا ہے کہ اپنی رائے سے ایک دوسرے کا مدمقابل بناکے آپس مین لڑا دیجیئے اور پھر جسکو چاہیئے اپنے زور قلم سے پچھاڑ ڈالیئے۔ ہم نے میر مجروح کے ایک مداح کو دیکھا کہ ایک طرف سے مجروح مرحوم کو بڑی آن بان سے نکالا اور دوسری طرف سے امیر و داغ کو سامنے لاکر کھڑا کردیا کچھ دیر زور آزمائی ہوئی آخر اس بہادر پانی پتی نے دونون پہلوانون کو گرا دیا جنمین ایک لکھنوی تھا دوسرا دہلوی

اس قسم کی بیہودہ تحریرون کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ واقعی جنگ وجدل کی نوبت آجاتی ہے۔

مولانا حالی کے مقدمہ کا جواب یون دیا گیا تھا کہ اُنکی زبان وبیان و دیوان کی دھجیان اُڑادی گئین یہان مقدمہ کے جواب مین مثنوی گلزار نسیم کے پھول روندے جاتے ہین حیرت ہے کہ سشرچک بست کی بحث شاعرانہ پر قابل حضرات نے اسقدر توجہ کیون فرمائی سکوت سے بہتر کوئی جواب نہ تھا اور اگر جواب ہی دیا تھا تو مقدمہ پر نظر کیجاتی اور نسیم کے وہ اشعار دیکھے جاتے جو مقابلہ مین لائے گئے تھے مثنوی کو بیخطا نشانۂ ملامت بنانا انصاف سے بعید ہے جس حالت مین کہ مثنوی کا کوئی شعر مقابلہ مین پیش نہین کیا گیا مثنوی میرحسن دہلی کے لیئے سرمایۂ فخر ہے تو گلزار نسیم لکھنؤ کے لیئے وجہ ناز ہے۔ اور کچھ آج کی تصنیف نہین انپر کئی دور گذر چکے اور ہر دور مین دونون مقبول رہین اب اگر اہل دہلی سحرالبیان کی برائی کرین یا اہل لکھنؤ گلزار نسیم کی ہجو فرمائین تو یہی کہا جائیگا کہ اپنے عیوب آپ کھولتے ہین ان مثنویون کی مقبولیت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ جو فاضل نثر نگار گلزار نسیم پر معترض ہین وہ خود لکھتے ہین کہ "مثنوی گلزار نسیم اردو کی ایک عجیب وغریب معرکہ آرا نظم ہے"۔

اغلاط سے پاک کوئی تصنیف نہین ہو سکتی کہا جاتا ہے کہ گلزار نسیم مین بہت زیادہ نقصانات ہین ممکن ہے کہ ایسا ہو اور ممکن ہے کہ مثنوی میرحسن مین بھی اسیقدر نقصانات ہون۔ مگر اسوقت ان نظمون کی تنقید کی حاجت نہین ہے۔ اور نہ اس سے انکی مقبولیت کو کچھ ضرر پہونچ سکتا ہے۔

گلزار نسیم کے متعلق طرح طرح کے مباحث درپیش ہین۔ گلزار نسیم مین شاعری کیسی ہے زبان لکھنؤ کی ہے یا نہین۔ نسیم کا شعرا مین کیا رتبہ ہے۔ حقیقت اتنی ہے کہ مثنوی گلزار نسیم کے ایک کہنہ مشق قادرسخن کی تصنیف ہے آتش نے کہی ہو یا کسی اور نے ہمکو اس سے بحث نہین۔ لکھنؤ کی خاک سے صدہا آتش و ناسخ پیدا ہوے زمانے نے جنکا کلام اُچھالا وہ مشہور ہوے اور باقی شعرا کا نام وکلام پردۂ گمنامی مین رہگیا۔ اُنھین مین ایسے بھی لوگ تھے

کہ مثنوی اور دیوان لکھکر دوسرون کو دیدیا کرتے تھے - اپنے نام کو ملک کے سامنے پیش کرنا پسند نہین فرماتے تھے اس جگہ ایک نواب عاشور علیخان مرحوم کا نام لے دینا ثبوت کے لیئے کافی ہے جو اعلے درجہ کے شاعر و شاعر گر تھے جنھون نے کتنون کو شاعر بنادیا صاحب دیوان کردیا اور اپنے نام سے ایک شعر نہ رکھا - اگر کہا جاے کہ مثنوی گلزار نسیم بھی اس قسم کی تصانیف مین داخل ہے تو اسپر ذرا بھی تعجب نکرنا چاہیئے قاعدہ ہے کہ پرائی چیز کو جب کوئی اپنا کرنا چاہتا ہے تو اسمین کچھ نہ کچھ تصرف بھی کرتا ہے چاہے وہ تصرف دخل در معقولات ہی کیون نہو نظر بر آن یہ سمجھنا چاہیئے کہ پنڈت دیاشنکر صاحب نسیم لکھنوی سے علاقہ مثنوی گلزار نسیم کے اُنھین اشعار کو ہے جن مین زبان یا بیان کی کمزوری یا شاعرانہ اسقام ہین -

نسیم کا نام اساتذہ لکھنؤ کے ساتھ کبھی نہین سنا گیا - گلزار نسیم کو دنیا جانتی ہے اور نسیم کو کوئی نہین جانتا - تحریر و تقریر مین مثل و مقولے کے طور پر گلزار نسیم کے شعر لائے جاتے ہین اور نسیم کا نام نہین لیا جاتا -

امیر اللغات مین جس کتاب کا شعر لکھا گیا ہے خواہ دیوان ہو یا مثنوی یا مرثیہ یا قصائد سلام اُسکے ساتھ مصنف کا تخلص لکھا گیا - مگر بخلاف اسکے گلزار نسیم کا شعر جہان دیا ہے وہان گلزار نسیم لکھا ہے نسیم نہین لکھا - یہ بھی دلیل قوی اسکی ہے کہ صاحب امیر اللغات کے نزدیک گلزار نسیم نسیم کی تصنیف نہ تھی - جناب مولوی عبد الحلیم شرر سے اسکی ابتدا ہوئی کہ اُنھون نے گلزار نسیم پر ریویو فرمایا اور نقائص کو چُن چُن کر دکھایا - اُنکی بحث بڑی قابلیت کے ساتھ ہے اُنکی دیکھا دیکھی اور بھی لکھنے والے ادھر متوجہ ہو گئے اور جی کھول کر نکتہ چینی کی - مگر مسٹر چکبست صاحب نے جو جواب اُردوے معلے مین دیا ہے وہ بھی دیکھنے کا ہے - خصوصًا سند کے اشعار بہم پہنچانے مین اُنکی تلاش حیرت انگیز ہے - سب اعتراضات کا بجا ہونا جسطرح دشوار ہے اُسی طرح ہر ایک جواب کا باصواب ہونا بھی مشکل ہے -

دکن ریویو نمبر ۷، جلد ۳ - بابت ماہ جولائی ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم کا نیا اڈیشن

مرتبہ

پنڈت برج نرائن صاحب چکبست بی - اے لکھنوی

(از نقاد)

جسطرح نظم شاعر کی طبیعت کا پتہ دیتی ہے - اسیطرح شاعر کی طبیعت اُس زمانہ اور اُس سوسائیٹی کے رنگ کو ظاہر کرتی ہے جسمین اُس نے نشو و نما اور تربیت پائی ہے لکھنؤ کی نوابی کا زمانہ عجیب و غریب زمانہ تھا - اسمین ایک بااقبال عیش پرست اور مست اور بیخود قوم کے ادبار اور زوال کے تمام آثار پاے جاتے تھے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ قوم کے دماغی اور جسمانی قوی کا سارا زور صرف ہوچکا تھا ہمتین قاصر ہوچکی تھین - اولوالعزمی اور جرأت کبھی کی رخصت ہوچکی تھی جسطرح بیمار اکثر سنبھالے کو صحت سمجھتا ہے اسیطرح یہ ادبار نصیب لوگ اسے عروج و اقبال و فراغ بالی کا زمانہ سمجھے ہوئے تھے سایہ کو اصل شئے اور تصویر کو زندہ پری خیال کرتے تھے جو جدت تھی جھوٹی - جو طباعی تھی براے نام حوصلے پست تھے اسلیئے اُنکے شوق بھی ذلیل تھے - جوش و خروش تھا مگر کاذب ادبار کے بھنور مین پھنسے ہوے تھے - مگر خواب اقبال ہی کے دیکھتے تھے - گوبریلی کی طرح اپنے محدود مقام مین مگن تھے اور اپنی سوسائٹی کو خلاصۂ عالم اور اپنے ملک کو مرکز علوم و فنون خیال

کیے ہوئے تھے چونکہ بلند نظری اور عالی ہمتی مفقود ہو گئی تھی اسلیے کسی حقیقی جدت یا حقیقی قابلیت کی قوت نہین رہی تھی۔ لکیر کے فقیر تھے اور اسی مین نئی شگوفہ کاریان کرکے اپنی مردہ طبیعتون کو جیسے وہ زندہ دلی سے کہتے تھے اُبھارتے تھے لیکن در اصل یہ اُن دماغون کا نتیجہ تھے جو سُست ہو کے بیکار اور مُعطل ہو گئے تھے یہی وجہ تھی کہ اُنکے ہر کام مین تکلفات و نمود و نمائش کا جلوہ نظر آتا تھا سارے علوم چھوڑ کر طبع آزمائی کے لیئے صرف ایک شاعری باقی رہ گئی تھی اسمین اُنھون نے اپنی انوکھی طبیعت کے وہ وہ کمالات دکھائے ہین جنکی نظیر مشکل سے کسی دوسری زبان مین ملتی ہے۔ اس زمانہ کی شاعری اور لٹریچر دنیا مین ہمیشہ یادگار رہیگا۔ شاعری کی حیثیت سے نہین بلکہ اسلیئے کہ اسمین اس زمانے کی سوسائیٹی کی کامل تصویر اور صحیح خط و خال موجود ہین رفتہ رفتہ یہ شاعری لطیفہ گوئی اور لطیفہ گوئی سے چیستان اور معمّا ہو گئی یہ جزو اعظم اس دور کے شاعر کی نظم مین پایا جاتا ہے اور ان سب کے مُنہ امانت اور پنڈت دیا شنکر نسیم تھے۔ ان بزرگون نے لفظی مناسبت کے لیئے ایسی بڑھائی کہ اصل شاعری تو ہوا ہو گئی فقط الفاظ کا گورکھ دھندا رہ گیا جسپر لوگون نے وہ داد دی اور واہ وا کی کہ اچھے اچھے طباع لوگ اس دھوکے مین آ گئے۔ اور اسی کو شاعری کی روح و روان سمجھنے لگے اور وہ لفظی نزاکتین پیدا کرنی شروع کر دین کہ اس سے بڑھکر خیال مین نہین آسکتین یہانتک کہ یہ طرز خاص اہل لکھنؤ کا حصہ ہو گیا۔

پنڈت برج نرائن صاحب چکبست نے گلزار نسیم کا نیا اڈیشن مرتب کرکے اس شاعری کو پھر زندہ کرنا چاہا ہے۔ مثنوی کے شروع مین ایک زبردست دیباچہ بھی لکھا ہے جسمین نسیم کی شاعرانہ خوبیون کو بہ تفصیل بیان کیا ہے اور ناظرین سے داد چاہی ہے۔ ہم ہرگز اسپر قلم نہین اُٹھانا چاہتے تھے۔ لیکن کچھ تو اپنے شفیق اڈیٹر دکن ریویو کے اصرار سے اور کچھ اس خیال سے کہ ان تحریرون کا اثر اہل ملک کے مذاق پر بُرا ہوتا ہے مجبوراً اس مثنوی پر نظر تنقید ڈالتے ہین اور خصوصاً نسیم کے کلام کا دوسرا پہلو

دکھانا چاہتے ہین تاکہ اہل نظر پورے طور پر برائی بھلائی کا موازنہ کر سکین -

مین اسے تسلیم کرتا ہون کہ ظاہری صورت بھی بڑی چیز ہے اور سب سے پہلے نظر اسی پر پڑتی ہے لیکن اصل شے جو شعر کی جان ہوتی ہے وہ کچھ اور ہے خیال اور الفاظ الگ الگ نہین ہین ممکن ہے کہ ایک بچے کو شروع شروع مین اپنے خیالات کے ادا کرنے مین کافی الفاظ نہ ملنے کی وجہ سے دقّت واقع ہوتی ہو مگر ایک مدت کے بعد خیال اور الفاظ دونون ایک ساتھ ادا ہونے لگتے ہین اور جُدا نہین ہو سکتے بعض خاص حالتون مین ایسا بھی ہوتا ہے کہ خیال الفاظ کے آگے نکل جاتا ہے یا کبھی قوت بیانی سے پیچھے رہ جاتا ہے مگر یہ وہ حالت ہے جبکہ ان دونون مین اعتدال قائم نہین رہتا - لیکن جون جون خیال مین صفائی اور پختگی پیدا ہو جاتی ہے طرز ادا مین بھی قوّت اور بلیساختہ پن آتا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جن لوگون کا طرز ادا کرخت اور بھدّا - بندش سُست اور اکھڑی اکھڑی ہوتی ہے اور زبان مین صفائی اور لوچ نہین ہوتا اُنکے خیالات مین بھی وہی نقص پائے جاتے ہین - اسی بنا پر ہم یہ کہتے ہین کہ خیال اور الفاظ کو دو الگ الگ چیزین سمجھکر انپر غور نہین کرنا چاہیئے بلکہ جب شعر پر نظر پڑے تو اسمین مضمون اور طرز ادا دونون ایک ہی نظر مین آجائین جو لوگ محض الفاظ کی تلاش اور بندش کی فکر مین رہتے ہین اُن مین نہ خیال کی جدّت ہوتی ہے نہ مضمون آفرینی وہ صرف الفاظ کے ہیر پھیر اور قافیہ بندی اور چند قسم کے صنائع بدائع کو شاعری سمجھتے ہین مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسی شاعری نثر سے بھی بدتر ہے افسوس ہے کہ نسیم کی شاعری زیادہ تر اسی قبیل کی ہے - اس قسم شاعری سے سوا نقصان کے کچھ فائدہ نہین ہوا شاعری کی غایت یہ ہے کہ اسکے مطالعہ سے سچی اور روحانی مسرت ہو اور ساتھ اسکے عادات اور اخلاق و خیالات پر عمدہ اثر پڑے - مگر اس شاعری مین یہ دونون باتین مفقود ہین بلکہ بخلاف اسکے عام طور پر اسکی وجہ سے بد مذاقی پھیل گئی ہے اور طبیعتون مین پستی - دنائت اور کوتہ نظری پیدا ہو گئی ہے اُردو لٹریچر کی ترقی کو اس شاعری نے بہت کچھ روکا ہے اور جبتک

ان خاص عیوب کو ہم اپنی شاعری سے نہ نکال دین کبھی اُردو زبان کے متعلق لنبے چوڑے دعوے نہین کرسکتے نئے تعلیم یافتہ لوگون سے بہت سی امیدین وابستہ تھین اور ہین۔ لیکن شومیٔ قسمت سے بعض حضرت انہین سے ایسے بھی پیدا ہوگئے ہین جنھون نے اس خاص بارہ مین پرانون کے بھی کان کاٹ لئے اصلاح تو درکنار انھین یہ بھی گوارا نہین کہ ان کی چہیتی شاعری کو کوئی بُری نظر سے بھی دیکھے۔ وہ اسبات پر اڑے ہوے ہین کہ اُردو شاعری درجۂ کمال کو پہونچ چکی ہے اور دنیا کی کوئی شاعری اسکی ٹکر کی نہین۔ حالانکہ ابتک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ محض ابتدا ہے مگر ہمارے دوست اُسے انتہا سمجھے ہوے ہین اور نہ معلوم یہ کبتک بسم اللہ کے گنبد مین رہینگے مجھے اُردو شاعری کے بعض حصّون سے جو درحقیقت قابل تعریف ہین ہرگز انکار نہین لیکن افسوس اور رنج اسبات کا ہے کہ اس کی طرف کوئی نظر اُٹھا کر بھی نہین دیکھتا اُس چیز کو آسمان پر چڑھا رکھا ہے جو ہماری شاعری کا سب سے ذلیل اور پوچ حصّہ ہے کوئی صحیح مذاق والا شخص ان دیوانون اور نظمون کے چند صفحے مسلسل ہرگز نہین پڑھ سکتا اور میرا تو یہانتک خیال ہے کہ یہ حضرات جو ان نظمون کے اسقدر دلدادہ ہین وہ بھی نہین پڑھ سکتے وجہ یہ ہے کہ اسکے پڑھنے سے کبھی سچّی مسرت نہین پیدا ہوتی اسکا سارا لطف چند فرضی خیالات لفظی تناسب اور جھوٹی نمائش پر منحصر ہے۔ اور یہی بات ہے جسنے ذوق سلیم کی ریڑھ مار دی ہے۔ اور لوگ محض نمائشی بندشون اور لفظی ہیر پھیر پر واہ وا کرتے ہین۔

پنڈت چکبست صاحب جنھون نے اس مذاق کے زندہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے ایک اور غضب کیا ہے کہ نسیم کی شاعرانہ خوبیان بیان کرتے کرتے مولانا حالی کے اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے (جس کا ذکر ہم آگے کرینگے) اور صاف یہ لکھدیا ہے کہ (مولانا موصوف اصول شاعری سے بیخبر ہین) اور اسی بحث مین آپنے ایک ایسا کام کیا ہے کہ جسکے ہم نہایت ممنون ہین۔ یعنی آپ نے اردو سے ہمہ دانی شاعری کی تعریف بھی فرما دی ہے۔ فرماتے ہین شاعری کی عام تعریف یہ ہے کہ نثر سے زیادہ دلکش اور پر تاثیر ہو۔ نثر کا اندازہ یہ ہے کہ جو مضمون

بیان کیا جائے وہ نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے اور الفاظ کی بندش ایسی ہو کہ اُنسے ایک خاص معنی صاف طور پر پیدا ہون اور برخلاف اسکے شاعری مین یہ اصول مدنظر رہتا ہے کہ جو مضمون باندھا جائے اختصار کے ساتھ باندھا جائے اور محض ایک حالت کا اشارہ کرے - ترکیب الفاظ ایسی ہو کہ اس حالت کی نسبت مختلف نقشے پڑھنے والے کی آنکھونکے سامنے گزر جائین (اس سارے دیباچے مین آپ نے اگر کہین دماغ سے کام لیا ہے تو شاید وہ یہی موقع ہے - شاعری کی تعریف مختلف لوگون نے مختلف ڈھنگ سے کی ہے - لیکن جو تعریف پنڈت صاحب نے تحریر فرمائی ہے وہ سب سے نرالی ہے اور اگر کوئی اسپر کاربند ہو کر کوشش کرے تو شاید عمر بھر اسکی نثر و نظم مین فرق نہ معلوم ہو یہ ضرور نہین کہ نظم ہمیشہ مختصر ہو اور نثر مین ہمیشہ وضاحت سے کام لیا جائے - اختصار اگر کوئی نسیم کا سا کرنے لگے جس سے معنی تک خبط ہو جائین تو ایسی نظم سے نثر بدرجہا بہتر ہے - اکثر مواقع ایسے پیش آتے ہین جہان شاعر کو نہایت وضاحت سے کام لینا اور کسی شے اور خیال کے ہر پہلو کو اس صراحت سے بیان کرنا پڑتا ہے کہ پڑھنے والے کی آنکھونکے سامنے اسکا نقشہ کھنچ جائے - اسیطرح نثر مین بعض اوقات اختصار کی ضرورت ہوتی ہے - کیونکہ وضاحت سے لطف جاتا رہتا ہے اور سقم پیدا ہو جاتا ہے افسوس تو یہ ہے کہ نسیم کے کلام اور اسکی پیروی نے پنڈت صاحب پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے اور یہ فرق جو پنڈت صاحب نے نظم و نثر مین بیان فرمایا ہے یہ محض گلزار نسیم کا طفیل ہے ورنہ جس شخص کی نظر وسیع ہوگی وہ کبھی اس قسم کے فرق کو جائز نہ رکھیگا اور محض ایک ادھوری تعریف کرکے ناظرین کو دھوکے مین نہ ڈالیگا - اس سے یہ نتیجہ پایا - شاعری اور شعر فہمی کی یہ حالت اور پھر اسپر مولانا حالی جیسے قادر الکلام معنی رس سخن سنج شخص اور دور بین کے منھ آنا درحقیقت حیرت انگیز ہے - مولانا حالی نے جو چند بیجا اعتراض کر دیئے تو غضب ہو گیا حالانکہ دیکھا جائے تو یہ اعتراض کچھ بھی نہین - اس مثنوی مین اس کثرت سے طرح طرح کی لغزشین

موجود ہین کہ ایسے ایسے سیکڑون اعتراض ہو سکتے ہین جن کا جواب پنڈت صاحب تو کیا کوئی بھی نہین دے سکتا۔ ہان یہ اور بات ہے کہ شروع سے لیکر اخیر تک کاتب کی غلطیان بتا دیجائین اول ہم ان اعتراضات کو لیتے ہین جو مولانا حالی نے فرمائے ہین اور جنکے رفع کرنے کی پنڈت صاحب نے کوشش کی ہے اسکے بعد ہم مثنوی کی دوسری لغزشین اور غلطیان دکھائین گے۔

پہلا اعتراض (مولانا حالی کا)

خوش ہوتے تھے طفل مہ جبین سے ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے
پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اسی کو پھر دیکھ نہ سکیئے گا کسی کو

مولانا حالی کا یہ اعتراض ہے کہ ان دو بیتون مین جب تک کئی لفظ بڑہائے اور جبتک کئی لفظ بدلے نہ جائین ان کا مطلب سیدھی طرح نہین نکل سکتا۔ کیونکہ مصنف جو مطلب ادا کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ تو اُس طفل مہ جبین کو دیکھکر خوش ہوتے تھے مگر نجومیون نے بادشاہ سے کہا کہ لڑکا آپ کو پیارا تو ہے مگر یہ ایسا پیارا ہے کہ اس کو دیکھکر پھر کسی کو دیکھ نہ سکیئے گا۔ اعتراض اسقدر صاف ہے کہ اسکے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہین ہے۔ پنڈت صاحب فرماتے ہین کہ اگر مولانا حالی گلزار نسیم کا کوئی صحیح نسخہ ملاحظہ فرماتے تو مولانا موصوف کو اس اعتراض کی تکلیف نہ گوارا کرنی پڑتی۔ صحیح نسخہ مین پہلا شعر اس طرح ہے۔

خوش ہوتے ہی طفل مہ جبین سے ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے

پنڈت کے زعم مین مولانا نے مصنف گلزار نسیم پر اعتراض نہین کیا بلکہ یہ اعتراض کاتب پر وارد ہوتا ہے۔ کاش ایسا ہی ہوتا لیکن ہر شخص جسکی طبیعت کو ذرا بھی شعر سے لگاؤ ہے اسے پڑھکر فوراً بول اُٹھے گا (عذر گنہ بدتر از گنہ) پنڈت صاحب کو جوش حمایت مین اتنا خیال بھی نہ رہا کہ اس صحت سے شعر اور بھی خاک مین ملجاتا ہے اور اسکی رہی سہی حیثیت بھی

جاتی رہتی ہے۔ ہوتے ہی کا لفظ قابل غور ہے خوش ہوتے ہی یہ ثابت ہوا۔ یعنی خوش ہونا علت ہے ثابت ہوئی کی جو بالکل مہمل ہے ایسی صحت سے جو پہلی غلطی ہے اچھی ہے پنڈت صاحب نے فضول صحیح نسخوں کی تلاش میں سرگردانی و پریشانی اٹھائی۔

دوسری بیت میں ایک اور لفظ قابل اعتراض ہے جس سے مصنف کی زبان دانی پر بڑا حرف آتا ہے۔ افسوس ہے کہ مولانا کی نظر نہیں پڑی ع پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھا اسی کو۔ اس مصرع میں (اسی) کا لفظ بڑا لطف دے رہا ہے۔ بجائے (اسکے) اسی کی کیا ضرورت تھی جو بالکل روزمرہ کے خلاف ہے۔ اس قسم کا استعمال شاعر تو شاعر معمولی لوگ بھی نہیں کرتے۔

دوسرا اعتراض

نور آنکھ کا کہتے ہیں پسر کو   چشمک تھی نصیب اس پدر کو

اس شعر پر بھی مولانا کا یہی اعتراض ہے کہ دونوں مصرعے بے ربط ہیں جبتک دوسرے مصرع کے الفاظ نہ بدلے جائیں کلام مربوط نہیں ہو سکتا اسمیں کسی غور فکر کی ضرورت نہیں دونوں مصرعے صاف ایک دوسرے سے الگ الگ معلوم ہوتے ہیں اور کوئی ربط ایک دوسرے میں نظر نہیں آتا یعنی اول مصرع ایک عام اصول کو بیان کر رہا ہے اور دوسرا ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مگر دونوں میں کوئی ربط پیدا نہیں کیا گیا مثنوی میں اس سے بڑھ کر کوئی عیب نہیں کہ دونوں مصرعے بے جوڑ ہوں اور ان میں کوئی ربط نہ قائم کیا جائے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو مصرعوں میں ربط کے الفاظ محذوف ہوتے ہیں مگر مضمون یا موقع کے لحاظ سے وہ چنداں عیب نہیں معلوم ہوتا مگر یہاں یہ بھی نہیں ہر دو مصرعے بالکل الگ الگ رکھے ہیں ایک عام اصول کو ایک خاص واقعہ کے ساتھ ربط دینے کے لئے ضرور تھا کہ چند الفاظ داخل کئے جاتے کوئی اُستاد یا جسے ذوق سخن ہے ایسی غلطی نہیں کرے گا۔

پنڈت صاحب اسکے جواب مین محض اسقدر فرماتے ہین (ذہن اس اعتراض کی تہ کو نہین پہونچا) مجھکو یہ شعر کسی صورت مین بے ربط نظر نہین آتا) اسکا جواب میرے پاس نہین ذوق سخن بکتا نہین اسکے سمجھنے کے لئے طبیعت کو لگاؤ ہونا چاہیئے۔ شاید میری اس تصریح کے بعد سمجھ جائین تو سمجھ جائین۔

تیسرا اعتراض

آتا تھا شکار گاہ سے شاہ نظارہ کیا پدر نے ناگاہ

اس شعر پر مولانا کا اعتراض تھا کہ ظاہرا الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ شاہ اور شخص ہے اور پدر اور شخص ہے حالانکہ پدر اور شاہ سے ایک ہی شخص مراد ہے۔ اس اعتراض کے جواب مین کہتے ہین کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ دوسرے مصرع مین بجائے "پدر نے" کے "پسر" کا ہونا چاہیئے۔ اگر یہ ہے تو بیشک اب شعر کی صورت بن جاتی ہے۔ اور ہمین اسکی غلطی پر اصرار نہین ہے۔ لیکن مولانا حالی صحیح نسخہ لاتے کہان سے۔ سب سے صحیح اور کمیاب نسخہ جو پنڈت صاحب نے لکھنؤ کے پرانے بزرگون سے بڑی محنت اور کوشش کے بعد بہم پہونچایا ہے اسکی نسبت خود انکی یہ رائے ہے۔ گو اس پرانے نسخہ مین بھی اکثر چھاپے کی غلطیان موجود ہین مگر بہت کم۔ اس چھاپے مین اکثر اور بہت کم کے الفاظ قابل توجہ ہین تجالیا پیدرنگ بھی انھون نے نسیم سے اڑایا ہے۔ خود پنڈت صاحب کا موجودہ نسخہ جس کی صحت اور ترتیب مین آپنے بڑی سعی اور جانفشانی فرمائی ہے اسمین بھی اکثر غلطیان موجود ہین پھر صحیح نسخہ آئے تو کہان سے۔

چوتھا اعتراض

مولانا کا بہت چھوٹا ور سچا ہے۔ یہ اعتراض صرف چند اشعار پر نہین بلکہ کل مثنوی پر ہے۔ کیونکہ اس قسم کے اشعار اس مثنوی مین جابجا پائے جاتے ہین اور یہ نسیم کا اصلی رنگ ہے۔ جسپر نسیم اور اسکے ہم مذاق لوگون کو بڑا ناز ہے۔ آپکا قول

اُس حالت پر غور کیجئے جسکے بیان کرنے کے لئے یہ اشعار کہے گئے ہین - اور پھر ان اشعار کے معانی کو ملاحظہ کیجئے خود بخود ظاہر ہو جائیگا کہ شاعر اصلی حالت کے کھلنے مین قاصر رہا ہے - ایسے ہی مواقع پر مثلاً جہان مظاہر قدرت - کیفیات انسانی اور جذبات نفسانی کی ہو بہو تصویر کھینچنی پڑتی ہے شاعر کا کمال ظاہر ہوتا ہے - سچے فراق اور ہجر کی حالت جیسی کچھ دردناک ہوتی ہے ظاہر ہے - وہان تو انسان کھانے - پینے - سونے پہننے - یار - آشنا سے کیا اپنی جان تک سے بیزار رہے اور یہان حضرت شاعر کو لطیفہ گوئی اور صنائع بدائع کی داد دے رہے ہین - ایسا شخص کیا خاک شاعری کریگا یہ محض یاوہ گوئی اور جگت بازی ہے - یہان چاہئے تھا کہ وہ ایسے دردناک اشعار لکھتے کہ پڑھنے والے کے دل پر چوٹ لگتی مگر وہ اپنے رنگ سے مجبور ہین - انھین اپنے قصے کے لوگون سے ہمدردی نہین وہ محض اپنی شاعری دکھانا چاہتے ہین - مگر یہ نہین جانتے کہ یہ شاعری نہین - بلکہ تب ہی ہوتی ہے جب وہ ان لوگون کی مختلف حالتونکی ہو بہو تصویر کھینچتے - اور آنکھونکے سامنے سمان بندھ جاتا مثلاً یہی اشعار جن پر مولانا حالی نے اعتراض کیا ہے -

کرتی تھی جو بھوک پیاس بس مین — آنسو پیتی تھی کھا کے قسمین
جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ — کپڑونکے عوض بدلتی تھی رنگ

کیا پڑھنے والے کے دل مین اُس مصیبت زدہ کی دردناک حالت کا کوئی خیال پیدا کر سکتے ہین - پھر کیا حاصل ایسی شاعری سے - اس سے تو نثر ہزار درجے اچھی اس پر پنڈت جی کی دیدہ دلیری قابل دید ہے فرماتے ہین مولانا موصوف اصول شاعری سے بیخبر ہین - نازک خیالی اور بلند پروازی جو کہ اعلےٰ درجہ کی شاعری کے جوہر ہین ان اشعار مین موجود ہین - وجہ یہ ہے کہ مولانا حالی مغربی شاعری کی پیروی کی فکر مین انگریزی نظمونکے ترجمے پڑھتے ہین اور چونکہ غیر زبان مین ترجمہ ہونے سے ان نظمونکی نازک خیالی اور

بلند پروازی کے جوہر تشریف لیئے جاتے ہین اور استعارون اور تشبیہون کی پیچیدگیان قائم نہین رہتین الخ ،،

لیکن سوال یہہ ہے کہ آیا ایسے موقع پر بلند پروازی نازک خیالی اور استعارون اور تشبیہون کی پیچیدگیون کی ضرورت بھی ہے یا نہین - ایک پُر درد حالت کے بیان کرنے مین زبان ہمیشہ پاک صاف اور سیدھی سادھی ہونی چاہیئے یہہ پیچیدہ استعارات اور تشبیہات اور نازک خیالیان کبھی اصل کیفیت کو بیان نہین کرسکتین - یہان فن صنائع بدائع کی ضرورت نہین ہوتی بلکہ اس شئے کی ضرورت ہے جو شاعری کی جان ہے اور جو انسان مان کے پیٹ سے لیکر پیدا ہوتا ہے - نسیم کو یہہ خداداد جوہر نصیب نہوا اور اسلئے اُسکی شاعری محض لفاظی جگت بازی اور صنائع بدائع کی پیچیدگیون مین پھنس کے رہ گئے گلزار نسیم کا وہ حصہ جو بڑے معرکہ کا ہے اور جسپر لوگ سر دُھنتے ہین اور جسکی تعریف کرتے کرتے ہونٹھ خشک ہوتے ہین یعنی وہ مقام جب بکاولی کا پھول چوری گیا ہے اور اُس نے اظہار رنج و ملال و اضطراب کیا ہے ،، اگر غور سے دیکھا جائے تو نری لفاظی ہے - چونکہ باندیون اور غلامون کے نام ایسے رکھے ہین جو چمن سے مناسبت رکھتے ہین اس لیئے اس مناسبت سے لوگون کو مزا آجاتا ہے ورنہ اسمین کچھ نہین اور شاعر کو اس اہم مقام کے بیان کرنے مین سخت ناکامیابی ہوئی ہے - ان اشعار کے پڑھنے سے صاف طور پر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ صدمہ ایک شخص کو پہونچا ہے اور ایک غیر آدمی خاص موقع پر آکر اُسکی تضحیک کر رہا ہے کیونکہ جسکو صدمہ پہونچتا ہے وہ اپنا رنج والم اس طریقے سے ظاہر نہین کرتا جیسا اس موقع پر کیا گیا ہے چنانچہ اکثر اشعار اسی قسم کے ہین مثلاً —

سنبل میرا تازیانہ لاتا ‎ ‎ شمشاد اسے سولی پر چڑھاتا
نرگس نے نگاہ بازیان کین ‎ ‎ سوسن نے زبان درازیان کین
پتا بھی پتے کو جب نہ پایا ‎ ‎ کہتے لگین کیا ہوا خدایا

اپنون مین سے پھول لے گیا کون | بیگانہ تھا سبزے کے سوا کون
شبنم کے سوا چرانے والا | اوپر کا تھا کون آنے والا
او بادِ صبا ہوا نہ بتلا | خوشبو ہی سنگھا پتا نہ بتلا
انگلی لب جو پہ رکھ کے شمشاد | تھا دم بخود اس کی سن کے فریاد

درحقیقت یہ ایسا مقام تھا کہ زور شاعری دکھایا جاتا اور اس رنج و ملال اور بیتابی اور غصے اور تاسف کی کیفیت اس طور سے بیان کیجاتی کہ پڑھنے والے بیتاب ہو جاتے۔ مگر نسیم اس گون کا نہ تھا۔ وہ اپنے اسی رنگ مین چلا گیا چند لفظی مناسبتون سے ایک اوپری کیفیت پیدا کر دی مگر اصلی کیفیت جو صرف ایک سچا شاعری ہی دکھا سکتا ہے نہ دکھا سکا۔

(از نقاد)

دکن ریویو نمبر جلد ۳ - بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء

مثنوی گلزار نسیم کا نیا اڈیشن (۲)

(از نقاد)

اب ہم مصنف کی اُن غلطیون پر نظر ڈالتے ہین جو زبان اور شاعری اور خصوصًا ذوق سلیم کے متعلق جا بجا کی ہین۔ پنڈت چکبست صاحب نے مثنوی کی ایک بڑی خوبی یہ بیان کی ہے کہ اسمین اختصار بدرجۂ کمال پایا جاتا ہے اُنکے الفاظ یہ ہین (اختصار جیسا کہ بیشتر لکھا گیا ہے اس مثنوی کا عجیب جوہر ہے واقعی دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے)

سچ ہے جب کوئی خوبی درجۂ کمال سے بڑھ جاتی ہے تو وہی عیب ہو جاتی ہے میرے خیال مین اس مثنوی مین بہت بڑا عیب ہے ایسے اختصار سے کیا حاصل جس سے شعر ہی مہمل ہو جائے اور شاعر اپنے عندیہ کو الفاظ کی کمی کی وجہ سے پورے طور پر ادا نہ کر سکے۔ پنڈت جی کا یہ دعویٰ ہے کہ مثنوی مین ایک شعر بھی بھرتی کا نہین۔ بھرتی کے شعر ہونا اتنا بُرا نہین جتنا مہمل اختصار اور جہان مہمل نہین وہان مغلق ہے چنانچہ دو ایک شعر جن پر مولانا نے اعتراض کیا تھا اور جن کا ذکر ہو چکا ہے وہ اسی قبیل سے ہین مثالًا اور بھی لکھے جاتے ہین —

شادی کے لیے ہے کلک شنجرف	انگشت قبول دیدہ حرف

الفاظ سب اچھے ہین بندش بھی خوب ہے مگر معنی ندارد۔ یہ شعر محض اختصار کی بدولت المعنی فی بطن الشاعر کا پورا مصداق ہے —

دو دل ہون جو جانبین راضی　　یہ جان لے کیا کرے گا قاضی

یہان جانبین بالکل غلط استعمال ہوا ہے - اسطرح کوئی نہین بولتا) دو دل جو جانبین راضی ہون - البتہ جانبین سے لکھنا صحیح ہے ذراسے اختصار نے مصرع کو مہمل کردیا - یہ جان لے) محض بھرتی ہے حالانکہ صاحب دیباچہ فرماتے ہین کہ بھرتی نام کو نہین ہے گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان - پھر تن مین نہ آئے صورت جان - دوسرا مصرع بوجہ اختصار کے بے معنی ہو گیا ہے اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنا شہر چھوڑ کر یہان آباد ہو گئے اُنکے رہنے کی جگہ تن تھی شاعر کا اصل مقصد اسکے کہنے سے یہ تھا کہ جسطرح جان جاکر تن مین نہین آتی اسی طرح وہ لوگ پھر اپنے دیس کو گئے مگر بوجہ اختصار مطلب خبط ہو گیا اور یہ مصرع بالکل مہمل ہو گیا -

آنکھون مین جو چھا گیا اندھیرا　　پل مارتے ہو گیا سویرا

شب فراق کا بیان ہے مگر یا دم بھر مین صبح ہو گئی ہے - شاعر کو اپنے لفظی جوڑ توڑ مین اتنا بھی خیال نہ رہا کہ مین شب وصال کا حال بیان کر رہا ہون یا شب فراق کا -

نکلا جیسے ہی اُٹھ کے باہر　　پتھرا گئی چشم حلقۂ در

اس شعر مین دوسرے مصرع کا کوئی تعلق پہلے مصرع سے نہین معلوم ہوتا - یہ سمجھ مین نہین آتا کہ اسکے جانے سے چشم حلقۂ در کیون پتھرا گئی یہ مصرع اس مقام پر بے موقع اور بے معنی ہے -

بولا وہ کہ چپ ہو کیون سبب کیا　　بولین وہ کہ کیجئے بے ادب کیا

یہ شعر اس مقام پر لکھا ہے جہان راجہ اندر نے بکاؤلی کی کیفیت پریون سے پوچھی اور اُن کے خاموش رہنے پر سبب دریافت کیا ہے - دوسرے مصرع مین پریون کا جواب ہے - نہ معلوم بے ادب کس کی شان مین واقع ہوا ہے غالباً شاعر کا مطلب یہ تھا کہ بے ادبی کی بات ہے کیا عرض کیجئے مگر ادا نہ کر سکا یا شاید پریزادون کے محاورہ مین

یون ہی سے کہتے ہون -

اسیطرح سے بہت غلطیان زبان کی ہین اور اکثر محض تناسب الفاظ کی جستجو اور شوق مین کیگئی ہین - چند بطور نمونہ کے لکھی جاتی ہین -

صیاد آنکھونکی دیکھکر بیسر کی　　بینائی کے چہرے پر نظر کی

دوسرا مصرع بالکل بے معنے ہے جہانتک میرا خیال ہے مصنف مثنوی کے سوا دوسرا اسکی تہ کو نہین پہونچ سکتا - کیا خوب -

وہ مرد خدا بہت کراہا　　سلطان سے ملا کہا کہ شاہا

کراہنے کے معنے ہمیشہ درد سے چلّانے کے ہین - یہان اسکا کوئی موقع نہ تھا بادشاہ جب اندھا ہوا تو ایک پیر مرد باکمال نے بادشاہ کی خدمت مین یہ عرض کی کہ باغ بکاؤلی مین ایک پھول ہے جسکے ملنے سے نابینا بینا ہو جاتا ہے - نہ معلوم شاعر نے کس خیال سے کراہا کا لفظ لکھا ہے اسی کے ساتھ دوسرا شعر ہے -

ہے باغ بکاؤلی مین ایک گل　　پلکون سے لے یہ مار چٹکل

(مرد خدا) کا بادشاہ سے یہ کہنا (پلکون سے ابھی یہ مار چٹکل) کسقدر نازیبا معلوم ہوتا ہے علاوہ اسکے اسمین کوئی خوبی بھی تو نہین - بلکہ اس قسم کی طرز گفتگو اور طرز ادا نشاء بہت مبتذل اور ادنے درجہ کی ہے - پلکون سے چٹکل مارنا ہر لحاظ سے کریہہ معلوم ہوتا ہے علاوہ اسکے (ابھی کا استعمال بالکل خلاف روزمرہ ہے -

ایک نہر تھی شہر کے برابر　　ٹھٹکے سیارے کہکشان پر

غالبًا سیاروں سے مطلب چارون بھائیون سے ہے اور کہکشان سے مراد نہر ہے نہ تو تشبیہ مین لطف ہے اور نہ ادائے مطلب مین اور کہکشان پر پہونچکر سیارون کا ٹھٹکنا کیا معنی

وہ ریگ روان کا گرد لشکر　　یعنے تاج الملوک ابتر

ریگ روان کا گرد لشکر بالکل سمجھ مین نہین آتا - کہ کیا بلا ہے - اور تاج الملوک کو جو اس سے

تشبیہ دی ہے اسمین کیا مزا ہے —

سوچا وہ کہ ابتو ہم ہین آگاہ　　جیتے ہین تو جیت لین گے ناگاہ

ناگاہ خوامخواہ لکھدیا ہے محض بھرتی ہے —

دانا تو کرے کب اسطرف میل　　ہارا ہے جوے کے نام سے بیل

یہان صرف جوے کے لئے بیل لائے ہین ورنہ کسی قسم کا لطف اس شعر مین نہین مطلب یہ ہے کہ دانا جوے کی طرف کب میل کرتا ہے - یہانتک کہ بیل بھی جوے کے نام سے بھاگتا ہے - غور کرنے کی بات ہے کہ اس قمار بازی کو بیل کے جوے سے کیا تعلق اور نسبت ہو سکتی ہے - مگر صرف لفظی رعایت کے لئے بلا سوچے سمجھے یہ تک لگا دی - ہار کا لفظ بھی صرف قمار بازی کی مناسبت سے ہے —

سوچی کہ نہ اب بھی چال رہئیے　　شادی کا مزا نکال رہئیے

اسمین نکال رہئیے فصیح نہین ہے - نکال کے رہا - نکال کے رہون گا کہتے ہین مگر نکال رہا اور نکال رہون گا غیر فصیح ہے - اسیطرح سے چال رہنا ہمارے خیال مین کوئی فصیح محاورہ نہین - شاید اہل لکھنؤ بولتے ہون —

ذکر اپنے برادرون کا سن کر　　بولا وہ عزیز سن تو مادر

اردو مین برادرون اور مادر کا استعمال اس طور پر مکروہ معلوم ہوتا ہے —

چلتے تھے ادھر سے دو جواری　　ایک ایک کی کر رہا تھا خواری

یہان چلتے تھے خلاف محاورہ استعمال ہوا ہے - چلے جا رہے تھے - یا جا رہے تھے ہونا چاہیئے —

سمجھا وہ کہ ہے شگون نرالا　　بھولا یکہ اژدہا آستین مین پالا

شگون مین نون ظاہر کرنا چاہیئے تھا —

کام اس کا تھا بسکہ کھیل کھانا　　چوسر کا تھا وہ کار خانہ

کھیل کھانا کوئی محاورہ نہین ہے۔ غالباً شاعر کھیلنا کھانا کہنا چاہتا تھا ۔

یہ مال یہ زر یہ سب جیتے بندے ۔۔۔ یون ہی یہین رکھ بجنس جیتے

بجنس بجنسہ کی جگہ استعمال ہوا ہے ۔

پل مارنے کی ہوئی جو دیری ۔۔۔ سبحان اللہ شان تیری

دیری بجائے دیر کے غیر فصیح ہے ۔

وہ دیو لپک کے مار لایا ۔۔۔ غرّاتے ہوئے شکار لایا

غرّاتے ہوئے صحیح نہین ہے غرّاتا ہوا چاہیئے

دن بھر تو الگ تھلگ ہی تھے وہ ۔۔۔ دو وقت سے شام کو ملے وہ

محاورہ دونون وقت ملتے یا دونون وقت ملتا ہے "دو وقت کی طرح ملنا" یہ بھی غلط ہے کیونکہ بجائے دونون کے دو استعمال کرنا خلاف محاورہ ہے ۔

اُنگلی لب جو پہ رکھ کے شمشاد ۔۔۔ تھا دم بخود اسکی حسن کے فریاد

شمشاد مارے حیرت کے دم بخود تھا ۔ مگر ایسا حواس باختہ ہو گیا تھا کہ اُنگلی بجائے اپنے ہونٹون پر رکھنے کے دوسرے کے لب پہ رکھ دی نسیم کو سوجھی بڑی دور کی ہے ۔

ہر باغ مین پھولتی پھری وہ ۔۔۔ ہر شاخ پہ جھولتی پھری وہ

یہ شعر اُس مقام پر لکھا ہے جب پھول چوری گیا ہے اور بکاؤلی غم و غصہ مین پریشان پھر رہی ہے ۔ مگر اس شعر سے معاملہ برعکس نظر آتا ہے ۔ پھولنا خوشی کے موقع پر کہا جاتا ہے علیٰ ہٰذا القیاس جھولنا بھی خوشی ہی مین سوجھتا ہے ۔ دوسرے ہر شاخ پر جھولنا پھرنا اور بھی مضحکہ انگیز ہے ۔ اور لطف یہ ہے کہ ہر باغ مین شاعر نے تناسب کے شوق مین باغ کے لیئے پھولنا اور شاخ جھولنا جمع کر دیا ہے ۔

صدقے ہو کر کہا خوش آئے ۔۔۔ جس گل کی ہوا لگی تھی لائے

پنڈت جی نے شاید یہان خوش آمدید کا ترجمہ فرمایا ہے دوسرے مصرع مین ہوا لگی غلط

استعمال ہوا ہے - ہوا لگنا ان معنون مین نہین آتا

لے رہرو رہ بر و نہادہ لے صرصر گل بباد دادہ

دوسرا مصرع بالکل مہمل ہے - صرصر گل کے کچھ معنے نہین معلوم ہوتے -

یہ کہکے لبون سے قند گھولے مستی نے دلون کے عقدے کھولے

قند گھولنا صحیح ہے - گر قند گھولے جمع مین استعمال کرنا غلط ہے -

آگرجو سے دیکھتی جھبلا روشن تھے چراغ اور فتیلہ

دوسرے مصرع مین فتیلہ واحد استعمال ہوا ہے حالانکہ فعل جمع ہے - چراغ اور فتیلے روشن تھے - ہونا چاہیئے - علاوہ اسکے جب چراغ مذکور ہے تو فتیلہ کی کیا ضرورت ہے چراغ بغیر فتیلہ کے روشن کیونکر ہو سکتا ہے -

جاگی تو سب اسکی جوڑ کی تھین اندر کے اکھاڑے کی پری تھین

اس شعر مین نسیم نے سخت غلطی کی ہے - بجائے جمع (پریان) کے واحد (پری) لکھ گئے ہین ایک ایسے مشاق ناظم سے ایسی غلطی ہونا تعجب ہے -

دکھلا نہ مجھے ہرے ہرے باغ غنچے کی گرہ مین کیا ہے جز داغ

سبز باغ دکھانا اور ہرا باغ دکھانا محاورہ ہے مگر ہرے ہرے باغ دکھانا خاص تصرف پنڈت صاحب کا ہے -

جسوقت چلا پری کا مانوس سایا سے بس قدم تھے جاسوس

دوسرے مصرع مین سایا کے بجائے سائے ہونا چاہیئے - سایا اس طور پر استعمال کرنا غیر فصیح ہے -

حیرت زدہ چپ خموش سنسان ٹوٹا ہوا دل بندھا ہوا دھیان

سنسان ہمیشہ مکان جنگل بیابان وغیرہ کی صفت ہوتا ہے - آدمی کے لیئے کبھی استعمال نہین ہوتا -

حال اس سے کہا کہ قول ہارا ۔۔۔ ہے پیر یہ نوجوان ہمارا

اس شعر مین پیر کا لفظ محض نوجوان کی خاطر لایا گیا ہے۔ کسی سے قول ہار جانا اور بات ہے اور اُسے پیر کہنا یا بنانا دوسری بات ہے۔

اول کہی بدنگاہی اپنی ۔۔۔ بعد اس کے وہ سب تباہی اپنی

یہان بدنگاہی کا لفظ ایک نئے معنون مین استعمال کیا ہے۔ جو ہمارے خیال مین صحیح نہین ہے۔ بدنگاہی سے شاعر کا مطلب اسکی آنکھون کی نحوست سے ہے۔ یعنی الیسی منحوس آنکھین ہین کہ اسے دیکھتے ہی باپ اندھا ہو گیا۔

پیراہن گل کی بُو تھی مطلوب ۔۔۔ یوسف نے کہا وہ حال یعقوب

اس شعر مین وہ محض بھرتی کا ہے۔ اس قسم کے لفظ بھرتی کے اس مثنوی مین جابجا پائے جاتے ہین۔ مثلاً ذیل کے شعر مین جو بھرتی کا ہے اور خلاف قاعدہ ہے۔

سونپا مختار کو جو مجبور ۔۔۔ گھر پاس تھا اور وہ نظر لون دور

جو حرف شرط ہے اسکی جزا کہان ہے۔ دوسرے مصرع کو اس سے کچھ تعلق ہی نہین دونون مصرع بے جوڑ ہو گئے ہین یا مثلاً اس شعر مین۔

پشواز کنار حوض اُتاری ۔۔۔ شب کی پوشاک پہنی ساری

یہان ساری کا لفظ بالکل بھرتی ہے۔ شاید ساڑھی کی تجنیس لفظی دیکھکر داخل کر دیا ہے اسی طرح۔

روئی وہ بکاولی یہ سُن کے ۔۔۔ تڑپا شہزادہ سر کو دھن کے

یہان وہ بکاولی کے ساتھ نری بھرتی ہے۔ اسیطرح کے اور بھی بہت سے شعر ہین ایسا اختصار کس کام کا جہان بھرتی کے الفاظ اسقدر موجود ہون افسوس پنڈت جکبست صاحب نے مثنوی کو بنظر تنقید نہ دیکھا ورنہ وہ کبھی اسکی صنعت اختصار پر فخر نکرتے تھا داغ پسر بقدر اُس کو ۔۔۔ جبتی تھی ہمیشہ ذخمتہ اُسکو

دوسرے مصرع مین اسکو خلاف محاورہ ہے۔ اسکو دختر جنتی تھی فصیح زبان نہین ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دختر اسکو (یعنی مان کو) ہمیشہ جنتی تھی۔

ہر چند ستارہ مان کا تھا ماند — تھا چاندنی شہرہ کردیا چاند

یہان حضرت مصنف محض ستارہ کے خیال سے چاند اور چاندنی لائے ہین ورنہ کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ کوئی تشبیہ ہی ایسی بھلی اور دلپذیر ہے چاندنی سے مطلب آپکا بیٹی ہے اور چاند سے بیٹا۔ یہ طرز کلام بھی کچھ ایسا عمدہ نہین ہے بلکہ شعرا دنی درجہ کا ہوگیا۔

وہ گندم جو بنا تھی بالی — مردانہ لباس سے نکالی

نکالی معلوم کونسی زبان ہے مصنف کا اصل مطلب یہ ہے کہ اسے مردانہ لباس سے نکالا مؤنث کے خیال سے فعل بھی بے موقع مؤنث لکھ گئے۔ دکن مین البتہ اسطرح بولتے ہین تعجب ہے کہ نسیم جیسا شخص ایسی غلطی کرے اور ایک جگہ نہین متعدد جگہ مثلاً۔

بھڑکا ئی جمیلہ مادر اسکی — گذرا نی جسم برابر اسکی

یہان بھڑکائی وہی غلط استعمال ہے اور اصل یون تھا کہ جمیلہ اسکی مادر نے اسے بھڑکایا

حسن آرا تھی جو نیک تدبیر — دکھلائی جمیلہ کو وہ تصویر

اس شعر مین بھی حسن آرا کے خیال سے فعل بجائے مذکر کے مؤنث استعمال کر گئے ہین صحیح یہ ہے کہ حسن آرا نے جو نیک تدبیر کی جمیلہ کو وہ تصویر دکھائی۔

ہر پلے بنے کا شور و غل تھا — سنبل کا چونر تو چتر گل تھا
گل ہے خوانون مین زردہ لایا — ان غنچہ دہانون کو کھلایا
خورشید سا آفتابہ لائے — منھ ہاتھ ہر ایک کے دھلائے

ان اشعار مین لے، دہ لایا کا فاعل کہین مذکور نہین اور نہ اوپر کے اشعار مین کہین اسکا ذکر آیا ہے۔ یہ بالکل خلاف قاعدہ اور غیر صحیح ہے البتہ جمع غائب کے صیغہ مین اگر فاعل مذکور نہو تو مضائقہ نہین جیسا دوسرے شعر مین ہے (خورشید سا آفتابہ لائے) لیکن

افسوس ہے کہ اوپر کے شعر مین واحد کا صیغہ لا کر (یعنے زردہ لایا) انھون نے اس شعر کو خاک مین ملا دیا۔ کیونکہ ایک شعر مین تو کہتے ہین زردہ لایا اور اسکے متصل ہی دوسرے شعر مین فرماتے ہین آفتابہ لائے یہ بالکل غیر صحیح اور قاعدے کے خلاف ہے ایسی لغزشین ایک ایسے ماہر اور مشاق شخص کے قلم سے ہون حیرت اور افسوس کا مقام ہے۔

جوگائنین تھین شہانے گائین لیتے ہوے نیگ راگ لائین

حق پا کے جو رکھتی تھین قدامت بول اُٹھین مبارک و سلامت

یہان جو رکھتی تھین قدامت۔ نہ صرف بھرتی ہے بلکہ لغو بھی ہے اور اس سے کلام کا لطف جاتا رہا ہے جب پہلے شعر مین کوئی خصوصیت نہین ہے تو دوسرے شعر مین مبارک سلامت کہتے وقت قدامت کی خصوصیت کیون کیگئی۔

غربت مین وطن کی دہن سمائی اس فیل کو یاد ہند آئی

یہان مصنف نے کمال کر دیا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے سر پر ضلع جگت کا جن سوار ہے کسقدر بھدا فقرہ کہا ہے۔ تاج الملوک کو فیل سے تشبیہہ دینا کسقدر ناموزون مکروہ اور سرتاپا مہمل ہے۔ نسیم کے ایسے شعرون سے بدمذاقی کی بساند آتی ہے۔

ان مختصرون نے جب دیا طول بولی وہ بکاؤلی کہ معقول

یہان حرف طول کے لیے مختصرون کا لفظ استعمال کیا گیا ہے شاعر کا مطلب اُن لوگون سے ہے جو تاج الملوک کے آنے پر مبارکباد دے رہے تھے کچھ سمجھ مین نہین آتا یہ لفظ اُن معنون مین کس لحاظ سے استعمال ہوا ہے حیرت ہے کہ اس قسم کی صریح غلطیان ایسے شخص سے سرزد ہوتی ہین جو اُستاد مانا جاتا ہے۔ یہ سب لفظی تناسب اور ضلع جگت کی بدولت بدمذاقی اسکی پہلی سیڑھی ہے۔ بڑے بھلے مین مطلق امتیاز نہین رہتا۔

بولین کہ طلب کیا ہے چلیئے جھڑا یہ خراب ہے بدیئے

اُٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا بدلا مانند رنگ جوڑا

دوسرے شعر مین جوڑے کے اُتارنے کو جی کے چھوڑنے سے تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ کسیطرح چسپان اور مناسب حال نہین ہے جی چھوڑنے کے معنی جہانتک ہمین معلوم ہین ہمت ہارنے نا اُمید ہو جانے کے ہین معلوم جوڑے کے بدلنے کو اس سے کیا مناسبت ہے اگر محض لفظون سے بحث ہے کہ جیسے جی کے ساتھ چھوٹ جانا مستعمل ہے ویسے ہی جوڑا بھی بدلتے وقت بدن سے چھوٹ جاتا ہے تو یہ ایک مبتذل اور ادنیٰ درجہ کا بازاری لطیفہ رہ گیا ہے دوسرا مصرع (بدلا مانند رنگ جوڑا) بھی ویسا ہی ہے۔ اگر اسکے یہ معنی ہین کہ جیسے وہ گھڑی گھڑی رنگ بدلتی تھی ویسے ہی بار بار جوڑے بدلتی تھی تو صریحًا غلط ہے اور اگر اسکے یہ معنے ہین کہ جیسا رنگ تھا ویسا ہی لباس بھی بدلا تو یہ کوئی بات نہین - یہ شعر اسی قبیل سے ہے جسپر مولانا حالی اعتراض کر چکے ہین -

داہین دیکھا نظر نہ آئی — باہین دیکھا کہین نہ پائی

پائی غلط ہے - پایا ہونا چاہیئے - نسیم ایسی غلطی کئی بار کر چکے ہین -

آئے ہی زمین سے آسمان پر — پہونچی اس بزم مین سمان پر

اول سمان غلط ہے - سمے ہونا چاہیئے - دوسرے یہان یہ نہین معلوم ہوتا کہ سمان کے معنی کیا لئے ہین - جسقدر معنی سمان کے مشہور اور معلوم ہین اُن مین سے کوئی بھی یہان ٹھیک نہین بیٹھتا - اس معمّے کو غالبًا پنڈت چکبست صاحب حل فرمائین گے -

اس گل سے نسیم زر نہین مانگ — جو چاہے وہ بیحساب دیدے

امر کے ساتھ نہین استعمال ہوتا نہ ہونا چاہیئے - یا مت

روئی وہ بکاؤلی یہ سُن کے — تڑپا شہزادہ سر کو دُھن کے

یہان (وہ) محض بھرتی کا ہے - صنعت اختصار کے ساتھ یہ بھرتی کسقدر ناموزون معلوم ہوتی ہے - سارا قصہ کہہ گئے اور اسپر بھی بکاؤلی اسقدر غیر معروف ہے کہ اسکے لیے وہ کی ضرورت باقی ہے -

(نقاد)

از رسالہ زمانہ بابت ماہ اپریل ۱۹۰۶ء جلد ۶ نمبر ۴

گلزار نسیم اور تنقید نقاد

(جواب "نقاد" - از ضامن کنتوری)

رسائل اور اخبارات سے اتنا فائدہ تو ضرور نمایاں ہے کہ اُمنگ بھرے دلون مین تنقید لکھنے کا چرچا ہو چلا ہے جسکا ابتک ہم مین دستور ہی نتھا اگرچہ تنقید نویسی کی جسقدر ضرورت ہے اور جیسی یہ تصنیف اور مصنفین کے حق مین مفید ہے اسکے بیان کی اس موقع پر حاجت نہین کیونکہ یہ عنوان ایک جداگانہ مضمون چاہتا ہے جو اس مختصر تحریر کے مبحث سے خارج ہے ـ

اسوقت ہمکو صرف یہ دیکھنا ہے کہ آجکل جو گلزار نسیم اور مثنوی میر حسن ہمارے پرجوش نقادونکی جولانگاہ بنی ہوئی ہین اس سے انکا منشا کیا ہے؟ اگر ان تنقیدی کوششون کا ماحصل قدیم اُردو لٹریچر کے محاسن و معائب پر نظر ڈالنا اور زبان اُردو کی چھان بین کرنا ہے تو کیا اُردو اور کیا اُسکا لٹریچر جسمین بجز چہار درویش فسانۂ عجائب یا اور ایسے ہی چند بیسروپا قصّونکے سوا نثر کا تو کہین پتہ ہی نہین رہی نظم اسکا یہ حال ہے کہ ابو الشعرا ولیؔ سے لیکر شعراے دور آخر تک کے دواوین لیکے دیکھئے اور انصاف سے دیکھئے کہ اُسمین کسقدر حصّہ کارآمد یا کم از کم ایسا ہے جو مہذّب سوسائٹیون مین پڑھنے کے لائق بھی ہو

مجھے اس سے انکار نہین کہ اُن ارواح مقدسہ کا احسان زبان اُردو پر نہین ہے؟ ہے اور بہت کچھ ہے - ہر طبقے کے اساتذہ کی کچھ نہ کچھ کوشش زبان کے صاف کرنے اُسکی

ترکیبون کے سلجھانے اور طرز بیان مین سادگی و سلاست پیدا کرنے مین کی ہے اور کامیاب بھی ہوے ہین اور اگرچہ الٹ پلٹ ہر زبان مین اسوقت تک ہوتی رہتی ہے جبتک وہ زبان زندہ رہتی ہے مگر پھر بھی ہم اُنکی مساعی جمیلہ کے مشکور ہین۔ لیکن کیا یہ بھی لازم ہے کہ اس شکور ہی کی بنا پر ہم اپنا عزیز وقت ضائع کرین استغفر اللہ اب خلیل خان کے فاختہ اڑانے کے دن نہین رہے۔ جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے تھے وہ اگلے وقتون کے لوگ تھے۔ وہ زمانہ اُنکے ساتھ گیا ہمارا زمانہ اور ہے اُنکا زمانہ اور تھا ہماری ضروریات اور ان اُنکی ضروریات اور تھین وہ جو کچھ کرتے تھے محض ہنسی مذاق اور دل خوش کرنے کے لیئے ہمکو چاہیئے کہ جو کرین اگر وہ کار بیکاری ہو جب بھی اُس مین کوئی بات کام کی نکالین اور اس دفتر ہی کو گاؤ خورد کرین جو کارنامہ بیکاری ہے۔

تاہم اگر ہمارے جوشیلے اہل قلم یہی چاہتے ہین کہ اردو کے اس لغت بر پیچ کلاسکل لٹریچر کی یاد تازہ رکھین تو یہ نظیرین جو دکن ریویو اور زمانہ نے گلزار نسیم اور مثنوی میر حسن کی ہجو مین پیش کیئے ہین اُنکی نسبت ہم کہین گے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کاین رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست

مین ایک سنٹ کے لیئے بھی تسلیم نہین کر سکتا کہ نسیم ہون یا میر حسن حضرت نقاد ہون یا زید عمر و بکر۔ ایک سراسر عیب اور دوسرا بالکل عیوب سے مبترا ہے۔

ع اللہ نمیتوان شدن آدم باش۔ میرے خیال مین میر حسن دہلوی (مسلمان) اور نسیم لکھنوی (ہندو) دونون آدمی تھے دونون سے غلطیون کا ہونا ممکن تھا اور دونون نے غلطیان کی ہین چنانچہ خود یہی تنقیدین اُنکے اغلاط کو ثابت کر رہی ہین مگر ان انسانی لغزشون سے اُنکے کمال مین سر مو فرق نہین آ سکتا تاہم یہ دیکھنا ہے کہ خود حضرت نقاد کہانتک بر سر غلط ہین جس سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ نقاد صاحب کی تحریر یا بنا ے مخاصمت ہے یا بنا ے نافہمی جو اعتراضات کہ صحیح ہین اُنکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین اور اُسکے

ساتھ اپنی مشکوری بھی ظاہر کرتے ہین - مگر جن شعار کو ہمارے نقّاد صاحب خود نہین سمجھے ہین اُنکی توضیح کر کے اتنی گزارش کرنی چاہتے ہین ع عیب مے جملہ بہ گفتی ہنرش نیز بگو چاہیے یہ تھا کہ آپ ایسے بیجا اعتراض کر کے اپنی ناقدری ظاہر کرنے کے بجائے تھوڑا سا عُمدہ انتخاب بھی کر دیتے تاکہ لوگ آپکو بے تعصب اور سچّا نقّاد سمجھتے -

پہلے ہم گلزار نسیم کی تنقید پر نظر ڈالتے ہین جو زیادہ تر محتاج ریویو ہے افسوس ہے کہ اسوقت اسکا صرف ایک ہی نمبر ہمارے سامنے ہے لیکن مشتِ نمونہ از خروارے بس ہے

شادی کے لئے ہے کلکِ شنجرف ۔۔۔ انگشت قبول دیدۂ حرف

نقّاد صاحب اس شعر کو المعنی فی البطن الشاعر فرماتے ہین مگر ایسا نہین ہے کلکِ شنجرف اسلئے کہا ہے کہ شادی کا مضمون سُرخ کاغذ پر یا سُرخی سے لکھا جاتا ہے نثر یون ہوئی (شادی) کا مضمون لکھنے کے لئے کلک شنجرف دیدۂ حرف کی (یعنی پر) انگشت قبول ہے مطلب یہ ہوا کہ حرف نے (جسکا دائرہ چشم سے مشابہ ہے) اپنے لکھنے کی اجازت قلم کو دی (اس طور سے کہ انگشت قلم کو اپنی آنکھ پر رکھ لیا چنانچہ فارسی کا عام محاورہ ہے چشم بخشم) تکلفات شعری ذوق سلیم سے پوشیدہ نہین اگر کسی کی سمجھ مین نہ آئے تو مجبوری ہے -

چپکی ہوئی پیٹھ سے وہ دلگیر ۔۔۔ آئینہ کی پشت پر تھی تصویر

نقّاد صاحب نے ہجّے غلط کئے اور شعر کو مہمل کھدیا ۔ سبحان اللہ چ پر پیش جیسے کاف ہی زیر کی جُپکی نہین بلکہ چ پر زبر جیسے کاف ہی زیر کی چپکی پڑھئے مطلب سمجھ جائیگا -

دو دل ہون جو جانبین راضی ۔۔۔ یہ جان سے کیا کرے گا قاضی

جانبین اور جان سے کے حشو ہونے پر اعتراض ہے اور صحیح اعتراض ہے - مگر اسکو حشو بتانے کے بجائے ایسی عبارت مین اعتراض کیا گیا ہے جو ایک شاعر کی سمجھ سے باہر ہے اور معترض صاحب کی لیاقت کو بتا رہا ہے پھر بھی ہم آپکی خاطر سے اس شعر کو

یون بنا دیتے ہین ؎

باہم دو دل اگر ہون راضی بیچارہ کیا کرے گا قاضی

اک گھر بھی شہر کے برابر ٹھٹکے سیارے کہکشان پر

آپ فرماتے ہین "کہ غالباً سیارون سے مطلب چارون بھائیون سے ہے" غالباً کی ضرورت نہین یقینی شہزادے مراد ہین۔ اس مناسبت سے کہ وہ مسافر تھے اور کہکشان سے قطعی مُراد نہر ہے وجہ شبہہ یہان بھی موجود ہے اسکو علم بیان کے کسی رسالہ مین ملاحظہ فرمائیے دوسرا یہ اعتراض کہ (سیارون کا کہکشان پر پہونچ کے ٹھٹکنا کیا معنی؟ میری سمجھ مین نہین آیا شاید آپ مشبہ اور مشبہ بہ کے افعال و خواص مین بھی مناسبت تام ڈھونڈھتے ہین؟ شکر ہے کہ نسیم زندہ نہین ورنہ اُسے بھی سر پیٹا پیٹ کے دو شعر مرا یہ مدرسہ کہ بُرد کہنا پڑتا ؎

وہ ریگ روان کا گرد لشکر یعنے تاج الملوک ابتر

ارشاد ہوتا ہے وہ کہ ریگ روان کا گرد لشکر کیا بلا ہے علاوہ ازین کہ کیا بلا کے جُملے سے اعتراض طفلانہ ہوگیا ہے لغو بھی ہے۔ سُنئے ریگ روان کو بوجہ کثرت و روانی کے لشکر سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن لشکر کے پیچھے گرد رہتی ہے۔ لیکن گرد سے پیچھے گرد کہان اسلئے تاج الملوک کو گرد لشکر کہا۔ فتدبر۔

سوچی کہ نہ اب بھی چال رہیئے شادی کا مزا نکال رہیئے

بلا شبہہ یہ شعر بھونڈا اور خلاف محاورہ سا ہے (اگر نسیم خود اُتھارتی ہے) مگر معترض کا یہ کہنا کہ (شاید لکھنؤ کا محاورہ ہو) اعتراض کو بے وقعت کئے دیتا ہے (بوے تعصب می آید)

کام اُس کا تھا لب کہ کھیل کھانا جو سر کا تھا وہ کارخانہ

اسپر بھی اعتراض غلط کیا گیا ہے۔ محاورہ کھانا کھانا نہین بلکہ کھیل کھانا ہی ہے

جسکے معنون کی تشریح خلاف تہذیب ہے کھیلنا کھانا بچّون کے لئے کہین گے نہ کسیونکے لئے

سمجھا وہ کہ ہے شگون بُرا لا   نیولا پکڑا آستین مین پالا

فرماتے ہین کہ شگون کے ن کا اعلان نہ کرنا غلط ہے مگر شگون فارسی لفظ ہے اور فارسی مین حرف لین کے بعد ن کا اعلان ناجائز ہے - اگر یہ کہئے کہ بلا اضافت ہونے کی وجہ سے آپ اسکو غلط ٹھہراتے ہین تو ناسخ کے اس مطلع کی نسبت کیا ارشاد ہوگا

رفعت کسیکی دلکو گوارا نہین   رہتے ہین اُس مین پہ جہان آسمان نہین

اسمین بھی زمین و آسمان کے ن کا اعلان نہین کیا گیا ہے بلاشبہہ متاخرین نے اُردو ترکیب مین ایسے نون کا اعلان نہ کرنا مکروہ سمجھا ہے مگر پروفیسر صاحب کو یہ حق نہین ہے کہ وہ اُسے غلط کہین غیر فصیح اور غلط مین بہت فرق ہے -

اے رہرو رو بہ رہ نہادہ   وے صرصر گل بہ باد دادہ

پروفیسر نبی اے صاحب فرماتے ہین کہ دوسرا مصرع بالکل مہمل ہے صرصر گل کے کچھ معنی نہین معلوم ہوتے - اس اعتراض کو پڑھ کے حضرت کے مذاق فارسی دانی پر تعجب ہوتا ہے - صرصر گل کے واقعی کچھ معنی نہین ہین - لیکن اسکی نثر یون فرمائیے اے گل بہ باد دادہ صرصر) یعنی اے ان صرصر کہ گل را بہ باد دادہ - اب آپ کو معلوم ہوگا کہ صرصر موصوف ہے اور گل بباد دادہ اُسکی صفت (ترکیبی) ہے ایسی ترکیبین فارسی مین کثرت سے ہین آپ کہانتک اعتراض کرینگے ؟ دیکھئے مرزا بیدل فرماتے ہین سہ

برلوح تحیر رقم گفت و شنید   فہمیدم انچہ نتوان فہمید
این سنگدلان خاک اسباب بچشم   یک اشک ندیدہ شرم اسباب بچشم

ہان اس شعر مین اگر کوئی عیب ہے تو یہ ہے کہ اُسکی ترکیب فارسی واقع ہوئی ہے جس سے پروفیسر صاحب کو اسکے سمجھنے مین دشواری ہوئی رہا جو تکلف تاج الملوک کی

حالت مناسبت سے صرصرِ گُل بباد دادہ کی مثال مین پیدا ہے اسکا لطف صاحب ذوق سلیم ہی حاصل کر سکتا ہے ۔

یہ کھِلکے لبون سے قند گھولے مستی نے دلون کے عقدے کھولے

اعتراض یہ ہے کہ قند گھولا ہونا چاہیئے نہ کہ قند گھولے ۔ ممکن ہے کہ مصنف نے قند گھولا کہا ہو اور دوسرا مصرع یون ہو ع مستی نے دلون کا عقدہ کھولا) مگر نہین نقاد صاحب کا اعتراض اسبات پر ہے کہ جب مٹیریل نون (اسم مادی) کی جمع گرامر کے قاعدے سے نہین ہوسکتی تو قند گھولے کیا معنی ؟ لیکن عام اس سے کہ اُردو مین کوئی ایسا قاعدہ نہین ہے یہان معاملہ کچھ اور رہی ہے ۔ یہ قنادی کی دوکان نہین ہے نقاد صاحب پھر غور فرمائین ۔

اگرچہ ہے دیکھتی جمیلہ روشن تھے چراغ اور فتیلہ

اعتراض دو ہین ۔ ایک یہ کہ فاعل (فتیلہ) واحد اور فعل جمع ہے یہ غلط ہے ہم بھی کہتے ہین کہ غلط ہے ۔ لیکن اس غلطی کے ذمہ دار مسٹر چک بست ہین ۔ دوسرے اڈیشنون مین یہ مصرع یون ہے ع روشن تھا چراغ مین فتیلہ ۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب چراغ مذکور ہے تو فتیلہ کی ضرورت ہی کیا تھی ۔ چراغ بغیر فتیلہ جل ہی نہین سکتا ۔ یہ اعتراض یہ لحاظ موقع درست نہین ہے ۔ فتدبّر ۔

دکھلانہ مجھے ہرے ہرے باغ غنچہ کی گرہ مین کیا ہے جز داغ

نقاد صاحب فرماتے ہین کہ ہرے ہرے باغ دکھانا غلط ہے اور ہرا باغ دکھانا اور سبز باغ دکھانا صحیح ہے ، مین کہتا ہون کہ اگر ہرے ہرے باغ دکھانا غلط ہے تو ہرا باغ دکھانا بدرجۂ اولےٰ غلط ہے محاورہ فقط سبز باغ دکھانا ہے ۔

جس وقت چلا پری کا مانوس سایا سے پس قدم تھے جاسوس

ظاہر یہ اعتراض صحیح ہے کہ سایا سے بجائے سائے ہونا چاہیئے ۔ اسلئے کہ حرف معنی کے

آنے سے جن اسمائے مذکر کے آخر الف یا ہائے مختفی ہو وہ یائے مجہول سے بدل جاتی ہے لیکن پروفیسر صاحب نے تلبیس پر غور نہیں کیا۔ سے حرف تشبیہ بھی ہے اور راز کے معنوں مین بھی اسی وجہ سے شاعر نے ابہام سے بچنے کے لیے عام قاعدے کی پابندی نہین کی۔ روزمرہ کی گفتگو مین بھی اسکی نظیر ملتی ہے اور میر انیس مرحوم کا یہ شعر بھی موجود ہے

پھولے سماتے تھے نہ محمدؐ کے گلعذار ○ دولھا بنے ہوے تھے اجل تھی گلون کا ہار

اس شعر مین اگر دولھا کو بنے ہوے تھے کا فاعل قرار دین تو سخت غلطی ہے اگر مفعول بہ قرار دین جب بھی جمع درکار ہے البتہ حرف تشبیہ کا ساقط ہونا صحیح ہو سکتا ہے اس طور پہ نسیم کا سایا اور میر انیس کا دولھا ایک قاعدے کے ذیل مین آجاتے ہین۔ اس پر بھی اگر آپ ہی کا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے جب بھی مین اتنی سفارش کرتا ہون کہ سایہ کو ہائے مختفی کے ساتھ پڑھئے اور کتابت جدید پابندیون سے قطع نظر کر کے اپنے پچھلے رسم الخط کو غور فرمائیے (مثلاً اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے (یہ چیز دو روپیہ کو آتی ہے) اور اس قسم کے بے معنے اعتراض کرنے کی کوشش نہ کیجئے البتہ اس شعر مین مانوس محض قافیہ کی ضرورت سے بے محل استعمال ہوا ہے جو نظر انداز کر دیا گیا۔

حال اُس سے کہا کہ قول ہارا ○ ہے پیر یہ نوجوان ہمارا

اعتراض یہ ہے کہ پیر محض نوجوان کی خاطر لایا گیا ہے کسی سے قول ہار جانا اور بات ہے اور اُسے پیر کہنا یا بنانا دوسری بات ہے)

اگر ایسے ہی اعتراض ہین تو ہم تمام ایشیائی شاعری کو بلا دلیل معترض علیہ نے لیتے ہین کیونکہ جن باتونکو آپ عیوب کہہ رہے ہین ہم غلطی سے اُنکو محاسن سمجھے ہوے تھے۔ معاف کیجئے گا! مگر ہم آپکو لطف معنی سے بھی آگاہ کئے دیتے ہین تاکہ شکایت رفع ہو جائے آپ جانتے ہین کہ پیر و مرشد پیر و مرشد، گرو گرو گھنٹال وغیرہ الفاظ محاورے مین اس موقع پر بولے جاتے ہین جب ایک شخص دوسرے کسی امر مین سبقت لیجائے اور وہ بھی اکثر دغابازی چالاکی

مکاری فریب وغیرہ مین یہ شعر اُس موقع پر کہا گیا ہے جبکہ دیو تاج الملوک کے کھانے لینے آمادہ ہے اتفاقاً چند اونٹ آجاتے ہین اُنکو مار کر لاتا اور تھک کے لیٹ جاتا ہے تاج الملوک کو یہ چالاکی سوجھتی ہے کہ اونٹ پر سے تمیدہ گھی شکر لیکے حلوا پکاتا ہے اور دیو کو کھلاتا ہے اور جب دیو اس خدمت کے عوض مین اظہار مشکوریت کرتا ہے تو فریب دیکے اُس سے باغ بکاؤلی مین پہونچانے کا وعدہ لیتا ہے۔ اسی بنا پر دیو کہتا ہے کہ یہ لڑکا تو میرا بھی پیر نکلا) رہا الفاظ نوجوان و پیر مین جو صنعت طباق ہے اسکو آپ نے خاطر کی فلسفی یا شاید منطقی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے جس خوبی کے ساتھ محاورے مین کھپائی گئی ہے اُس نے اِس شعر کو سہل ممتنع کے درجہ پر پہونچا دیا ہے جسکو ایک غیر شاعر کا دماغ نہین محسوس کر سکتا۔

تھا داغ پسر ملیسر اُس کو جلتی تھی ہمیشہ دختر اُس کو

فرماتے ہین دوسرے مصرع مین اُس کو خلاف محاورہ ہے۔ اُسکو دختر جلتی تھی فصیح زبان نہین ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دختر اُسکو یعنی ماں کو جلتی تھی۔ یہان بھی پروفیسر صاحب نے عبارت صحیح نہین پڑھی۔ جلتی کو تاے فوقانی کے ساتھ نہین۔ بلکہ مشدد پڑھیے۔ اگر آپ ہی کے ہجے درست سمجھے جائین تو اسکو خلاف محاورہ نہین بلکہ حشو قبیح ہوگا اور ردیف بیکار ہوئی جاتی ہے۔ جو معنی آپ نے تجویز کیے ہین یہ آپ ہی کی تحقیقات جدید سے ثابت ہو سکتے ہین۔ نسیم بیچارے مین اتنی لیاقت کہان تھی ہان شعر مین ضعف تالیف ضرور ہے جس کو آپ (خلاف فصاحت) تعبیر فرماتے ہین۔

ہر چند ستارہ ماں کا تھا ماند تھی چاندنی شہرہ کر دیا چاند

یہ کوئی زیادہ برہم ہونے کی بات نہین کہ ستارہ کی رعایت سے چاندنی کیون لاے) اگر آپ ایسا ہی ایشیائی شاعری سے ناراض ہین تو انگریزی کے خداے سخن شکسپیر کو ملاحظہ فرمائیے کسقدر لفظی مناسبات کا دلدادہ ہے اس پر بھی ممکن ہے کہ چاندنی لڑکی کا نام ہے

وہ گندم جو نما تھی بالی مردانہ لباس مین نکالی

ارشاد ہوتا ہے کہ (نکالی) نہ معلوم کس زبان کا لفظ ہے مصنف کا اصل مطلب ہے کہ
مردانہ لباس سے نکالا - مؤنث کے خیال سے فعل بھی بے موقع مؤنث لکھ گئے (بے موقع
مؤنث لکھ گئے کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا اسلئے کہ پروفیسر صاحب نے کوئی قاعدہ
نہیں بتایا - اگر میرا خیال غلط نہو تو شاید پروفیسر صاحب نے اپنے خلاف شان سمجھ کے
اُردو کے قواعد بلکہ محاورات روزمرہ پر بھی کبھی غور نہیں فرمایا ہے ورنہ کبھی ایسے بیباکانہ
اعتراض کی جرأت نہ فرماتے - قاعدہ یہ ہے کہ جب علامت فاعل (نے) مذکور ہوا اور
علامت مفعول (کو) نہو اس صورت میں فعل ہمیشہ وحدت اور جمعیت اور تذکیر و تانیث کے
اعتبار سے مفعول کا تابع ہوتا ہے - جیسے اُس نے صندوق سے گھڑی نکالی) روپیہ نکالا
آپ فرمائینگے کہ اس شعر میں فاعل ہی مذکور نہیں تو علامت فاعل بیچ میں کھوسے دیتا ہے
اسلئے یہ بتا دینا بھی ضرور ہے کہ نکالی صیغۂ واحد مؤنث غائب فعل ماضی مطلق متعدی معروف ہے
اور متعدی معروف کے ماضی مطلق کے فاعل کے ساتھ علامت فاعل کا ہونا لازمی ہے علامت
مفعول یہ مذکور نہیں یعنی نثر یون ہوئی - وہ گندم چونسا (جو) بالی تھی مردانہ لباس میں
نکالی) (نکالی) اُردو زبان کا لفظ ہے وبسٹر کی ڈکشنری میں نہیں مل سکتا -

حسن آرا تھی جو نیک تدبیر دکھلائی جمیلہ کو وہ تصویر

اس شعر پر بھی وہی مہمل اعتراض ہے کہ فعل بجائے مذکر کے مؤنث استعمال کر گئے
ہیں یعنی دکھلائی کی جگہ دکھلایا کیوں ہوا - لیکن اور لطیفہ سنئے فرماتے ہیں (صحیح یہ ہے کہ
حسن آرا نے جو نیک تدبیر تھی جمیلہ کو وہ تصویر دکھائی - کیوں صاحب فعل تو اب بھی مؤنث ہی
رہا پھر آپ کا اعتراض کیا ہے شاید اس اعتراض سے آپ کا منشا اپنے اعتراض سابق کی
تردید ہوگی یا یہ کہ نسیم شعر نہ کہتا نثر لکھدیتا - مگر اُسے کیا معلوم تھا کہ اُسکے بعد ایسے ایسے
نقاد سخن پیدا ہونگے - اگر آپ کی نثر کے مطابق نسیم کو کہنا ہوتا تو وہ پہلے مصرعے کو یون کہتا
ع حسن آرا نے جو تھی نیک تدبیر الخ لیکن اس ترکیب سے بندش کے علاوہ لطف بیان کبھی

گھٹ جاتا - اسلئے شاعر نے بلاخوف اصلاح موجودہ ترکیب قائم رکھی اور دوسرے مصرع فاعل (اُسنے) کو محذوف کردیا - ترکیب شعر کی یہ ہوئی: حسن آرا موصول) جو ضمیر صلہ نیک تدبیر تھی - جو کا صلہ موصول ضمیر جملہ اور صلہ مل کے مبدل منہ اسنے ضمیر فاعل پوشیدہ بدل - بدل مبدل منہ سے مل کے فاعل ہوے - دکھلائی فعل متعدی بہ دو مفعول - وہ اشارہ تصویر مشار الیہ اشارہ اور مشار الیہ ملکے مفعول بہ جملہ مفعول ثانی کو علامت مفعول بہ سب مل کے جملہ فعلیہ خبریہ ہوا - پھر بھی اگر آپ فعل مذکر ہی کے خواستگار ہیں تو اپنے اصلاحی جملہ کو یوں پڑھیے حسن آرا نے جو نیک تدبیر تھی جملہ کو اُس تصویر کو دکھایا) دیکھیے علامت مفعول ظاہر ہونے سے فعل مذکر ہو گیا -

گل سے خوانوں میں زردہ لایا　　　ان غنچہ دہانوں کو کھلایا

اعتراض ہے اور صحیح ہے کہ لایا کا فاعل ظاہر ہونے سے شعر خلاف محاورہ ہو گیا مگر عاقلان درپے لفظ نروند - لایا کو آیا پڑھ لیجئے اور شعر کو درست سمجھیے -

دائیں دیکھا نظر نہ آئی　　　بائیں دیکھا کہیں نہ پائی

اس اعتراض میں بھی فعل کی تذکیر و تانیث کا جھگڑا ہے - معلوم نہیں صحیح ہے یا غلط اصل کتاب کے موجود نہ ہونے سے فعل استعمال معلوم نہ ہو سکا البتہ گذشتہ اعتراضات سے یہ رائے قائم ہوتی ہے کہ این ہم بچۂ شتر است -

اُس گل سے نسیم زر نہیں مانگ　　　جو چاہے وہ بے حساب دیدے

اس شعر میں نہیں مانگ پر اعتراض ہے لیکن اگر نہ مانگو پڑھ لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے - تاہم معترض صاحب کی کوشش قابل داد ہے کہ ایک اتنا بڑا اعتراض ٹھونک دیا اس سے بڑھ کے کیا ہو سکتا ہے -

گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان　　　پھر تن میں نہ آئے صورت جان

فرماتے ہیں نقاد صاحب کہ دوسرا مصرع بوجہ اختصار کے بے معنی ہو گیا ہے اُس سے

یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنا شہر چھوڑ کر یہان آباد ہوگئے تھے انکے رہنے کی جگہ تن تھی شاعر کا اصل مقصد اسکے کہنے سے یہ تھا کہ جسطرح جان تن مین نہین آتی اسیطرح وہ لوگ پھر اپنے دیس کو نہ گئے۔ الخ

ہم بھی اعتراض کو تسلیم کرنے کو تیار ہین بشرطیکہ دوسرے مصرعے کا مثالیہ ہونا مان لیا جائے۔ مگر ایسا نہین ہے۔ مصرعے کی ترکیب یون واقع ہوئی ہے کہ گھر کو تن سے استعارہ کیا ہے۔ استعارہ اور تشبیہ مین بھی فرق ہے کہ اول الذکر مین صرف تشبیہ کو ساقط کر دیتے ہین پس اس شعر کی نثر یون فرمائی گھرونکو (جو بمنزلہ) تن تھے چھوڑ کے سب انسان چلے گئے (اور پھر) بصورت جان (انمین واپس) نہ آئے اس تشریح کے بعد دو مطلب اس شعر سے سمجھے جا سکتے ہین ایک تو یہ کہ مردہ تنون مین (یعنی خالی گھرونمین) جان نہ پڑی (یعنی وہ لوگ واپس نہ آئے) دوسرا یہ کہ جسطرح جان تن سے جا کے تن مین واپس نہین آتی اسیطرح وہ بھی واپس نہین ہوئے)

نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر ۔۔۔ تھرا گئی چشم حلقۂ در

ارشاد ہوتا ہے کہ دوسرے مصرع کا تعلق پہلے مصرعے سے نہین معلوم ہوتا … اسکے جانے سے چشم حلقۂ در کیون تھرا گئی؟ ہم نے ایک پرانے اُستاد سے سُنا ہے کہ شاعر جب شعر کی فکر کرنے بیٹھتا ہے تو پہلے قافیہ تلاش کر لیتا ہے اُسکے بعد الفاظ ڈھونڈھ کر جمع کرتا ہے پھر اُنمین سے اچھے اچھے لفظ چنکر کسی ایک مصرعے کی بھرتی کر لیتا ہے جب اس سے فارغ ہوا جھٹ سے اسکے برابر دوسرا مصرعہ بھی تراش کیا آخری درجہ ہے معنی بٹھانے کا اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ خیالات کے ہجوم مین معنی بٹھانا بھول جاتا ہے ممکن ہے کہ نسیم سے بھی فروگذاشت ہو گئی ہو مگر ہمارے ذہن مین اس شعر کے یہ معنے آتے ہین اگر آپ کے ذہن نشین بھی ہو سکین

شعر اس موقع پر کہا گیا ہے جب تاج الملوک نے طلسمی قید خانہ سے رہائی پائی ہے اسمین باریک بات قید خانہ کا طلسمی ہوتا ہے جسکی وجہ سے شاعر نے اس مضمون کی بنا ڈالی ہے

مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ تاج الملوک کی رہائی کے قید خانہ کا در بند ہو گیا دیتھر کی طلسمی دیوار سے) اس مضمون کو شاعر نے ان الفاظ مین ادا کیا ہے کہ قیدی کی مفارقت کا قید خانہ کو اسقدر رنج ہوا کہ وہ اندھا ہو گیا - اس خیال کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ تاج الملوک کے خیال کے ساتھ اسکے حسن و جمال کی طرف ذہن منتقل ہوا ساتھ ہی خیال یوسف اور زندان مصر کی طرف پہونچا) اور وہان سے اُچک کر یعقوب کے بیت الحزن مین داخل ہوا - یعقوب پر مفارقت کا اثر یہ دیکھا کہ اندھے ہو گئے ہین - شاعر کو ایک ذرا سی تحریک کافی ہے بس نسیم نے قید خانہ کو اندھا بنا دیا آنکھ سے استعارہ کرنے کو حلقۂ در موجود ہی تھا جس کا پتھر سے بند ہو جانا اس مصرع کے موزون کرنے کا باعث ہوا ع پتھر اگئی چشم حلقۂ در - لیجیے شعر مین تو مین نے معنی پہنا دیے ہین اب سمجھنا نہ سمجھنا آپ پر منحصر ہے

صیاد آنکھونکی دیکھکر پسر کی	بینائی کے چہرے پر نظر کی

اعتراض ہے کہ دوسرا مصرع بالکل بے معنی ہے مصنف کے سوا دوسرا اسکی تہ کو نہین پہونچ سکتا - مصرع بالکل صاف ہے اگر کوئی نہ سمجھے تو مجبوری ہے - روے امید چہرۂ امید وغیرہ الفاظ تو ضرور آپ نے سُنے ہونگے اسی قبیل سے چہرۂ بینائی بھی ہے اسکو مجاز مرسل کہتے ہین معنے یہ ہوے کہ بیٹے کی نظر سے نظر ملنے کے بعد جب اپنی بینائی دیکھا تو نہ پایا - یہان اعتراض اور پیدا ہوتا ہے کہ اندھا ہونیکے بعد دیکھا کیونکر اسکی نسبت مین یہ صلاح دونگا کہ دیکھنے کے مختلف معنی اور موقعہ استعمال مولوی سید احمد دہلوی سے دریافت فرما لیجیے -

ہے باغ بکاولی مین اک گل	پلکون سے اسی پہ مار چشمک

فرماتے ہین کہ مضمون مبتذل ہے مگر اسکا کوئی جواب نہین دوسرا اعتراض ہے کہ اُسی خلاف محاورہ ہے اُس ہونا چاہیئے) بالکل بجا ہے ہم بھی کیون نہ سمجھ لین کہ شاعر نے اُس کہا ہوگا

تی کے نکال دینے سے مصرعے کی موزونیت میں کوئی فرق نہین آتا۔

داتا تو کرے کب اس طرف میل　　　ہارا ہے جوے کے نام سے بیل

اعتراض ہے کہ ضلع جگت کے سوا شعر مین کچھ نہین۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی اعتراض ہے یہ تو غور فرمایئے کہ اسوقت کی سوسائٹی کا مذاق کیا تھا۔ چلتے تھے اودھر سے دو جواری الخ) فرماتے ہین کہ چلتے تھے غلط ہے۔ مگر خدا نے آپکو بھی عقل دی ہے۔ بالفرض نسیم بالکل ہی کودن تھا جب بھی آتش کیونکر گوارا کرتے (جنکی نظر سے گلزار نسیم گزر چکی ہے) کہ روزمرہ کی ایسی موٹی غلطی باقی رہے۔ ہم اسکو جانتے تھے کیون نہ چلین۔

صدقے ہو کر کہا خوش آئے　　　جس گل کی ہوا لگی تھی لائے

پہلا اعتراض ہے کہ خوش آئے خوش آمدید کا ترجمہ کیا ہے جو خلاف محاورہ ہے مین کہتا ہون کہ خوش آمدید کا ترجمہ ہرگز نہین ہے بلکہ خوش پسندیدہ کے خلاف اپنے اصلی معنون مین استعمال ہوا ہے یہ شعر غالبا اس موقع کا ہے جب تاج الملوک گل بکاولی لیکے پلٹا ہے اور بیوا اس سے استفسار حاصل کر رہی ہے۔

دوسرا اعتراض ہوا لگی تھی پر ہے اور وہ صحیح ہے۔ بیشک نسیم ہوا سمائی تھی۔ کی جگہ کہ گئے ہین بالآخر مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ پروفیسر نقاد صاحب بی۔ اے نے اس تنقید کے پیچھے جسقدر وقت ضائع کیا اس کا ماحصل بجز اسکے اور کچھ نہ نکلا کہ۔

کار ہر بی۔ اے نیست نقادی۔ کیا اچھا ہوتا اگر پروفیسر صاحب بجائے اس نقادی کے کوئی مفید کام کرتے۔ ہم اوپر بھی لکھ چکے ہین کہ نہ ہمکو نسیم سے کوئی خصوصیت ہے اور نہ نقاد صاحب سے ہم اس سے زیادہ واقف ہین کہ وہ دکن ریویو کے نامہ نگار ہین اور انکے نام کے ساتھ اکثر پروفیسر اور بی۔ اے لکھا رہتا ہے۔ ہم نے جو کچھ لکھا وہ محض اس بنا پر کہ تنقید زیر بحث مین جسقدر اعتراضات کیے گئے ہین ان سے بالکل کہین مغالطہ مین آجائے کیونکہ ان مین سے ایک اعتراض بھی قابل التفات نہین ہے ورنہ ہم یہ نہین کہتے کہ نسیم دائرہ انسانیت سے خارج تھا اور اسکا کلام بالکل غلطیون سے مبرا ہے۔

(ضامن کنتوری)

(از رسالہ تہذیب بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء نمبر ۴ جلد ۲)

گلزار نسیم

ہواخواہ نسیم

جب سے مسٹر چکبست نے گلزار نسیم کا نیا اڈیشن شائع کیا ہے اُس وقت سے اس یادگار زمانہ مثنوی کے محاسن و معائب پر مختلف پہلوؤں سے بحث ہو رہی ہے اس بحث میں اکثر سحر البیان اور گلزار نسیم کا موازنہ بھی کیا جاتا ہے اور اکثر حضرات یہ کہنے میں تکلف نہیں کرتے کہ میر حسن کی مثنوی گلزار نسیم سے شاعری کے اعتبار سے بہتر ہے میرے خیال میں ایسا کہنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ میر حسن کی مثنوی کو جو کچھ شہرت حاصل ہے وہ محض تبرکاً حاصل ہے چونکہ سحر البیان اُردو شاعری کے ابتدائی دور میں مقبول رہی لہذا لوگ ابتک اُسکی یاد دل سے بھلانا پسند نہیں کرتے حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو شاعری کے اعتبار سے میر حسن کی مثنوی گلزار نسیم کی گرد کو بھی نہیں پہونچتی قبل اسکے کہ دعوی کی تائید میں دلائل پیش کئے جائیں یہ دیکھنا لازمی ہے کہ اچھی شاعری کا معیار کیا ہے کارلائل انگلستان کا ایک مشہور فلسفی گذرا ہے اُس نے لکھا ہے کہ جدت اختصار۔ باریک خیالی اور بلند پروازی شاعر کے جوہر خاص ہیں اس معیار کو سامنے رکھکر اگر ہم گلزار نسیم اور سحر البیان کا موازنہ کریں تو پھر یہ آئینہ ہو جائیگا کہ متاخر مثنوی میں

یہ جوہر معدوم ہین - برعکس اسکے گلزار نسیم مین یہ جوہر پہونچے ہوئے ہین - پہلا جوہر جدت ہے اگر دیکھا جائے تو میر حسن کی مثنوی مین جدت کا نام نہین - مثلاً حمد و نعت مین سکندر نامہ و بوستان کی نقل کی گئی ہے ہر داستان کے آغاز مین ساقی نامہ کو بھی فارسی مثنوی کا سا تتبع سمجھنا چاہیئے چند شعر تمثیلاً درج ذیل ہین -

کرون پہلے توحید یزدان رقم — جھکا جسکے سجدہ کو اول قلم
سر لوح پر رکھ بیاض جبین — کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہین
قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا — ہوا حرف زن یون کہ ربّ العُلا
نہین کوئی تیرا نہ ہوگا شریک — تیری ذات ہے وحدہٗ لاشریک
پرستش کے قابل ہے تو اے کریم — کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم

وغیرہ وغیرہ ان اشعار مین نہ کسی قسم کی لطافت ہے نہ تازگی نہ جدت جو شخص حمد و نعت کہتا وہ ایسی ہی کہتا - معلوم ہوتا ہے کہ فارسی مثنویون کی حمد یہ اشعار کا ترجمہ کردیا ہے برعکس اسکے گلزار نسیم مین حمد و نعت مین وہ جدت پائی جاتی ہے کہ بارک اللہ -

ہر شاخ پہ ہے شگوفہ کاری — ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے اکثر — نعت حق و مدحت پیمبرؐ
پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے — یعنے کہ مطیع پنجتنؑ ہے
ختم اسپہ ہوئی سخن پرستی — کرتا ہے زبان کی پیش دستی

ناظرین ملاحظہ کر سکتے ہین کہ نسیم کے چارون شعر جدت و تازگی کا نمونہ ہین اس ڈھنگ کی کسی مثنوی مین حمد و نعت نہ ملے گی اسیطرح کُل مثنوی مین - میر حسن نے کہین جدت سے کام نہین لیا ہے - اگر گھوڑے کی تعریف کی ہے تو گھوڑے کے متعلق سب اصطلاحین نظم کر دی ہین - اگر گیسو کی تعریف کی ہے تو بیش یا افتادہ تشبیہون کے انبار لگا دیے ہین طوالت مضمون کا خیال مانع ہے ورنہ سیکڑون مثالین پیش کیجا سکتی ہین - جدت کے علاوہ اختصار

شاعری کا اعلیٰ جوہر ہے اور اختصار گلزار نسیم کا خاص جوہر ہے ۔ نسیم نے اکثر مقامات پر دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے ۔ اور بقول محمد حسین آزاد (مصنف آبحیات) کے کل مثنوی مین ایک شعر بیکار نہین ہے ۔ اگر درمیان سے ایک شعر نکال ڈالیئے تو کل داستان برہم ہوجاتی ہے " برعکس اسکے میر حسن کی بیجا طوالت پر دہر منصف مزاج شخص کی نگاہ مین کھٹکتی ہے دیکھیئے بادشاہ کی تعریف مین میر حسن فرماتے ہین ۔

بہت حشمت و جاہ و مال و منال ۔۔۔ بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال
کئی بادشاہ اسکو دیتے تھے باج ۔۔۔ خطا و ختن سے وہ لیتا خراج
کوئی دیکھتا آکے جب اُسکی فوج ۔۔۔ تو کہتا کہ ہے بحر ہستی کی موج
جہانتک کہ سرکش تھے اطراف کے ۔۔۔ وہ اس شہ کے رہتے تھے قدمون لگے

نسیم نے ان تمام مضامین کو جو میر حسن نے چارون شعرون مین نظم کیے ہین ایک شعر مین کس خوبی و لطافت کے ساتھ نظم کردیا ہے ۔

لشکر کش و تاجدار تھا وہ ۔۔۔ دشمن کُش و شہریار تھا وہ

اور پھر جو چستی اور تازگی اس شعر مین ہے وہ میر حسن کے چارون اشعار مین نہین اسیطرح ہر ایک مقام کا موازنہ ہوسکتا ہے میر حسن نے ہر جگہ اپنی خُشک بیانی کو ضرورت سے زیادہ طول دیا ہے اور نسیم نے ہر سین کو نہایت اختصار اور لطافت کے ساتھ نظم کیا ہے باریک خیالی شاعری کا تیسرا زبردست جوہر ہے ۔ میر حسن کی مثنوی مین نازک خیالی اور باریک خیالی کا مطلق دخل نہین ہے ۔ ہر جگہ بیش پا اُفتادہ تشبیہون اور استعارون سے کام لیا ہے ۔ برعکس اسکے گلزار نسیم کی باریک خیالی سے زینت ہے ۔

مثلاً نسیم و میر حسن دونون نے وصال کا مضمون نظم کیا ہے میر حسن کا طرز بیان بالکل بھدا اور لطافت سے مُعرا ہے چند شعر تمثیلاً درج ہین ۔

لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ ۔۔۔ در حُسن کے کھُل گئے دو کواڑ

لبون سے ملے لب دہن سے دہن دلون سے ملے دل بدن سے بدن
لگی آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو گئین حسرتین دل کی پامال ہو
لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ چلے ناز و غمزے کے آپس مین ہاتھ

وغیرہ وغیرہ نسیم نے اس مضمون کو کس کس لطیف و نازک پیرایہ مین ادا کیا ہے —

طومار حجاب کو کیا طے ساغر پہ جھکا وہ شیشۂ مے
کاوش پہ ہوا گہر سے الماس غنچے سے بجھائی اوس نے پیاس

اس وضع کی متعدد مثالین دونون کے کلام سے دکھا سکتی ہین۔ آپ ہی بلند پروازی یہ ایسا جوہر شاعرانہ ہے جو کہ نسیم کا حصہ ہے اور جو میر حسن کے کلام مین عنقا کا حکم رکھتا ہے نسیم کے کلام سے چند بلند پروازی کے نمونے تمثیلاً درج ہین —

آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر فانوس خیال بن گیا گھر
جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ کپڑونکے عوض بدلتے تھی رنگ
سایہ کو پتا نہ تھا شجر کا عنقا تھا نام جانور کا
مرغان ہوا تھے ہوش راہی نقش کف پا تھے ریگ ماہی

اس مختصر سے مختصر موازنہ سے ثابت ہوا ہوگا کہ شاعری کے جوہر خاص میر حسن کے کلام مین معدوم ہین لہذا یہ کہنا بیجا نہوگا کہ میر حسن شاعر کے لقب کے مستحق نہین ہوسکتے وہ محض ایک ناظم تھے جو کہ واقعات نظم کردیتے تھے انکے کلام مین شاعرانہ لطافت نہین ہے جو شاعری معمولی نظم سے جدا کرتی ہے برعکس اسکے شاعری کے تمام ارکان نسیم کے کلام مین درجۂ تکمیل پر پہونچے ہوے ہین اور یہی وجہ ہے کہ اب جو شخص مثنوی کہتا ہے وہ نسیم کی تقلید کرتا ہے اور میر حسن کیطرف رخ بھی نہین کرتا۔ منشی احمد علی صاحب شوق محسن کاکوروی امیر اللہ صاحب تسلیم وغیرہ نے اپنی مثنویون مین نسیم کا انداز سخن اڑانے کی کوشش کی ہے آخر مین ہم ان متعدد لغزشون مین سے چند تمثیلاً پیش کرنا چاہتے ہین جن سے ثابت ہوتا ہے

کہ میر حسن سے تناسب واقعات بھی نہ نبھ سکا اور نیز انھیں زبان پر قدرت کاملہ نہین حاصل ہے جتنی لغزشین زبان کی انکے کلام مین ہین وہ انکے معاصرین کے کلام مین نہین پائی جاتی میر حسن نے پہلے تو یہ بیان کیا ہے کہ بدر منیر قبل بارہ برس کی عمر پانے کے تمام علوم و فنون مین مشاق ہو گیا تھا جیسا کہ ذیل کے اشعار سے ثابت ہے۔

دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا ۔۔۔ کئی سال مین علم سب پڑھ چکا
معانی منطق بیان و ادب ۔۔۔ پڑھا اس نے منقول و معقول سب
لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم ۔۔۔ زمین آسمان مین پڑی اسکی دھوم
کئے علم نوک زبان حرف حرف ۔۔۔ اسی نحو سے عمر کی اسنے صرف

وغیرہ وغیرہ اس خلاف عقل مبالغہ کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

عطارد کو آنے لگی اسکی ریس ۔۔۔ ہوا سادہ لوحی مین وہ خوشنویس

یہ عجب پریشان خیالی کا نمونہ ہے۔ ابھی جس شہزادہ کی نسبت اس مقام پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ سادہ لوح تھا محض اس سے کہ لوح اور خوشنویسی مین تناسب لفظی ہے اس سے بڑھ کر کسی شاعر کے کلام مین قوت خیالی کی سستی کا نمونہ نہ ملے گا (باقی آیندہ)

(راقم ہوا خواہ نسیم)

(از رسالہ تہذیب بابت ماہ جون ۱۹۱۶ء نمبر ۶ جلد ۲ -

گلزار نسیم و سحر البیان نمبر ۲

اسی طرح کی سیکڑوں لغزشیں میر حسن کے کلام میں موجود ہیں - ذیل میں مختصراً چند ایسی غلطیاں پیش کیجاتی ہیں جو کہ سوائے مبتدی کے کسی اُستاد کامل سے سرزد نہیں ہوسکتیں -

کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے　　بنایا نبوّت کا حقدار اُسے

اس شعر میں حق اور سر - کا قافیہ بالکل غلط ہے ایسی غلطی تو ایک نو مشق سے بھی ناممکن ہے بادشاہ کی سخاوت میں فرماتے ہیں -

سخاوت یہ ادنی سی اِک اُسکی ہے　　کہ اِکدن دو شالے دیے سات سے

واقعی سات سے - دو شالے دینا حاتم کی قبر پر لات مارنا ہے - اور سوائے اولوالعزم بادشاہ کے کون دیسکتا ہے -

پلنگوں کا بھی بلکہ چیتا یہی　　کمر آ بند ھادے ہماری کوئی

اس شعر میں محض پلنگ کی رعایت سے لایا گیا ہے اور علی ہذا القیاس کمر کا بھی یہی حال ہے یہ شاعری ہے کہ ضلع جگت -

طویلے کے اُسکے جو ادنےٰ تھے خر　　اُنھیں نعل بندی میں ملتا تھا زر

میر حسن کا مطلب تو یہ تھا کہ نعلبند دنکو اُجرت میں زر ملتا تھا مگر زبان پر قدرت نہ ہونے سے یہ کہہ گئے کہ دخروں کو زر ملتا تھا -

عجب شہر تھا ایک مینو سواد　　　کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد

خدا کی قدرت تو سب کہتے ہین۔ مگر چونکہ مصرع ناموزون رہتا تھا اسلیئے میر صاحب نے (ی) اور بڑہادی۔ دیوار کی تعریف مین فرماتے ہین ۔

صفا پر جو اُسکی نظر کر گئے　　　اسے دیکھ کر سنگ مر مر گئے

اس سے بدتر ضلع جگت کی مثال امانت کے یہان بھی نہ ملیگی۔ سنگ کے لیئے یہ کہنا کہ مر مر گئے ۔ میر حسن ہی کا کام ہے ۔

کرون اسکی وسعت کا مین کیا بیان　　　کہ جون اصفہان تھا وہ نصفِ جہان

یہ کس جغرافیہ مین لکھا ہے کہ اصفہان نصف جہان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر حسن کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا ۔

گئے نو مہینے جب اس پر گذر　　　ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

اس شعر مین ۔ اس پر ۔ کی کیا ضرورت تھی یہ دو لفظ اس لیئے ٹھونس دیئے گئے ہین کہ مصرع موزون ہو جائے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میر حسن کو مصرع موزون کرنے مین عجز تھا ۔

دیا چوب کو پہلے بم سے ملا　　　لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا

کہا زیر نے بم سے بہر شگون　　　کہ دون دون خوشی کی خبر کیون نہ دون

سبحان اللہ کیا کیا دون دون ہے ۔ واقعی تناسب الفاظ کی صفت کو نسیم نے کیا معراج دی ہے اور میر حسن نے اس صنعت کی کیا مٹی خراب کی ہے ۔

کھڑے سرو کی طرح چمپئی کے جھاڑ　　　کہے تو کہ خوشبوئیون کے ہین پہاڑ

اول تو خوشبو کی جمع خوشبوئیون ۔ کیا خوب اور خوشبوئیونکے پہاڑ ۔ تو اسپر بھی طرہ ہین واقعی خیالات کی جدت اسکا نام ہے ۔

گلون کا لب نہر پر جھومنا　　　اسی اپنے عالم مین منھ چومنا

جسوقت کہ لب نہر کہدیا تھا پھر پر لانے کی کیا ضرورت تھی اس قسم کی بھرتی کے الفاظ میر حسن کے پچہتر قصیدی اشعار مین موجود ہین اور اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ میر صاحب موصوف محض خیالات کے نظم کرنے مین عاجز تھے —

لئے ہاتھ مین بیلچے مالنین　　چمن کو لگین دیکھنے بھالنین

بھلا اس سے بڑھکر مبتذل یا نہ غلطی کسی شاعر کے کلام مین مل سکتی ہے ـ بھالنین اور مالنین کا قافیہ رکھنا میر حسن ہی کا کام تھا —

لب جو یہ آئینہ مین دیکھ قد　　اکڑنا کھڑے سرو جا بجا بہ مد

لب جو یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ لب نہر پر —

کمان کے جو دیتے ہوا بے نظیر　　لیا کھینچ چلے مین سب فن تیر

کمان کے لئے چلے کا ذکر کیا گیا ہے ـ پھر اگر امانت نے یہ کہا ہے —

پیرہون مین بھی مرا نازک بدن ملتا نہین ـ تو کیا برا کہا ہے —

کہ سر گرم حمام ہے بے نظیر　　گیا ہے نہانے کو بدر منیر

اس شعر مین بے نظیر اور بدر منیر دونون سے ایک ہی شہزادہ مراد ہے مگر اندیشہ یہ پیدا ہے کہ بدر منیر کوئی اور شخص ہے اور بے نظیر کوئی اور شخص ہے ـ اس قسم او لو العزم شاعری مین سخت معیوب ہے —

ہوا قطرۂ آب یون چشم پوش　　کہے تو پڑی جیسے نرگس پہ اوس

اوس پڑنا تباہ اور برباد ہو جانے کے معنون مین استعمال ہوتا ہے کیا اس شعر مین میر حسن کی یہ مراد ہے کہ پانی کا قطرہ پڑنے سے شہزادہ کی آنکھ پھوٹ گئی —

گیا حوض مین جب شہ بے نظیر　　پڑا آب مین عکس ماہ منیر

جسوقت حوض مین کوئی شخص نہانے اترتا ہے تو پانی مین تموج کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس حالت مین عکس پڑنا نا ممکن ہے ـ میر حسن کی نگاہ مطلق شاعرانہ نہ تھی ورنہ وہ ایسا

خلاف تجربہ واقعہ نہ نظم کرتے۔

زمین پر تھا اک موجۂ نور خیز ۔ ہوا جب وہ فوارہ ساں آب ریز

اس موقع کا شعر ہے جبکہ شہزادہ حوض میں نہانے اترا ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ فوارہ کسطرح آب ریز ہونے سے کیا مراد ہے۔ کیا اسیر نہانے کا خوف کسطرح طاری تھا۔ افسوس کہ صنم کے پہلو سے بھی میر حسن کا کلام خالی نہیں ہے۔

بندھیں پگڑیاں طاش کی سر اوپر ۔ چھٹا چوندھیں جیسے آئے نظر

سبحان اللہ وبحمدہ۔ کیا اختصار ہے اول تو سر اوپر۔ ہی لطافت سے معمور تھا مگر جب دیکھا کہ اسیر کبھی مصرع نہیں موزون ہوتا تو سر اوپر نظم کر دیا۔

وحوشوں طیوروں تلک بے خلل ۔ پڑے آشیانوں سے اپنے نکل

وحوش و طیور خود صیغۂ جمع میں ہیں۔ اسکی جمع وحوشوں وطیوروں بنانا صرف ونحو کے معمولی قواعد سے لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔

لب بام پر جب یہ سوئی صنم ۔ کریں سورۂ نور کو اس پہ دم

لب بام۔ کے بعد۔ پر بالکل فضول ہے۔

وہ سویا جو اس آن سے بے نظیر ۔ رہا پاسبان اسکا بدر منیر

وہ مہ ایسے کوٹھے کا ہالا ہوا ۔ غرض واں کا عالم دو بالا ہوا

ان دونوں شعروں میں ابتدا (وہ)، (وہ) محض برائے وزن بیت ہے۔

گئیں ہے وہ شہ کو لب بام پر ۔ دکھایا کہ سویا تھا یاں سیمبر

یہ اور لب بام پر۔ ملاحظہ ہو۔ افسوس کہ ایک ایک قسم کی غلطیاں کس کثرت سے ہیں

لگے تھے جو خوشے درختوں کے ساتھ ۔ وہ ہل ہل کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ

پہلا مصرع کسقدر مہمل ہے

نہ بگلوں کا عالم نہ وہ قرقرے ۔ نہ وہ آبجوئیں نہ سبزے ہرے

سبزے ہرے - کی ترکیب محض غلط ہے -

خزان کا الم دل میں جو آ گڑا ۔۔۔ جگر برگ گل کی طرح جھڑ پڑا

جگر جھڑ پڑنا کوئی معنی نہیں رکھتا خدا جانے میر حسن کیا کہنا چاہتے تھے اور کیا کہہ گئے -

کسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق ۔۔۔ نظر آئی وہ چیز بالائے طاق

میر حسن کا مطلب تو یہ ہے کہ مختلف چیزیں طاق پر رکھی ہوئی تھیں مگر بالائے طاق محاورہ میں بالکل اس سے مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے

زبس تھا وہ لڑکا تو سہما بھی کچھ ۔۔۔ ہوا کچھ دلیر اور حیران بھی کچھ

سہما اور حیران کا قافیہ کرنا میر حسن ہی کا کام ہے

کبھی یوں بھی ہے گردش روزگار ۔۔۔ کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار

کہنا چاہتے تھے کہ معشوق عاشق کے اختیار میں ہو مگر چونکہ مصرع موزون نہیں ہوتا تھا لہذا میں حذف کر گئے سبحان اللہ -

وہ شفقت جو ماں باپ کی یاد آئے ۔۔۔ تو رو تو ن کو رو رو کے دریا بہائے

اصل لفظ شفقت ہے یعنے - فا - بالفتح ہے مگر میر حسن نے جہلا کی زبان پر اعتبار کر کے شفقت نظم کر دیا

غرض ماہرخ اس پری کا تھا نام ۔۔۔ پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام

میر حسن کا مطلب تو یہ ہے کہ باپ سے خفیہ رکھ کے یہ کام کیا تھا مگر مصرع کی ترکیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ باپ سے یہ پوشیدہ فعل کیا تھا افسوس کہ میر حسن کو ایسا ضم کا پہلو نہ نظر آیا - زبان پر قدرت نہونے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے -

اسی غم سے گھل گھل کے مرتا تھا وہ ۔۔۔ سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وہ

شمع کے لئے رونا سب نے نظم کیا ہے اور واقعی اسکے قطرے اشک سے مشابہ بھی ہوتے ہیں - مگر آہ کرنا شمع کے لئے سوائے میر حسن کے کلام کے کہیں نہ ملے گا -

یہ شاعری نہ ہو مگر ایجاد بندہ تو ضرور ہے

یہ گھوڑا جو اس گل کے تھی بخشش کا　　فلک سیر تھا نام اس رخش کا

کہنا چاہیئے تھا کہ اس گل کا بخشا ہوا گھوڑا تھا مگر کہہ گئے کہ اس گل کی بخشش کا گھوڑا سبحان اللہ

جمرہ - کیا اختراع ہے

فقط موتیون کی پڑی پا بے زیب　　کہ جسکے قدم سے گھر پا ہے زیب

اس شعر مین بھی قافیہ کی غلطی ہے -

غرضکہ جن بزرگون نے جناب میر حسن کو حضرت نسیم کے مقابلہ مین آسمان شاعری پہ پہونچایا ہے - وہ انصافاً دونون کا مقابلہ کرکے کھرے کھوٹے کی پرکھ کرین اور دیکھین کہ کس کے کلام مین عامیانہ لغزشون کی بھرمار ہے - یون آنکھ بند کرکے اعتراض کرنا اور کسی قابل فخر و تعظیم بزرگ کے کلام پر نا انصافی کے خنجر چلانا معمولی کانشین کے آدمی کا کام ہے اس قسم کے علمی مناظرات مین قومی خیالات سے قطع نظر کرکے سچائی اور ایماندار ہی سے تنقید کرنا ملک و قوم کے لیئے زیادہ مفید و کارآمد ہے - بمقابلہ اسکے کہ ایسے امور کو قومی نگاہ سے دیکھا جائے - باقی آیندہ

(راقم ہوا خواہ نسیم)

از رسالہ تہذیب بابت ماہ جنوری ۱۹۰۶ء جلد ۲- نمبر ۱ - مرتبہ منشی سعید اللہ خاں صاحب منیجر و پروپرائٹر
ریاست رام پور

سحر البیان و گلزار نسیم پر ریویو

(از مظہر الحق صاحب دہلوی)

اس سے پہلے کہ سحر البیان اور گلزار نسیم کے مختلف مضامین کی سیر صاحبان بالغ نظر دقیقہ رس کو کرائی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول بطور تمہید و مقدمہ کچھ تحریر کر دیا جائے۔ بموجب تقسیم آزاد میر حسن صاحب سحر البیان دور چہارم سے تعلق رکھتے ہیں اور نسیم دور پنجم سے نسیم کا ذکر آبحیات کے دور پنجم میں کہیں نہیں ہے مگر چونکہ وہ آتش مرحوم کے شاگرد تھے اسلیے انکا شمار دور پنجم میں کیا گیا ہے۔ موجد نظم اردو یعنی شمس ولی اللہ سے لیکر انیس مرحوم تک تین سو برس ہوتے ہیں اس زمانہ کو آزاد نے پانچ دور پر تقسیم کیا ہے اور شعرا کے طرز کلام کو مدنظر رکھ کر یہ دور قائم کیے گئے ہیں جہاں سے اردو کا رنگ ڈھنگ جدا پایا گیا۔ ایک دور قائم کر کے دوسرا دور شروع کر دیا گیا اور قائمی دور کا فیصلہ کثرت پر قرار دیا۔ ردو بدل ترک متروک کا جھگڑا ہر زمانے کے ساتھ لگا رہتا ہے جو زبانیں کہ زمانۂ دراز سے مروج ہیں اور صفائی و شستگی میں ملاء اعلے پر پہونچ چکی ہیں انمیں بھی تغیر و تبدل کچھ نہ کچھ آئے دن ہوتا رہتا ہے انگریزی زبان ہی کو ملاحظہ فرمایئے کہ پہلی زبان اور حال کی زبانیں

ذرا بھی تو کوئی مناسبت نہین ہے - اب بھی باوجودیکہ عرصہ سے علمی زبانون کے ہم پلہ ہو گئی ہے تاہم کوئی نکوئی بات گھٹتی بڑھتی رہتی ہے بس جس زبان کا نشو و نما ہے ایک قلیل زمانہ گذرا اُسمین ترک متروک بدرجۂ غایت ہوتا رہیگا - چنانچہ دورِ چہارم مین زبان اُردو نے ایسی شستگی و صفائی حاصل نہین کی تھی جیسے کہ دورِ پنجم کی نظر سے گذری دورِ چہارم کے شعرا کا کلام اگر دیکھئے تو ہر صفحہ مین بہت سے الفاظ اور ترکیبین ایسی ملین گی کہ آج متروک سمجھی جاتی ہین - مگر میر صاحب کا کلام باستثناے چند الفاظ اور چند اشعار کی بندش کے جیسا کہ جب تھا ویسا ہی آج دلپذیر و دلکش ہے -

زمانہ سے دو قدم آگے رہنا کچھ آسان نہین جبکہ برابر ہی چلنا دشوار ہے نسیم کو دورِ پنجم نصیب ہوا - مگر اُنکے کلام مین بلاغت کا پتہ نہین خیالات کا تسلسل مفقود - فطرت عاداتِ انسانی کا مذکور تو ظاہر وہم و گمان سے بھی زیادہ عنقا - ہان تشبیہ و استعارات نئے طرز سے باندھے گئے ہین - اور فصاحتِ کلام مین بھی نسیم میر صاحب کی برابری کا دعویٰ نہین کر سکتے - جو دلکش بیان مثنوی کے لئے لازم ہے وہ سحر البیان مین موجود ہے گلزار نسیم مین مفقود - شعراء ماسبق کے کلام مین جو الفاظ یا بندش متروک یا مکروہ پائی جاتی ہے اُنپر ہرگز اعتراض نہین ہو سکتا - اسلئے کہ اُس زمانہ مین وہی فصیح سمجھی جاتی تھی جواب خارج کیگئی ہے - البتہ اگر ایسے الفاظ پائے جائین جو اُسوقت متروک تھے تو بیشک کلام پر غیر فصیح ہونے کا اطلاق ہوگا - لہذا اس سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کی فصاحت جُدا ہے جو الفاظ آج فصیح خیال کیے جاتے ہین کچھ عرصہ کے بعد وہی ثقیل ٹھہرا دیے جاتے ہین بس اُسی زمانہ کی نظر سے کلام جانچنا اور دیکھنا چاہیئے جس سے وہ تعلق رکھتا ہے - یہ رعایت صرف زبان کے ساتھ ہے معنی کو اس سے کوئی سروکار نہین - خیالات کی صحت و سقم پر برتری کا دارمدار ہے جسقدر وسیع اور بلند خیالات معنی کے متعلق ہونگے اُتنا ہی اعلےٰ درجہ اُنکے لئے تجویز کیا جائیگا اس سے بہت کم بحث کیجائیگی کہ وہ کس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے - شکسپیر سرآمد شعراء

انگلستان خیالات صحیحہ ہی کیوجہ سے آج بھی درجۂ اول رکھتا ہے حالانکہ جو زبان اسنے لکھی ہے وہ بہت زیادہ متروک ہوگئی ہے اُسکے کلام کی جانچ مسئلۂ بالا کی رو سے ہوتی ہے یعنی کسی لفظ پر گرفت نہین کیجاتی اور فطرت و عادت سے جہان اسنے بحث کی ہے اُن تصورات کا وزن اس زمانہ کی میزان خیال مین پیدا ہوتا ہے ۔

مثنوی سحر البیان از سرتا پا فصاحت و بلاغت سے مملو جسکا ذکر ہے اُسکے متعلق جو کچھ چاہیئے شستہ الفاظ مین موجود ہے بیان کیا ہے ایک تصویر لاکر کھڑی کردی ہے غم و الم کا ذکر ہے تو در و دیوار سے یاس و حسرت ٹپک رہی ہے مسرت و عشرت کا چرچا ہے تو ہر شئے شگفتہ و خندان نظر آتی ہے وصل کا خیال ہے تو کل لوازمات عیش موجود پیش نظر ہے تو شام غربت مرغوب باغ کا ذکر آگیا ہے تو قمری کے قہقہے اور بلبل کے چہچہے برسات کا جو خیال آیا تو بجلی کی چمک بادل کی کڑک ہوا کا زور مینھ کا شور اسی کو بلاغت کہتے ہین ۔ آبحیات مین مثنوی میر حسن پر تقریظ موجود ہے آزاد کی تحریر کا کیا کہنا مگر وہ عام حالت سے تعلق رکھتی ہے اور اسمین اُن خوبہائے برتر از وہم و خیال کا مفصل بیان ہوگا جس کا سُراغ ایشیائی شاعری مین کم ملتا ہے فطرتی منظر اور نیچرل سینری کی توضیحات سے لطف دوبالا کیا جائیگا اُردو مین بہت سی مثنویان لکھی گئی ہین مگر سحر البیان کی پاسنگ کو بھی کوئی نہین پہنچتی بلاغت اور بیان فطرت مین بے عدیل شستگی زبان مین ایسی کہ سوائے گلزار نسیم کے اور کوئی نظیر نہین میری رائے مین ماورا ایک وصف کے گلزار نسیم کو سحر البیان سے کچھ مناسبت نہین ۔ آزاد مثنوی کی یون تعریف کرتے ہین کہ مثنوی حقیقت مین سرگذشت یا بیان ماجرا ہے جیسے تاریخ کا ایک شعبہ سمجھنا چاہیئے لہذا مثنوی مین وہ جملہ امور ملحوظ خاطر رکھنے چاہیین جو فطرتی طور پر عادتاً واقعہ و حال کے لئے لازم ہین ۔ میر صاحب نے جملہ امور متذکرۂ بالا کا قریب قریب ہی پاس رکھا ہے گلزار نسیم مین اسقدر لغزشین ہین جنکی انتہا نہین تناقض پر تناقض وارد ہین مثنوی اگر تاریخ کا شعبہ ہے تو اسمین ذرا شبہ نہین کہ بیچاری تاریخ کا بڑی بیرحمی سے خون کیا گیا ہے غزل

اور قصائد کے میدان کیا کم وسیع تھے کہ نازک مثنوی کو بھی بغیر پایمال کئے نہ رہا گیا گلزار نسیم
مین جو باتین عادتاً یا فطرتاً بیان واقعہ کی جان یا لازم ہین بہت کم پائے جاتی ہین —
کہہ سکتے ہین کہ قصۂ بے نظیر نتیجہ فکر حسن ہے اور قصہ بکاؤلی اصل نثر تھا نسیم نے
زیور نظم سے آراستہ کرکے عروس نو پیراستہ کو ہدیۂ ناظرین کیا اصل قصہ مین جو خرابیان
تہین وہ قائم ہین نسیم اُنکے ذمہ دار ہماری رائے مین مذکور الصدر دلیل کے پیش کرنے سے
نسیم بری نہین ہو سکتے بلند خیالی اُنکی اس سے ظاہر ہے کہ ایسا قصہ پسند کیا —
اسپر بھی خیال نکیا کہ میر صاحب کے وقت مین قصہ بکاولی موجود تھا کیا وجہ کہ میر حسن نے
اس قصہ کو اختیار نہین کیا — اگر غور کیجئے تو صرف اس قصہ کا ردّ ہی کرنا میر صاحب کے
کمال علوی مرتبہ کی دلیل ہے — نسیم اگر اسکو اختیار نکرتے بالفرض و طبعزاد بھی ایسا ہی لچر ہوتا
بلند خیالی اور اختراع کا مادہ بھی اگر ہوتا تو ایسی شئی کیطرف طبیعت کیون رجوع ہوتی عام
خیالات سے برتر طبیعت پانی ہر ایک کا حصہ نہین صحبت کا اثر اختیار نکرنا ہر ایک کا کام نہین
یاران جلسہ سے انوکھا ہونا کوئی معمولی بات نہین گر قدرت نے یہ جملہ صفات میر صاحب کی
ذات مین ودیعت کردیے تھے جسکی وجہ سے میر صاحب نے نام لازوال حاصل کیا یہ لازم نہین ہے
کہ جو کتاب جسقدر زیادہ دلچسپ ہوگی اُسیقدر زیادہ غلطیون سے بھی پاک ہوگی — لارڈ بیکن
اعلیٰ مرتبہ کا فلسفی انگلستان کا مقولہ ہے (بہت سی کتابین ایسی لکھی گئین جو قریب قریب غلطیون سے
بالکل پاک ہین لیکن نام کو بھی دلچسپ نہین اور ایسی بھی کتابین نظر سے گذرین کہ جنمین بہت
غلطیان ہین مگر انتہا درجہ کی دلچسپ)
گلزار نسیم آخر الذکر درجہ سے تعلق رکھتی ہے — یہ خوبی تو سحر البیان ہی مین ہے کہ
از بس دلکش فطرت و عادت کے قریب قریب مطابق غلطیون سے مبرا اور قاعدۂ عروض کی
حد سے قدم باہر نہین نکلا اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مضمون اعلیٰ زبان پاکیزہ — مگر صرف ترتیب
الٹ پھیر سے مزہ بدل جاتا ہے عمدہ مضمون لکھنا کچھ سہل کام نہین خون جگر پینا ہوتا ہے اُسوقت

مقبولیت عام کہین جا کر حاصل ہوتی ہے ایک ایک لفظ اور ایک ایک بات پر دن ختم ہو جاتا ہے زبان بہ نسبت مضمون کے عام فہم ہے لہذا عام طور سے وہ مضمون کی بُرائی کو ظاہر نہین ہونے دیتی یہی وجہ ہے کہ گلزار نسیم باوجودیکہ خیالات عالی سے بالکل معرا ہے مگر قبولیت عام رکھتی ہے شستگی زبان و لطف شاعری نے دوسرے نقص کو ایسا چھپایا کہ کسی کا خیال بھی اس طرف کو نہین جاتا - اور جائے کیسے فطرت و عادت کو کچھ سمجھا ہی نہین جاتا - مگر اب خیال رجوع ہوتا جاتا ہے کہ معنی بھی کوئی شئے ہے اُسکو بالکل بیکار تصور کرنا چاہیئے - تجربہ کا دینے والا اور آیندہ زندگی مین کام آنیوالا اسی کا مطالعہ ہے ایک حد تک گلزار نسیم کی تعریف جائز ہے بلکہ اگر نہ کیجائے تو بیجا ہے - مگر میر صاحب کے پہلو مین نسیم کو کُرسی دینی ظلم ہے -

لارڈ بیکن کا قول ہے کہ زبان مافی الضمیر کا آلہ ہے اصل مطلب جہان فوت ہوا تو آلہ کی پھر کچھ ایسی قدر نہین رہتی سمجھدار کے آگے لفاظی سے کام نہین چلتا - جبتک کہ پتے کی بات نہ کہی جائے اور نفع و ضرر اُسکے گوش گزار نہ کیا جائے صاحبان نکتہ سنج نے لکھا ہے کہ ایران کے سعدی اور ہند کے میر حسن شیکسپیر ہین اور شیکسپیر وہ شخص ہے جو فطرت انسانی کا بڑا ماہر مانا گیا ہے عام خیال ہے کہ اس شرح و بسط سے اور اس خوبی سے قانون قدرت کا صحیفہ بہت کم کسی نے پبلک کے سامنے پیش کیا ہے انگلستان مین شیکسپیر سے زیادہ قبولیت بہت کم کسی نے حاصل کی ہے - قبولیت عام میری مراد نہین بلکہ بڑے بڑے نکتہ فہم و جلیل القدر مصنفون نے اسکی لیاقت خداداد کا اعتراف کیا ہے - دیگر ممالک کے شاعرون نے بھی اُسکے کلام سے استفادہ حاصل کیا ہے - جرمنی کے عالمون نے اسکی تصنیف کی شرحین قلمبند کین - جرمنی کا ذکر خاص طور پر یون کیا گیا ہے کہ بر اعظم یورپ مین اُسکا نیّر علم و فضل اعلیٰ عروج پر ہے نسیم کا نام کہین بھی کسی خصوصیت مین نہین لیا گیا ہے -

پس گلزار نسیم کو سحر البیان کے مقابلہ مین لانا قہر ہے اس موقع پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

قہر ہے گر نہ دو سخن کی داد   ظلم ہے گر کرو نہ میر کو یاد

حضرت سعدی و میر صاحب کا کلام دیکھکر تعجب آتا ہے کہ ان بزرگونکی طبیعت زمانہ سے ایسی اچھوتی کیسے واقع ہوئی اسمین ذرا شک نہین کہ ان اصحاب کی ذات مقدسہ کی رفعت علویت نے اُس درجہ اعلیٰ پر عروج فرمایا ہے کہ سچے خیالات اور صحیفہ قدرت نگاری مین معزز ہمعصرونکو یا قرنہاے مابعد و ماقبل کے مضمون نگارونکو کچھ بھی مناسبت نہین ایک اور امر قابل غور ہے کہ شیکسپیر ایسی سرزمین پر پیدا ہوا تھا جہان مضمون اور زبان کم سے کم توام سمجھی جاتی تھین وہان کی آب وہوا خیالات مین بسی ہوئی تھی پس کہہ سکتے ہین کہ شیکسپیر کی ضمیر مین فطرت انسانی کا تصور نشو ونما پاچکا تھا۔ صحبت ویسی ہمپیشہ یاران جلسہ کے خیالات ویسے لہذا اُس سے جو ظہور مین آیا وہ چندان تعجب خیز نہین۔ اسکی تعریف اسوجہ سے ہے کہ اُس نے ایسی روش اختیار کی تھی کہ اُسمین یکتاے زمان رہا۔ اور جو راہ اُس نے دکھلائی اُسپر چلنا کچھ آسان نہین۔ اور سعدی علیہ الرحمہ پر بھی جو ایران مین پیدا ہوے تھے رطب و یابس دوران سے واقف گردش ایام کا تجربہ سیر و سیاحت کا چرچا عالمونکی صحبت پائے ہوئے بڑے بڑے دار العلوم کھلے ہوے اور سلطنت ایران کا عروج بھی قائم تھا۔ مگر گئے گذرے وقت کے بیچارے حسن کو ذرا ملاحظہ فرمائیے نہ شکوہ سلطنت باقی نہ کچھ رواج علم ایسا تھا اور اُسپر شیکسپیر ہند کا خطاب شہرت مین کیا کچھ کر دکھلایا کیا مصرع ہے ع درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانو۔

تاہم سعدی علیہ الرحمہ کی اور ہی شان ہے آپ کے وجود باوجود سے جسقدر زمانہ فخر کرے بجا ہے۔ جو باتین گلستان اور بوستان مین پائی جاتی ہین وہ اس زمانہ مین بڑے بڑے جلیل القدر مُدبّرون اور وزرا کی اسپیچون مین ملنی دشوار ہے

زنسیم جان فزایت تن مُردہ زندہ گردد　　　　نہ کدام باغ اے گل کہ چنین خوش است بویت

درس و تدریس کا ماحصل کیا ہے یہی کہ گھر بیٹھے گرم و سرد زمانہ سے واقفیت ہو۔ مادۂ فراست و ذکاوت مین ہیجان ہو عقل پرتا ہے آئینہ ذہن رسا ہو۔ مختلف اشیاء کا علم حاصل ہو توفیقات تمام پیدا ہو کہ دنیا مین کس کس قسم پر فطرت انسانی کیا کیا کرشمے دکھاتی ہے رواج کس کو کہتے ہین

اور اُنسے کیا نتیجے نکلتے ہین اعلیٰ درجہ کے کتب بینو کو بھی سوا اسکے کہ اصولی ہین ناتجربہ کار فلسفی اور کوئی خطاب مہتم بالشان نہین ملتا جبتک کہ صحیفۂ قدرت کا بذات خاص مطالعہ نکیا جائے۔ جب یہ حال ہے تو آپ ہی بتلائیے کہ ایسی کتاب کی کیا وقعت ہوگی اور اُسکے پڑھنے سے کیا واقفیت بڑھے گی جسمین فطرت و عادت کا کچھ بھی خیال نہین رکھا گیا جو دل مین آیا لکھدیا نہ جودتِ طبع دکھائی گئی نہ فکر رسا سے کچھ کام لیا گیا۔ نہ مشکل کو حل کرنے مین عقل پر زور ڈالا گیا سوائے اُس کتاب کے دنیا مین اسکی مثال نہین ملتی معلوم ہوتی اور بجز اُن اوراق کے باقی کائنات مین اُسکا وجود مفقود اصول اگر کمزور اختیار کیا گیا ہے خیر یہ بھی جائز۔ مگر اُسپر قائم تو رہیئے۔ یہ کیا کبھی کبھی وہ ادائے مطلب کا یہ کیا طرز ہے۔ آیندہ اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ معہ نقل مضمون اصل کتاب پر پوری بحث کیجائے گی۔

مثنوی مین بالکل قاعدہ تاریخ نویسی کا ملحوظ نہین رکھا جا سکتا کچھ شاعری وغیرہ کی چاشنی ضرور دینی چاہیئے مگر اتنی کہ خوبی عبارت کے ساتھ ساتھ اگر فطرت و عادت وغیرہ کا بھی خیال مد نظر رہے تو کیا خرابی ہے جو مشکل کہ فکر رسا کے ذریعہ سے بطریق احسن اور موافق عادت یا اُسکے قریب حل ہو سکتی ہے وہ بعید از قیاس حیلون سے کیون انجام کو پہونچائی جائے جن پری وغیرہ کی مدد لیجیئے مگر موقع محل و قواعد مسلمہ کا ضرور لحاظ رہے اور تناقضات کا بھی کہ ایک وقت تو ملاء اعلیٰ پر صدر نشین کردیا اور دوسرے موقعہ پر اُسکو بلا وجہ معقول اسفل السافلین کا رستہ دکھا دیا یہ ہرگز جائز نہین رکھا جا سکتا۔ سحر البیان مطابق اصول بالا لکھی گئی ہے نہ خوبیٔ عبارت مین اُسکی وجہ سے فرق آیا اور نہ دلچسپی مین کمی واقع ہوئی بلکہ نکتہ فہم کے لئے قند مکرر کا مزہ دیتی ہے اور نسیم نے جو اسکو بالائے طاق رکھا تو کوئی ندرت عجیبہ پیدا نہین کی پھر کوئی وجہ نہین کہ بجز فتاری کیجائے کچھ ہاتھ آئے تو مضائقہ نہین جبکہ گھر جائے تو اچھی راہ چھوڑنی عقل سے بعید ہے ایک صاحب کا قول ہے کہ قصہ گوئی کوئی آسان چیز نہین ہے یہ اسی وجہ سے کہا گیا کہ مذکور الصدر نکات کا التزام رکھنا کوئی معمولی بات نہین ہے ورنہ ہر کہ وسہ ادھر اُدھر کی

باتین بلا ربط ملاسکتا ہے۔ لیجئے قصّہ تمام ہوگیا۔ قصہ کے یہ معنی ہین کہ خیالی سرگذشت ایسے پیرایہ مین بیان کیجائے کہ واقعہ مین اور اسمین تمیز نہوسکے۔ جو باتین کہ فطرتاً یا عادتاً امورِ دنیوی مین اکثر پیش آتی ہین یا آسکتی ہین وہ ایسی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیجائین کہ وہ قصہ والی وہ چیز بالذات موجود ہے۔ اگر دربار شاہی ہے تو شان وشوکت رعب وادب صفائی اور سجاوٹ جملہ لوازمات موجود اگر ذکر باغ ہے تو درخت و گل و بلبل بہار و خزان نہر و حوض سرو قمری نسرین و نسترن سنبل و سوسن نہ یہ کہ دربار تو شاہی ہے اور حاضرین کے خیال ایسے کہ اپنے گھر کی مجلس عیش و نشاط مین بیٹھے ہوئے ہین باقی آئندہ

راقم مظہر الحق دہلوی

از ریاض الاخبار مطبوعہ ۱۶ جون ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

از حکیم برہم

اس مشہور مثنوی کا ایک نسخہ ہمارے پاس لکھنؤ سے آیا ہے ہم نے اُسپر ایک مختصر سا ریویو فتنہ مین کر دیا تھا مگر پنڈت ترلوکی ناتھ صاحب (جنھون نے یہ اڈیشن چھپوایا ہے اور جو لکھنؤ کشمیری محلہ سے ۶ مرکو بیچتے ہین) کے کئی خط ریویو کے لیے آئے ہین کہ ہم ریاض الاخبار مین کچھ تحریر کرین۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت شرر نے اسپر ایک ریویو کر دیا ہے۔ جسمین دو ایک اعتراض کے سوا اکثر اعتراض بیشک اس قابل تھے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا اور جناب شرر کا ممنون ہوتا مگر افسوس ہے کہ ہمارے ملک مین حق بات پر کبھی توجہ نہین کیجاتی جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہزارون غلطیان زبان مین پڑ گئین اور بڑھ رہی ہین بعض صاحب کو یہ عار ہے کہ کوئی قصباتی شخص زبان پر ایک حرف لکھنے کا مجاز نہین ہے بعض صاحب اس بات پر نازان ہین کہ گذشتہ دور مین جو کچھ شاعر لکھ گئے کہہ گئے وہ الہام کی وقعت رکھتا ہے اُسپر نکتہ چینی یا شک ظاہر کرنا قابل ملامت اور نفرین ہے۔ شرر نے کیا لکھا ہے اسکی نسبت ہمکو اسوقت کچھ کہنے کی ضرورت نہین ہے آج ایک مراسلہ ہم درج کرتے ہین جسمین چند اعتراضات شرر کی تائید کیگئی ہے ہمکو بھی سخت افسوس ہے کہ اودھ پنچ کے زرین صفحات پر اسقدر غیر قابل اطمینان جواب ہم کیون دیکھ رہے ہین۔ اودھ پنچ نے آجتک جسقدر اعتراض کئے ہین انکا شکر کسی سے

اُٹھ نہین سکتا مگر خدا جانے کن صاحب نے ایسے کمزور جواب اودھ پنچ مین چھپوائے ہین جنکو دیکھکر ہمکو سخت تعجب ہے جناب چکبست اپنی قابلیت اور اعلی لیاقت کے اعتبار سے قابل قدر شخص لکھنؤ کے انشاپردازون مین ہین اور ہمکو امید ہے کہ وہ ایک وقت مین بہت کچھ ترقی کرجائینگے ۔ مگر نوجوانی کی امنگون مین ذرا قلم حد ادب سے آگے نکل جاتا ہے ۔ ایک مرتبہ انھون نے ۔ شرر ۔ حالی ۔ آزاد ۔ سرشار کا مقابلہ کیا تھا جسکو دیکھکر تمام فاضل انشاپردازونکو حیرت ہوگئی تھی کہ یہ کیا لکھ گئے ہین دو چار صاحبون نے ہمارے پاس مراسلے بھیجے ہین مگر اس خیال سے کہ ہمارے دوست سرشار اب دنیا مین نہین ہین انکا ذکر مناسب نہین ۔ تاہم بہت اصرار لوگونکو ہے کہ اُسپر ضرور کچھ لکھا جائے ۔ مگر ہمکو حیرت ہے کہ کیا لکھین ۔ جبکہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے دوست سرشار کا علم اور انشاپردازی بمقابلۂ شرر و حالی کے کسیطرح کی کوئی سفارش نہین کرتی اسیطرح گلزارنسیم کے دیباچہ مین مسٹر چکبست نے رند ۔ صبا وغیرہ شعرا کے کلام سے نسیم کے کلام کے مقابلہ مین فضول وقت صرف کیا ہے اور اس معاملہ مین اُنکا نام حالی صاحب کے نام کے نیچے ضرور لکھ لینا چاہیئے شرر نے انصاف کی نظر ڈالی ہے گو انکو بھی اب گلزارنسیم کی شاعری پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی ۔ نسیم نے اگر غلطیان کین تو گرفت کا موقع اب نہین ہے اسلیئے کہ جس زمانہ مین اُنکی شاعری کا شباب تھا اُسوقت یہ نکتہ سنجینان اور نازک خیالیان مضامین آفرینیان نہین تھین جو آخر دور مین جناب امیر مینائی مرحوم نے ختم کردین اور اور شاعرون مین کوئی شاعر بھی ایسا نہ نکلے گا جو اپنے کلام کی صحت کا دعوی کرسکے یہ بات کچھ خدائے سخن ہی کو حاصل تھی بہرحال اس حالت مین کہ جناب شرر نے غلطیان دکھائین انکو جو کچھ جواب دیا گیا ہے ۔ سراسر ضد سے کام لیا گیا ہے ۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ شرر کو گالیان دی گئی ہین اسبات کا ہم اعتراف کرینگے کہ حالی کے کل اعتراض لغو و فضول ضرور ہین اسکا جواب ۱۸۹۴ء مین اودھ پنچ بخوبی دیچکا ہے ۔ چکبست کو اس کی ضرورت بھی نہ تھی ہم آیندہ اسپر مفصل ریویو کرینگے ۔

از ریاض الاخبار ۱۶ - جون مراسلات

گلزار نسیم

۱۱ - مئی ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین ایک مضمون نسیم کی رنگین بیانی و حضرت شرر کی شرر فشانی کی سُرخی سے طبع ہوا ہے گو اس مضمون سے اڈیٹوریل کالم پر ہین مگر ہم ایسے مہمل مضمون کو اپنے لائق دوست اڈیٹر صاحب اخبار مذکور کی انشا پردازی کا نمونہ ہرگز نہین خیال کرسکتے اسلئے کہ اُنکی خداداد قابلیت ذہانت اور طباعی کے ہمین نہین تمام اہل ملک قائل ہین اس مضمون کے دیکھنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نویس صاحب کو نہ تو کچھ استعداد علمی ہے نہ اُنہین شعر کہنے اور سمجھنے کا مادہ ہے اور نہ کچھ زبان دانی سے بہرہ ہے اس مضمون مین دیگر اغلاط زبان کے سوا جو شعر مثال مین پیش کئے گئے ہین وہ بالکل بے موقع اور غلط لکھے گئے ہین مین اس مضمون کو تو چھوڑے دیتا ہون کہ یہ مضمون کسنے لکھا اور ہمارے دوست نے کیون ایسے مضمون سے پنچ کے صفحات سیاہ کئے مگر اسکے مضامین سے بحث کرتا ہون کہ اس مضمون کا ماحصل یہ ہے کہ نسیم کی لغزشون اور حضرت شرر کے اعتراضات (جو کسیطرح اُٹھ نہین سکتے) کسی نافہم نے خامہ فرسائی کرکے اس لچر مضمون کے ذریعہ سے پبلک کو دھوکا دینا اور اصل غلطیونکو چھپانا چاہا ہے اسیوجہ سے مین ایک سرسری نظر مین ان نرالے مضمون نگار صاحب کا پردہ فاش کئے دیتا ہون - گلزار نسیم کے اُس نئے اڈیشن پر جسے پنڈت برج نرائن صاحب چکبست نے شائع کیا ہے مولانا محمد عبدالحلیم صاحب

شرر نے اپنے رسالہ دلگداز میں ایک ریویو لکھ کے نسیم کی واقعی غلطیاں اور مثنوی کی بعض خوبیاں بھی کی تھیں اور اس مضمون کے متعلق جو غلط خیالات پیدا کرنے چاہتے تھے اُنکے دُور کرنے کی کوشش کی تھی مولانا نے نہایت تحریر میں انصاف اور متانت سے بحث کی تھی اور جو اعتراضات کئے ہیں انکو سچ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی شخص نہیں اُٹھا سکتا بلکہ جملہ شعرائے لکھنؤ کو نیز اتفاق ہے اسپر کسی گمنام شخص نے اودھ پنچ کے دو ان میں چھپ کے ایک طویل مضمون شائع کیا ہے جسمیں سوا لے اسکے کہ ذاتیات پر بعض حملے کئے گئے ہوں اور پچاس سے زیادہ اعتراضوں میں سے صرف دو چار کا جواب قدما کے کلام میں تصرف کر کے پرانے اشعار کو عمداً غلط کر کے یا غیر متعلق اشعار کو متعلق کر کے دیا گیا ہے۔ اور کچھ نہیں ہے اور حیرت کی یہ بات ہے کہ بعض کشمیری پنڈتوں کو اسپر ناز بھی ہے اسکا فیصلہ اس قسم کی فضول تحریروں اور گالیاں دینے سے نہیں ہو سکتا اصلی فیصلہ یوں ہو سکتا ہے کہ حضرت شرر کے اعتراضوں اور نیز اپنے اُن بیہودہ جوابوں کو اس عہد کے مشہور اور مستند شعرائے دہلی اور لکھنؤ کے پاس بھیجدیجئے خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ ان اعتراضوں کو کوئی اُٹھا بھی سکتا ہے کہ نہیں۔ لکھنؤ میں تو خاندان انیس کے سخندان یادگاران دبیر مرحوم میں سے حضرت اوج مرزا محمد ہادی صاحب بی۔ اے۔ اور انکے علاوہ حضرت جلال و جناب نسیم وغیرہ ہیں۔ دیگر بلاد میں حضرت ریاض۔ جلیل۔ حکیم برہم ایسے سخندان موجود ہیں دہلی کے پرانے اساتذہ میں سے حضرت ظہیر حیدرآباد میں ہیں ان لوگونکو تکلیف دیجائے اور انکا فیصلہ اصلی فیصلہ تصور کیا جائے ورنہ یوں گالیاں دینے اور بے دلیل سخن پروری کرنے سے آجتک کوئی کامیاب نہیں ہوا۔ اس تنگ خیالی کو ملاحظہ فرمایئے کہ مولانا شرر فی الحال ہندو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو انھیں طعنہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ ہندو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہذا گلزار نسیم پر نہایت توجہ کے ساتھ ریویو کیا گیا ہے۔ ان بزرگ کے نزدیک اتحاد کے معنے یہ ہیں کہ

نہ مسلمان کسی ہندو کی کتاب پر منصفانہ ریویو کرینگے ہندو کسی مسلمان کی کتاب پر ماشاء اللہ
ان باتون سے تو پتا چلتا ہے کہ ہمارے دوستون نے چشم بد دور انگریزی مین خوب ترقی
کی ہے۔ مولانا نے مثنوی گلزار نسیم کی یہ دو جہتین دکھائین تھین کہ شاعرانہ خوبیونکے لحاظ سے
وہ اعلیٰ درجہ کی مثنوی ہے اگر غلطیونکے لحاظ سے دیکھئے تو اس سے بد تر نظم اُردو مین نہ ملیگی یہ ہمارے
مہربان کے نزدیک اجتماع ضدین ہے غالباً آپ کے نزدیک حسین ایک عیب ہوتا ہے تو پھر
کوئی خوبی نہین ہوتی اور حسین کوئی خوبی ہوتی ہے تو پھر کوئی عیب نہین ہوتا واقعی یہ تو انتہا کی بھی
غلطی مولانا سے سر زد ہوئی کہ اسکے بعد کسی جواب کی ضرورت ہی نہین باقی رہتی۔ مگر یہ اجتماع
ضدین نہین دماغ کا جوہر ہے جو گلزار نسیم کے قدردان ہین ہمارے دوست نے اگر ایسا
دماغ نہ پایا ہوتا تو دلگداز کا جواب ہرگز نہ لکھ سکتے۔ گلزار نسیم کو مسٹر چک بست نے خود
نسیم کی تصنیف ثابت کرنا چاہا ہے اور اسکی شہادت مین اپنے بھروسے پن کے قیاسات
اور حکیم صاحب کی روایت پیش کی ہے مولانا نے لکھا ہے کہ منشی اشرف علی و صبا مرحوم کا
بیان تھا کہ آتش نے کہدی اور خود یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ اسے کیا عجب کہ آتش نے تفنن طبع کے
لئے کہا ہو اور غلطیان چھوڑکر نو عمر خوبصورت شاگرد کیطرف منسوب کر دیا ہو اسپر لکھا گیا ہے
کہ یہ روایتین بھنگیر خانہ کی گپین ہین اور طعن کیا جاتا ہے کہ گھر سے آیا ہے معتبر نائی۔ نہین
جناب نائی نہین آپ اپنی کہار ہی کی روایت پر اعتبار کیجئے لیکن اسکو تمام شعرا
جانتے ہین کہ کل صاحب مذاق سخن سنجون کو یقین ہے کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین ہے آتش کی ہے
منشی امیر اللہ صاحب تسلیم زندہ بیٹھے ہین وہ مجھ سے فرماتے تھے کہ ہمین ہم آتش کے
سب شاگرد دونکا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور شریک ہے اور نسیم نے جو کچھ کہا اُسکا بہت تھوڑا حصہ
ہمین باقی ہے۔ دیگر بڑے بڑے اساتذہ موجود ہین اُن سے جا کے پوچھ لیجئے
مگر نہین آپ کے نزدیک یہ سب بھنگیر خانہ کی خبرین ہین اور معتبر وہی ہے جو آپ نے
اپنے پورانے کہار سے سُنا تھا اس سلسلہ مین پردۂ عصمت کا نام لیکر پردہ کی بحث بھی چھیڑ

دیکھی ہے جسکو اس سے کوئی علاقہ نہین مگر یہان تو ذاتیات پر حملہ کرنا مقصود تھا چاہے کسی پہلو سے ہو۔ مگر مین پوچھتا ہون کہ مولانا نے اگر یہ لکھا تھا کہ پردہ کو مسلمان اپنے ساتھ نہین لائے بلکہ ہندوستان مین آکر اختیار کیا تو کونسا گناہ کیا اُنکے دلائل کو تو آپ کیا معنی شاید دنیا مین کوئی نہ توڑ سکے گا اسکا کیا جواب ہے کہ مسلمان جن ممالک سے آئے اُنمین حنانہ نشین کا پردہ نہ کبھی پہلے تھا اور نہ اب ہے پھر مسلمانون مین اس کا رواج ہوا تو کیونکر اور کہان سے اسکے مقابل چین مین پہلے سے پردہ موجود تھا جسکو مولانا شرر نے ثابت کردیا ہے اور چینیون کا اثر مذہب بودھ کے ظہور کے بعد ہندوستان مین بے انتہا پڑ رہا تھا پھر کونسی خلاف قیاس بات ہے اگر کہا جائے کہ چینیون سے ہندوؤن نے اور ہندوؤن سے مسلمانون نے پردہ کو اخذ کیا آپکو اگر دعوی ہو تو آپ ہی ثابت کیجئے کہ ہندوستان مین آنے سے پہلے یا اُن ممالک مین جہان سے مسلمان آئے کبھی بھی شیکلیوؤن کا رواج تھا م کہ اسبات کا کہ گلزار نسیم خاص پنڈت نسیم کی مثنوی ہے سب سے اہم نازک اور نیا ثبوت جو مسٹر چکبست کو بھی نہین سوجھتا تھا مضمون نگار صاحب نے یہ دیا ہے کہ اسمین ایک مصرع ہے —

(شب کی پوشاک بدلی ساری) یہان ساری کا لفظ منجملہ اُن بیہودہ دورعایتون کے ہے جنکی بنیاد پر نسیم کی رعایت لفظی کے میدانمین ٹھوکرین کھانے کے لحاظ سے امانت سے زیادہ نمبر ملنا چاہیئے مگر ہمارے دوست کو اس مصرع مین خاص ہندو اور ہندو بھی کون کشمیری پنڈت (نہین جناب مین تو کہتا ہون کہ خاص الخاص پنڈت نسیم کے گھر) کا جلوہ نظر آتا ہے کیونکہ آپ کے نزدیک تو سوا کشمیری پنڈتون کے اور کسی قوم مین ساری کا رواج نہین اور مین ایسا سمجھتا ہون کہ اس مخصوص گھر کے سوا اور کہین ساری نظر نہ آتی ہوگی مگر میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ مثنوی اس اعتبار سے کہ اسمین یہ اشعار ؎

پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے | یعنے کہ مطیع پنجتن ہے
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر | حمد حق و مدحت پیمبر

موجود ہین کسی کشمیری پنڈت کیسا ہندو کی بھی نہین ہوسکتی وہ کیا جانے کہ پیغمبر کون اور پنجتن کسے کہتے ہین نہ یہ تناسب اُسکے خیال مین آسکتا تھا بلکہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہندو شاعر مراعات لفظی نظم مین ظاہر کرنے سے قاصر ہے - پنڈت نسیم کے دیوان مین اگر کسی جگہ ہوگا تو وہی خاص آتش مرحوم کا عطیہ جو اساتذہ کا عام قاعدہ ہے - اسکے بعد باوجودیکہ مولانا نے خود ہی لکھا ہے کہ امانت نے رعایت لفظی کے پیچھے پڑکے بہت ٹھوکرین کھائین مگر آپ نے محض کلام پورے کرنیکے لیے دس بارہ شعر ایسے نظم کردیے جنمین رعایت نے عیب پیدا کردیا ہے دکھانا اسبات کو چاہیئے کہ عمدہ قسم کی مستحسن رعایت بھی اُنکے کلام مین ہے یا نہین اس لیے کہ یہی مولانا شرر کا دعوی ہے کہ اگر اُنھون نے ٹھوکرین کھائین تو اُنکی سعی کامیابی بھی کسیکو نہین حاصل ہوئی ایسے اعلےٰ درجہ کے صدہا شعر مین پیش کرسکتا ہون مگر نہ مجھے اتنی فرصت ہے اور نہ اپنے مہربان کیطرح مین اخبارات کے کالمونپر اتنا ظلم پسند کرتا ہون ہمارے دوست کو تعریف کرکے اپنا مطلب نکالنے مین بڑا ملکہ ہے چنانچہ مولانا نے جو دعوی کیا ہے - گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان ہین اور اس مثنوی کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین ہے اسکے معاوضہ مین وہ مولانا کی اس عبارت کو پیش کرتے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ آتش نے یہ مثنوی تفنن طبع کے طور پر کہی ہو اور پھر نسیم کو دیدی ہو اسکا آخری فقرہ دلگداز مین یون ہے کہ (اور پھر نسیم کو اسمین متعدد لغزشین دیکھکر دیدی ہو) اگر صحیح عبارت نقل کردیتے تو معارضہ ثابت کرنا درکنار پڑھنے والا ہمارے دوست کو شاید فاتر العقل کہتا اس سے ضرورت ہوئی کہ قطع و برید کا عمل کرکے جواب دیا جائے اب صحیح عبارت پیش کرنے کے بعد مین پوچھتا ہون کہ یہ کونسی بعید از عقل بات ہے کہ آتش کو اپنے کلام مین فروگذاشتین یا لغزشین نظر آئی ہون اب ذرا اعتراضات کے جو چند جواب دیے گئے ہین وہ بھی ملاحظہ ہون - نسیم کے مصرع (شادی کو کہا حیا اُٹھا کر) پر مولانا نے اعتراض کیا تھا کہ حیا اُٹھانا بےمعنی ہے) پردہ حیا اُٹھانا چاہیئے اسکا جواب دیا جاتا ہے کہ حیا اُٹھانا حیا اڑا دینا حیا اُٹھ جانا لکھنؤ کی فصاحت زبان ہے

معقول - مگر کوئی ثبوت) حیا کے ساتھ اُڑا دینا اور اُٹھ جانا دونون صحیح ہین مگر اُٹھانا نہ کسی پایہ ہے
اور نہ لکھنؤ مین بول سکتا ہے اسکے بعد شرم اُٹھانے کا محاورہ بھی بطریق ثبوت پیش کردیا ہے
اگر آپکا حافظہ کمی کرتا ہو تو ایسی دو چار لفظین بتا دون سر اُٹھانا پانُون اُٹھانا دم اُٹھانا مین
پوچھتا ہون ان الفاظ کے گنولنے سے کیا - حیا اُٹھانا صحیح ہوسکتا ہے ہرگز نہین اس سے بھی
زیادہ کمال یہ کیا ہے کہ امیر مرحوم کے مصرع کچھ نری شرم نہین ہے کہ اُٹھا بھی نہ سکون - کو
سند مین پیش کیا ہے جسکے دیکھنے کے بعد جسمین شک نہین باقی رہتا یا تو نامہ نگار صاحب
زبان دانی و شاعری سے بالکل مس نہین رکھتے یا جان بوجھ کر دھوکا دیتے ہین اور خود
بیوقوف بنکر دوسرونکو بنانا چاہتے ہین - امیر مرحوم کے شعر کا مطلب یہ ہے کہ نری شرم
نہین ہے جسے مین اُٹھا نہ سکون یعنی برداشت نہ کرسکون اُٹھانے کے معنی برداشت
کرنے کے سب کے نزدیک جائز ہین اور اگر نسیم کے مصرع مین بھی اُٹھانے کے یہ معنی
ہوتے تو کوئی اعتراض نہ تھا اُٹھانا کے اگر یہ معنی ہون تو کسیکی حیا کو دوسرے شخص کا
برداشت کرنا تو اُسپر کوئی اعتراض نہین ہے - مگر نسیم نے حیا اُٹھانے سے یہ معنی لیئے ہین
کہ شہزادے نے اپنی حیا کو برطرف کرکے یا سامنے سے ہٹا کے شادی کی درخواست کی
یعنی حیا اُٹھانا بمعنی حیا کو برطرف کرنا یا چھوڑ دینا -

ریاض الاخبار ۶ - جولائی ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

آجکل اودھ پنچ مین یہ بحث چھڑی ہے کہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر نے جو اعتراض گلزار نسیم پر کیے ہیں صحیح ہین غلط ہین اس ضمن مین ہم یہ دیکھتے ہین کہ گالی گلوج کی نوبت آگئی ہے مولانا شرر کی نسبت بہت سخت و سست الفاظ استعمال ہو رہے ہین جنکو پڑھکر افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے مکرم و محترم منشی سجاد حسین صاحب کیون اسقدر خفا ہو گئے ہین اور شرر نے انکی کیا خطا کی ہے شرر کیون گردن زدنی و کشتنی ہین اور شرر کے ساتھ کیون ایسا سلوک کیا جاتا ہے شرر نے اگر گلزار نسیم پر ریویو کیا تو کوئی خطا نہین کی شرر نے اگر خوشامدانہ ریویو نہین کیا تو واجب التعذیر نہین شرر کے ریویو پر اگر ہمارے مکرم و فاضل دوست کو سختی کے ساتھ کچھ لکھنا تھا تو پہلے مسٹر چکبست کی ہیئت انگیز دلیری پر کچھ لکھنا چاہیئے تھا جنھون نے آتش و رند و صبا خواجہ وزیر ناسخ سب کی تحقیر و توہین کی اور ایک حد تک سب کا درجہ نسیم سے گھٹا دیا یہ امر مسلم ہے کہ نسیم کی کوئی بساط اور حقیقت ان شعرا کے سامنے نہ تھی صرف اپنی قوم کے ایک شاعر کی مدح کے خیال مین مسٹر چکبست نے تمام لکھنؤ کے نامور شعرا پر بہت خراب و کمزور اور بزدلانہ حملہ کیا ہے اور اس معاملہ مین چکبست صاحب کا نام خواجہ حالی کے نام کے پاس ہی ہمیشہ درج کر لیا ہے جسطرح اُنکو شاعری سے مس و چس نہین ہے ان فنا فی القوم

تعلیم یافتہ نوجوانکو بھی شاعری سے کوئی غرض اور واسطہ نہین ہے - ہم اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کا نام نامی اسوقت زبان پر نہ لاتے مگر ایک مضمون مین اُنھون نے ہمکو متنبہ کیا ہے کہ ہمنے اودھ پنچ کا جواب درج اخبار کیون کیا اسکے کئی جواب ہین - اخبار آزاد کے مضمون مین کوئی جملہ ایسا نہ تھا کہ جو ادب کے دائرہ کے باہر ہوتا مضمون فی نفسہ بہت مدلل اور اچھا تھا اور اسکی تردید بالکل غیر ممکن ہے ہمکو یہ علم تھا کہ جس مضمون کا یہ جواب ہے وہ ہمارے لائق کرم فرما کا ہے اسلیئے کہ ہمارے مکرم کبھی ایسی کمزور بحث پر قلم نہین اُٹھاتے نہ ہمنے کبھی اُنکی تحریر کو ایسا کمزور اور سست دیکھا جو اعتراضات شرر نے کئے ہین گو موجودہ زمانہ مین اُنکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانہ مین نسیم تھے اُسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات کو دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے ہمارے دوستونکو صرف یہی لکھدینا چاہیئے تھا مگر نسیم کی غلطیون کا جواب دینا اور غلط الفاظ کو تسلیم کرنا یہ ایک بڑی جرأت ہے ہمارے دوست اور عالی دماغ مکرم نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمنے شرر کو دیہاتی لکھا گو ہمارا روے سخن شرر کیطرف نہ تھا مگر ہم یہان پر تسلیم کرتے ہین کہ اگر ہم شرر کو دیہاتی لکھین تو شرر کی کوئی توہین نہین ہے - بلکہ شرر کا فخر ہے کہ ایک دیہات کا باشندہ آج اس قابل ہے کہ جسکی کتابین نصاب تعلیم مین پڑہائی جاتی ہین اور جسکی لکھنؤ مین سند لیجاتی ہے اور جو فخر لکھنؤ تمام ملک مین مشہور ہے اور اسیطرح اودھ پنچ کی وقعت اور عزت تمام ملک مین ہے حالانکہ وہ بھی ایک دیہاتی اڈیٹر اور دیہات کے رہنے والے آجکل فخر لکھنؤ ہین اور اسوقت دیہاتیونکی وجہ سے اُردو زبان کی ترقی ہوئی ہے کہنے کو جو دل مین آے کہو مگر جب تھوڑی دیر اس مسئلہ پر کوئی غور کرتا ہوگا تو انصاف اُسکو سمجھاتا ہوگا کہ بیشک قصباتیونکی بدولت آج زبان کا یہ عروج ہے کیا شاعری کی دنیا مین کوئی آج ریاض - جلیل و نسیم - مضطر سے زیادہ شہرت رکھتا ہے کیا انکا کلام جناب جلال کیطرح روشناس عالم نہین ہے بلکہ کچھ زیادہ کیا شرر کی تصانیف کا شہرہ تمام ملک مین نہین ہے - اور لوگ اس سے فائدہ نہین اُٹھاتے شہری ہونے کا خیال تو میر و مرزا تک تھا اور وہ زمانہ بھی اسی کام کا تھا اب اس فضول خیال کو دل سے نکال کر یہ

دیکھنا چاہیئے کہ شرر نے جو اعتراض کئے صحیح ہین یا نہین ہمارے نزدیک شرر کے اعتراض ضرور صحیح ہین آتش نے لکھا تھا ؎ درد در بان سے المضاف ہوا - مگر پھر انکی کسی نے تقلید نہین کی اگر کوئی تقلید کرتا تو ٹوکا جاتا غلط لفظ غلط ہی ہے نسیم نے اگر حمل کہا تو غلط تھا جانصاحب نے کہا تو کہا اگر منشی امیر احمد صاحب مرحوم لکھتے تو بھی یہ لفظ غلط ہی ہوتا اسپر اسقدر اصرار کیون ہے جانصاحب کا خط بھی دفتر پنچ مین جنت سے آگیا - اور اسمین ہزارون گالیان بھی شرر کو اور دیہاتیون کو دیگئین مگر دوست نے یہ نہ سوچا کہ اس سے ہم بھی تو مستثنا نہین ہم گلزار نسیم کی حالت دکھانا پسند نہین کرتے ہان شرر کے اعتراضات پر آیندہ کچھ لکھین گے - آیندہ کے لئے ہم اپنے دوست اڈیٹر صاحب اودھ پنچ سے التجا کرتے ہین کہ وہ اس جھگڑے کو مٹا دین شرر سے اگر کبھی کا کوئی رنج ہو اسکو دلسے بھلا دین مگر ہمکو اسکی توقع نہین ہے کہ ایسا کوئی ملال درمیان ہو مسٹر چلبست اور انکے طرفدار ضرور آمادہ کرتے ہونگے کہ شرر کو بھلا برا کہا جائے مگر ؎ انصاف شیوہ ایست کہ بالاے طاعتست - ہم کبھی اسکو نہ پسند کرینگے کہ کوئی شخص شرر یا اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کے خلاف سخت سست مضامین بھیجے اور ہم درج کرین - اس سے بڑھکر دنیا مین کوئی نامناسب بات نہین ہے ہمنے جو لکھا ہے اپنے قدیم تعلقات اور نیازمندانہ وعون کی بنا پر لکھا ہے ورنہ ہم اسکا لکھنا بھی پسند نہین کرتے تھے نسیم کی غلطیان دکھا کر شرر کو زند و صبا کا جواب دینا تھا وہ حاصل ہوگیا اور اعتراضات کو سب نے تسلیم کرلیا اسکے ثبوت مین ہمارے پاس کئی خط آئے مگر حد ادب سے بڑھی ہوئی تحریرین ہمنے درج کرنا پسند نہ کین -

ریاض الاخبار مطبوعہ ۲۴- جولائی سنہ ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

اس مثنوی کے جدید اڈیشن نے قیامت برپا کر رکھی ہے آتش مرحوم جانصاحب مغفور کی روحین بیقرار ہوگئی ہین اور ہر ایک شاعر نسیم کی غلطیونکو صحیح تسلیم کر رہا ہے اور شہر کے واجبی اعتراضون کی کوئی وقعت نہین کرتا کیون اسلئے کہ نسیم لکھنوی تھے اور شہر قصباتی ہین اور ہمارے شاعرون کا علم وعقل اور شاعری کا موازنہ اسطرح کرایا گیا تو دنیائی شاعری مین ایک شاعر بھی تسلیم نہین کیا جا سکتا کون کہہ سکتا ہے کہ صرف ان بنا پر کہ لکھنؤ کی لونڈیان یا بعض متوسط درجہ کی خاتونین جو غلط الفاظ بولتی ہین یا غلط لغت استعمال کرتی ہین وہ کتابی حیثیت سے صحیح سمجھے جائین اور تمام دفتر لغت اور علم السنہ کو گورکھ دھندا بنا کر دینا کو موقع دیا جائے اسطرح تو اردو زبان کبھی دنیا مین صحیح و سلامت نہین رہ سکتی لکھنؤ مین تو کبوتر کو قبوتر اور کاغذ کو قاغذ اور علی بخش کو علی بخش کہتے ہین اور اسیطرح سے صدہا الفاظ کا استعمال ہوتا ہے مگر اسکو کوئی صحیح و قابل تمسک نہین سمجھتا۔ آتش اور جانصاحب کی طرف سے خط و کتابت کر کے یہ ثابت کرنا کہ ہمارے شعراعوام کی زبان کو مستند اور قابل تمسک سمجھتے تھے اور علم لغت کو دریابرد کر دینے کے قابل جانتے تھے دراصل شعراء زبان پر حرف رکھتا ہے۔ جناب خواجہ حیدر علیصاحب آتش مرحوم و مغفور اور جناب جانصاحب کے خطوط اور نواب نوازش علیخان مرحوم کے گھر کی لونڈی کی دستاویز کا کوئی اثر ان اعتراضات پر نہین ہوا

جو گلزار نسیم پر کیے گئے ہین اور جنکا اعادہ اب نہایت وضاحت کے ساتھ پیام یار مین ہوا ہے
پیام یار مین جو اعتراض گلزار نسیم پر ہین اُنکے بڑے حصہ سے ہمکو اتفاق ہے مگر جہان جہان
ہمارے مکرم اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کی پالسی سے بحث کیگئی ہے - یا انکی نسبت کلمات سخت
استعمال کیے گئے ہین اُنسے ہمکو سخت اختلاف ہے اور ہم افسوس کرتے ہین کہ ایسے الفاظ کا استعمال ایک
علمی زبان کی بحث مین کیون ہوتا ہے - دنیا مین ہر شخص ایک راے کی پرستش نہین کر سکتا
اسمین اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کا کوئی قصور نہین ہے - رہا یہ کہ گلزار نسیم کے جھگڑے مین انکی راے
کیون جناب شرر سے موافق نہین ہے اسکا کوئی سبب ہو گا دنیا مین بہت سے روشن خیال ایسے
ہین جو اساتذہ کے کلام کو گو وہ غلط ہو قابل تمسک خیال کرتے ہین نواب مرزا خان صاحب داغ مرحوم
اور شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کی صریح اور فاش غلطیان دیکھتے ہوے بھی کوئی
اُنکا شاگرد یا طرفدار اُنکی غلطی کو تسلیم نہین کرتا اور ہمیشہ ہر شخص کچھ نکچھ معنی پیدا ہی کر دیا کرتا ہے
ہم پھر کہین گے کہ اسمین قابل الزام جو صاحب ہین وہ جناب چکبست ہین جنھون نے محققانہ
دیباچہ نہین لکھا اعلان جنگ دیا اور مشہور اُستادون کی توہین کی اور غلط روایات اور غلط قصہ
فرضی کہانیان درج کرکے لکھنؤ والون کا دل دُکھایا ایسی حالت مین اگر نسیم صاحب کی فاش غلطیان
دکھادیگئین اور ثابت کر دیا گیا کہ یہ اس قابل تھے جنکو اُستادون کے برابر کرسی دیجاے تو کیا
بُری بات جناب شرر نے کی - آیندہ کے لئے ہم چاہتے ہین کہ جو صاحب بحث کرین وہ اصل
بحث پر خیال و توجہ رکھین فضول باتون کے ذکر مذکور سے کچھ کام نہین نکل سکتا -

از ریاض الاخبار مطبوعہ ۲۰- اگست ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

اس مثنوی کے نئے اڈیشن پر جو اعتراض کئے گئے ہین اُسکا جواب چکبست صاحب نے اردوئے معلیٰ مین بہت صبر و سکون کے ساتھ دیا ہے ایک ایسی مثنوی کی تائید (جسکے جدید اڈیشن کو چکبست صاحب نے اپنا وقت صرف فرماکر مرتب کیا ہے) اُنکا فرض ہے مگر اُنکا فرض صرف گلزار نسیم کی ثنا و صفت ہی تک محدود تر ہے تو اچھا ہے خدا کرے وہ یہ بھی سمجھنے لگین کہ شاعر کے کلام مین خصوصیت کے ساتھ تمام خوبیان ہی نہین ہوا کرتین ایک صاحب (زمانہ) مین نقاد لکھنوی کے نام سے ریویو کرتے کرتے ایسے جوش مین آگئے ہین کہ مثنوی سحر البیان سے گلزار نسیم کو لڑا دیا اور اُسپر صبر نہین آیا تو سحر البیان کی مرمت بھی کر دی ان باتون سے اب کوئی نتیجہ نہین نکل سکتا — گلزار نسیم کی خوبیان ہر شخص کو اپنا گرویدہ کر چکی ہین —

گلزار نسیم کی چھوٹی بحر اُسپر اختصار اور ترکیب الفاظ کی خوبیان دلکشی کا سبب ہین لیکن اس سے چشم پوشی کرنا دانائی نہین ہے کہ جناب نسیم مرحوم کا شمار طبقۂ شعرا مین اُسوقت اُستادون کے زمرہ مین نہ تھا اسکے کئی سبب تھے لکھنؤ کی زبان اُسوقت آتش و ناسخ صاف کر رہے تھے اور خود اُنھون نے اپنے بچپن کے کلام مین چیدہ چیدہ محاورہ قدیم زبان کے باندھ دیے تھے اُنکو ترک کر کے ایک نئی داغ بیل ڈال رہے تھے اور زبان اور اُسکے محاورہ محلون مین خواص پر چڑھ رہے تھے عموماً اساتذہ اُسوقت اہل زبان ہونے کا دعوی نہین کر سکتا تھا نہ صبا خواجہ وزیر

آمانت کے ہر کلام مین کیسے ہی عیوب چکبست صاحب نکالین مگر عموماً انکے لوگون کی قابلیت اور انکی زبان تسلیم کر لی گئی تھی اور اُنکو اس قسم کے موقع بھی حاصل تھے کہ وہ ایسا دعوے کر سکین ان اصحاب کا کلام ہی اُنکے دعوی کے ثبوت مین موجود ہے وہ زمانہ تو بہت دور رہا اسوقت بھی لکھنؤ مین کشمیریونکی زبان کی سند کوئی نہین لیتا ہمارے مرحوم دوست جناب سرشار جنھون نے اُردو کی دنیا مین اپنے ڈنکے بجوا دیے تھے اور جنکو یہ دعوی تھا کہ لکھنؤ کی زبان ہے اُنکو بھی یہ بات معلوم ہو گئی تھی اور اودھ پنچ نے ثابت کر دیا تھا کہ طباعی اور ذہانت اور چیز ہے اور زبان دانی اور شئے ہے (لکھنؤ مین کشمیریون اور دیہاتیون پر ایک ہی طرح نظر ڈالی جاتی ہے اگر یہ خیال کیا جائے کہ ناسخ اور اسیر کہان کے رہنے والے تھے تو دیہاتیون کے احسان سے ابھی کچھ روز شہر والے اور سبکدوش نہین ہو سکتے - بالخصوص اودھ پنچ کے احسانات سے بہت دنون تک چکبست صاحب اور اُنکے ہم خیال شہری سبکدوشی نہ حاصل کر سکینگے اور ہمکو مسرت ہے کہ یہ احسان بھی کسی شہر والے کا نہین ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جناب نسیم مرحوم کا شمار اُستادون مین نہ جب تھا نہ اب ہے اور اُنکے کلام پر جو اعتراض کیے گئے تھے وہ بہت صحیح تھے اسلیے کہ وہ آتش کے شاگردون مین تھے اور شاگردونکے بعد داخل ہوے اُسوقت آتش اور اُنکے شاگرد ترکیبون اور بندشون اور اس زبان کو ترک کر چکے تھے جو جناب نسیم نے گلزار نسیم مین لکھی ہے اور جسپر جناب شہید نے اعتراض کیے ہین (ٹک مجھ پاس) اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ اُسوقت کسیکی زبان پر نہ تھے نسیم صاحب نے ایک سخت کام اپنے سر لیا تھا وہ ان الفاظ سے اس مثنوی کو نہ بچا سکے اور چونکہ محلات کی زبان اور خواص کی صحبتون سے دور تھے اس لیے زبان کی خوبیان مثنوی مین نہ پیدا کر سکے تا ان شاعرانہ محاسن استعارات اور تشبیہ کو اُنھون نے خوب صرف کیا ہے ان وجوہ سے چکبست صاحب کا جواب کافی نہین ہے اور بہت سی تاویلین ٹھیک بھی نہین ہین آیندہ ہم چکبست صاحب کے مقدمہ پر سرسری نظر ڈالینگے جسمین اُنھون نے حالی صاحب کی

تقلید مین شعرا لکھنؤ پر بوچھار کی ہے اور چند فرضی قصے جناب نسیم صاحب مرحوم کی تعریف مین درج کردیے ہین یہی باتین محرک ہوئی ہین کہ مثنوی کی خوبیان اور اُسکے عیوب ظاہر کردیے ہین کہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کرسکے۔

از ریاض الاخبار مطبوعہ ۲۴ - اگست ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

مسٹر چک بست کو بڑی زحمت جناب نسیم مرحوم کے حقوق کے اثبات مین اٹھانا پڑی ہے کسی کا رتبہ بڑھانے کے لیئے یہ لازم ہے کہ اُسکے معاصر مٹادیے جائین مگر ہمارے نزدیک مسٹر چک بست صاحب کی یہ راے زیادہ قابل وقعت نہین ہے کہ ایک نسیم کی برتری کیواسطے رند - صبا - وزیر - خلیل - امانت وغیرہ کا درجہ اسقدر گھٹایا جاے کہ اُنکی تحقیر و توہین ہو جناب امانت مرحوم کے رعایت لفظی کا خاکہ اڑانے مین بہت کچھ ہمت صرف فرمائی گئی ہے اور اُنپر نہایت ناشائستہ الفاظ مین نکتہ چینی کیگئی ہے جناب چک بست کو اسکی کچھ ضرورت نہ تھی کہ وہ صرف جناب نسیم کے کلام پر تقلید کرتے اور اسکی خوبیان دکھاتے تو اچھا تھا امانت مرحوم نے جو رنگ اختیار کیا وہ انکا خاص حصہ تھا اور جس زمانہ مین وہ اس رنگ کیطرف متوجہ ہوے اُسوقت لکھنؤ مین اسکی ضرورت تھی

شعرا کی سوسائیٹی میں یہی رنگ پسند کیا جاتا تھا نسیم مرحوم کے کلام کو دیکھنا چاہیئے ہر شاعر کے کلام میں اسکی بہت موجود ہے آمانت مرحوم پر چوٹ کرتے کرتے منشی احمد علی صاحب شوق کی مثنوی (ترانۂ شوق) پر بھی ایک وار مسٹر چکبست صاحب نے کر دیا ہے ؎

باجی ہیں شمر یقے سب اُجڑ جائیں   بیڑی ہو سے بیر کیڑے پڑ جائیں

اس شعر پر مسٹر چکبست صاحب فرماتے ہیں (اپنے نزدیک ان صاحب نے نسیم کے ذیل کے شعر کا جواب دیا ہے ؎

سُنبل مرا تازیانہ لانا   شمشاد اسے سُولی پر چڑھانا

منشی احمد علیصاحب شوق کی مثنوی میں گو بہت شعر بے ضرورت نکلیں گے مگر اس عیب سے گلزار نسیم بھی خالی نہیں ہے معلوم نہیں مسٹر چکبست کو اس اعلان جنگ کی ضرورت کیا تھی منشی احمد علیصاحب شوق کا ایک شعر سراپا میں ہے ؎

بیخود تھے شراب پینے والے   مستی میں اُلٹ دیے پیالے

گلزار نسیم میں اس شعر کا جواب نہیں ہے کیا جناب چکبست اسوجہ سے ترانۂ شوق کو گلزار نسیم کا درجہ عطا کریں گے ایک مقام پر نسیم کے دو شعروں پر یہی اعتراض ہے اور اُنکی رعایت لفظی کو جناب چکبست پسند نہیں کرتے اسیطرح اگر وہ اور شعرا کو بھی معذور سمجھتے تو رند۔ صبا۔ وزیر۔ خلیل۔ آمانت۔ شوق کے طرفدارونکو گلزار نسیم پر نکتہ چینی کی ضرورت نہ ہوتی نسیم کی زبان کے متعلق یہ نوٹ ہے کہ ٹکسالی زبان ہے مگر اس دلیری کا ثبوت کچھ نہیں ہے چند شعر جو لکھے گئے ہیں اگر کل مثنوی میں سو پچاس شعر زبان کے نکل آئیں تو کوئی کمال کی بات نہیں ہے ٹکسالی زبان کے لیئے لازم ہے کہ زبان کی کوئی غلطی نہو جناب نسیم نے زبان کا خیال کچھ بھی نہیں کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے رعایت استعارہ تشبیہ کی پابندی کی وہ جانتے تھے کہ زبان کے دائرہ میں میرا قلم کام نہیں دے سکتا ورنہ وہ سحر البیان کا رنگ اختیار کرتے ان کے ان شعروں کا کوئی جواب نہیں ہے اور کوئی

شخص یہ ثابت نہین کرسکتا کہ لکھنؤ کی زبان مین یہ شعر کہے گئے ہین ؎

دائین دیکھا نظر نہ آئی — بائین دیکھا کہین نہ پائی

یعنی دائین بائین بکاولی کو تاج الملوک نے نہین پایا - بنائی کے لیے جو کچھ اُردو سے معلے مین مسٹر چکبست نے کہا ہے وہ اُنکی زبان مین شاید صحیح ہو مگر ذوق سلیم اور زبان سے واقف احباب کہہ سکتے ہین کہ یہ زبان کہانتک صحیح ہے ؎

پریون نے ہوا سے تخت اُتارا — ثابت ہوا ٹوٹتا ستارا

ستارہ ٹوٹتا ثابت ہوا مگر مصرع کی ترکیب نے جو اُلجھن زبان مین پیدا کی ہے ظاہر ہے زبان کو دائرہ سے نکالکر بھول بھولیان مین الفاظ کو ڈال دیا ہے ؎

جو گاتی تھین بیٹھین مثل آواز — مجرے کو اُٹھی وہ صورت ناز

رعایت لفظی کے چکر مین آکر خلاف واقع ناز کا اُٹھنا ثابت کیا ہے - ناز اُٹھایا جاتا ہے ناز اُٹھتا نہین ہے صورت ناز بکاولی اُٹھی یہ کہان کی زبان ہے ؎

ہے اب جو بیان سنگ ساری — یون پاے قلم ہوا ہے بھاری

پانون بھاری ہونا حمل کی جگہ استعمال ہوتا ہے - معلوم نہین قلم کے پانون بھاری ہونے سے کس قسم کا حمل مراد ہے صرف رعایت لفظی نے یہ عیب پیدا کیا ہے ؎

یہ در مانند چشم بیخواب — ہوتا ہے سحر کو بند بیتاب

بیتاب اس محل پر بمعنی ہے یا براے بیت ؎

کروٹ لیکر وہ عنبرین مو — اُٹھ چلنے کا سوچنا تھا پہلو

عنبرین مو تاج الملوک کی صفت ہے اس مثنوی مین دعوی کیا گیا ہے کہ زوائد اور حشو کا دخل نہین ہے مگر یہ صفت معشوق کی ہوسکتی ہے نہ عاشق جانباز کی ؎

لعل و گہر ایک درج مین ہے — شمس و قمر ایک برج مین ہے

دونون ردیفون مین (ہین) چاہیئے - لکھنؤ کی یہی زبان ہے ؎

کیا تیرے حمل کا ڈھنگ پایا سرسوں سا ہتھیلی پر جمایا

دوسرے مصرع کا مطلب صاف نہین ہے ہتھیلی پر سرسون جمانا ایک محاورہ ہے مگر یہان سیاق کلام سے اس مصرع کا کوئی مطلب نہین ہے ٥

چندے رہا مجمع بد و نیک رخصت ہوے رفتہ رفتہ ایک ایک

(بد و نیک) کا مجمع بھی قابل تعریف ہے حالانکہ مجمع مین سلاطین اور ملوک اور اعزا و اقربا بھی تھے معلوم نہین (بد) و بدکردار کون لوگ اس مجمع مین تھے۔ رخصت ہوئی یا رخصت ہوے دونون زبان کی حیثیت سے غلط رفتہ رفتہ ایک ایک رخصت ہوگیا یا رخصت ہوا

تھا داغ پسر مقدر اس کو جنتی تھی ہمیشہ دختر اس کو

اسکو ہمیشہ دختر جنتی تھی یہ زبان تو لکھنؤ کی نہین ہوسکتی۔ ہان نیرنگ بہار کشمیر ہو تو ہو اگر یہی ٹکسالی زبان ہے تو مسٹر چکبست صاحب کا دعوی صحیح ہے ٥

ہر چند سُنا گیا ہے اس کو اُردو کی زبان مین سخن گو

ہر چند اسکو اُردو کی زبان مین سُنا گیا ہے غلط ہے۔ ہر چند یہ اُردو کی زبان مین سُنا گیا ہے صحیح ہے اس قسم کی سیکڑون غلطیان موجود ہونے پر ٹکسالی زبان کہنا مسٹر چکبست کی دلیری اور جرأت کی تعریف کرنا چاہیئے ــ

(ب)

ریاض الاخبار مطبوعۂ یکم ستمبر ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

مسٹر چکبست جناب امانت مرحوم کی زباندانی پر حرف رکھتے ہین خدا کی شان ہے کہ امانت مرحوم تو زبان سے ناواقف ٹھہرائے جائین اور نسیم مرحوم اہل زبان کہے جائین۔

جناب چکبست صاحب اسطرح امانت مرحوم کی حرف گیری کرتے ہین مثلاً امانت مرحوم کے لیئے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچگیا ہے۔ لیکن چونکہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور طبیعت مین شستگی کا جوہر نہین لہذا جو شعر اس رنگ مین کہا ہے اُسے پڑھکر ہنسی آتی ہے (یہ الفاظ جناب امانت مرحوم کی شان مین استعمال ہوے ہین اور پھر یہ توقع کیجاتی ہے کہ نسیم مرحوم کی ستائش مین آپکی ہان مین ہان ملانے کو اہل لکھنؤ زبان کھولین۔

سچ تو یہ ہے کسی فن کی تنقید کے لیئے اُس سے واقفیت بھی ضرور ہے اگر کوئی شخص کہے کہ تاج محل مین یہ نقص رہ گیا تو اُسکے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ فن انجینری سے بھی واقف ہو مسٹر چکبست بیشک بی اے ہین اور اُنکی تعلیم انگریزی قاعدہ سے مکمل ہے مگر اُنکو شاعری کے نکات اور اسکے فن سے کیا تعلق ہے۔ اگر کچھ بھی واقفیت ہوتی تو امانت مرحوم کی زبان پر وہ اعتراض نہ کرتے۔ اسلیئے کہ امانت مرحوم جس طبقہ اور جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ اہل زبان ہونے کا دعویدار تھا اور اب تک اُنکے خاندان مین دعویدار

اور فصیح البیان شاعر موجود ہین - جو غیر مہذب الفاظ جناب امانت مرحوم کی شان مین مسٹر چکبست نے استعمال کیے ہین اُنکو پڑھکر کوئی شخص جو شائستگی پسند ہے صبر نہین کرسکتا -

کہا جاتا ہے کہ امانت مرحوم کو رعایت لفظی کا جنون تھا مگر یہ نہین دیکھا جاتا کہ امانت مرحوم کے وقت مین سوسائٹی کا رنگ طبیعت کیا تھا اور رعایت لفظی اضافت سخن مین داخل ہے یا نہین جنون کی جگہ چکبست صاحب دوسرا لفظ بھی استعمال کرسکتے تھے مگر دلی خیالات پر وہ پردہ نہ ڈال سکے زبان پر قدرت کاملہ ہونے کا ثبوت رعایت لفظی سے تو ہو نہین سکتا اسلیئے کہ اس معاملہ مین نسیم مرحوم بھی کچھ پیچھے نہین رہے ہین -

اس بات کا جواب کوئی مہذب شخص نہین دیسکتا کہ امانت مرحوم کی طبیعت مین شُستگی نہ تھی اگر امانت مرحوم کی شائستگی پر حرف رکھا جاتا تو شاعری کی دنیا مین کوئی شاعر بھی نہین بچ سکتا اور اگر ذاتی افعال و اقوال پر یہ حملہ ہے تو اسکا جواب اہل لکھنؤ دیسکتے ہین - یا وہ لوگ جو خود لکھنؤ کی سیر اور لکھنؤ کا پشت پناہ تصور کرتے ہین اتنا ہم بھی کہ سکتے ہین کہ شاہی دربار مین امانت مرحوم کی وقعت اور عزت اور سوسائٹی مین قدر و منزلت بحیثیت ایک شائستہ فرد ہونے کے امانت مرحوم کی مسلم ہے کوئی تنگ خیال بھی اس قسم کے کلمات انکی شان مین زبان سے نہین نکال سکتا - جن پیرایہ اور سیاق کلام مین جناب امانت مرحوم اور جناب شوق پر مسٹر چکبست نے اعتراض کیے ہین اگر اسی رنگ مین جناب نسیم مرحوم پر وہ اعتراض کرتے تو ہمکو افسوس نہوتا مگر جہان انھون نے نسیم مرحوم کی طرفگیری کی ہے وہان برادری کا پاس بہت کچھ کیا ہے اور اسطرح کل تلافی فرمائی ہے - اس سلسلہ مین عرض کرنا مناسب ہے کہ اگر نسیم سے بھی تناسب الفاظ کے ساتھ لطافت سخن قائم نہین رہ سکی تو ناظرین انصاف فرمائین کہ امانت مرحوم کے لیئے جنون کا لفظ استعمال ہوا ہے اور نسیم مرحوم کیواسطے اسکے مقابلہ مین کوئی جنون چھوڑ شعور کا لفظ نہین فرمایا جاتا اگر آپ اسکے قائل ہین

کہ نسیم مرحوم نے بھی اکثر ایسی خطا کی ہے جو شخص کثرت سے ایک عیب کا خوگر ہو تو اسکو مجنون کہنا اگر جائز ہے تو اُسکے مقابل کو بھی خبطی کہنا مناسب ہے امانت مرحوم کے لیئے تو یہ کہا گیا کہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور نسیم مرحوم کیواسطے یہ رعایت جائز رکھی گئی کہ لطافت سخن قائم نہ رہ سکی - ان خیالات کو دیکھکر اگر مسٹر چکبست صاحب کی اصلاح پر قلم اُٹھایا گیا تو کوئی بیجا بات نہ تھی - اسپر ہمارے دوستونکو ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے خفگی اور غصہ صرف کرنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے مگر بات وہ کہنا چاہیئے جو سب پسند کرین نسیم مرحوم کی طرفداری اگر جائز ہے تو خواجہ وزیر اور رند اور صبا خلیل امانت شوق کی طرفداری کیون ناجائز ہے - نسیم پر اعتراض کیئے جائین تو غصہ صرف ہو اور مسٹر چکبست نے تمام شعرا پر کُند چھری چلائی تو اُنکے بازپرس نہو - مسٹر چکبست اپنے دعوی کو بھی بھول جاتے ہین فرماتے ہین اکثر نسیم سے بھی تناسب الفاظ کی لطافت سخن قائم نہ رہ سکی - اکثر کا تکلس خوب کیا ہے دونون باتون مین کونسی بات تسلیم کیجائے (قابل معافی) کا جملہ کہتا ہے کہ آپکے نزدیک تناسب لفظی سخت جرم اور سخت گناہ ہے جسکا کفارہ ممکن نہین ہے یہ آپکی سخن سنجی پر ایک قطعی دلیل ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ فن شاعری پر آپکو کامل عبور ہے نسیم قابل معافی اسواسطے ہین کہ وہ برادری مین داخل ہین - اور رند خلیل امانت مرحوم شوق اسلیئے ملزم ہین کہ وہ مسلمان ہین - مقدمہ لکھتے وقت جسطرح جناب عالی صاحب کو اس بات کا خیال نہ تھا کہ کوئی اسپر نگاہ ڈالے گا اسیطرح مسٹر چکبست صاحب بھی یہ سمجھے ہوے تھے کہ کون دیکھنے والا ہے اور کون خیال کرتا ہے نسیم کا مرتبہ اسقدر بلند کرنا چاہیئے کہ ناسخ اور آتش بھی لحد مین بیقرار ہو جائین افسوس ہے کہ خلاف توقع ہر شخص کی نظر پڑ گئی اور وہ پردہ اٹھ گیا جسمین تعصب کا خوفناک چہرہ نظر آرہا ہے

(از حکیم برہم صاحب)

از اخبار تفریح ۶ - نومبر سنہ ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم اور قلقل

اس بحث کے متعلق قُلقُل رقم طراز ہے ۔ اس بے لطف جھگڑے کی ابتدا شرر صاحب نے کی ہے - نہین معلوم کیا ضرورت داعی ہوئی تھی کہ نسیم ایسے شاعر کا جنکی شاعری اپنا نقش جما چکی ہے آج یہ اعتراضات تذکرہ کیئے جائین - جبکہ حضرت خواجہ حافظ علیہ الرحمہ یہ اصول روشن قائم فرما گئے ہین -

به مستان نوید سرودے فرست　　به یاران رفتہ درودے فرست

نسیم آج نہین ہین - انکی مثنوی زیر تصنیف یا ابتداءً زیر طبع نہین ہے پھر شمار اعتراضات سے وہ کیا اصلاح ہے جو منظور تھی

طبقۂ شعرا مین بحث مذہب و قومیت کبھی نہین ہوتی و ہان صرف رتبۂ سخن پر حریفان بزم پہچانے جاتے ہین پس جب نسیم ایک بڑے دورۂ شاعری کے تابان شخص تھے تو کیون انکی تابش کو دُھندلا کرنے کی کوشش در کار ہے . . . .

کلام سلف مین سب سے پہلے دیکھے جانے کی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ انکے عہد دورۂ خیالات اور معیار سخن کو کیا تھا اور ضرور ہے کہ پچھلے لوگو نکو ہم جب شاعری یا کسی علم وفن کی بحث مین دیکھین تو ہمین انھین کے دور مین استغراق خیال سے اپنے آپ کو موجود فرض کرنا چاہیئے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ــــــ مے انداز قدت می شناسم

جبکہ سید محمود نے یہ دلچسپ داستان ختم کی تو اُسوقت سب حاضرین کو معلوم ہوا کہ آپ کون بزرگوار ہین اور آپکا کام کیا ہے ــ

مگر کسی پر یہ راز نہین کھُلتا تھا کہ باوجود حامی اتحاد بننے کے آپ نے پنڈت دیا شنکر نسیم کی روح کو اسقدر کیون صدمہ پہونچایا اور ایسے اعتراضات کیون کئے جن سے تعصب کوڑھ کیطرح ٹپکتا ہے ــ اور پھر شروع مین آپکا یہ اعلان کہ آپ کا مقصد اعتراض کرنا نہین ہے بلکہ ایک منصفانہ ریویو لکھنا ــ آپ کی تحریر کے بالکل خلاف پڑتا تھا ــ یا ریاض الاخبار مین جو مضمون لکھا تھا اور جو جانصاحب یہان اُٹھا لائے تھے اُسمین تو آپ نے بالکل پردۂ تہذیب اُٹھا دیا تھا اور ہندوؤن کو عموماً اور کشمیری پنڈتون کو خصوصاً ــ الو کے میلے کی وضع تہذیب کی ساری کو اُٹھا کے اُنگلیان مٹکا مٹکا کے فحش بکا ہے ــ کجا اتحاد کی میٹھی میٹھی باتین اور کجا یہ زہر اُگلنا ــ یہ عقدہ نہین کھُلتا تھا اسکی تفتیش کے لیے اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے بلائے گئے اور اُن سے کہا گیا کہ تم اپنا دفتر یہان کھول کر بتاؤ کہ یہ دلگداز مین جو تحریر نکلی ہے اسکا اصلی سبب کیا ہے اور لکھنے والے کا اصلی منشاء کیا ہے یہ کہنے کی دیر تھی کہ انھون نے ایک بیاض نکالی اور کل کچا چٹھا اسیطرح بیان کیا کہ سال دو سال سے لکھنؤ مین ایک نئے فتن کے انشا پرداز حضرت چک بست پیدا ہو گئے ہین ــ انھون نے حالی اور شرر کی چھیڑ چھاڑ کرنے کا بیڑا اُٹھا لیا ہے ــ حالی تو ایک متین آدمی ہین ــ وہ خود تو جناب چک بست کے اعتراضات کا جواب دیتے نہین اپنے مریدون سے لکھواتے ہین ــ مگر شرر صاحب تو ریگستان سخن مین اعتراضات کی گرما گرمی سے بلبلا اُٹھتے ہین ــ چنانچہ جناب چک بست نے ایک مضمون کشمیری دربن مین پنڈت رتن ناتھ سرشار پر بھی لکھا تھا اور سرشار کے جوہر خوب خوب چمکائے تھے اور ایک موقع پر سرشار صاحب کی لیاقت و شہرت کا پردہ اچھی طرح فاش کر دیا تھا ــ یہ مضمون شرر صاحب کے دل مین

تیر نیمکش کیطرح کھٹکتا رہا اس فکر مین تھے کہ چکبست کی ایسی گرفت کرون کہ عمر بھر تو یاد کرین۔ غرضکہ حال مین جناب چکبست نے گلزار نسیم کا شگوفہ چھوڑ دیا۔ پھر کیا تھا پھر تو شرر صاحب کو اچھی طرح سے تخ بخی چھوٹی اور انکھین بند کرکے اور تلملا کے آپ نے گلزار نسیم پر چالیس پچاس اعتراض جڑ ہی تو دیے اور کہا کہ تو سہی حضرت چکبست کی محنت خاک مین ملا دون اور نسیم کا نام سخنوروں کے دائرے سے خارج کرا دون اور آخر مین دس پانچ اعتراض تصرف بیجا کے جناب چکبست پر جڑ دیے اور یہ تو ظاہر ہے کہ بدحواسی مین جو اعتراضات کیے جاتے ہین وہ کس رنگ کے ہوتے ہین وہی رنگ ان اعتراضات کا ہے۔ کہین کچھ کہتے ہین پھر اسکے تردید کرتے ہین کبھی کسی شاعر کو لے مرتے ہین مگر ہمیشہ بے سُرا الاپتے ہین۔ جب اعمال بد کے فرشتون نے رپورٹ پیش کی اعتراضات کی تمام قلعی کھل گئی۔ اور اصلی کیفیت معلوم ہو گئی خیر یہ تو تمہید ہے آپ اصل مطلب سُنئے جسکے لیئے مین نے یہ طولانی خط لکھا ہے یعنے اگر دیا شنکر نسیم پر اعتراض کیئے تھے تو آپ کی تیر ریزی انھین تک محدود رہتی آپ نے میری شہرت مین داغ لگانے کی کیون فکر کی ہے اور میرے شاگردون کا نام کیون بدنام کیا ہے

باقی آیندہ

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

از اودھ پنچ مطبوعہ ۲۷ جولائی ۱۹۰۵ء جلد ۲۹

جنّت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۲

آخر بیٹھے بیٹھے یہ آپکو سوجھی کیا یہ قبر کے مُردے اکھیڑنے کیون شروع کیے اور پھر اگر ایسی حرکت کی بھی تھی تو سلیقہ کے ساتھ کی ہوتی - زبان لکھنؤ پر آپ کی جان جاتی ہو - اہل لکھنؤ چاہے آپ کو مُنھ لگائین یا نہین - مگر آپ (ع لے دیکے اپنے یارونکو) انکی طرف سے لڑنے کو موجود - خیر اگر آپکو لہو لگا کر شہیدون مین ملنا ہی منظور تھا تو اسی رنگ پر قائم رہے ہوتے - نسیم ہندو تھے انکی مخالفت آپکے مسلک کا جزوِ اعظم تھی انکو خوب جی کھول کے گالیان دی ہوتین - مگر کسی کے تو ہو کے رہے ہوتے واللہ غضب کیا کہ مجھکو اور میرے تمام سر برآوردہ شاگردونکو ذلیل کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا آپکی طبیعت کا اونٹ تو کسی کل بیٹھتا ہی نہین - بندہ نواز آپکی شوخی بھی ابلق لیل و نہار کی شوخی سے کم نہین - آپ کسی شہسوار سخن کی ران جمنے نہین دیتے - نسیم بھی برطرف مین بھی برطرف رند بھی برطرف خلیل بھی برطرف صبا بھی برطرف بس اک آپ برطرف آپ نے اپنے بزرگون سے سُنا ہوگا کہ مین نے اور میرے شفیق شیخ ناسخ نے لکھنؤ کی زبان کو دہلی کی غلامی سے آزاد کیا جو کچھ میری زبان سے نکل گیا اُسپر اہل لکھنؤ ہمیشہ ناز کرتے رہے مگر آپ کس ڈھٹائی سے فرماتے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ آتش نے . . . . . . اس مثنوی کو تفنن طبع کے

طور پر کہا ہو پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھ کے اُسنے بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو
کیون حضرت منطقی تو آپ بڑے ہونگے - فرنگی محل مین نہ سہی دہلی ہی مین سہی - آپکو
یہ ثابت کرنے مین تکلف نہین ہوتا کہ چین سے ہندوستان مین پردہ اُڑ آیا - مگر یہ جو کچھ
آپ نے میری شان مین فرمایا ہے - اسکے معنے بھی آپ سمجھے کہ نہین اسکے معنے یہ ہوے
کہ اپنی لغزشونکا مجکو علم ہو گیا تھا انکو دور نکر سکا اور مجبوراً مین نے - مثنوی نسیم کے سر منڈھی
یہ تو آپ نے میری بڑی قدردانی کی اور لکھنؤ پر بڑا احسان کیا - ہاے مین وہ ہون کہ مجھکو
میرے معاصرین خدلے سخن کہتے ہین - میرے تیز نشتر و نکی چار دانگ ہند مین شہرت تھی
مگر آپ نے خوب داد دی کہ مجھ سے سہواً نہین غلطیان رہ گئین بلکہ غلطیون اور لغزشون کا
علم ہونے پر بھی مین انکو دور نہ کر سکا ع اس فہم کے اس سمجھ کے قربان - اور پھر
لغزشین جیسی ہین وہ آپ کے مضامین سے ظاہر ہین مثلاً گلزار نسیم کا مصرع ہے - ع
بجلی سے لہر سے تھا ہم آغوش - آپ فرماتے ہین کہ لہر کی جگہ) لہر یعنی ہاے متحرک کے
ساتھ اُردو مین غلط ہے) (اُردو مین غلط ہے اور انگریزی مین جائز ہے) کیون صاحب
جسوقت مجھکو (اس غلطی) کا علم ہو گیا تھا تو مین اسکو یون نہین بدل سکتا تھا کہ - ع
تھا بجلی سے لہر سے ہم آغوش - یا دوسرا مصرع ہوا کہ ع بیجا وہ ہوا کہا کہ جا جا -
آپ فرماتے ہین کہ برہم - ہوا کی جگہ پر (بیجا ہوا کہنا بہت ہی مبتذل بازاری زبان ہے
اور بازار بھی لکھنؤ نہین کہین اور کا) (یہ لکھنؤ نہین) بھی کیا خوب ہمارے وقت مین تو
یہ کہا جاتا کہ لکھنؤ کا نہین - اب آپ ہی (پردہ عصمت) پر ہاتھ رکھکر فرمائیے کہ مین کیا
(مین بیجا ہوا) (کو برہم ہوا) نہین بنا سکتا تھا اور وہ کونسا اعتراض ہے جسکو مین تو مین
آپکی لیاقت کا شخص بھی - دم زدن مین دو چار لفظ بدل دینے سے دور نہین کر سکتا
مگر آپکو یہ لکھنے مین ذرا تکلف نہ ہوا کہ مجھکو اپنی لغزشون کا علم بھی ہوا اسپر بھی مین انکو دور نہ
کر سکا اس حماقت کی اور تو کوئی وجہ ہو نہین سکتی یا تو آپ یہ کہئے کہ مجھکو نسیم سے دشمنی تھی

مگر آپ ایسا کہ نہین سکتے کیونکہ آپ قبول چکے ہین کہ مجھکو اس ہونہار شاگرد سے خاص دلبستگی تھی کہ مین نے انکو فریب دیا یا محض یہ لغزشین اسلیئے رہنے دین کہ جب لکھنؤ مین جہل کی تاریکی پھیلے تو میاں تمنزران آتشی لغزشوں سے فائدہ اُٹھاکر جگنو کی دُم کیطرح چمکین - لیکن ایسا ہو نہین سکتا صاحب اتحاد بنکر ہندوؤنکی دریردہ جڑ کاٹنا انکے قابل فخر بزرگون کو بُرا بھلا کہنا آپ کے وقت کے مسلمانونکو مُبارک ہو -

اگر طریقت اسلام درجہان اینست ہزار خندہ کفر است بر مسلمانی

ہمارے وقت مین ہندو مسلمان شیر و شکر کی طرح ایک دوسرے سے ملے جلے رہتے تھے - اگر کوئی ہندو صاحب کمال ہوتا تو اہل اسلام اسکی قدردانی کرتے تھے - اور اب بھی شرفاء لکھنؤ کا یہی دستور ہے - کم نظری اور تنگ خیالی اور ونکو مبارک رہے - یہ جملۂ معترضہ تھا بازآمدم بر سر مطلب پس جس حالت مین آپ اس بات پر قرآن اُٹھانے کو تیار ہین کہ گلزار نسیم میری تصنیف ہے تو کس پہلو سے فرماتے ہین کہ اسکی زبان لکھنؤکی مستند زبان نہین ہے تو پھر کسکی زبان مستند ہوسکتی ہے آخر کس مُنہ سے آپ نے یہ مضمون لکھا - چاپلوسی بیچارے سے آپکو یہ فیض کالنا تھا تو مین نے کیا کیا تھا جب تو آپ مجھ سے میرے شاگردونسے اور آپکے بزرگون تک سے علیک سلیک نہ تھی پھر اس گھبراہٹ کے کیا معنے - اعمال بد کے فرشتے کہتے ہین کہ آپ حیدرآباد سے حضرت سکینہ والے قصے مین بہت تعجیل کے ساتھ بھاگے معلوم ہوتا ہے کہ ہوش و حواس کی بقچی وہین چھوٹ گئی یا اسٹیشن پر رہ گئی آپ نے طبیا کا رزولیوشن تو کانفرنس مین بڑے جوش و خروش سے پیش کیا تھا - بہتر ہے کہ تھوڑے روز تک شیرۂ بادام چاٹیئے ورنہ یہ اسہال دماغی کی شکایت رفع نہو گی مانا کہ آپ شاعر ہین - ناولسٹ ہین . مولانا ہین مگر دوا دارو کرنا عیب نہین ہے - اگر آپکی عنایت میری ہی ذات تک محدود رہتی تب بھی چندان ہرج نہ تھا مگر آپ نے تو غضب کیا کہ لکھنؤ کے تمام سربرآوردہ شعراپر

گلوخ اندازی شروع کردی مجھ سے تو آپ اس امر سے انکار کر ہی نہین سکتے کہ ریاض الاخبار مین جو مضمون نکلا تھا اور جسکے آخر مین کسی صاحب (اسے کا نام لکھا ہوا تھا) وہ آپ ہی کا تھا - آپ لاکھ چھپائین مگر ہم تو بیا پانی کے تیکئے کی صدا پہچانتے ہین آپ نے اسمین اپنی بڑی تعریف کی تھی اور دلگداز مین بھی کھلم کھلا آپ نے اپنی تعریف کی کہ ہمارا گلزار نسیم والا مضمون لوگونکو پسند آیا مگر مین اسکا قائل نہین اپنے منھ میان مٹھو بننے مین کیا مزا ملتا ہے - ع

حظوظ نفس سے یابد چو زن پستان خود مالد - بات تو یہ ہے کہ جب کوئی دوسرا بھی تعریف کرے خیر اصل مطلب یہ ہے آپنے ریاض الاخبار والے مضمون مین لکھا ہے کہ گلزار نسیم مین آتش کے تمام شاگردونکا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہے اور نسیم کا بہت ہی کم حصہ اسمین باقی ہے - یک نشد دو شد - آپ خود ہی غور فرمائین کہ اس سے بڑھکر میرے شاگردونکی اور میری کیا ذلت ہو سکتی ہے کہ جس مثنوی کی تصنیف مین وہ سب شریک ہون اسمین اسقدر غلطیان رہجائین کہ آپ ایسے خاکہ اڑانے پر تیار ہو جائین اور اسی مثنوی کی نسبت یہ کہا جائے کہ جتنی غلطیان اسمین ہین اتنی کسی اردو نظم مین نہ ملین گی - آخر اسکا جواب آپکے پاس کیا ہے - مین تو یہی کہونگا کہ آپ نے اب دلگداز کو بھی - اتحاد کی پالسی پر لانا چاہا ہے - یعنی ظاہر مین تو آپنے لکھنؤ کی زبان کی طرفداری کی ہے لیکن باطن مین شعراء لکھنؤ کا خاکہ اڑایا ہے واہ حضرت واہ بنتے تو ہین آپ لکھنؤ کے اور اہل لکھنؤ کی مذمت مین کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھتے - اور کیا کہون آپ ایسے شہسوار سخن ہین کہ اپنی ہی فوج کو مارتے ہین ——

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۳- اگست سنہ ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۳

ہان صاحب آپ کے خیالات کا گورکھ دھندا توکسیطرح سمجھ ہی مین نہین آتا کبھی آپ نسیم کی روح کو صدمہ پہونچانے اور کبھی آپ میری اُستادی مین داغ لگانے کی فکر کرتے اور کبھی میرے تمام شاگردون کی شُہرت خاک مین ملاتے ہین اسکی وجہ سمجھ مین نہین آتی سُنتا ہون کہ آپکی تصنیفات دو گدھونکے بوجھ سے کم نہین - اسلئے یہ نہین کہہ سکتا کہ آپ کو زبان پر اتنی قدرت نہین حاصل ہے کہ اپنے خیالات صاف طور سے ظاہر کرسکین - بیشک آپکی انشاپردازی کا رنگ طرفہ معجون ہے کیا کہون مجبوراً آپ کے یہ مضامین پڑھتے پڑھتے زبان خراب ہوئی جاتی ہے - مجھکو ہنسی بھی آتی ہے - اور رقت بھی افسوس لکھنؤ کی یہ حالت ہوگئی کہ آپ سے انشاپرداز گلزارنسیم کی زبان پر اعتراض کرنے کی جرأت کرین خدانخواستہ اور تصانیف تو آپ کے میری نظر سے گذرے نہین ان دو مضامین مین آپنے ایسی غلطیان کین ہین کہ ہمارے وقت کے لکھنؤ کا طفل مکتب بھی نکرتا اوّل تو مین یہ دیکھتا ہون کہ آپ نے موقع بموقع انگریزی الفاظ بے ڈھڑک استعمال کیئے ہین شاید اس سے آپ کا یہ مطلب ہو کہ مین انگریزی بھی جانتا ہون مگر آپ کے اظہار لیاقت کے پھیر مین زبان کا خون ہوا جاتا ہے بیشک وسعت زبان کے لحاظ سے انگریزی الفاظ کا استعمال کرنا جائز ہے مگر ایسے الفاظ استعمال کرنا جنکے مترادف الفاظ اردو مین موجود ہین بعید از دانشمندی ہے - میرے شفیق غالب اسوقت میرے پاس تشریف رکھتے ہین انھون نے ایکمرتبہ اپنے سہرے مین نیر کا لفظ استعمال کیا تھا اس اختراع پر تمام اساتذہ دہلی مین تہلکہ

مچگیا تھا کہ انگریزی لفظ کا استعمال کرنا کیا معنی مگر آپ کے زمانہ مین ہر شخص شتر بے مہار ہے
مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ عرب کا ناول لکھئے چاہے زبان کی لطافت مٹی مین ملجائے
اٹ آپ ملاحظہ فرمائین کہ آپنے ساتھ سطرونمین تین جگہ انگریزی لفظ (ایڈٹ) استعمال کیا ہے
(دیکھو دلگداز بابت مارچ سنہ ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۱) تو لفظ ایڈٹا) تو یہ (ایڈٹ کے معنی جانتا نہین
سید محمود صاحب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ (ایڈٹ) کرنیکے معنی ترتیب دینے کے
ہین آپ آسانی سے اس غیر مانوس اور غیر فصیح انگریزی لفظ کے استعمال سے پرہیز کر سکتے تھے
اسیطرح آپنے دس گیارہ جگہ مسٹر چکبست لکھا ہے۔ کیون بندہ نواز یہ کس لکھنؤ کی
اُردو ہے (آپ چکبست صاحب) لکھ سکتے تھے۔ (جناب چکبست) لکھ سکتے تھے
غرض کہ یہ مفہوم آپ بہتر طرح اُردو الفاظ کی مدد سے ادا کر سکتے تھے آپ نے مفت مین
انگریزی زبان کے آگے کاسۂ گدائی لیکر اُردو کی آبرو ریزی کی۔ یہ گنگا جمنی اُردو لکھنے سے
آپکا کیا مقصد ہے اگر آپکی زبان کسی موقع پر کوتاہی کرے تو انگریزی لفظ استعمال کرنا مجبوری
مین داخل ہے مگر اس ڈھٹائی سے انگریزی الفاظ ٹھونس دینا آپ ہی کا کام ہے۔ یہ تو
وہی ہے کہ جیسے کوئی شخص غرارہ دار پائجامہ ہیٹ اور جاکٹ پہن لے۔ اور طرہ یہ کہ
انگریزی الفاظ استعمال کرنے کا تو آپکو اسقدر شوق ہے مگر انگریزی الفاظ کے مفہوم سے
بوجہ کم علمی آپ واقف نہین سید محمود نے جب آپکا مضمون پڑھا تو اکثر جگہ مسکرانے لگے
مین نے پوچھا اس کے معنے کیا تو کہنے لگے کہ ہمارے مولانا انگریزی الفاظ تو بے تکان
استعمال کرتے ہین مگر انکا مفہوم نہین سمجھتے چنانچہ انھون نے تمثیلاً دو اعتراض کیئے۔ اعتراض
نمبر (۱) آپ نے ایک مقام پر (مسٹر چکبست صاحب تحریر فرمایا ہے (دلگداز ماہ اپریل
صفحہ ۲۰) واقعی ایجاد بندہ اسی کا نام ہے سید محمود فرماتے ہین کہ ہر انگریزی خوان طفل مکتب
بھی جانتا ہے کہ (مسٹر) کے بعد صاحب یا (اسکوائر) کا لفظ نہین استعمال کیا جاتا یا آپ کو
چکبست لکھنا تھا یا محض مسٹر چکبست) مسٹر چکبست صاحب تو کوئی معنی بھی نہین رکھتا

دخل درمعقولات اسیکا نام ہی یہ جانصاحب کا شعر نہین ہی کہ آپ (حمل) کو بگاڑ کر یہ (دحل) بنا دیجیے - یہ غیر زبان ہی اسکا جواب دیجیۓ ورنہ آج سے اُردو لکھنا چھوڑ دیجیۓ اور اگر یہ نہ کیجیۓ تو کم سے کم انگریزی الفاظ کے استعمال سے تو کنارہ کشی کیجیۓ —

اعتراض نمبر ۲) آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ (عام پبلک پر ظاہر کردیا جاۓ) یہ عام پبلک بالکل غلط ہے - پبلک کے معنی خود عوام الناس کے ہین پھر عام پبلک کہنا) بالکل مہمل و بے معنی ہے —

خیر یہ تو سید محمود کے اعتراض تھے انکی عذرخواہی تو آپ اسیطرح کرسکتے ہین کہ بغیر کسی انگریزی دان کے دکھاۓ ہوۓ مضامین شائع کردیے گئے مگر آپ نے اُردو کی غلطیان ایسی کی ہین کہ معاذ اللہ قدم قدم پر ٹھوکرین کھائی ہین مجھکو تو آپ کے یہ دو مضمون پڑھتے ہوۓ اُلجھن پیدا ہونے لگی میرا مقصد آپ پر اعتراض کرنا نہین ہی مین صرف آپ ہی کے بھلے کے لیۓ آپکی لغزشین پیش کیۓ دیتا ہون کہ آیندہ ایسی غلطی نہ کیجیۓ گا آگے آپکو اختیار ہے

فہمائش نمبر (۱) آپ تحریر فرماتے ہین کہ قابل غور ۳۱ صفحونکا وہ دیباچہ ہے - جو شائع کرنے والے کی لیاقت و قابلیت کو ظاہر کرتا ہے (بندہ نواز قابلیت و لیاقت) کے بعد (کو) محض آپکی عدم قابلیت ظاہر کرتا ہے فصاحت زبان کے لحاظ سے تو یہ فقرہ یون ہونا چاہیۓ تھا کہ جس سے لکھنے والے کی قابلیت اور لیاقت کا اظہار ہوتا ہے) لیکن اگر آپ ہی کی بندش الفاظ قائم رکھی جاۓ تب بھی (کو) آپ کے تخلص کیطرح بالکل حشو معلوم ہوتا ہے بس اسقدر کافی تھا کہ قابل غور وہ دیباچہ ہے جو شائع کرنے والے کی لیاقت و قابلیت ظاہر کرتا ہی یہ (کو) کا اور (کی) بھرتی کے لیۓ استعمال کرنا خاص ایسے دیہات کے

لہ اودھ پنچ بے خواجہ صاحب آپ سے پیشتر اس دنیا کے لوگ اس بے تکی گرہ پر بہت اعتراض کرچکے ہین - کشمیری درپن مین ڈاکٹر بینج بہادر سپرو نے بھی یہی اعتراض کیا ہے - حالانکہ ابھی تک اسکا جواب نہ خود حضرت شمر نے لکھا نہ کسی صاحبزادے کے نام سے لکھوایا ہے —

زبان دانون کا حصہ ہے۔

فہمائش نمبر (۲) آپ لکھتے ہین تعجب کی بات نہین اگر آتش اس دلبستگی کی بنیاد جو انھین نوعمر شاگرد سے تھی اسی کی تحریک سے یا اُسکی مشق اولین دیکھ کے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو۔ پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھ کے اسے بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو یون تو ماشاء اللہ یہ تمام فقرہ اسلوب بیان کے لحاظ سے نور کے سانچے مین ڈھلا ہوا معلوم ہوتا ہو۔ مگر آخری فقرہ مین یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ (اسے) اور (اُسی) کی ضمیرین کسطرف پھرتی ہین۔ خدا جانے آپکا یہ مطلب ہے کہ مثنوی کو بجاے اپنے (نسیم) کیطرف منسوب کر دیا یا نسیم کو بجاے اپنے مثنوی کیطرف منسوب کر دیا کیون صاحب اسی کا نام زباندانی ہے معمولی خیال بھی تم آپ نثر مین اچھی طرح نہین ادا کر سکتے دیکھئے اگر کوئی لکھنؤ والا یہ مطلب ادا کرنا چاہتا تو وہ اسطرح لکھتا (کہ چونکہ آتش کو نسیم سے خاص دلبستگی تھی لہذا تعجب نہین کہ انھون نے اس نوعمر شاگرد کی تحریک سے یا اُسکی مشق اولین دیکھ کر یہ مثنوی تفنن طبع کے طور پر کہدی ہو لیکن اپنی اس تصنیف مین متعدد لغزشین دیکھ کر اُسے بجاے اپنے نسیم کیطرف منسوب کر دیا ہو) سمجھے مولانا۔

فہمائش نمبر (۳) آپ فرماتے ہین (جن دنون) یہ مثنوی کہی گئی اُن دنون شاعری کا یہ رنگ تھا الخ (یہ محض جن دنون) یہ کہانکی زبان ہو۔ اگر فصاحت کا خیال ہے تو یہ لکھئے کہ جس زمانے مین یہ مثنوی کہی گئی الخ اور اگر یہ منظور ہے کہ آپ کا طرز تحریر کسی قدر دیہاتی زباندانی کا پہلو مارتا رہے تو یہ کہئے کہ (جن دنون مین یہ مثنوی کہی گئی) محض جن دنون تو نہ صرف و نحو کے قاعدے سے ٹھیک ہے نہ لغت کی رو سے جائز ہے نہ روزمرے محاورے کے لحاظ سے غالباً آپ نے (مین) اس لئے زبان سے نہ نکالا کہ کوئی بکری نہ کہے مگر یہ بھی بزدلی ہے للہ ان روباہ بازیون سے باز آئیے۔

فہمائش نمبر (۴) آپ لکھتے ہین کہ موازنے سے پیشتر ضرورت تھی کہ گلزار نسیم پر

ایک .... معقول، یو یو کہا جائے) حضت یہ جملہ یون ہونا چاہیئے۔ موازنے سے پیشتر یہ ضرورت تھی کہ الخ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام سے آپ یہ) اُٹھاکر (حل) کے پہلے بقول نسیم پیش خیمہ سے آئے شاباش کیا ہونہار ہو

فہمائش نمبر (۵) اسکے بعد آپ تحریر فرماتے ہین (ہر قسم کی خوبیان اسمین سے نکال کے دکھائی جائین) کیون صاحب یہ (نکال کے) کا یہان کیا تک ہے۔ مثنوی گلزار نسیم بھی کوئی ہانڈی ہے اور اسکی خوبیان ار ویان ہین کہ آپ کے سامنے نکال کے) پیش کی جائین سلاستی سے اختصار بھی آپ کے مزاج مین بہت ہے کہ ضروری الفاظ چھوڑ جاتے ہین اور طوالت سے بھی اسقدر عشق ہے کہ موقع بموقع کل طویل ہوتے جاتے ہین اگر آپ صرف اسقدر تحریر فرماتے کہ ہر قسم کی خوبیان اسمین دکھائی جائین تو کیا قباحت تھی۔

فہمائش نمبر (۶) پھر آپ قمطراز ہوتے ہین (کہ اس کام کو مسٹر چکبست نے کیا ہی مگر بہت ہی ناقص الخ (پھر وہی) (کو) (آپکا) عبارت مین خواہ مخواہ ٹھونسا پڑتا ہے۔ لکھنؤ والے یون لکھتے۔ یہ کام مسٹر چکبست نے کیا الخ))

فہمائش نمبر (۷) ایک اور جملہ ملاحظہ ہو (سچ یہ ہے کہ امانت نے تناسب الفاظ کی فکر مین اپنے تئین بدنام تو بہت کیا مگر اس صفت کے پیچھے پڑ کے ٹھوکرین بہت کھائین تو کامیاب بھی سب سے زیادہ وہی ہوے ہین) آپ ہی ایمان سے فرمایئے کہ اس جملہ مین (تو) (مگر) اور (ہین) کا استعمال کس قدر بے موقع ہوا ہے۔ دیکھیئے اس جملے کو اہل زبان یون ترتیب دیتے ہین (یہ سچ ہے کہ امانت نے تناسب لفظی کی فکر مین اپنے تئین بدنام بہت کیا اور اس صفت کے پیچھے پڑکے ٹھوکرین بہت کھائین مگر کامیاب بھی سب سے زیادہ وہی ہوے) حضت آپ مضمون لکھتے ہین تو کسی شہر والے کو دکھا لیا کیجئے ورنہ ایسے اُلجھے ہوے فقرے لکھنے سے فائدہ۔ افسوس ہے کہ اگر آپ مشورہ بھی لیتے ہین تو اُجڈ دہاتیون سے اور یہ نہین جانتے۔ ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند —

فہمائش نمبر (۸) آپ لکھتے ہین کہ (افسوس اس بات کا ہی کہ اسکے دوسرے رُخ یعنی مثنوی گلزار نسیم کے عیوب کی طرف سے ۔ ۔ ۔ ۔ چشم پوشی کی ہی) یہ ہر طفل مکتب جانتا ہے کہ پہلے (اسم) لایا جاتا ہے اسکے بعد اسکی ضمیر مگر آپ نے اس قاعدہ کو بالکل تہ و بالا کر دیا ہی۔ واہ مولانا وا۔ یہ جملہ یون ہونا چاہیئے (افسوس بات کا ہے کہ گلزار نسیم کے دوسرے رُخ یعنی اسکے عیوب کیطرف سے آلخ)

فہمائش نمبر (۹) آپ پھر توسن خامہ کو یون جولانگاہ سخن مین لاتے ہین کہ جسقدر یہ مثنوی ایک عمدہ ریویو کی محتاج ہی اُردو کی اور کوئی نظم نہین) کیون صاحب اس جملے مین (ایک) کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اور مثنویان (دو عُمدہ ریویو کی محتاج ہین اور یہ مثنوی ایک عمدہ ریویو کی محتاج ہے معلوم ہوتا ہے علم ریاضی مین بھی آپکو کچھ دخل ہے (جبھی) (ایک) (اور دو) آپکو یاد آجاتے ہین مگر یاد رکھیئے گا کہ جہانتک زباندانی تعلق ہی آپکی ایک نہ چلیگی۔

فہمائش نمبر (۱۰) آگے چلکر آپ نے اپنے ہُد کی قلم کو یون اُڑایا ہے کہ (اپنی قوم و گروہ مین ہیرو پیدا کرنے کی ایسی ہوس ہوتی ہی کہ انصاف کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہین) یہانپر حسب معمول (کو) صاحب خواہ مخواہ ڈٹے بیٹھے ہین۔

فہمائش نمبر (۱۱) پھر آپ یون گلفشانی کرتے ہین کہ (اُس سلسلے کو ہم نے ابھی ختم نہین کیا ہی) بندہ پرور اگر پھر اس فقرے کو لکھئے گا تو اسطرح لکھیئے گا۔ یہ سلسلہ ہم نے ابھی ختم نہین کیا ہی

فہمائش نمبر (۱۲) پھر آپ کس ڈھٹائی سے فرماتے ہین کہ ہم گلزار نسیم کے محاسن کو نہین بتائینگے اگر آپ موقع بموقع (کو) ضرور لائینگے۔ حضرت یون کہنے مین کیا حرج ہے (کہ ہم گلزار نسیم کے محاسن نہین بتائین گے۔

فہمائش نمبر (۱۳) اسی طرح آپ تحریر فرماتے ہین۔ کیا اچھا ہوتا کہ مسٹر چکبست ۔ ۔ ۔ ان عیوب کے مٹانے کی کوشش کرتے)

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (عالی وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۱۔ اگست ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر۴

فہمائش نمبر (۱۴) آپ فرماتے ہین کہ (انکے (یعنی محاسن کے) حیطۂ تحریر مین لانیکے لئے ضرور ہے کہ ایک ضخیم کتاب لکھی جائے) مین پوچھتا ہون کہ ضرور ہے) اس فقرے مین کس پہلو سے صحیح ہے۔ یا تو آپ یہ لکھتے کہ انکے حیطۂ تحریر مین لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک الخ) یا یہ لکھتے کہ انکے حیطۂ تحریر مین لانے کے لئے اسبات کی ضرورت ہے کہ الخ) یہ آپ کس وقت کی اور کہانکی زبان لکھ رہے ہین۔ اگر آپ کے نزدیک لکھنؤ کی یہی زبان ہے تو واقعی گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین۔

فہمائش نمبر (۱۵) مارچ کے دلگداز مین جو مضمون گلزار نسیم مین آپ نے خاک اڑائی کی تھی اسکی کیفیت تو آپ دیکھ چکے کہ پانچ صفحون مین سترہ غلطیان ہین۔ اب اپریل کے دلگداز مین جو کچھ آپ نے گلفشانی کی ہے اسکی حالت سنئے آپ فرماتے ہین کہ (اس بحث (کو) مکرر چھیڑ دیا ہے) مین دیکھتا ہون کہ (کو) سے بے طرح آپکو انس ہے۔ کیون نہو وطن کی ہر ایک چیز عزیز ہوتی ہے اسمین چاہے زبان ہو یا طرز بیان۔ لیکن اگر قلمی لکھنوی بننے کا شوق ہے تو اس خلقی زبان کو ترک کیجئے اور (کو) کو سلام کیجئے۔ اور جس فقرے کا مین نے اشارہ کیا وہ اگر پھر لکھئے گا تو اسطرح لکھئے گا کہ وہ بحث مکرر چھیڑ دی ہے

فہمائش نمبر (۱۶) آپ لکھتے ہین کہ ان اعتراضون کے اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے واقعی نسیم نے سچ کہا ہے ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔

آپ لاکھ لکھنؤ کی زبان کے سرپرست بننے کی کوشش کرین اور اپنے تئین لکھنوی بتائین لیکن جہان آپ بولے کہ تمام حقیقت حال آئینہ ہو گئی۔ اس فقرے مین (کوشش کرنی چاہیئے)

سے صاف دہلی کی زبان کی بُو آتی ہے۔ اگر آپ کے زمانے کا کوئی لکھنؤ والا بھی مطلب ادا کرنا چاہتا تو وہ یون لکھتا کہ (کوشش کرنا چاہیئے) ہمارے وقت مین اکثر (کوشش کرنی) بھی زبان سے نکل جاتا تھا لیکن منشی امیر احمد صاحب مینائی سے معلوم ہوا کہ اب یہ محاورہ تمام فصحاے لکھنؤ نے ترک کر دیا ہے اب جو کہے گا وہ یہی کہے گا کہ (کوشش کرنا چاہیئے) منشی امیر احمد یہ بھی فرماتے ہین کہ کوئی صاحب جنکا نام میان جلال ہو اسوقت اساتذہ لکھنؤ مین شمار کیئے جاتے ہین اُنکے زیر اہتمام ایک رسالہ (دستور الفصحا) کے نام سے شائع ہوا ہے جسکے گیارھوین صفحے مین صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ (درحالیکہ مفعول کسی فعل کا مؤنث ہو تو اس حالت مین جو بعضی علامت مصدری یعنی نا کے الف کو یاے معروف سے بدلکر بولتے ہین جیسے بات کرنی چاہیے۔ جان دینی دشوار ہو گئی۔ راہ چلنی آسان نہین نیند آنی مشکل ہے۔ یہ محاورہ خاص فصحاے دہلی یا متقدمین لکھنؤ کا ہے۔ فصحاے متاخرین لکھنؤ اسطرح نہین بولتے۔ مفعول خواہ مؤنث ہو خواہ مذکر کسی حال مین یہ علامت مصدری کو تغیر نہین دیتے یعنی بات کرنا جان دینا راہ چلنا۔ نیند آنا ہی بولین گے۔ بات کرنی جان دینی۔ راہ چلنی۔ نیند آنی۔ نہ کہین گے،

بندہ پرور ملاحظہ کیا آپ نے کہ فصحاے لکھنؤ کی زبان کا رنگ کیا ہے۔ اگر آپکو شرفاء لکھنؤ کی صحبت کا موقع نہین ملتا تو اس قسم کے رسالے ہی پڑھ لیا کیجئے جو مبتدیونکے لئے اصلاح زبان کی غرض سے شائع کیئے جاتے ہین۔ مانا کہ آپ کی (عمر عزیز) بہت گذر گئی ہے۔ اسوقت قدیمی اور خلقی طرز بیان کا ترک کرنا دشوار ہے لیکن آپکو کوشش کرنا چاہیئے۔

فہمائش نمبر (۱۷) آپ تحریر فرماتے ہین۔ دہلی والے گلزار نسیم پر اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ وہ اعتراض عام اہل لکھنؤ اور لکھنؤ کی مستند زبان پر ہے۔ اسلیئے ضرورت بھی ہے کہ عام پبلک پر ظاہر کر دیا جائے کہ گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان

ہین) خیر یہ تو سب صحیح مگر یہ فرمائیے کہ (ضرورت) کے بعد بھی) کی کیا ضرورت ہے۔ اسقدر لکھنا کافی تھا کہ (اسلئے ضرورت ہے کہ الخ) مین دیکھتا ہون کہ آپ نثر مین تو اسقدر بھرتی کے الفاظ رکھدیتے ہین خدانخواستہ جب یاس تخلص سے کبھی نظم کہنے کا اتفاق ہوتا ہوگا تو قیامت ہی کرتے ہونگے - یہ تو زبان کے متعلق فہمائیش تھی - میرا ایک سوال آپ سے اور ہے - وہ یہ کہ اگر آپ کا دعویٰ صحیح ہو تو مین آپکو خدا و رسول کا واسطہ دیکر کہتا ہون کہ مہربانی کرکے آپ یہ تحریر فرمائیے کہ کس لکھنؤ والے نے یہ لکھا ہے کہ گلزار نسیم مین صدہا زبان کی غلطیان ہین اور کس دلی والے نے گلزار نسیم پر اعتراض کیاہے یون تو دلی والون نے اکثر لکھنؤ کی زبان پر اعتراض کیاہے - مگر اُس دلی والے کا نام بتائیے جسنے محض گلزار نسیم پر اعتراض کئیے ہون اور وہ ایسے اعتراض ہون جو سوائے گلزار نسیم کے کسی اور لکھنؤ کے شاعر کے کلام پر عائد نہ ہوتے ہون منشی امیر احمد مینائی فرماتے ہین کہ شیخ ابراہیم ذوق کے قابل فخر شاگرد محمد حسین آزاد نے اپنی مشہور روزگار کتاب آبحیات مین گلزار نسیم کی تعریف کی ہے - اب آپ اُس دلی والے کا نام بتائیے جسنے اعتراض کئیے ہین - خیر کجا بود مرکب کجا تاختم - اب اصل مطلب سُنیئے -

فہمائش نمبر (۱۸) آپ فرماتے ہین کہ میرا مقصد اعتراض کرنا نہین ہے بلکہ صرف دو مقصد ہین) حضرت جو مطلب آپ ادا کرنا چاہتے ہین وہ اس فقرے سے نہین ادا ہوتا آپکو یہ لکھنا تھا (میرا مقصد محض اعتراض کرنا نہین ہو الخ) نسیم تو زبان پر حکومت نہین رکھتے مگر آپ ماشاء اللہ (آپ کی) (حکومت) خوب بڑھی ہوئی ہے کہ نثر مین اپنا مطلب نہین ادا کرسکتے -

فہمائش نمبر (۱۹) آپ تحریر فرماتے ہین کہ اب مین مثنوی کے اشعار نقل کرکے لوگون کے شُبہات و اعتراضات پیش کئیے دیتا ہون) یہ آپ نے نہ تحریر فرمایا کہ

(لوگون) سے آپکی کیا مُراد ہے۔ باہر کے لوگون سے مُراد ہے یا کسی اور قسم کے (لوگونسی)

فہمائش نمبر (۲۰) آپ (بان کے بیڑے) والے اعتراض کے بارے مین فرماتے ہین کہ (مسٹر چکبست نے آتش کی جو اصلاح نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُستاد نے یہ دونون غلطیان نکال دی تھین مگر نسیم نے ۔ ۔ ۔ ۔ اپنا ناقص مصرع قائم رکھا) سیاق کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ یہ مطلب ادا کرنا چاہتے ہین کہ اُستاد نے یہ دونون غلطیان دور کردی تھین لہذا آپکو یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ اُستاد نے دونون غلطیان نکال ڈالی تھین) مگر آپکو اپنا خلقی طرز سخن یاد آگیا اسکا کیا علاج ہی (غلطی نکالنے) کے معنی تو اعتراض کرنے کے ہین ـ غلطی نکال ڈالنا ـ بیشک غلطی دور کرنے) کے معنون مین استعمال ہوتا ہے ۔ مین نسیم پہ اعتراض نہین کررہا تھا بلکہ انکی غلطیان دور کر رہا تھا۔ اس سلسلہ مین پھر آپسے پوچھونگا کہ جب مین نے (خود تفنن طبع) کے طور پر مثنوی کہی تھی تو پھر نسیم کیونکر اسے اصلاح کے لیئے میرے پاس لائے ـ

فہمائش نمبر (۲۱) آگے چل کے آپ لکھتے ہین کہ خیر انکی (نسیم کی) خوشی مگر خرابی یہ کہ ذمہ دار لکھنؤ قرار دیا جاتا ہے ـ کیون صاحب یہ محض (خرابی یہ) کے کیا معنی ہین ـ یہ کہانکی زبان ہے آپکو لکھنا تھا (مگر خرابی یہ ہے کہ الخ)

فہمائش نمبر (۲۲) ایک اعتراض سے متعلق آپ تحریر فرماتے ہین کہ ـ (قطع نظر اسکے پہلا مصرع بہت بھونڈا ہی (لکہر) کی جگہ (لکہَر ـ یعنی ہائے متحرک کے ساتھ موزون کردیا گیا ہے)

اب آپ ہی انصاف سے فرمایئے کہ یہ پورا جملہ کسقدر بھونڈا ہے اور کتنے لفظ اسمین بے موقع اور بے محل استعمال ہوے ہین جس صورت پر اس جملے کے الفاظ ترتیب دیے گئے ہین اسکے مطابق مین لفظ (یعنی) بالکل بے معنی نظر آتا ہے ـ اور ہائے متحرک کے ساتھ

بھی بالکل بے محل استعمال ہوا ہے دیکھئے اہل زبان اس خیال کو یون ادا کرین گے قطع نظر اسکے کہ پہلا مصرع بہت بھونڈا ہے (لہر کی جگہ۔ لہر موزون کردیا گیا ہے یعنے (لہر) مین حرف ہا کو متحرک بنا دیا ہے)

فہمائش نمبر (۲۳) اب ایک اور جگہ ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہین کہ رعایت لفظی کے الزام کو دور کرنے کے بعد بھی مسٹر چک بست نے تسلیم کرلیا ہے) اس فقرے پر بھی آپ اپنا مطلب ظاہر نکرسکے جو الزام دور کردیا گیا وہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے آپ کو کہنا یہ چاہتے تھے کہ مسٹر چک بست نے رعایت لفظی کا الزام دور بھی کرنا چاہا ہے لیکن ایک حد تک تسلیم بھی کرلیا ہے

فہمائش نمبر (۲۴) پھر آپ فرماتے ہین کہ اس رعایت کے شوق نے نسیم لکھنوی کے کلام مین بہت سے بد نما عیوب ہی نہین پیدا کیے بلکہ بعض موقعون پر انھین ابتذال اور فحش گوئی پر بھی آمادہ کردیا) بندہ نواز یہ لکھنؤ کی اردو نہین ہے اسے پرانے لوگ گڈا میر اردو کہتے تھے۔ لکھنؤ والا یہ مطلب ادا کرے گا تو یون کہے گا) کہ اس رعایت کے شوق کی وجہ سے نسیم لکھنوی کے کلام مین بہت سے بد نما عیوب ہی نہین پیدا ہو گئے ہین بلکہ بعض موقعون پر ابتذال اور فحش گوئی کی بھی نوبت آگئی ہے۔

فہمائش نمبر (۲۵) ایک موقع پر چند اعتراضات پیش کرنے کے قبل آپ فرماتے ہین۔ رعایت نے کیا کیا خرابیاں پیدا کی ہین۔ یہ محض لفظ (رعایت) آپ نے کس رعایت سے استعمال کیا ہے۔ آپکا مطلب تو یہ ہے کہ رعایت لفظی کے شوق نے کیا کیا خرابیان پیدا کی ہین) واللہ آپکا یہ اختصار قیامت کرتا ہے۔ اپنے نزدیک آپ گلزار نسیم کا جواب تقریظ لکھ رہے تھے۔

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

(اودھ پنچ مطبوعہ ۲۴ - اگست سنہ ۱۹۰۵ء جلد ۲۹)

آتش کا خط شرر کے نام نمبر (۵)

(دلگداز ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء - گلزار نسیم)

فہمائش نمبر (۲۶) آپ فرماتے ہین (شاعر نے کسی مضمون کے ادا کرنیکی کوشش کی ہے - مگر ضروری الفاظ کے چھوڑ دینے سے مطلب خبط ہو گیا ہے (کیون صاحب الفاظ کے بعد کے کیا معنی رکھتا ہے - آپ یہ کہہ سکتے تھے - ضروری الفاظ چھوڑ دینے سے مطلب خبط ہو گیا ہے (غالبًا یہ) (کے) بھی (کو) کا بھائی ہے جبھی آپکو اس سے اسقدر اُنس ہے -

فہمائش نمبر (۲۷) آپ فرماتے ہین کہ جبتک کسی خاص نگین کو دکھاکے یہ نہ کہا جائے الخ - اہل زبان یہ مطلب اسطرح ادا کرینگے جبتک کوئی خاص نگین دکھاکے یہ نہ کہا جائے -

فہمائش نمبر (۲۸) آپ لکھتے ہین کہ اسمین پری کی جگہ (پریان) چاہیئے جو نہایت ہی ذلیل قسم کی غلطی معلوم ہوتی ہے (کیون مولانا یہ جو) کی ضمیر کس رُخ پھرتی ہے اس جملہ کی ترتیب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (جو) کی ضمیر اس پورے فقرے کی طرف پھرتی کہ (اسمین پری کی جگہ پریان چاہیئے) مگر اس سے آپکا مطلب خبط ہوا جاتا ہے - یعنی اس سے یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ آپکا یہ تحریر فرمانا کہ (پری کی جگہ پریان چاہیئے) نہایت ہی ذلیل قسم کی غلطی ہے - گو یہ بہت درست ہے کہ آپکا ایسا لکھنا نہایت ذلیل قسم کی غلطی ہے مگر آپکا مطلوب تو کچھ اور ہے - سُنیئے اگر پھر کبھی ایسا جملہ لکھنے کا اتفاق ہو تو یون لکھیئے گا اسمین پری کی جگہ پریان چاہیئے (محض پری) لکھنا نہایت ذلیل قسم کی غلطی ہے -

فہمائش نمبر (۲۹) آپ برہم ہو کر فرماتے ہین کہ (یہ ہم ہو کی جگہ پر) (بیجا)

ہوا کہنا میرے خیال مین بہت مبتذل بازاری زبان ہے اور بازار بھی لکھنؤ نہین
کہین اور کا۔ اس آخری فقرے کا اختصار غضب کا ہے خیر یہان بھی مختصراً یہ کہا
جاتا ہے کہ اس فقرے کو یون لکھنا چاہیئے تھا کہ (بازار بھی لکھنؤ کا نہین کہین اور کا

فہمائش نمبر (۳۰) آپ کڑک کر فرماتے ہین مگر (دست پانا) قابو پانا کی جگہ
ہرگز نہین جائز ہے۔ مسٹر محمود لکھتے ہین کہ اس مصرع کی زبان صاحب لوگون کے بیرا
اور خانساماں کی زبان ہے بندہ پرور اگر سوند لکھنؤی بننے کا خیال ہے تو اس جملہ کو
یون لکھنا چاہیئے۔ مگر دست پانا) قابو پانے کی جگہ پر ہرگز جائز نہین ہے۔

فہمائش نمبر (۳۱) آپ کے دماغ کے کوہ آتش فشان سے ایک مقام پر یہ مادہ
خارج ہوا ہے کہ اُردو مین صرف مادی مشینون کی نسبت کل کا لفظ مستعمل ہے
(یہ مادی مشین کیا بلا ہے۔ مسٹر محمود سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ (مشین) کا لفظ
انگریزی زبان مین (کل) کے معنون مین استعمال ہوتا ہے آپ نے (مشین) کے قبل
مادّہ کس لیئے جمع کر دیا ہے۔ کیا آپ نے روحانی مشین بھی دیکھی ہے بندہ نواز اگر
اس موقع پر صرف (مشین) کہتے تو زبان کا کونسا پرزا بگڑا جاتا تھا آپ کو انگریزی
الفاظ کے ترجمے سے بہت اُنس ہے مگر اس موقع پر تو وہ یہ عیب انشا پردازی
بھی آپکی پردہ پوشی نہین کرسکتا۔ کیونکہ انگریزی مین بقول سید محمود کے کوئی انگریزی ہے
مگر بہونڈی۔۔

(میٹریل مشین) نہ کہیگا۔ یہ آخر آپ نے کونسا کارخانہ کھولا ہے جسمین ایسی بندشین
اور ترکیبین ڈھل کر نکلتی ہین خانہ آباد گلداز پریس کی طرح یہ بھی انسانی نگاہون سے
پنہان ہے۔

فہمائش نمبر (۳۲) آپ ایک مقام پر نہایت وحشت کے لہجہ مین فرماتے ہین
تفنگ کے چلنے سے انسان کی چال کو کیا علاقہ مگر صرف اس وجہ سے کہ بندوق بھی

چلا کرتی ہے اسے موزون کر دیا (مین پوچھتا ہون کہ یہ (اُسی) کی ضمیر کس لفظ کی طرف پھرتی ہے - الفاظ کی ترتیب سے تو ظاہر ہے کہ (اُسے) بندوق کے لئے استعمال کیا گیا ہے لیکن یہ آپ کا مطلب نہین ہے بندہ نواز ایسی نحو وصرف کی جاہلانہ غلطیان کرنا شان مولویت کے خلاف ہے) دیکھئے اس آخری جملے کو یون لکھنا چاہیئے تھا مگر صرف اسوجہ سے کہ بندوق بھی چلا کرتی ہے ایسا موزون کر دیا گیا)

فہمائش نمبر (۳۳) ایک مقام پر آپکے شیشۂ فکر سے یون شراب سخن ٹپکتی ہے کہ اس کے معنے شاید یون سمجھے جائین کہ محل کے بنتے ہی جام شراب کا دور چلنے لگا) یہ (جام شراب کا دور چلنا) خاص دیہات کی فصاحت ہے اگر اہل لکھنؤ اس خیال کو ادا کرینگے تو یا یہ کہین گے کہ (محل کے بنتے ہی جام چلنے لگا) یا یہ کہین گے کہ شراب کا دور چلنے لگا آپ کو شاید یہ شعر یاد نہین -

ساقیا یان لگ رہا ہے چل چلاؤ جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

آپ کے نزدیک یہ کہنا چاہئے تھا - دور ساغر شراب چلے -

فہمائش نمبر (۳۴) آپ کے شتر گربہ) سے بہت بھڑکتے ہین مگر آپ کے ذیل کے فقرے مین دونون ساتھ ساتھ بلبلا رہے ہین) آپ فرماتے ہین) اگر دخت رز کا آنا محمود کا آنا نہین تھا تو پھر حملا اس سے کیون ملی - کیونکہ وہ تو کشتی مین ہے اور ابھی نہین آئی ہے) اول تو تمام جملہ اوسٹ کے کوہان کیطرح کا واک واقع ہوا ہے اسپر شتر گربہ) سے نجات پانا منظور ہے - تو اس جملے کو اسطرح لکھئے اگر دخت رز کا آنا محمود کا آنا نہین تھا تو پھر حملا اس سے کیونکر ملی کیونکہ وہ تو کشتی مین تھی اور اسوقت تک نہین آئی تھی)

فہمائش نمبر (۳۵) (اب اس سے بڑھ کر شرمناک) غلطی ملاحظہ ہو آپ تحریر فرماتے ہین کہ خیر یکاولی تو چونکہ آدھی پتھر کی ہوگئی تھی اسلیئے گران ہوئی الخ) کیون صاحب یہ (تو چونکہ) کس جانور کا نام ہے - یہ تو شتر گربہ بھی نہین ہے یا (محض تو) لکھئے یا صرف

(چونکہ) لکھئے۔ یہ دونون کا اجماع کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ تو وہی ہے کہ جیسے (چون چونکہ) لکھئے (دیکھئے) اہل زبان اس جملے کو اگر لکھین گے تو یا اسطرح لکھین گے کہ خیر بکاولی تو آدھی پتھر کی ہو گئی تھی الخ یا اسطرح کہ (خیر بکاولی چونکہ آدھی پتھر کی ہو گئی تھی الخ)

فہمائش نمبر (۳۶) شتر گر بہ پر اعتراض کرتے ہوئے آپ فرماتے ہین کہ (افسوس معلوم ہوتا ہے کہ اس **نقصان نے کیسے اچھے شعر کو مٹا دیا۔**

علاوہ اسکے کہ اس جملے کے آخری فقرے مین حسب معمول آپ کے قدیم عنایت فرما (حضرت کو) تشریف رکھتے ہین اس موقع پر (**نقصان**) کا استعمال میری سمجھ مین نہ آیا۔ آپ کا مطلب تو یہ ہے کہ اس (**نقص**) نے کیسے اچھے شعر کو مٹا دیا اور لکھتے ہین آپ (**نقصان**) کیا یہ آپ نے نقص کی جمع بنائی ہے یا کوئی نیا محاورہ ایجاد کیا ہے آخر آپ کو بے موقع لفظ **نقصان** استعمال کرنے سے کیا فائدہ ہوا اگر یہی حال ہے تو دعوے زبان دانی (**بے سود ہے**) دیکھئے اہل زبان یہ مطلب اسطرح ادا کرینگے (افسوس معلوم ہوتا ہے کہ اس **نقص نے کیسا اچھا شعر مٹا دیا**)

خواجہ حیدر علی آتش (حال وارد فردوس برین)

(اودھ پنچ مطبوعہ ۳۱ - اگست ۱۹۰۵ء جلد ۲۹)

آتش کا خط شرر کے نام نمبر (۶)

فہمائش نمبر (۳۷) آپ فرماتے ہیں کہ (صاف ظاہر ہے کہ پیغام کی جگہ اصل میں (انعام) کا لفظ ہوگا) افسوس کہ آپکو بھرتی کے الفاظ استعمال کرنے سے سیری ہی نہیں ہوتی - آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ صاف ظاہر ہے کہ (پیغام) کی جگہ (انعام ہوگا) یہ کا (لفظ) کی کیا ضرورت تھی اگر آپ (انعام) کو لفظ نہ بتلا دیتے تو کیا کوئی اسے جملہ خیال کر سکتا - یہ طوالت پسندی کی وجہ ہے کہ آپکو گلزار نسیم کا اختصار کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے —

فہمائش نمبر (۳۸) ایک شعر کی نسبت آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں - میں سمجھتا ہوں (رستہ کی جگہ) دو دستہ ہوگا یہ میں ہیں بھی کیا خوب ہے - جب کسی بزاخفش کی گردن پر چھری پھیری جاتی ہے تو وہ ایسی ہی آواز نکالتا ہے - میری تحقیق ذوق کا مصرع ہے
ع تو کہے میں - میں کہوں میں کی چھری گردن پر —
غالبًا آپ نے اسی مصرع کا تتبع کیا ہے - دیکھیے اک ذراسی اصلاح میں آپکا یہ جملہ درست ہو جاتا ہے - یوں تحریر کر سکتے تھے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں رستہ کی جگہ دو دستہ ہوگا جائے استاد خالی است)

فہمائش نمبر (۳۹) آپ مادری لہجہ میں فرماتے ہیں کہ اس اڈیشن میں جہاں اہتمام سے شائع کیا گیا ہے ایسی فروگذاشتیں ہرگز قابل معافی نہیں - مگر خوبی تو یہ ہے کہ اصلاح درکنار اس اڈیشن میں جہاں کہیں تصرف کیا گیا ہے اور کسی قسم کی تصحیح و اصلاح

کی کوشش کی گئی ہے وہان بجائے بنانے کے شعر غارت کردیا گیا ہے)۔

خیابعالی آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ اس جملہ کی ترکیب کسقدر کاواک واقع ہوئی ہے اول تو دو جگہ (اس اندیشن مین) استعمال کیا گیا ہے۔ یہ کتنا بھونڈا معلوم ہوتا ہے دوسری مرتبہ (اس انڈیشن مین) بالکل بیکار ہے علاوہ برین پانچ سات لفظین اور آپ نے بیموقع اور فضول استعمال کی ہین اب فرماتے ہین مگر خرابی تو یہ ہے کہ اصلاح در کنار الخ) کیون صاحب یہان (مگر) کی کیا ضرورت ہی اور (مگر) کی دم مین جو یہ پانچ سات الفاظ بندھے ہوے ہین انکی کیا ضرورت ہے کہانتک آپ کو سمجھایا جاے قدم قدم پر ٹھوکر کھائی ہے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اصلاح دیکر آپکا مطلب ظاہر کردیا جاے۔ دیکھیے فصحاے لکھنؤ اس جملہ کو اسطرح ترتیب دینگے۔ اس انڈیشن مین جو اس اہتمام سے شائع کیا گیا ایسی فروگذاشتین ہرگز قابل معافی نہین ہین۔ اور لطف یہ ہے کہ جہان کہین اس قسم کی تصحیح یا اصلاح کی کوشش کیگئی ہی وہان بجائے بنانے کے شعر غارت کردیا گیا ہے) تعجب ہے کہ اس موقع پر آپ نے یہ نہ کہا کہ شعر کو غارت کردیا گیا ہے)

فہمائش نمبر (۴۰) آپ فرماتے ہین کہ مسٹر چکبست صاحب نے اس نئے انڈیشن کو خود مصنف صاحب کے اصلی انڈیشن کے مطابق درست کرکے شائع کیا ہی) مسٹر چکبست صاحب) کی ترکیب پر تو سید محمود صاحب بھی حسب معمول اس جملے مین جلوہ افروز ہین۔ مگر سب پر طرّہ یہ جملہ ہے کہ مصنف صاحب کے اصلی انڈیشن الخ) کیون حضرت (یہ مصنف صاحب کا اصلی انڈیشن) کیا شئے ہے) یا تو کہیے کہ مصنف صاحب کا انڈیشن) یا یہ کہیے کہ (اصلی انڈیشن) دونون کے ایک ہی معنے ہین کیا مصنف صاحب کا کوئی نقلی انڈیشن بھی تھا جسکے مقابل مین آپ مصنف صاحب کا اصلی انڈیشن پیش کرتے ہین دیکھیے یہ جملہ اسطرح لکھنا چاہیئے کہ (چکبست صاحب نے

یہ نیا اڈیشن خود مصنف صاحب کے اڈیشن کے مطابق الخ—
فہمائش نمبر (۴۱) آپ فرماتے ہین مگر حالت یہ نظر آئی کہ جو غلطیاں الخ) بندہ نواز یہ شرفاء لکھنؤ کی زبان نہین ہو- سید محمود صاحب فرماتے ہین کہ یہ (میرا اور خانساما ن لوگون) کی زبان ہے - شرفاء لکھنؤ یون کہین گے کہ مگر یہ حالت نظر آئی —
فہمائش نمبر (۴۲) آپ فرماتے ہین کہ جو ٹنس پہلے مصرع مین ہے وہی دوسرے مین بھی رہنا چاہیئے) کیون مسٹر (یہ آپ ہی کی تقلید ہے) یہ ٹنس) کیا بلا ہے سید محمود صاحب فرماتے ہین کہ فارسی مین اسکا مترادف لفظ - (زمانہ) موجود ہے - پھر آپ نے خواہ مخواہ انگریزی لفظ کیون استعمال کیا - کیا آپ سمجھتے ہین کہ موقع بموقع انگریزی الفاظ استعمال کرنے سے لوگ اس مغالطہ مین آجائینگے کہ آپ انگریزی زبان سے واقف ہین بندہ نواز آپکی انگریزی کی لیاقت کا پردہ تو سید محمود صاحب کے اعتراضات سے فاش ہو گیا - ایک نو آموز انگریزی دان بھی (مسٹر چکبست صاحب) اور عام پبلک نہ کہے گا آپنے وہ مثل سُنی ہو کہ ایک کوا مور کے پر کھونس کر مورون مین جا ملا تھا اسیطرح آپ اپنے مضامین مین انگریزی الفاظ کھونس کر ثابت کرنا چاہتے ہین کہ آپ کو انگریزی زبان سے بھی مس ہے - مگر جو اس کوے کا حشر ہوا اس سے آپکو عبرت حاصل کرنی چاہیئے —
فہمائش نمبر (۴۳) ایک مقام پر آپ فرماتے ہین کہ جبتک کوئی اور حرف ربط نہ ملایا جائے مطلب ہی نہین نکل سکتا - کیون صاحب (مطلب) کے بعد (ہے) کی کیا ضرورت ہے - یہ تو (کو) سے بھی کوئی تعلق نہین رکھتا کہ آپکو اس سے اُنس ہو یون لکھنے مین کیا قباحت ہو کہ جبتک کوئی اور حرف ربط نہ ملایا جائے مطلب نہین نکل سکتا)
فہمائش نمبر (۴۴) آپ ایک مقام پر رقت کے ساتھ فرماتے ہین کہ جس سے اصل مصرع کی

فصاحت سے بےتکلفی وسادگی جاتی رہی ہے اس جگہ کی ترکیب میری سمجھ مین نہین آتی۔ سید محمود کہتے ہین کہ انگریزی مین یہ قاعدہ ہے کہ جب دو چار برابر کے لفظ استعمال کیے جاتے ہین تو آخر مین حرف ربط (یعنی اینڈ) استعمال کرتے ہین اسی کا تتبع آپ نے اُردو مین کیا ہی کہ (فصاحت) کے بعد محض ایک خط کھینچ دیا ہے اور (بے تکلفی) کے بعد حرف عطف (یعنی و) ملایا گیا ہے۔ انگریزی مین یہ ترکیب عام ہے مگر اُردو مین محض غلط ہے اُردو مین ایسے موقعون پر ہر لفظ کے بعد حرف ربط لانا واجب ہے۔ یعنی آپ کو اسطرح لکھنا چاہیئے تھا کہ (فصاحت و بے تکلفی و سادگی جاتی رہی) اگر آپ کو یا آپ کے قدردانون کو اسمین عذر ہو تو نثر اُردو مین یا نظم مین ایسی ترکیب دکھادین جیسی کہ آپ کے جملہ کی ہے بندہ نواز انگریزی کی تقلید فضول ہے۔ انگریزی روش کی پیروی مین آپ اپنی چال بھی بھول جایئے گا۔ ہاے اس موقع پر مجھے اپنا شعر یاد آتا ہے ؎

کسی کی جب کوئی تقلید کرتا ہی مین روتا ہون		ہنسا گل کیطرح غنچہ جہان اُسکا دہن بگڑا

فہمائش نمبر (۴۵) گلزارنسیم کا ایک مصرع ہے کہ ع قسمت سے مفر ہوا کہان ہی اسکے معنے آپ بتلاتے ہین کہ قسمت سے **بھاگ کے بھی کہین پناہ نہین مل سکتی** اور یہی اہل زبان کے محاورے **مین بھی ہی** اس فقرے مین دوجگہ آپنے (**بھی**) استعمال کیا ہے حالانکہ کوئی معنی نہین رکھتا اور اکثر (نوآموز شاعر) جب دیکھتے ہین کہ کسیطرح مصرعے کی چول بیٹھے تو (**بھی**) لے آتے ہین خیر وہان تو اتنا اطمینان ہو جاتا ہے کہ (بھی) کی بدولت مصرع موزون ہوگیا لیکن آپکا (بھی) کا ناموزون استعمال گناہ بے لذت سے کم نہین۔

فہمائش نمبر (۴۶) گلزارنسیم کا ایک شعر ہے۔

چلیئے گا تو ساتھ ہین بلا عذر		رہیئے گا تو بندگی مین کیا عذر

اس نئے اڈیشن مین یہ مصرع اسطرح چھپ گیا ہے ؎

چلئیے گا تو ساتھ مین بلا عذر　　رہئیے گا تو بندگی مین کیا عذر

جسکی آنکھون پر تعصب کے پردے نہ پڑ گئے ہونگے وہ دیکھ سکتا ہے کہ (ہین) مین صرف ہا کا شوشہ (ہ) مٹ گیا ہے اسوجہ سے (مین) پڑھا جاتا ہے مگر آپ مولوی ہوکر اور مسلمان ہوکر حضرت چکبست کو اس تصرف بیجا کا ملزم قرار دیتے ہین کہ انھون نے (ساتھ ہین کو ساتھ مین) بنا دیا افسوس صد افسوس اڈیٹر اتحاد ہوکر ایسی نفاق پسند طبیعت رکھنا آپ ہی کا کام ہے خیر اس قصے سے تو چندان مجھے مطلب نہین ۔ مین آپکو یہ دکھانا چاہتا ہون کہ آپنے اس مہمل الزام کو الفاظ کا کیسا بھونڈا لباس پہنایا ہے آپ فرماتے ہین کہ (ساتھ مین نے اُس بے تکلفی کو خاک مین ملانے کے بعد شعر کو کیسا غارت کر دیا) بندہ پرور یہ خیال اس سے بدتر الفاظ مین نہین ادا ہو سکتا تھا جیسا کہ مین پیشتر لکھ چکا ہون ۔ لٹریچر اردو اسی کا نام ہے ویکھئے یہ خیال اسطرح ادا کرنا چاہئیے تھا کہ (ساتھ مین) کی وجہ سے وہ بے تکلفی خاک مین مل گئی اور شعر غارت ہو گیا)

فہمائش نمبر (۷۴) گلزار نسیم کا شعر ہے ــــ

چلتے تھے ادھر سے وہ جواری　　ایک ایک کی کر رہا تھا خواری

آپ فرماتے ہین کہ پہلے مصرع مین (جاتے تھے) کی جگہ (چلتے تھے) بنایا گیا ہے) خدا جانے کون فرشتہ آپ سے کہ گیا کہ اصل مثنوی مین (جاتے تھے) تھا اور حضرت چکبست نے (چلتے تھے) بنا دیا نسیم خود مجھ سے کہتے تھے کہ انھون نے (چلتے تھے) نظم کیا ہے علاوہ برین (چلتے تھے) مین کیا قباحت ہے کہ آپ اسقدر گرم ہوکر فرماتے ہین ایسی اصلاحون سے مثنوی کو بہت بڑے اور گہرے زخم لگے ہین) ماشاء اللہ آپکو دعوے زباندانی بھی ہے ۔ اسلئے شاید آپکا یہ خیال ہو کہ (جاتے تھے) کے بدلے (چلتے تھے) کہان کی زبان ہے ۔ مگر یہ خیال آپکا صحیح نہین ہے۔

ہمارے وقت کی زبان تو در کنار آپ کے وقت کے شعرا نے بھی جاتے کے بدلے (چلتے) استعمال کیا ہے تو اب مرزا داغ میرے سامنے اسوقت بیٹھے ہین وہ اپنا شعر سنگا پیش کرتے ہین ؎

حسرتین نیکلگئی اس بزم سے چلنے والے
ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

علاوہ بیرین نسیم کے شعر مین (چلتے تھے) ہی زیادہ فصیح ہے

فہمائش نمبر (۴۸) آپ فرماتے ہین کہ (گو انکے علاوہ اس مثنوی مین اور بھی بہت سے شبہات ہین) مگر اسیقدر لغزشون کا ظاہر کر دینا مین کافی سمجھتا ہون) کیون حضرت کیا شبہہ) اور لغزش مترادف الفاظ ہین کہ آپ دونون کو ایک ہی معنون مین استعمال کرتے ہین (شبہہ) کے معنی تو یہ ہین کہ کسی شئے کی نسبت یقین کا درجہ نہ ہوا ہو اور (لغزش) کے معنی یہ ہین یہ تسلیم کر لیا گیا کہ کسی شئے مین عیب موجود ہے مگر آپنے دونون کو خلط ملط کر دیا ہے - واہ مولوی صاحب وا -

فہمائش نمبر (۴۹) آپ فرماتے ہین کہ انکا جوش ممکن ہے کہ اُن شبہات کو میرے دل سے مٹا دے) اب اس آخری ٹکڑے کو بھی چھاتی پر پتھر رکھکر سلام کیجئے اور اپنے جملے کو یون ترتیب دیجئے - انکا جوش ممکن ہے کہ وہ شبہات میرے دل سے مٹا دے الخ) بندہ نواز یہ دوسرا مضمون بھی آپکا خاتمہ پر آگیا - سرسری نظر سے دیکھنے سے جو لغزشین دکھائی دین اُنکے متعلق آپکو فہمائش کر دی گئی - اس سے آپکو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ زبان دانی کتنی مشکل چیز ہے - نسیم نے تقریبًا پونے دو ہزار شعر کی مثنوی کہی ہے - اسمین آپ نے تیس چالیس غلطیان بڑی کوشش سے نکالی ہین - حالانکہ آپکا ایک اعتراض بھی صحیح نہین ہے اور جو کچھ آپنے لکھا ہے - اس سے آپکی لاعلمی کا اظہار ہوتا ہے مگر آپ کے واسطے یہ امر قابل غور ہے کہ ان دو مضامین جنکا حجم ۱۶ صفحون سے زیادہ نہین ہے پچاس لغزشین موجود ہین افسوس صد افسوس باقی آئندہ -

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹-

جنت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر (۲)

میان شرر- مارچ اور اپریل کے دلگداز مین جو مضمون آپ نے گلزار نسیم کی شہرت پر خاک ڈالنے کی غرض سے شائع کیے تھے اور غلطیہ و کاوت سے نسیم کی زبان پر بھی اعتراض کیے تھے - اعتراض جس پایہ کے تھے انکی قلعی اچھی طرح کھل گئی ہوگی - میرا صرف منشا یہ تھا کہ آپ پر یہ ظاہر کر دون کہ آپ دو سطرین بھی صحیح نہین لکھ سکتے ہین چنانچہ آپ کے دو مضمونون مین جنکا ذکر ابھی کر چکا ہون اور جنکا حجم ۱۶ صفحے سے زیادہ نہین دو پچاس غلطیان زبان اور محاورے کی موجود ہین -

سبحان اللہ انشاپردازی کا یہ رنگ اور زبان دانی کا یہ دعوی کہ تمام اساتذہ لکھنؤ کے مرشد بنکر آپ نے نسیم پر اعتراض شائع کرنے کی جرأت فرمائی ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند - مین تو اسی کو روتا تھا کہ افسوس اب لکھنؤ کی یہ حالت ہوگئی کہ وہان آپ کے ایسے انشاپرداز دعوے زباندانی کرین - لیکن کل ایک اور تازہ گل کھلا اقبال بہار کے فرشتے جولائی ۱۹۰۵ء کا دلگداز اٹھا لائے میرے پاس لے آئے انہین بھی آپ نے - گلزار نسیم پر کچھ گلفشانی کی ہے اور تحسین اور ستائش الفاظ زبان بانٹنے کے بعد آپ یہ تحریر فرماتے ہین تکلف مین کیا ہے کہ قواعد- لذت- تھیا- اور تخیل- وغیرہ کا جو زور تھا اسکے آخری شخص نسیم ہین)

بندہ نواز یہ آپ نے خوب کہی سید محمود فرماتے تھے کہ آپ تاریخی افسانہ لکھتے ہین مگر اس موقع پر تو آپ نے تاریخ کو افسانہ بنا دیا ہے - کیون حضرت اسی کا نام تحقیق ہے جن بزرگ نے آپکے کان مین یہ پھونک دیا تھا کہ گلزار نسیم مین نے تفنن طبع) کے طور پر کہی ہے اور اسمین نسیم کا بہت کم حصہ ہے انھون نے آپ سے یہ نفرمایا کہ رند و صبا وغیرہ کے دور کے نسیم آخری شخص تھے کہ اولین شخص تھے ابھی تو لکھنؤ مین میرے بہت سے شناسا اور دوست موجود ہین جو میرے مشاعرون مین شریک ہوا کرتے تھے اور جنکو میرے شاگردونکی کیفیت اچھی طرح سے معلوم ہے آپ نے انھین سے اس امر کی نسبت مشورہ کر لیا ہوتا کہ نسیم کا میرے شاگردون مین کیا پایہ تھا اور آیا وہ میرے شاگردون کے دور کے آخری شخص تھے مجھکو اچھی طرح یاد ہے کہ نسیم و خلیل و صبا ایک ہی سال مین میرے شاگرد ہوے اور ان سب کے بعد رند نے مجھکو غزل دکھانی شروع کی رند تو اسوقت میرے شاگرد ہوے ہین جبکہ گلزار نسیم تصنیف ہو چکی تھی اور اگر کوئی شخص میرے شاگردون کے دور کا آخری یادگار رہے تو وہ رند ہے گلزار نسیم ۱۲۵۴ ہجری مین تصنیف ہوئی ہے - جیساکہ اسکی تاریخ تصنیف سے ظاہر ہے یعنی توقع قبول روزبیش باد — ۱۲۵۴ھ

اور سنہ ۱۲۵۸ھ مین رند میرے شاگرد ہوے ہین — رند پیشتر فیض آباد مین رہتے تھے اور میر خلیق کے شاگرد تھے میر خلیق کی شاگردگی کے زمانہ مین انکا تخلص وفا تھا جب فیض آباد مین بہو بیگم صاحبہ جنت نصیب ہوئین اور میر خلیق فرخ آباد چلے گئے تو یہ بھی لکھنؤ چلے آئے جسوقت یہ میرے شاگردون کے زمرے مین داخل ہوے تو ان کی عمر ۲۸ یا ۲۹ برس کی تھی میرے کہنے سے انھون نے تخلص بھی بدلا یعنی وفا سے اسم با مسمے رند بن گئے - نیز اپنا پچھلا کلام انھون نے دریا برد کر دیا - بالفعل جو کچھ غزلین وغیرہ ان سے یادگار رہین وہ میری ہی شاگردی کے زمانہ کی کہی ہوئی ہین[له] ——

له اودھ پنچ — خواجہ صاحب نے جو کچھ بعض غلطی کی وجہ سے تحریر فرمایا ہے اسکی تصدیق الناظر دیوان وزیر کے مقدمہ سے ہوتی ہے — چونکہ رند اپنے حالات زندگی کی نسبت اپنے دیوان اولین کے آخر مین لکھا ہے اور چونکہ ہر ایسے شخص کی نظر سے گذر تا رہتا ہے جسکو شعر و سخن کا کچھ بھی مذاق ہے ۱۲

اس حالت مین گلزار نسیم نے یہ کہا کہ ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی -
تو کیا غلط کہا - تجھ پاس اور مجھ پاس کی ترکیب پر یہ سمجھکر حرف رکھنا کہ رند - صبا و خلیل وغیرہ کے دور کے آخری شخص نسیم تھے لہذا وہ ایسا محاورہ نظم کرنے کے مجاز نہ تھے جو کہ رند وغیرہ نے ترک کر دیا تھا محض لاعلمی سے رند نے گلزار نسیم کے تصنیف ہونے کے چھ برس بعد جو غزل کہی ہے اسمین یہ شعر موجود ہے ؎

پھر یہ منھ لیکے آئے ہو مجھ پاس　　دور ہو سامنے سے نفرت ہے

اسیطرح سب اعتراضون کا جواب ہو سکتا ہے - اس داستان کے سننے کے بعد آپ پر اور آپ کے دریدہ دہن پردہ پوشو نپر یہ ظاہر ہو گیا ہو گا کہ رند میرے شاگردو نکے دور کے آخری شخص تھے نہ کہ نسیم ہان آپ کے تجربہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نسیم کا انتقال رند - صبا و خلیل وغیرہ کے بعد ہوا - یہ بھی سراسر غلط ہے - جب دنیا سے میر اسفر ہوا تو اسوقت رند صبا خلیل وغیرہ سب موجود تھے - گر نسیم میرے سامنے اٹھ گئے تھے ہاے وہ دن مجھے ابتک نہ بھولے گا جبکہ مین نے یہ خبر پائی کہ نسیم کو ہیضہ ہو گیا سب جانتے ہین کہ سوا ے مشاعرے مین جانے کے مین کبھی اپنے بوریے سے نہین ہلتا تھا بڑے بڑے رئیسون اور امیرونکو یہ حسرت رہ گئی کہ مین انکے یہان جاؤن حتی کہ امجد علیشاہ نے مجھے بُلایا کئے - مگر مین نہ گیا اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر وہ بادشاہ ہین تو مین بھی فقیری مین مُلک سخن پر حکومت رکھتا ہون - اگر انکو مجھ سے ملنے کی تمنا ہو تو میرے جھونپڑے تک آ جائین اور جسدن سے شیخ ناسخ مرے تھے اُسدن سے مین نے مشاعرونمین بھی جانا ترک کر دیا تھا - لیکن جب نسیم کے دفعتہً بیمار ہو جانے کی خبر سُنی تو مین اسکے مکان پر گیا اور رحم دلسکے بازو پر امام ضامن باندھا اور صحت کے لیے دعا کی مگر -

کسی طرح سے نہ ٹوٹا طلسم حیرت و یاس　　در قبول سے ٹکرا کے سر دعا - الٹی

؎ اور ادھر شیخ حضرت چکبست بھی یہ سند پیش کر چکے ہین ۱۲ +

دوسرے روز یہ خبر سُنی کہ نسیم نے جنت کی راہ لی۔ اس روز تمام شعراے لکھنؤ مین ماتم تھا میرے اور میرے شاگردون کے علاوہ لکھنؤ کے تمام سربرآوردہ شعرا جنازہ کے ساتھ تھے اور کہتے تھے کہ یہ جوانمرگ شاعر اگر زندہ رہتا تو خدا جانے شاعری کو کیا معراج دیتا مجھیر تو اک سکتے کا عالم طاری تھا اور کبھی کبھی بیساختہ زبان سے نسیم کی غزل کا یہ شعر نکل جاتا تھا ؎

کچھ سوچ مین ہو نسیم بولو آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

خیر کجا بود مرکب کجا تاختم۔ اب تو آپ پر یہ روشن ہو گیا ہوگا کہ نسیم کا انتقال میرے سب شاگردون کے بیشتر ہوا ہے لہٰذا وہ میرے دور کے شاگردون کے اولین شخص تھے۔

مین آپ سے کہتا ہون کہ جب آپ معمولی واقعات سے اسقدر بیخبر ہین کہ آپکو یہ نہین معلوم کہ رند میرے شاگردون کے دور کے آخری شخص تھے کہ نسیم۔ تو پھر آپ تنقید و تحقیق پر قلم کیون اُٹھاتے ہین کیا دلگداز کے پڑھنے والے بالکل سادہ لوح ہین کہ وہ ایسے فقرون مین آجائین گے آپ اپنے تئین مولوی کہتے ہین اور اسلام کی عظمت کا راگ گاتے ہین آپ کے لئے ایسا دروغ مصلحت آمیز باعث شرم ہے۔ ابھی تو آپ شیخ ہین اگر علم از زان ہوا تو امسال سید ہو جائیے گا۔ سید ہمارے قوم کو کہتے ہین کیا تب بھی آپ اسیطرح اُلٹے سیدھے تاریخی واقعات لکھکر لوگون کو گمراہ کیجئے گا۔ استغفر اللہ استغفر اللہ۔

یہ سلسلہ تو یہان ختم ہوا اب مین پھر آپکو اُن لغزشون کی طرف متوجہ کرتا ہون جن سے کہ آپ کی تحریر مملو رہتی ہے پچاس فہمائشین تو لکھ چکا ہون۔ اب اس مضمون مین جسمین کہ آپ نے تاریخ اضیہ کی اصلاح فرمائی ہے) جو جو غلطیان آپ کی ہین ان کی نسبت فہمائش ضروری ہے۔ اس بات سے مین بہت خوش ہون کہ پچھلی فہمائشون کا اثر آپ پر اتنا ضرور ہوا کہ اس مضمون مین آپ نے بمقابلہ پیشتر کے کم غلطیان کی ہین

لیکن تاہم اب بھی بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے اسی خیال سے چند نمائشین (سلسلۂ قدیم قائم رکھتے ہوئے) درج ذیل ہین —

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۵ء

جنّت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۸

(دیکھو دلگداز بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۵ء

فہمائش نمبر (۵۱) آپ تحریر فرماتے ہین کہ بجائے اسکے کہ تہذیب شائستگی سے جواب دیا جاتا یا کوئی بھی قابل لحاظ جواب دیا جاسکتا تھا نہایت بے عنوانی اور بدتہذیبی سے بحث ہونے لگی ــ کیون صاحب (یہ دیا جاسکتا) کا اس مقام پر کیا تُک ہے آپکی ہی انشا پردازی جو آپ کے قدردانون کو سکتے مین ڈالدیتی ہے ـ دیکھئے آخری جملہ اسطرح لکھنا چاہیئے تھا کہ یا کوئی بھی قابل لحاظ دیا جاتا الخ ــ

فہمائش نمبر (۵۲) آپ فرماتے ہین جنھون نے ہماری تحریر کو غور و انصاف کی نظر سے دیکھا (یہ) (کو) تو طاعون کے کیڑے کیطرح آپ کی سرزمین انشاپردازی سے نکلنے کا نام ہی نہین لیتا خیر ہم بھی ٹوکنے سے باز نہین رہین گے ــ اس جملہ کو یون تہذیب دینا تھا کہ (جنھون نے ہماری تحریر غور و انصاف کی نظر سے دیکھی)

فہمائش نمبر (۵۳) کسی اخبار کے اڈیٹر کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ ہمارے خیال مین انکا فیصلہ کافی ہے اس لیئے کہ شاعری کی دنیا مین کسی اخبار کو وہ وقعت و استناد

نہین نصیب ہے جو انھین حاصل ہی) کیون مولانا آپ ہی ایمان سے فرمائیے کہ ایسا جملہ کسی کہنہ مشق انشا پرداز کے قلم سے نکلے گا یہ (انھین) کی ضمیر کسکی طرف پھرتی ہے۔ سیاق کلام سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ (انھین) سے آپکی مُراد اڈیٹر صاحب) ہین مگر صرف و نحو کے قاعدے سے انھین کی ضمیر (اخبار) کی طرف گردن اُٹھائے ہوئے ہے آپکا ما فی الضمیر کچھ ہے اور (انھین کی ضمیر) کچھ کہتی ہو دو ملا مین مرغی حرام اسی کا نام ہے یہ آپکا قصور نہین ہے جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو خدا زبان مین لکنت پیدا کر دیتا ہے پس وہ کہتا کچھ ہے اور زبان سے کچھ نکلتا ہے۔ چونکہ یہان آپ بجائے زبان کے بدلے قلم کو گناہگار کر رہے ہین۔ اسلیئے زبان قلم مین لکنت پیدا ہوگئی ہے آپ لکھتے کچھ ہین اور قلم سے کچھ نکلتا ہے خیر یہ رونا کہانتک رویا جائے آپ اُستادونکی اصلاح پر غور کیجئے۔ یا تو اس جملہ کو اسطرح لکھئے کہ شاعری کی دنیا مین کسی اخبار کو وہ وقعت و استناد نہین حاصل ہے (جو انکے اخبار کو حاصل ہے) یا اخبار کو ردی سمجھ کے الگ کیجئے اور یون لکھئے کہ شاعری کی دنیا مین اور کسی کو وہ وقعت و استناد نہین نصیب ہے جو کہ انھین حاصل ہے)

فہمائش نمبر (۵۴) آپ تحریر فرماتے ہین کہ **(ایسے تصرفات)** اور ایسی لغزشین اگر اسی زمانے مین جائز تھین) تو ضرور تھا کہ انکے **معاصرین** . . . . کے کلام مین بھی (پائی جاتین) اول تو یہ **تصرفات)** کے لئے (جائز نہین) بھی کیا خوب لگایا (**معاصرون**) نے واقعی نے تمام فقرے مین جان ڈالدی ہو فصاحت اسیکا نام ہو اور جدت تو **معاصرون**) کے صاد چشم سے اشک مذلت کیطرح ٹپکی پڑتی ہے۔ آپکو تو یہ دعوےٰ ہے کہ مین نئے الفاظ استعمال کرتا ہون۔ پھر آپ معمولی لفظ (معاصرین) کاہے کو استعمال کرتے۔ مگر پابندی وضع کے معنے یہ ہین کہ آج سے (**حاضرین**) کے بدلے **حاضرون**) اور (**سامعین**) کے بدلے (**سامعون**) اور **شائقین**) کے بدلے (**شائقون**) ہی استعمال کیا کیجئے۔

فہمائش نمبر (۵۵) آپ نہایت غیظ مین فرماتے ہین کہ پھر نسیم کو جو۔ ان غلطیون مین منفردہین معذور کیونکر رکھا جا سکتا ہے سبحان اللہ کیا اسلوب بیان ہی۔ یہ (کو جو) بھی تو چونکہ) سے کم نہین — بندہ نواز یہ خیال اسطرح ادا کرنا چاہئے تھا کہ (پھر نسیم) جو کہ ان غلطیون مین منفردہین کیونکر معذور رکھے جا سکتے ہین) مگر آپ کو تو (کو) جان سے زیادہ عزیز ہے عبارت کی شان بگڑ جائے مگر کو) ضرور آئے — جب آپ کوئی مضمون لکھنے بیٹھا کیجئے تو قبل مضمون شروع کرنے کے کسی کاغذ پر کو کو کو کو کو کو کو کو کو کو الخ دس مین مرتبہ لکھ لیا کیجئے تاکہ آپ کی تسکین ہو جاسے مگر عبارت کمبخت کا تو خون نہونے پائے —

فہمائش نمبر (۵۶) آپ فرماتے ہین کہ معروض کیا) غلط ہے — عرض کیا چاہیئے۔ اسمین محاورہ ہی نہین غلط ہے بلکہ نحو وصرف کی جاہلانہ غلطی ہے۔ کیون صاحب یہ اسمین کیا معنی لکھتا ہے — مین دیکھتا ہون کہ (کو) کی طرح کچھ (مین) سے بھی آپ کی اُلفت بڑھ چلی ہی خدا خیر کرے آپکو یہ لکھنا تھا کہ اس مقام پر محاورہ ہی نہین غلط ہے الخ —

(یہان پر خط حنئی مین کچھ لکھا تھا جو سمجھ مین نہ آیا) —

فہمائش نمبر (۵۷) پھر آپ ٹھوکر کھاتے ہین یعنی آپ لکھتے ہین کہ یہ کلام بولنا شاید جنگل صاحب لوگونکے بنگلونکے آس پاس بیرا اور خانساماں لوگونکی زبان ہی) بندہ پرور دراز زبانی سنبھالکر بولیئے یہ شرفا کا انداز گفتگو نہین خیر مجھکو اس سے زیادہ مطلب نہین مین آپ سے پہلے تو یہ پوچھتا ہون کہ محض آس پاس کے کیا معنی ہین جبتک آپ یہ نہ کہین کہ بنگلون کے آس پاس (رہنے والے الخ) اُسوقت تک تمام جملہ بے معنی رہے گا۔ آپ ہی ایمان سے فرمائیے کہ یہ بے معنی جملے لکھنا کہانکی شان فصاحت ہے ثانیًا مین آپسے پوچھتا ہون کہ نسیم کی شان مین تو آپ ایسے تہذیب سے خالی کلمے استعمال کرتے ہین اور اپنی زبان پر غور نہین کرتے کیون صاحب آپ (جو بیرا اور خانساماں لوگون) تحریر فرماتے ہین یہ تو (بیرا لوگ) (خانساماں لوگ) (عورت لوگ) (مرد لوگ) کسکی زبان ہے) کیا یہی اہل لکھنؤ کی

زبان ہے جسکے آپ سرپرست بنتے ہین لکھنؤ کا کنجڑا کبڑیا بھی بیرا لوگ) اور خانساماں لوگ)
اپنی زبان سے نہ کہے گا - یہ واقعی بیراؤن اور خانساماؤن کی زبان ہے -
فہمائش نمبر(۵۸) (کہئے تو) کے محاورے کے استعمال پر آپ حرف دھرتے ہین اور
اس مطلب کو اسطرح ادا کرتے ہین کہ آتش و ناسخ کے وقت سے یہ الفاظ متروک ہین)
کیون حضرت یہ (الفاظ) یہان کن معنون مین استعمال ہوے ہین - ظاہر ہے کہ (کہے
تو) دو لفظون سے مرکب ہے - (نہ کہے) کا استعمال آتش و ناسخ کے وقت سے متروک ہے -
نہ (تو) کا کہنا آپکو یہ چاہیئے تھا کہ آتش و ناسخ کے وقت سے یہ محاورہ متروک ہے مگر غلبۂ
ذکاوت سے کہ گئے کہ یہ الفاظ متروک ہین ع ماشاء اللہ چشم بد دور ــــ
فہمائش نمبر(۵۹) آپ فرماتے ہین کہ (ضد انس و جان) کی جگہ پر ضد انس و جانی)
جاہل کے سوا کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نہ نکلے گا - یہ جہالت کی گفتگو تو آپ کو مبارک رہے
ہین اسقدر عرض کرونگا کہ جگہ کے بعد پر) لانا محض بدکٹی اوڑاتا ہے - محض اسقدر لکھنا کافی تھا
کہ ممکن نہین - کہ ضد انس و جان کی جگہ ضد انس و جانی کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نکلے)
فہمائش نمبر(۶۰) افسوس آپ فرماتے ہین کہ خواب کردن فارسی کا محاورہ ہے اُردو مین
سونے کے محل پر خواب کرنا - کہنا غلط ہے - تحقیقات کا یہ حال اور نسیم پر اعتراض جڑنے مین
آندھی - بندہ پرور میرا یہ شعر آپ نے شاید نہین دیکھا ہے ؎

انتظار ملک الموت مین بیدار ہون مین بخت خفتہ کو میرے خواب گران کرنے دو

آپ نسیم پر کیا اعتراض کرتے ہین کہ میری زبان پر اعتراض کرتے ہین)
فہمائش نمبر(۶۱) آپ بد نما سکراہٹ کے ساتھ فرماتے ہین کہ لیکن خیر اگر خلاف محاورہ
زبان اختیار کی تھی تو تذکیر و تانیث کا لحاظ رکھتے - کیون صاحب - یہ لیکن خیر کیا بلا ہے

ؔ؎ او دھر پنچ - خواجہ صاحب - مدت ہوئی حضرت چکبست آپکا یہ شعر اس اعتراض کی تردید مین پیش کر چکے ہین -
ہم نے سُنا ہے کہ اسکے جواب مین حضرت شرر لکھنے والے ہین کہ آتش کا کلام مستند نہین ہے ۱۲

اس مقام پر جو۔ لیکن) کے معنی ہین وہی خیر) کے ہین پھر یہ (لیکن لیکن اور خیر خیر) سے کیا مُراد ہے یہ بھی تو چونک کا جواب ہے ۔ یا یون کہئے کہ خیر اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی الخ ۔ یا یون کہئے کہ (لیکن اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی الخ (لیکن خیر) تو کوئی چیز نہین۔

فہمائش نمبر (۲۹) آپ فرماتے ہین کہ بکا دلی کو قرار تو دیا نقش اور پھر اسکے ساتھ فرماتے ہین) (بائی) زبانون[1] کو یہ کسقدر ناگوار گذرتا ہے ۔ کیون صاحب آپ کیا زبان سے سُنتے ہین؟ تو پھر یقینی طور پر آپ کان سے گفتگو کرتے ہونگے[2] ۔ اہل لکھنؤ تو جب کسی ترکیب کی عدم فصاحت کا ذکر کرینگے تو یہ کہینگے کہ کانون کو کسقدر ناگوار گذرتا ہے مگر آپ کے انشاپردازی کا باوا آدم ہی نرالا ہے ۔

فہمائش نمبر (۳۰) آپ فرماتے ہین کہ مطلب چاہے خبط ہو جائے کوئی مضائقہ نہین) بندہ نواز اہل لکھنؤ کہین گے کہ مطلب چاہے خبط ہو جائے کچھ مضائقہ نہین غالبًا (کوئی) آپ نے اس لیئے استعمال کیا کہ اسے (کو) سے صوری تعلق[3] ہے ۔ دیکھئے بندہ پرور آپ کے ان تین صفحے کے مضمون مین بھی ۳۰ غلطیان موجود ہین خوب آپ نے خانۂ سخن کو تین تیرہ کیا مین فہمائش کرتے کرتے تھک گیا۔ مگر آپ کی نیت غلطیون سے نہین سیر ہوتی ۔ اس موقع پر مجھے اپنا شعر یاد آتا ہے ؎

اثر کرتی نہین تعلیم تیرہ روزگارون کو ... اُدھر ٹیڑھے ہوئے شانے کی وہ زلف ادھر سیدھی

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

---

[1] اودھ پنچ حضرت چلک بست بھی اپنے دندان شکن ۔ مگر ولادینہ لہجے مین اس نوکھی گرفت پہ اعتراض کر چکے ہین ۱۲

[2] اودھ پنچ دیکھئے یہ اعضا کا انقلاب کہانتک ترقی کرتا ہے ۱۲

[3] اودھ پنچ بجا ہے یہ (کو) کی مادہ ہے ۱۲

اودھ پنچ مطبوعہ ۲۸- ستمبر ۱۹۰۵ء

تیسری ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۹

میان شرر - کل میری نظر سے اُردوے معلے کا وہ پرچہ گذرا جسمین کہ آپ نے حضرت چکبست کے مضمون کے جواب مین جواب الجواب شائع کیا ہے اس مضمون کی دو تین باتین مجھے بہت پسند آئین اولاً یہ کہ اس مرتبہ آپ نے بہت کم غلطیان کی ہین (مثلاً کہین مسٹر چکبست صاحب) نہین لکھا ہے نہ) عام پبلک لکھا ہے بلکہ میری فہمائش کے مطابق آپ نے مسٹر چکبست لکھا ہے انگریزی الفاظ بھی بہت کم استعمال کیے ہین - اور بہت کم کیا معنی صرف ایک مقام پر (ایوریج) کا لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ بقول سید محمود اس بد نما انگریزی لفظ کا مترادف لفظ اُردو مین (اوسط) موجود تھا خیر عادت چھوٹتے چھوٹتے چھوٹتی ہے یہ کیا کم ہے کہ آپ نے اپنی غلطیون کا اعتراف تو کیا - مین یہ دیکھ کر بھی بہت خوش ہوا کہ اس مضمون مین ڈکو بھی بہت کم بے موقع استعمال ہوا ہے - شاباش اسیطرح میری فہمائشون پر عمل کیجیے گا تو اچھے اُردو لکھنے والون مین آپکا بھی شمار ہونے لگے گا - حضرت داغ کہتے ہین کہ اس مضمون مین غلطیان کم ہونے کا ممکن ہے یہ سبب ہو کہ اُردوے معلے کو جو صاحب ترتیب دیتے ہین اُنھون نے جابجا اصلاح فرما دی ہو کیونکہ اُردوے معلے اصلاح زبان مین خاص طور سے سرگرم ہے مگر مین یہ نہ کہونگا - آخر آپ انسان ہین - حیوان نہین - اگر نصیحت آپ پر کارگر ہوئی تو کوئی تعجب کی بات نہین ہے بزرگون کی نصیحت پر عمل کرنا عیب مین

نہین داخل ہے - ہان سب سے زیادہ مستحسن آپکا یہ فعل ہے کہ آپ نے اس مضمون مین صاف طور سے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ گلزار نسیم پنڈت دیا شنکر ہی کی تصنیف ہی کیونکہ آپ نے یہ لکھدیا ہی کہ اگر یہ راے (یعنے یہ راے کہ یہ مثنوی یا تو آتش کی کہی ہوئی ہو یا یہ کہ آتش کی اصلاح کی بدولت یہ ایک قابل قدر مثنوی ہوگئی) بھی مسٹر چکبست کے خلاف ہے تو مین اسکے واپس لینے کو تیار ہون) یہ ضرور ہے کہ دنیا والے آپکو اس غلطی کے تسلیم کرنے پر بہت چھیڑینگے - کیونکہ آپ نے اپنے مارچ والے دلگداز مین اس دعوے کی تائید مین بہت کچھ خامہ فرسائی کی تھی کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین ہے - اور اپنے بزرگون کا قدم بھی درمیان مین ڈالا تھا بیچارے منشی اشرف علی کی روح کو بھی بیقرار کیا تھا مگر دنیا والون سے آپ یہ کہہ سکتے ہین کہ مین نے چکبست کی خاطر سے ایسا لکھدیا ورنہ میرا دلی عقیدہ ابھی نہین بدلا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ آپ یہ کہہ سکتے ہین کہ مین نے کرسی کی وضع نباہی وہان کے باشندے اکثر ایسی باتین کرتے ہین کہ (باز آید پشیمانی) مجھکو اس موقع پر ایک روایت یاد آئی جو کہ خالی از دلچسپی نہین ہے -

نواب سعادت علیخان کے دربار مین کسی ظریف الطبع شخص نے کہا کہ کرسی کے لوگ سب احمق ہوتے ہین - اس موقع پر ایک کرسی کے بزرگ بھی موجود تھے وہ بہت گرم ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ جھوٹ کہتے ہین ہم اپنے بزرگون سے سنتے آئے ہین کہ کرسی کے لوگ بڑے عقلمند ہوتے ہین اور ایک صاحب جو کہ عقلمند ونکے آخری دور کے یادگارون مین تھے وہ بھی کہتے تھے کہ کرسی کے لوگ بڑے عاقل ہوتے ہین جن صاحب نے یہ بحث چھیڑی تھی اُنھون نے اس دعوے کی تردید کی - آخر کار سعادت علیخان نے کہا کہ اچھا ہم اس بات کا امتحان کرینگے کہ کرسی کے لوگ آیا عقلمند ہوتے ہین کہ بیوقوف - چنانچہ ہفتہ عشرہ بعد نواب موصوف نے کرسی کا دورہ کیا کرسی کے اُمرا نے نواب کو بڑی دھوم دھام سے دعوت دی اور انواع اقسام کی چیزین تیار کین - مگر ایک استاد باورچی لکھنؤ سے بلائے گئے تھے اُسی کی زیر نگرانی کرسی کے باورچیون نے کھانا تیار کیا تھا جب نواب دعوت سے محظوظ ہوکر رخصت ہوے تو اُنھون نے دل مین کہا

کہ یہ لوگ تو بڑے سلیقے سے پیش آئے انکو احمق کہنا صحیح نہین ہے - مگر نواب نے ایک ہی منزل طے کی ہوگی کہ باورچی خانہ کے مہتمم صاحب جو کہ کرسی کے خاک پاک سے تعلق رکھتے تھے ایک مرتبہ ایک طاق کی طرف گئے اور اُسمین سے ایک پڑیا اُٹھا کر سر پیٹنے لگے - لوگون نے پوچھا - کیا ہے کیا کہنے لگے کہ یہ مصالحہ پلاؤ مین ڈالنے کے لئے رکھا گیا تھا مگر کمبخت باورچی یہ خاص مصالحہ ڈالنا بھول گئے - نواب کو پلاؤ ہرگز نہ پسند آیا ہوگا - افسوس ہماری محنت پر پانی پھر گیا - یہ سُننا تھا کہ کرسی کے تمام بزرگ تاسف کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم لوگون کی قسمت ہی مین بیوقوف بننا لکھا ہے - مگر یہ بزم تاسف برپا تھی کہ مہتمم صاحب یکبار بول اُٹھے کہ مار لیا ہے مار لیا ہے! واللہ کیا سوجھی ہے - دیکھو تو اس حماقت کی تلافی کیسی خوبصورتی سے کرتا ہون - یہ کہکر وہ اُٹھ کھڑے ہوے اور نواب سعادت علیخان جسطرف گئے تھے اُسی طرف روانہ ہوے جب نواب کے خیمہ تک پہونچے تو حضور مین رسائی کی درخواست کی درخواست منظور ہوگئی اور مہتمم صاحب نواب کے روبرو حاضر ہوے اور کہنے لگے کہ خداوند نعمت اگر یہ مصالحہ کی پڑیا پھانک لیجئے تو ہمارے حال پر بڑے عنایت ہوگی کمبخت باورچی اسے پلاؤ مین ڈالنا بھول گیا - اب بھی پھانک لیجئے تو مزا آجائیگا کیونکہ کھانا ابھی ہضم نہوا ہوگا نواب یہ درخواست سُنکر مسکرائے اور کہنے لگے کہ واقعی تمنے ثابت کردیا کہ کرسی کے لوگ کس قسم کے ہوتے ہین - اس روایت کے بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنا دعوی واپس لیا ہے تو چکبست صاحب اسے اعتراضات کے مصالحہ کی باقیماندہ پڑیا سمجھین اور اسکے قبول کرنے مین تکلف نکرین -

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (وارد حال فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۲- نومبر ۱۹۰۵ء

جنت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱

میاں شرر کسی نے سچ کہا ہے - ع ما درچہ خیالیم و فلک در چہ خیال - انسان سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے اور انسان پر کیا موقوف ہے ہر مخلوق کا یہی حال ہے شیطان علیہ اللعن کو دیکھو - جب اسنے حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا تو اسکا خیال تھا کہ میرا کیا کوئی بنا سکتا ہے - اور اسکا خیال ایک معنی میں بیجا بھی نہ تھا کیونکہ تھوڑی وقعت اسے اسوقت ضرور حاصل تھی - اسی عارضی وقعت کی بنا پر اسنے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ گلزار بہشت کو پامال کر ڈالونگا - مگر طرح معشوق کیطرح زمانہ کا رنگ بدلتا رہتا ہے - وہی شیطان اک دم زدن میں مردود خلائق ہوگیا - نہ وہ وقعت رہی نہ وہ مرتبہ - بلکہ جتنے عیوب تھے وہ طشت از بام ہوگئے - بالکل رنگ ہی بدل گیا - اور شیطان پر کیا موقوف ہے - جو کوئی اپنی حد سے بڑھکر بات کرتا ہے اسے خدا ذلیل کرتا ہے جب کوئی ٹٹو یا کسی گدھا اگر بڑھ کر لات مارتا ہے تو منہ کی کھاتا ہے سوائے بھاگنے کے کچھ نہیں بن پڑتا - اور جہاں بھگا مشہور ہوا وہاں پھر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا -

یہی کیفیت شیطان کی ہوئی اب کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا اس ذلت کے بعد اگر اس نے تہیہ کر لیا ہے کہ میں خصائل حسنہ کی ہمیشہ بیخ کنی کیا کرونگا اور نیک نیت اور انصاف پسند لوگوں کے خلاف ہمیشہ شورش برپا کرتا رہونگا تو کیا برا کیا آخر غصہ بھی تو

کوئی چیز ہے - اور خصوصًا ذلت کے بعد جو غصّہ آتا ہے وہ بیڈھب ہوتا ہے - وہ جامہ سے باہر کر دیتا ہے مجھکو اپنا شعر یاد آگیا ہے ؎

خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہین سکتی
گریبان پھاڑتا ہے تنگ جب دیوانہ آتا ہے

غرضکہ اس عالم نیرنگ ساز کا یہی وتیرہ ہے کہ دل کے ارادے نہین پورے ہونے دیتا مجھکو وہ زمانہ یاد آتا ہے جبکہ تمنے بڑے زور کے ساتھ مارچ اور اپریل کے دلگداز مین گلزار نسیم پر اعتراضات شائع کئے تھے اور یہ لکھا تھا کہ گلزار نسیم مین صدہا غلطیان ہین اور ۳۷ اعتراضات پیش بھی کئے تھے اور چونکہ اُس زمانہ تک لوگ تمھین کسیقدر وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - لہذا تمھارے اعتراضات غور کی نگاہ سے دیکھے بھی گئے اور تمھارا بھی یہ خیال تھا کہ (ہمچو من دیگرے نیست) بھلا ان اعتراضات کی تردید مین کون قلم اُٹھا سکتا ہے - اور بہتوں کا یہی خیال ہوگا - مگر تمپر بھی وہی مثل صادق آئی ع ادر چہ خیالیم فلک در چہ خیال اودھ پنچ نے تمھین ٹوکا - اور اودھ پنچ کیا معنی کل اساتذۂ لکھنؤ کو تمھاری یہ حرکت ناگوار گذری اور تمکو صلاح دیگئی کہ تم اپنا دعوی واپس لیلو - اور نہایت تہذیب کے ساتھ تمھین یہ صلاح دیگئی - مگر تمنے یہ صلاح نہ مانی اور اودھ پنچ کے اڈیٹر کو شہدا کہا حالانکہ جبتک اسقدر غصہ کی وجہ نہ تھی ہندوستانی کے نامور اڈیٹر بابو گنگا پرشاد صاحب ورما نے اس نازیبا حرکت پر تمھین سرزنش کی تو اُنکو بھی تم گالیان دینے لگے مگر یہی یکم اگست اتحاد مین (جسمین تمنے اڈیٹر اودھ پنچ کو شہدا کہا تھا) تمنے یہ اعلان بھی شائع کیا تھا کہ (نسیم کے کلام پر ریویو کرنے کا سلسلہ جو دلگداز مین شروع کیا گیا ہے وہ برابر جاری رہیگا ابھی تو مثنوی پر ہمین بہت سے اعتراض کرنے ہین مگر اس سے فراغت حاصل کر کے ہم اُنکے دیوان پر ریویو شروع کرینگے) (اتحاد یکم اگست سنہ ۱۹۰۵ء صفحہ ۲) اور ایک حد تک اس اعلان کی پابندی بھی کی گئی - کہ دلگداز مین اوڈیل یا بعض اعتراضات شائع بھی کئے گئے - چنانچہ کل پچاس ساٹھ

اعتراضات شائع کیے گئے - مگر ایسی صدہا غلطیونکی تصدیق تو ناممکن ہے
کیونکہ اس شرط کے پورا کرنے کے لیئے کم سے کم (دو تین سو) اعتراضات کی ضرورت ہے
مگر باوجود اس زبردست اعلان کے تم ستمبر کے دلگداز مین (جو کہ آخر اکتوبر مین شائع ہوا ہے)
لکھتے ہو کہ (دلگداز اپنے صفحات کو اس لغو بحث سے علیحدہ کیئے لیتا ہے
آیندہ وہ جدید اعتراضات نہ شائع کریگا) آخر اس وعدہ خلافی کے کیا معنے -
مرد تو اپنی بات کے لیے جان دے دیتے ہین - تم سے اعتراضات بھی گڑھے نہین چلتے
سنا ہے ایک کمہار تمھارا دوست ہے اُسی سے کچھ اعتراضات (بنوالو) اعتراضات بند کرنیکے
لیئے تم یہ عذر پیش کرتے ہو کہ اب بحث کا رنگ لغو) ہو گیا ہے اسلئے تم اپنا دامن آلودگی
سے پاک رکھنا چاہتے ہو - مگر دیکھو تو کلم اگست کے اتحاد مین تم اس بحث کو (لغو) قرار
دے چکے ہو (کیونکہ اتحاد کے اسی نمبر مین تمنے اڈیٹر اودھ پنچ کو گالیان دی ہین)
اور اسی نمبر مین یہ اعلان بھی شائع کیا ہے کہ اعتراضات کا سلسلہ برابر جاری رہیگا - اس سے
ثابت ہوتا ہے - باوجود اس بحث کو لغو سمجھنے کے تمنے اعتراضات کا سلسلہ جاری رکھنا مناسب
سمجھا - پھر اب یہ عذر لنگ پیش کرنا چہ معنی دارد - مرزا ستم ظریف مجھ سے کہتے ہین کہ تم نے
شیطان کی صلاح کے مطابق جدید اعتراضات کا سلسلہ بند کیا ہے
اور غالباً صحیح وجہ یہی معلوم ہوتی ہے - مگر چھپاؤ گے شیطان نے تمھارے جد امجد کے
ساتھ جو سلوک کیا تھا وہی سلوک تمھارے ساتھ بھی کیا یعنی پیشتر شیطان ہی نے حضرت آدم کو
گیہون کا دانہ کھانے کی صلاح دی تھی - اور پھر شیطان ہی نے بہشت سے نکلوایا بھی
اسیطرح شیطان ہی نے تمھین انگلی دکھائی تھی کہ تمنے گلزار نسیم پر اعتراضات کیئے اور اب
اس مردود حلالو نے تمھین یہ صلاح دی کہ اعتراضات بند کردو - جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تم علمی
وقعت کے بہشت سے نکالے گئے اور سب کی نظرون مین ذلیل ہو گئے - اور جسطرح حضرت
آدم کے زوال کی داستان ابھی تک نہین فراموش ہوئی ہے اسیطرح تمھاری ذلت بھی دائمی ہو

تمنے ستمبر کے دلگداز مین یہ بھی لکھا ہے کہ جوابات مین حامیان مثنوی سے سوا لے لاطائل تاویلون جاہلانہ سخن پروریون اور شہدون کے ایسے گالی گلوج کے کچھ کرتے دھرتے نہین بن پڑا - مرد خدا ایکدن خدا کو منھ دکھانا ہے - آخر اس جھوٹ کی کوئی انتہا بھی ہے - چک بست کا جواب جو جولائی کے اردوے معلے مین شائع ہوا تھا اس پر لاطائل تاویلون جاہلانہ سخن پروریون اور شہدون کی ایسی گالی گلوج کا الزام لگانا تمھارا ہی کام ہے —

چک بست کے مضمون کے علاوہ منشی احمد علی شوق کا مراسلہ اودھ پنچ مین شائع ہوا تھا اسمین نہایت تہذیب و متانت کے ساتھ تمھارے مہمل دعوون کی تردید کی گئی تھی - اردوے معلے کے اڈیٹر نے بھی تمھاری بے تکی ہانک کی اصلاح فرمائی ہے - آخر ان حضرات مین سے کسنے شہدپن کیا ہے جسکا شکوہ تم دلگداز مین کرتے ہو ناچ نہ آئے آنگن ٹیڑھا) تمھارے ہی لئے کہا گیا ہے بیشک بحث کی ابتدا سے تمھاری تائید مین جو مضامین نکلے ہین اُنھین جاہلانہ سخن پروری اور لاطائل تاویلونکو عموماً دخل ہے اور مضامین جو تمنے ایک صاحب اودھ کے نام سے خود اپنی تعریف مین شائع کیے تھے اُنھین پورا (شہدپن) اور (شہدپن) بھی دیہات کا لکھنؤ کا نہین - اور مین تو یہ کہتا ہون کہ اس بحث مین ایک مستند شخص بھی تمھارا حامی نہین ہے - تم اپنی تعریف اپنے منھ سے کیا کرو یہ اور بات ہے - شہدپن کا شکوہ تو محض ادا ے معشوقانہ ہے - اصل بات یہ ہے کہ تم سمجھتے تھے کہ تمھارے اعتراضات کا کوئی جواب نہ دیگا تم تمام مسلمانون کو اپنا ایسا متعصب سمجھتے تھے کہ وہ اس علمی مباحثے کو بھی مذہبی جھگڑے کی نظر سے دیکھین گے - اور ہندوونکی ہستی تو محض تم اسلئے ضروری سمجھتے ہو کہ اُن سے اتحاد کے چندہ کے پیرایہ مین روپیہ وصول کرو تمنے اپنی شرافت کے ثبوت مین یہ بھی لکھا ہے کہ جب کوئی بحث بازاری لوگون اور عوام کالانعام مین پہونچ جاتا ہے تو پھر گرفت سے باہر ہو جاتا ہے اور سوا اسکے کہ شرفا ان بازاری شہدونکی

ہاتھ سے اپنا دامن جھٹک کے الگ ہو جائیں - کوئی چارہ نہیں بن پڑتا) دیکھو دنیا کی سند نہیں بھوے پن کی باتیں کرتے ہو - تم ان بازاری شہدونکے ہاتھ سے اپنا دامن چھڑا لو مگر اس دامن پر جو رسوائی کا داغ لگ گیا ہے اُسے کیونکر چھڑاوگے یہ دیہات کی کیچڑ کا دھبا نہیں کہ دو چار روز میں چھٹ جائے بلا کسی شخص خاص کا نام ظاہر کیے ہوے تم نہایت بیکسی کے لہجہ میں لکھتے ہو کہ دھمکی دیجاتی ہے کہ وہ شخص لکھنؤ کا پاک شہدا ہے لہذا تحشر گوئی میں اُسکی کوئی تقلید نہیں کر سکتا آخر وہ شخص کس سے مراد ہے - تم نے کسی کا نام تو لکھا نہیں - لکھنؤ میں تو اکثر عصمت مآب بیویاں اپنے جنت نصیب شوہر کا ذکر (وہ شخص) کہکر کرتی ہیں - مگر ظاہر المیر تو یہ گمان ہو نہیں سکتا - پھر یہ وہ شخص کون ہے - تمھاری تائید میں جو تہذیب مضامین نکل رہے ہیں اور جنمیں (شہدپن) نہیں ہوتا نہیں سے ایک کا ذکر خیر تم اسطرح کرتے ہو کہ فتنہ نے . . . ایک مختصر نوٹ لکھا ہے جنمیں کہتے ہیں کہ لکھنے والے صاحب کی ذہانت پر تعجب ہے کہ وہ (پ) سے بے عقل وغیرہ سمجھے مگر حرف ب سے وہ باپ کو نہ پہچان سکے) اس جملے کے بعد نہایت جوش سے تم لکھتے ہو کہ کیوں منشی ریاض احمد صاحب تمکو لوگ پہچانتے ہیں یہ لکھ تو گئے مگر تم نے اس پہلو پر نہ غور کیا کہ اگر کوئی کہے کہ فتنہ کے مضمون نگار کی شکایت بیجا ہے آپنے تو خوب پہچان لیا، افسوس تمہیں زبان سے کہنا نہیں ہے -

راقم خواجہ حمید علی آتش داز
(فردوس بریں)

اودھ پنچ مطبوعہ ۹ ۔ نومبر ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱۱

دیکھو دلگداز ستمبر ۱۹۰۵ء

تم نے لکھا ہے کہ جوابات مین حامیان مثنوی سے سوا الاطائل تاویلون جاہلانہ سخن پروریون اور شہدون کے ایسے گالی گلوج کے کچھ کرتے دھرتے بن نہین پڑتا ۔ لہذا اب دلگداز اپنے صفحات کو اس لغو بحث سے علٰحدہ کئے لیتا ہے ۔ آیندہ وہ جدید اعتراضات نہ کرے گا ۔

یہ تو خیر جھوٹ اور (بہانہ بسیار) مین سے ایک بہانہ ہے مگر اس دامن سمیٹنے کے بعد تم نے یہ کیا لکھا کہ اس کام کو (اعتراضات جڑنے کے کام کو) ان لائق و سخن فہم کاملان فن کے لئے چھوڑے دیتا ہے جنھون نے اسے اپنے ذمہ لیا ہے ۔ یہ خوشامدانہ فقرہ لکھ تو گئے مگر اس پہلو پر نہ غور کیا کہ تم تو اپنی شرافت کا ثبوت دینے کے لئے اس (لغو بحث) سے الگ ہوئے جاتے ہو مگر صاف طور پر یہ ہوے کہ اب یہ بحث اس قابل نہین رہی کہ کوئی مرد شریف اسمین حصہ لے ۔ مگر اپنے احباب یعنی لائق و سخن فہم کاملان فن کو یہ صلاح دیتے ہو کہ اس (لغو بحث) مین برابر حصہ لیتے رہین ۔ جیسا کہ اصلی مضمون مین در پردہ خوشامد کے بعد تم آگے چلکر صاف الفاظ مین کہتے ہو کہ ہم دکن ریویو کے فاضل مضمون نگار پروفیسر نقاد ۔ بی ۔ اے) کی خدمت مین التماس کرتے ہین کہ وہ اپنی تنقید کا سلسلہ برابر جاری رکھین ۔

جسکے معنے یہ ہوے کہ اک تم تو شریف ہو اور باقی تمھارے لائق سخن فہم اور کاملان فن)

اسی قابل ہین کہ وہ اس (لغو بحث) کا سلسلہ جاری رکھین۔ آخر اسکا جواب تمھارے پاس کیا ہے جو وجہ تمھارے لئے کنارہ کشی کی ہوسکتی ہے۔ وہ انکے لئے بھی ہوسکتی ہے۔ اگر تمھین شرافت مانع ہے (تو اگر تم انکو شریف سمجھتے ہو) تو انکو بھی شرافت مانع ہوسکتی ہے۔ افسوس ہے تمھاری عمر عزیز کے چالیس سال گذر گئے مگر بات کرنے کا سلیقہ نہ آیا۔

خیر اس بحث سے کنارہ کشی کی وجہ تو اور ہی کچھ ہے اُسکو تو یا خدا جانتا ہے یا تمھارا دل جانتا ہے۔ اب رہی یہ شہدون کی ایسی (گالی گلوج) یہ ہمیشہ تمھارے اظہار شرافت) کے لیئے مانع ہوتی ہے (اور پردۂ عصمت) بھی تمھین اسلیئے بند کرنا پڑا کہ تمھاری پردہ دری کی کوشش جو اظہار شرافت ہوتا تھا اسکے خلاف) شہدون کی ایسی گالی گلوچ) شروع ہوگئی۔ یا حضرت سکینہ کی شان مین جو تمنے گستاخانہ اور بیہودہ مضامین لکھے تھے اور جنکو پڑھ کر سچے مسلمان کا خون اُبلنے لگتا ہوگا۔ ان مضامین کی تردید مین بھی تمھارے خیال کے مطابق شہدونکی ایسی گالی گلوج ہوتی اور اسکا اثر حیدرآباد مین عربون کے رسالے تک پہونچا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تم سمجھے کہ یہ (گالی گلوج) کوئی عملی صورت نہ اختیار کرے لہذا تم اپنی شرافت کے ٹٹو پر سوار ہوکر لکھنؤ چلے آئے۔ غرضکہ جو بات تم کہتے ہو اُسپر شہدونکی ایسی گالی گلوج ہونے لگتی ہو اور تم ٹھہرے مہذب اسلئے اس سے کنارہ کشی کر لیتے ہو اور بڑی بات تو یہ ہے کہ تمھارا اصول ہمیشہ (اتحاد) بلکہ . . . رہا ہے اسلیئے جہان نفاق کی شکل پیدا ہوئی اور تمنے شرافت کا بوریا بدھنا سنبھالا اور رفو چکر ہوئے۔ مگر تمھین لوگونکی خوشامد کرتے ہوے شرم نہین آتی۔ اس مضمون مین تمنے منشی ریاض احمد صاحب اور پروفیسر نقاد کی کتنی خوشامد کی کہ تمھیری آبرو بچالیئے) (یا پہلے اتحاد مین حافظ جلیل حسن صاحب کی خوشامد کر چکے ہو اور در پردہ جو خطوط تمنے بھیجے ہین اور اساتذہ لکھنؤ کے قدمون پر ٹوپی رکھی ہے اسکا حال تو اعمال بد کے فرشتون سے معلوم ہوتا رہتا ہو۔ جب تمنے اعتراض کیئے تھے تو کیا انھین لوگون کے برتے پر کیئے تھے جنکی آج اس بھونڈے طریقے سے خوشامد کر رہے ہو۔ ایسا کرنا اہل آبرو کی وضع کے

خلاف بھلا تمنے اودھ پنچ کو بھی کسی کی خوشامد کرتے سُنا یا دیکھا ہمارے وقت مین اکثر جلیبے فقیر یہ صدا لگایا کرتے تھے کہ مسافر ہین بیکس ہین لاوارث ہین یتیم ہین ہماری مدد کرنا ثواب مین داخل ہے (یہی کیفیت ایک حد تک تمھاری ہے کہ اس علمی مباحثہ کو مذہبی جھگڑا بناکر اپنی بیکسی جتاکر دربدر مدد کے خواہان ہوتے ہو۔

دیکھو کچھ کھو کے سیکھتا ہے۔ مگر تمکو کبھی عبرت نہ حاصل ہوئی۔ خیر اب بھی ہوش مین آؤ (سکینہ بنت حسینؑ) (اور پردۂ عصمت) والے مضامین لکھنے کی بدولت جو کچھ تمھاری ذلت ہوئی وہ بھی حیادار کے لئے اس امر کی محرک ہو سکتی تھی کہ گھربار چھوڑ کر حج کو چلا جائے۔ لیکن اس ذلت کا نتیجہ صرف اسقدر ہوا کہ تمھین لوگ بے شرم اور متعصب سمجھنے لگے۔ اس تبع بُرے پھنسے ہو یعنی تمھاری شاعری اور زباندانی کا پردہ فاش ہو گیا۔ اور یہ پردہ کیا فاش ہوا کہ روزی کے ٹھیکرے مین ٹھیس لگی۔ تم کبتک گھر پھونک تماشا دیکھوگے۔ افسوس ہے کہ تمنے اپنی ہستی پر نہ غور کیا اور اپنی بساط سے بڑھ کر حملے شروع کر دیئے۔ اگر اپنے گوشۂ عافیت مین بیٹھے ہوے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کیا کرتے تو کوئی تمسے مخاطب بھی نہوتا مزے سے بیاباں کے تکئے پر دنڑ پیلا کرتے۔ کنج عزلت سے نکلنا تمھارے لئے قیامت ہو گیا۔ ہاے مجھے اپنی جوانی کا شعر یاد آگیا ؎

نکل کر کنج عزلت سے نہ کر ہنگامہ افروزی　　شرر یاقوت کا ہمسنگ ہے جبتک ہے پتھر مین

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد
فردوس برین)

ازاودھ پنچ مطبوعہ ۱۶- نومبر ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱۲

دیکھو دلگداز ماہ ستمبر ۱۹۰۵ء

اب تمھارے اس آخری مضمون کے متعلق چند فہمائشیں درج ہیں۔ پیشتر کے دو تین مضامین میں جنکا حجم ۹ صفحون سے زیادہ نہ تھا ۶۳ لغزشین شمار کرا چکا ہون۔ اس مرتبہ جو ایک صفحہ دلگداز کا تمنے گلزار نسیم کے متعلق سیاہ کیا ہے اسکی لغزشین بھی قدیم فہمائشون کے سلسلے مین ظاہر کیئے دیتا ہون۔

فہمائش نمبر ۶۴) اس مثنوی پر اعتراض کرنے اور اسکی تنقید کرنے کا سلسلہ دلگداز نے چھیڑا تھا) اس جملہ مین اسکی کا کیا تک ہے۔ اسکے معنی تو یہ ہوے کہ اعتراض کی (تنقید) بھی تم ہی کرتے تھے جو بقول ازلی (ب) تمھارا شریک ہے اس سے اس امر کے متعلق مشورہ کر لیتا۔

فہمائش نمبر ۶۵) جسکے ساتھ ہی اردو کی لٹریری دنیا مین تحریک ہو گئی) تحریک تو ضرور ہو گئی مگر نزلہ تم ہی پر گرا۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ لفظ تحریک ہو گئی) اس موقع پر بے معنے ہے کہنا یہ چاہیئے تھا کہ (تحریک پیدا ہو گئی)

فہمائش نمبر ۶۶) لہذا اب دلگداز اپنے صفحات کو اس لغو بحث سے علحدہ کیے لیتا ہے)

واہ رے (کو) اسی کی بدولت لوگ تمھین (شرر اینڈ کو) کہنے لگے ہین۔

مین تو صرف) (کو) سے واقف ہون ۔ مسٹر محمود (شرر اینڈ کو) کے فقرہ پر خوب قہقہے لگاتے ہین اگر یہ لکھتے کہ اپنے صفحات اس لغو بحث سے الخ) تو مفت مین روشنائی بچتی اور بیکار قلم نہ گھستا مگر تمھارا تو یہ اصول ہے کہ جان جاے مگر (کو) نہ جائے)

فہمائش نمبر ۶۷) بلکہ اس کام (کو) اُن لائق سخن فہم کاملان فن کے لیے چھوڑے دیتا ہون)

اس مرتبہ حضرت (کو) کی شان نزول اور ہے مگر ہم (کو) اس (کو) کے کاف کی کشش تمھین اپنی طرف اسی طرح کھینچتی ہے جیسے تنکے کو کہربا ۔ دیکھو یہ فقرہ یون لکھنا تھا کہ (یہ کام اُن لائق و سخن فہم وغیرہ وغیرہ اب (کو) تمھارے اس فقرے سے اسطرح اُڑ گیا ۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ ۔

فہمائش نمبر ۶۸) مگر سچ یہ ہے کہ جب کوئی مبحث بازاری لوگون مین .... پہونچ جاتا ہے تو پھر گرفت سے باہر ہو جاتا ہے)

یہ فقرہ قابل گرفت ہے ۔ مبحث کا گرفت سے باہر ہونا چہ معنی دارد ۔ بیشک ایک معنی اس جملے کے ہو سکتے ہین وہ یہ ہین کہ (وہ مبحث قابل گرفت نہین رہتا) مگر تمھارا مطلب کچھ اور ہے وہ مطلب اُن الفاظ سے ادا نہین ہوتا (مبحث) کچھ کرسی کا ڈنڈا تو ہے ہی نہین کہ تمھاری گرفت مین رہے ۔ خدا جانے تم کس دھن مین گرفتار ہو ۔ اور لکھتے کیا ہو ذرا قلم پکڑنا سیکھو یہ ہر مقام پر تمھاری گرفت سے باہر ہوا جاتا ہے ۔

فہمائش نمبر ۶۹) بلکہ یہی دھمکی نہین دیجاتی ہے کہ وہ شخص لکھنؤ کا پاک شہدا ہے ۔ اسلئے فحش گوئی گالیان بکنے اور تعلی مین اسکا کوئی مقابلہ نہین کرسکتا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دلگداز اور دکن ریویو .... نے اپنی وضع کو نہین چھوڑا) یہ (بلکہ یہی نہین) کی خبر دوسرے جملہ مین نکلنی چاہئیے ۔ یہی ۔ یعنی یہ دھمکی ہی نہین دیجاتی بلکہ کچھ اور بھی کیا جاتا ہے ۔ مگر خبر ندارد ہے ۔ اور دوسرا جملہ نتیجہ یہ ہوا سے شروع ہوتا ہے ۔ غرضکہ کل جملہ دیہات کی سڑک کی طرح

ناہموار ہے۔ اسی ٹرک پر تمھارا قلم بھٹیارے کے ٹٹّو کی طرح چلا ہے۔ یہ حرف اسی کے نقش پا ہین جنکو تمھارے مُرید آنکھون سے لگاتے ہین۔ ہان یہ (وہ شخص) کس سے مراد ہے؟ اتنا اطمینان تو ضرور ہے کہ شخص مذکور مولوی نہین ہین ورنہ پاک شہدے کے بدلے تم اسے شرعی شُہدا لکھتے)

فہمائش نمبر ۷۰) دکن ریویو نے تو اپنی وضع (کو نہ چھوڑا) یہ بات وہ بات (کو) صاحب بھر موجود ہین۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ (کو) تمھین اسقدر عزیز ہے۔ مین دیکھتا ہون کہ تمنے اپنی نثر مین (کو) جا بجا اس شدت کے ساتھ گھسایا ہے کہ ہر اک جملہ۔ کو کا بیلی کا ہار معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہنے مین کیا ہرج تھا کہ دکن ریویو نے اپنی وضع نہین چھوڑی۔

فہمائش نمبر ۷۱) جنھون نے . . . خیرآباد والے کارٹونکو دیکھا ہوگا یہ آخری (کو) ہے۔ مگر ہے (کو) اچھا اب اسے یون بدلو (جنھون نے . . خیرآباد . . . والا کارٹون دیکھا ہوگا۔ تمھین ایمان سے کہو کہ اب یہ فقرہ کتنا چست ہوگیا۔ خیر یہ تو پرانا رونا ہے۔ اب یہ دریافت کرنا ہے کہ آخر (کو) سے تمھین اُنس کیون ہے۔ بعض حضرات کہتے ہین کہ دیہات مین (کو) کا استعمال بہت ہوتا ہے۔ مثلاً کو آوت ہے کو جاوت ہے اسوجہ سے تمھاری زبان پر یہ اسقدر جاری ہے۔ مگر مجھے خیال آتا ہے کہ اپنے نام کے آگے مولوی لکھتے تم تو شاید کسی اور پہلو سے تمھاری مولویانہ نگاہ مین (کو) کا حُسن سما گیا ہو۔ مولویانہ نگاہ سے دیکھئے تو (کو) نہ صوری حیثیت سے قابل عشق ہے نہ معنوی حیثیت سے۔ یعنی صرف و نحو کے لحاظ سے اور کو علامت مفعول ہے)

کیا اسکے کثرت استعمال سے تمھاری یہ مراد ہے کہ یہ علامت مفعول کے بدلے علامت شر کہلائے صوری حیثیت سے (کو) عظیم اللہ خانی حقّے کے نیچے سے مشابہ ہے۔ نیچے سے عشق ہوگا۔ تو نیچہ بندون کو تم کو اس سے کیا غرض۔ عظیم اللہ خان کی نسبت مشہور ہے کہ ذات کے نائی تھے۔ ممکن ہے تمھارے (معتبر نائی) (نے) کو کی تم سے

اس پہلو سے سفارش کی ہو۔ مگر کوئی وجہ معقول ابتک نہ سمجھ مین آئی - مگر یہ دیکھکر افسوس ہوا کہ اس صفحہ بھر کے مضمون مین بہی سات لغزشین موجود ہین گویا اسوقت تک چوبیس صفحے گلزار نسیم کے متعلق تمنے دلگداز مین لکھے ہین اُن مین ۱۷ - لغزشین ہین افسوس صد افسوس

راقم خواجہ حیدر علے آتش لکھنوی (حال وارد فردوس بریں)

از اودھ پنچ مطبوعہ یکم فروری سنہ ۱۹۰۶ع

سال نو کا انوکھا خطاب

(از منشی سجاد حسین)

ہر سال مختلف حضرات کو مختلف خدمات کے صلہ مین مختلف خطابات ملتے رہتے ہین - کوئی اپنی علمی خدمات کی بدولت شمس العلما ہو جاتا ہے - کوئی پولٹیکل خدمات کے صلہ مین خان بہادر - سی - آئی - اے وغیرہ ہو جاتا ہے - مگر کیا افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے شرر صاحب جو کہ اپنے تئین ہر فن مین کامل اور ہر کمال مین مردیگفن) لکھواتے ہین ابتک خطابات سے محروم رہے - اور کسی قسم کے اعزاز کا (طوق زرین) آپ کی کوتہ گردن مین نہ ڈالا گیا - اس کمی کے پورا کرنے کے لئے اودھ پنچ کی سرکار سے شرر صاحب کو سال نو کی تہنیت مین ذیل کا اعزاز بخشا جاتا ہے - چونکہ آپ کے خدمات اور کمالات گوناگون ہین

لہذا ایک خطاب سے آپکی تسکین نہین ہوسکتی تھی اسی خیال سے متعدد پیرایون مین آپ کے سر پر اعزاز کلہ جوتالا بجایا جاتا ہے - الف) یہ کہ پہلی جنوری سنہ ۱۹۰۶ء سے آپکو ذیل کے خطابات عطا ہوے - فضلۃ العلما - فصیح الکرسی - ٹینی آلیجر - خفاش الملک طبلہ نواز جنگ - نائٹ کمانڈر آف دی آرڈر آف - پردۂ عصمت - (ب) ثانیاً یہ کہ اکیس ۲۱ ضرب گوز شتر آپکی سلامی لیگی -

(۱) فضلۃ العلما - یہ خطاب آپکو اس غرض سے دیا گیا ہے کہ باوجودیکہ آپ اپنے تئین عربی و فارسی کا عالم سمجھتے ہین - مگر آپکی لیاقت کا یہ حال ہے کہ آپ (قطرہ زن سیل) کی ترکیب کو غلط بتاتے ہین - آپ (قطرہ زن) سے قطرہ بار مراد لیتے ہین - اور آپ کو اسکی خبر نہین کہ فارسی مین (قطرہ زن شتابندہ کے معنون مین استعمال ہوتا ہے - عربی کی آپکی قابلیت جسقدر بڑھی ہوئی ہے اسکا ثبوت آپکے اس مضمون مین ملتا ہے جو کہ آپ نے (سکینہ بنت حسین) کے عنوان سے لکھا تھا اور جسمین آپنے اُن عربی کی کتابون کی شہادت دی تھی - جنکی علما کی نگاہ مین کوئی وقعت نہین - تاریخ مین آپکو اس قدر دخل ہے کہ آپ یہ ثابت کر چکے ہین - کہ ہندوستان مین چین سے پردہ آیا اور مسلمانون نے ہندوؤن سے پردہ کی رسم سیکھی - حالانکہ انگریزی فارسی یا عربی وغیرہ کی کسی تاریخ سے اس امر کی شہادت نہین ملتی کہ ہندوستان مین چین سے پردہ آیا - نیز چین مین نہ کبھی پردہ کی رسم تھی نہ اب ہے - غرضکہ اسی قسم کے علمی خدمات کے صلہ مین آپکو فضلۃ العلماء کا خطاب دیا گیا

(۲) فصیح الکرسی - یہ خطاب آپکو اسلیئے دیا گیا کہ آپ فخر کرسی ہین اس سے تو آپ کو انکار ہے کہ آپ کرسی مین پیدا ہوے مگر آپ یہ اعلان شائع کرا چکے ہین کہ آپکا خاندان کرسی کا خاندان ہے - اور ابتک اپنی دہاتی وضع پر قائم ہے) بہرصورت کرسی کی خاک سے آپکا تعلق ثابت ہے - اور کرسی کی زبان پر جسقدر آپکو قدرت حاصل ہے اسکا ثبوت (بدالنسا کی مصیبت) (اور میوۂ قلم) کے مطالعہ سے مل سکتا ہے)

(۳) ٹینی لنیچر یہ خطاب آپکو اس غرض سے دیا گیا ہے کہ آپ پست خیال اور پستہ قد ہین چنانچہ (ٹینی مرغی) کرسی کی گانٹھ گوبھی) دلگداز پریس کے شیخ وغیرہ کی پھبتیان آپ پر عموماً ہوا کرتی ہین - اور اسمین ایک رعایت یہ بھی ہے - کہ آپ ہیر نیچر کے بھی کبھی مرید بنجاتے ہین

(۴) خفاش الملک اس خطاب مین کئی رعایتین ہین اول یہ کہ جسطرح خفاش کو روز روشن سے وحشت ہوتی ہے اسیطرح آپ روشن خیال حضرات کے دشمن ہین ثانیاً یہ کہ آپکا (اتحاد) بھی خفاشانہ[عہ] ہے - تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کہتے ہین ایک مرتبہ چرندون اور پرندون مین لڑائی ہوئی دونون طرف سے خوب خوب معرکہ آرائیان ہوئین - چمگادڑنے یہ ترکیب سوچی کہ جب چرندونکی فتح ہو تو وہ اپنے تئین چرندون مین شامل کرے اور اپنے دانتون کو چرند ہونے کے ثبوت مین پیش کرے - اور جب پرندونکو فتح ہو تو اُن مین شامل ہو جائے اور اپنے پرونکو پرند ہونے کے ثبوت مین پیش کرے - یہی کیفیت شرر صاحب کی ہے ایک زمانہ وہ تھا کہ آپ نے منصور موہنا لکھکر اور ہندوونکو گالیان دیکر مسلمانون مین رسوخ پیدا کرنا چاہا اور اپنے تعصب مذہب کو استواری ایمان کی شکل مین پیش کیا - ایک زمانہ پھر وہ آیا کہ آپ نے (سکینہ بنت حسینؑ) مہمل اور گستاخانہ مضمون لکھکر ایک خاص فرقہ مین اپنا وقار بڑہانا چاہا - اب جب آپنے دیکھا کہ آپکی اصل حقیقت پبلک پر ظاہر ہوگئی اور آپکے مذہبی جوش کا پردہ پردۂ عصمت کے ساتھ فاش ہوگیا - اور یہ دیکھا کہ دکن مین مولوی عزیز اللہ صاحب آپکے مربی) ہندو مسلمانونکے اتحاد کے حامی ہین تو آپ نے بھی روٹی کمانیکی غرض سے اتحاد نکالا اور ہندو مسلمانون شیعہ سنیونکے میل جول کی ظاہرا کوشش کرنے لگے - غرضکہ جسطرف ہوا کا رُخ دیکھا اُسطرف آپ بھی چنگارہی کی طرح آدھا تیتر آدھا بٹیر بس خفاش کی حکایت آپ پر صادق آتی ہے اور (خفاش الملک) آپ کا مناسب خطاب ہے (طبلہ نواز جنگ) چونکہ بابا نانی کے تکیے کے آپ پشتینی رئیس ہین اور طبیعت بھی آپکی جنگجو واقع ہوئی ہے لہذا آپ (طبلہ نواز جنگ) آپکے لئے ایک موزون

[عہ] یہ ایجاد دماغ ۱۲

خطاب ہے (نائٹ کمانڈر آف دی آرڈر آف پردۂ عصمت) کا خطاب آپکو اُن خدمات کے صلہ مین ملا ہے جو آپ پردہ دری کی کوشش مین بجالائے ہین -

(ب) اکیس ضرب گوز شتر کی سلامی اس غرض سے آپ کے لئے تجویز کی گئی ہے - کہ آپ نے عرب کے متعلق بہت سے ناول لکھے ہین -

(مہر عدالت اودھ پنچ)

(از اودھ پنچ مطبوعہ ۹ - نومبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹ نمبر ۴۵)

گلزار نسیم پر تازہ اعتراضات

(دستگرف رقم شاگرد شرر)

(منشی سجاد حسین صاحب)

جناب مستطاب بعد تسلیم بصد تعظیم گذارش ہے کُش آپ نے سنا - آجکل ایک بڑے شاعر عزا استاد مسلم الثبوت کے شاگرد اور شرکا نے نشیمن بوم شوم سے برساتی مینڈکون کی طرح شور و شر مچانا شروع کیا ہے یہ شوخ و شنگ و شاہی کا شیرہ پیتے ہین اشفار (کوشش و کاوش) کر رہے ہین کہ مجھے اندیشہ ہے اگر اسیطرح شور و تشغب رہا تو جسطرح مشہور شخص شیخ علی بخش کے ایڈیشن کمیاب ہو گئے

کہین کوئی شاحب شکار شاہین شامت اعمال ہوجاوین - خیر تو ہے کہین شراب یا نشی شربت تو نہین نوش کر گئے کہ اسقدر شین کے خرچ کرنے کا شوق پیدا ہوا -

آپ شہر مین رہکر شون کھینچے کہان پڑے رہتے ہین - آجکل تو جسکو دیکھئے شین کا اشتعمال کرتا ہے - کیونکہ آجکل شعر شاعری کا بڑا زور شور ہے - اور کیون نہو آتش لیشے باشان وشوکت اوشتاد کے شاگرد رشید کشمیری پنڈت دیاشنکر نشیم کی مشہور شش جہت مشنوی کی شہرت کا شیر دہاڑ رہا ہے جشکی آواز شنکر کے آجکل کے شغال شتر بے مہار کیطرح شحرا یا ریگشتان یعنی ریگزار کیطرف بھاگے جاتے ہین - شراہیون کیطرح یہ کیا بے تکی ہانک لگانی شروع کردی -

ارے شاحب کش مین ہی اکیلا نہین جو اش شین کے مرض مین مبتلا ہون - انشاء اللہ خان نے بھی میان مشحفی کی ہجو مین شین کا بڑا خرچ کیا ہے - اب بتائیے اگر مینے شین کا خرچ زیادہ کیا تو کیا کشتی شر پر کے زخم شکم پر آپ شور چھڑکا شنئے اگر آپنے کبھی زیادہ شکایت کی تو مین نالش کرکے کشتی کو بعبور دریائے شور کی شزا دونگا - جشکا آپکو شان وگمان بھی نہوگا خوب یاد آیا شیخ کہنے پر تو آپ شاکی ہوتے ہین - کیون شاحب یہ (شام اودھ) نولکشور پریش) گنگا پرشاد ورما پریش) کشمیری درپن) وغیرہ وغیرہ مین کیون شین شامل کیا گیا کوئی شبب تو ہے کہ جشکو دیکھو شین کی چاشنی شٹرتیا ہے -

یہ بھی جانے دیجیے اب مجھکو تو کہتے ہین نشیم کو کش نہین کہتے انکی کل مشنوی اشی شین کی بغرشون سے بھری پڑی ہے - شنئے بیت

مہر لب غنچہ ہوئی خموشش — کی نور بشر سے چشم پوشی
دی آنکھ جو شہ نے رونمائی — چشمک سے نہ بھائیونکو بھائی
لشکر کش و تاجدار تھا وہ — دشمن کش و شہریار تھا وہ

کہانتک تشطیر کرون اور شنئے - ہرچند کہ بادشاہ نے ٹالا + اُس ماہ کو شہر سے نکالا

ایسی ہزارون لغزشین نسیم مین ہین جسکو دعویٰ ہو آپکا تڑ واب دے -
اخاہ تو آپنے گلزار نسیم پر اعتراض کئے ہین - ڑہی ہان اور کیا آپ سمجھے نہین -
پنچ شاباش

(راقم شگرف رقم شاگرد شرر)

شریف کے جو مقابل زذیل ہوتے ہین وہی لڑائی مین اکثر ذلیل ہوتے ہین

(ازاودھ پنچ مطبوعہ - ۹ - نومبر ۱۹۰۵ء جلد سے ونہم نمبر ۴۲)

شرر کی شاعری

مولانا اودھ پنچ

واللہ آپ کے نامہ نگار بھی عجب عالم بیخبری مین بسر کرتے ہین جسکو دیکھئے وہ لکھ رہا ہے کہ مولانا شرر محض تخلص کے شاعر ہین کوئی کہتا ہے کہ تخلص کا یدگوشت محض برائے وزن بیت ہے - یا تخلص کا گھینگا بیکار لٹکائے ہوئے ہین یا تخلص کی بطریری کان مین بے فائدہ ٹھونسے ہوئے ہین - یہ خدا کے بندے یہ نہ سمجھے کہ ع تا نباشد چیزکے مردم نہ گویند چیزہا - ذرا سا گومڑا تو برسات مین اُگتا ہی - اُسکا تو کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہی ہے پھر میان عبدالحلیم جو تخلص کا لٹھ

عہ اودھ پنچ - یہ دیہات کا تلازمہ ہے ۱۲ -

باندھے ہوئے اُردو شاعری کے پیچھے گھوم رہے ہین تو اسکی کوئی وجہ ضرور ہوگی آپ جانتے ہین کہ بندہ درگاہ تو اللہ میان کے یہان سے فلسفی کا دماغ لیکے آئے ہین - اور ذوقِ فن تاریخ سے بھی شوق رکھتے ہین لہذا یہان فکر لاحق ہوئی کہ نادلستٹی کے دریاؤ کے دریتیم میان عبدالحلیم تخلص کی ماہیت دریافت کیجائے چنانچہ اس فکر مین غلطان پیچان رہا - تمام باوقعت گلدستے اور رسالے دیکھ ڈالے مگر کسی مین اس دُرِیتیم کی شاعری کی آب وتاب نہ دکھائی دی ایک روز اتفاقیہ ردیون مین ایک پرچہ ملگیا جسپر گلدستۂ سخن لکھا ہوا تھا یہ ایک گلدستہ کا نام ہے جو کہ لکھنؤ مین (اخبار لمنائی) کے ساتھ شائع ہوتا تھا - غرضکہ اسی گلدستہ کے ایک پرچہ مین شرر کی ایک غزل نظر سے گذری جسکے شروع مین لکھا ہوا تھا غزل طبعزاد جناب ابونعیم محمد عبدالحلیم صاحب شرر - شرر کا نام دیکھنا تھا کہ باچھین کھل گئین اور دل مین یہ خیال گذرا کہ میان عبدالحلیم کا تخلص محض اقلیدس کا نقطہ نہین ہے - بلکہ یہ شرر - شرار سخن کی بھٹی سے نکلا ہے - اب غزل ملاحظہ ہو

بعد مدت کے لکھا یار نے لوگر کاغذ بھول آیا ہے وہین ہائے پیمبر کاغذ

پہلا حُسن تو اس شعر کا یہ ہے کہ مصرع اولی پڑھا نہین کہ یہ مصرع یاد آگیا ع -

بعد مدت کے پھنسا ہے یہ پرانا چنڈول --- علاوہ اسکے بندش الفاظ اور پاکیزگی زبان کا یہ عالم ہے تو سبحان اللہ خصوصًا (لوگر) ترکیب نے تو شعر مین جان ڈالدی - سفید کاغذ - سیاہ کاغذ - مہین کاغذ - دبیز کاغذ آجتک سُنا تھا یہ (لوگر کاغذ) شرر کے دماغ کی پیپرل سے بنکر نکلا ہے - ہونہو (لوگر) فرانسیسی زبان کا کوئی لفظ ہے جو بغیر فرانسیسی زبان کی ڈکشنری دیکھے ہوئے سمجھ مین نہین آسکتا - اور سینے خط کے معنون مین کاغذ کا استعمال کسقدر مناسب ہے یہ خاص لکھنؤ کی مستند زبان ہے - جسکا پتہ گلزار نسیم مین نہین ملتا - اتنا ہم کہین گے کہ اگر (کاغذ) کے بدلے (کاگد) کہا جائے تو شرر کی مادری زبان کا جلوہ نظر آجائے - نیز - پیامبر (اور قاصد) کے بدلے پیمبر کتنا فصاحت مین شرابور ہے - مولانا تو لغوی معنون پر مٹے ہوئے ہین جسطرح (لہجہ) کے معنی صراح مین پانکے ہین اسیطرح (پیمبر) معنی لغت مین قاصد کے ہین -

سب پر طرہ یہ ہے کہ دونون مصرعون مین ربط کسقدر ہے اگر ایک گندھی ہے تو دوسرا مولوی
دوسرا مطلع ملاحظہ ہو ؎

وصف تنگی دہن کا جو لکھا بر کاغذ ہو گیا غنچۂ وابستہ سمٹکر کاغذ

اول تو (تنگی) (دہن) مین (ی) کا زور ملاحظہ ہو بس کپی کی طرح ٹلکی پڑتی ہے۔ اور
(بر کاغذ) کی ترکیب تو (لوگر کاغذ) سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ آخر (بر کاغذ) کیا
بلا ہے۔ مولوی صاحب نے تو غالبًا (بر) کے معنے (اوپر) کے لیے ہین جس سے
کل مصرع کے معنی یون ادا کیئے جاسکتے ہین کہ (وصف دہن کا جو لکھا اوپر کاغذ کے) مگر
مولانا کی طبع بکر کا منشاء یہ ہو کہ (بر) مین حرف با پر بجائے (زبر) کے کوئی اور علامت
رہے۔ لیکن قافیہ سے مجبور ہوگئے۔ خیالخہ تنگی دہن (غنچہ وابستہ) (اور سمٹ کر)
کی رعایت بھی موجود ہے۔
واہ مولانا واہ (قابو پانے) کے بدلے) دست پانا) تو جاہلانہ غلطی ہے (اور بر کاغذ)
عامانہ خوش فعلی ہے۔
اور سمٹنے کاغذ کا سمٹکر غنچہ ہو جانا بھی کیا خوب شاید مولانا کا مطلب یہ ہے کہ کاغذ
سمٹ کر گندھی کی کپی کی ڈانٹ بنگیا۔ تشبیہ تو اچھی ہے مگر اس خاص صورت کے
علاوہ یہ کہنا کہ کاغذ سمٹکر غنچہ ہو گیا ویسا ہی ہے جیسا کوئی شخص کہے کہ پیپر مل سمٹ کے
گولر کا درخت بنگئی۔ یا بنیا بانی کا تکیہ سمٹ کے گھنٹا گھر بنگیا۔
ہان ایک رعایت اس شعر مین خوب ہے (یعنی کاغذ بھی ہے) اور بستہ بھی موجود ہے۔
مگر (بر کاغذ) کی ترکیب کا جواب ناممکن ہے۔ یہ خاص کرسی کے) بر اعظم) کی زبان ہے۔
تیسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

دل پہ جھرسٹ دم تحریر کیا شوق نے کیا لکھا کچھ بھی نہین جسپر لکھا دن بھر کاغذ

دیکھیئے اس شعر مین (کاغذ) کسقدر ضروری ہے اس استاد کا مصرع یاد آجاتا ہے

ع ہے سپستان فارسی ہندی لسوڑا سانپ کا - دوسرے مصرع مین دونون جگہ
لکھا کا الف) گندھی کی ٹانگ کیطرح کمزوری) کے مرض مین مبتلا ہے بس دبا جاتا ہے)
(شوق کا چھرمست) بھی ملاحظہ طلب ہے - نیز آخر مین (کیا) کتنا فصیح معلوم ہوتا ہے - یہ
نزاکتین (اور بندشین) نسیم مرحوم کے کلام مین آتش کی اصلاح سے بھی نہ پیدا ہو سکین -
یہ تو سب کچھ سُنا آخر اس کمبخت شعر کے معنے کیا ہین اگر موجودہ زمانہ مین مولانا نے یہ شعر کہا ہوتا
تو ایک معنے پیدا بھی ہو سکتے تھے کہ حضرت شوق نے اودھ پنچ مین ایسا قول فیصل لکھا کہ سر نے
جو کچھ صفحے اعتراضات سے سیاہ کئے تھے وہ بے لکھے کے برابر ہو گئے - چوتھا شعر ملاحظہ ہو ؎

آپ دو بول ہین لکھتے تو ہم رکھ لیتے ۔۔۔ سر پہ سینہ پہ دل و دیدۂ تر پر کاغذ

سبحان اللہ و بحمدہٖ ہم رکھ لیتے) کتنا ظرف ظاہر کرتا ہے اور (بول لکھنا) تو خاص
لکھنؤ کا سکہ ہے - نسیم نے (کلام بولنا) واقعی غلط نظم کیا ہے) (بول لکھنا) صحیح اس اصول
کے مطابق (خط لکھنا) غلط ہے - خط بولنا صحیح ہو -

نیز ترکیب الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مرتبہ آپ - سر پہ سینہ پہ دل و دیدۂ
تر پر کاغذ رکھ لیجے) معلوم ہوتا ہے کہ آپکا معشوق گو کہ (دو بول) لکھتا ہے مگر پورے
تاؤ پر لکھتا ہے کہ آپ اُسے ایک ہی مرتبہ آدمے دھڑ پر رکھ لیتے ہین غالبًا یہ (دو بول)
بڑے جلی قلم سے لکھے جاتے ہونگے - پانچوان شعر ملاحظہ ہو ؎

نامہ بر قتل کیے نو مجھے کبوتر کے پر ۔۔۔ اب بھلا بھیجین گے بولو تمھین کیونکر کاغذ

واللہ مولانا نے اپنے پنجۂ فکر سے کیا شاعری کو نوچا کھسوٹا ہے (بولو)
دوسرے مصرع مین خواہ مخواہ ٹھونسا پڑتا ہے - اور (کاغذ) تو حسب معمول (خط)
کے معنون مین اس شعر مین بھی استعمال ہوا ہے - نسیم کے اس مصرع پر (خاتم کے
نگین بنائے ہوتے) تو شرر کا یہ اعتراض تھا کہ بغیر (انھون نے) کے مصرع ناقص ہے

؎ اودھ پنچ مگر دم چھوڑدی کہ وہ بھی ٹرکی ٹوپی کے پھندے کے پردے مین نمایان ہے ۱۲ + + + + + + + +

مگر اس شعر کے دوسرے مصرع مین یہ سُوجھا کہ (بغیر ہم) کے مطلب خبط رہتا ہے۔

چھٹا شعر ملاحظہ ہو ؎

والنسے پھر آیا تو پھر بھیجا پھرا پھر بھیجا   یون ہی کتنے دنون کھایا کیا چکر کاغذ

واللہ پہلے مصرع کے (پھر پھر) سے شعر پھرکی بنگیا جیسے دوسرے مصرع مین یہ ارشاد ہوتا ہے (کہ کھایا کیا چکر کاغذ) مگر اس (پھرا پھر) سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ جس دماغ سے یہ شعر نکلا ہے وہ زمانہ کی اُلٹ پلٹ سے کھنچکر بنکر رہگیا ہے۔

اس شعر مین ایک اور حسن ہے کہ مصرع اولی موزون پڑھا نہین کہ (بھیجا) کا الف ٹوٹی زیر پائی کے تلے کی طرف سٹ سے نکل گیا) مقطع ملاحظہ ہو ؎

خود تشریف لاؤ چلین بیٹھین در جانان پر   فائدہ کیا جو سیہ کرتے ہین لکھکر کاغذ

بسم اللہ کہین لکھنؤ سے تشریف تو لیجائیے۔ در جانان پر جائیے کہ کہین اور جائیے۔ یہان بیٹھکر تو اپنے نامۂ اعمال کا دفتر نہ سیاہ کیجیے۔ ناظرین اودھ پنچ شہر کی شاعری کا رنگ دیکھ چکے خدا کی عنایت سے ان چھ شعرون مین تمام معائب شاعری موجود ہین۔

مولانا نے یہ اعلان شائع کیا ہے کہ گلزار نسیم مین جتنی غلطیان ہین اتنی کسی شاعر کے کلام مین نہ ملین گی۔ مولانا کا یہ دعوی صحیح ہو کہ نہو لیکن یہ ضرور صحیح ہے کہ جتنی غلطیان مولانا کے ان چھ شعرون مین ہین اتنی غلطیان کسی شاعر کے چھ سو اشعار مین بھی نہ ملین گی شاعر اور زباندانی کا یہ رنگ اور نسیم کی زبان پر اعتراض کرنے کے لئے یہ آندھی۔ بس جی چاہتا ہے کہ ایسے کو کانجی حاوس بھجوا دیجئے۔

(راقم دندان شکن۔)

لہ پنچ۔ اس شعر مین اور رعایت ہے (یعنی بھیجا) دماغ کے اندر ہوتا ہے اور (چکر) بھی موجود ہے اسی بھی دماغ سے تعلق ہے ۱۲ + + + + + +

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو رزمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدر النسا اور اُسکی مصیبت نمبر ا

کسی اُستاد کا مصرع ہے ع قضا آتی ہے چیونٹی کی جب اُسکے پر نکلتے ہین۔ یہی حالت آجکل شرر کی ہے ابھی کل کی بات ہے کہ حضرت کرسی سے لینگتے رینگتے لکھنؤ پہونچے۔ یہان کچھ روز تک بیابانی کے تکئے کی خاک چھانی رفتہ رفتہ ایسے پر پُرزے نکالے کہ ناولسٹ ہوگئے مگر خیر یہ تھی کہ ابھی تک قبر کے مُردے اُکھاڑنے مین مصروف رہتے تھے اور عروس سخن کے لئے مبالغہ و تحریف کے کفن کھسوٹ کھسوٹ کے پشواز تیار کرتے رہتے تھے۔ غرضکہ ٹیان کوڑی کیطرح گوشۂ عافیت مین پڑے رہتے تھے۔ نہ اُنسے کوئی مخاطب ہوتا تھا نہ یہ کسی سے بھڑنے کی جرأت کرتے تھے مگر گذشتہ مئی مین گرمی کی شدت نے جہان اور اثر پیدا کئے وہان یہ تازہ گل کھلایا کہ شرر کے دماغ کی بھٹی کا ٹمپریچر بڑھا دیا پھر کیا تھا شراب سخن اُبلنے لگی ایسی اُبلی کہ آخر کار ٹوٹنے سے ٹپک پڑی اس شراب کا ٹپکنا تھا کہ چارون طرف تعصب کی بُو اڑی کرسی کی ہوا نے اس بُو کو دُور دُور پہونچایا حتّٰی کہ حضرت پنچ کے بھی آرام مین خلل پڑا ایکبار چونک پڑے

اب دیکھتے کیا ہین کہ مارے بو کے دماغ پریشان ہوا جاتا ہے گندھی کے یہان سے عطر منگایا عطر ایسا ملا کہ مٹی کے تیل سے بدتر پھر پھریری پر غور کیا تو دیکھا کہ کسی چور کی داڑھی کے تنکے پر پنبہ مینا لپٹا ہوا ہے - اور پنبہ بھی کس مینا کا وہی شرر کی شراب سخن کے مینا کا پھر تو حضرت پنچ نے ایک لخلخہ تیار کیا اور گلزار نسیم کے پھولون سے ایک گلدستہ بناکر سامنے رکھا - یہ لخلخہ عجب جادو کا لخلخہ تھا اور یہ گلدستہ عجب طلسمی گلدستہ تھا کہ اسکی بو باغ جنت تک پہونچی اور شرر کی شراب سخن سے جو تعصب کی بو چارون طرف پھیلی ہوئی تھی وہ کافور ہو گئی - شرر کی نجاست پسند طبیعت کو یہ بہت ناگوار گذرا اور کہنے لگے کہ اب آتش نفاق کی آنچ خوب تیز کرونگا اور دماغ کے دیگ بھبکے سے شراب فحش گوئی کے خم کے خم نکالکر سر بازار لنڈھاؤنگا اور ایسی تعصب کی بو اڑاؤنگا کہ نفاست پسند حضرات کو راستہ چلنا دشوار ہو جائے حضرت پنچ کے شاہانہ مزاج کو یہ ضد بہت ناگوار گذری اور رنگین بیانیونکے ایسے چمن کھلائے کہ ہر ہفتہ پھولون کے ٹوکرے کے ٹوکرے اترنے لگے جنکی خوشبو سے دماغ معطر ہو گئے - مگر اسپر شرر کے دماغ کی گرمی کم نہوئی اور کہنے لگے کہ مین ایسی بولی بولونگا کہ اودھ پنچ کا ہرا بھرا چمن ویران ہو جائیگا یہ خبر بندۂ درگاہ کی کانون تک پہونچ گئی پھر کیا تھا حضرت پنچ کی قدیمی رفاقت کا خیال آگیا شمشیر آبدار میان سے نکل پڑی ہمت نے کہا پنچ کی تلوار کا لوہا بڑے بڑے مانے ہوئے ہین اسکی چمک سے حالی کی آنکھونمین ابتک چکا چوند کا عالم ہے - سرشار بھی اسکی کاٹ کے قائل تھے - داغ اسی کا داغ دلپر لیگئے - پھر شرر کا کیا دم ہے - اک ذراسی چنگاری کی ہستی کیا ہے - اسی تلوار کا پانی اسے بجھائیگا - ہمت پرواز کا تقاضہ ہوا کہ ہم بھی اپنی شمشیر سخن کے جوہر دکھائین پہلے تو خیال ہوا کہ شرر نے بہت عرب کے متعلق ناول لکھے ہین - ذرا انکی خوبیون کا پردہ فاش کردین - مگر عرب کے ناولونکو زشت خیال کرکے چھوڑ دیا - شدیشی تحریک کے اصول پر یہ لمین آئی کہ شرر کا کوئی ایسا ناول چنا جائے جسمین ہندوستان کے متعلق شرر فشانی کی گئی ہو

یہ فکر ہوئی کہ ایسا ناول کہاں سے لے اسی فکر میں غرق تھا اور عالم خیال میں خدا جانے کیا تماشہ دیکھ رہا تھا کہ (بدر النسا) کی آواز آئی کہ للہ میری مصیبت پر نظر ڈالیے۔ یہ آواز سنتے ہی کہ جھٹ آنکھ کھل گئی اور آنکھ کھلتے ہی کہا ع مجموعۂ خیال یہان فرد فرد تھا باقی آیندہ۔

راقم در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش است تراش سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۲۶ - اکتوبر - ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنج کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

(بدر النسا اور اُسکی مصیبت)

نمبر ۲

بدر النسا۔ یعنی بدر اور النسا۔ یعنی وہ بدر جس میں (نسائیت) کا مادہ موجود ہے یہ تو بدر النسا کی تشریح ہے۔ اب اور اُسکی (مصیبت) کے کیا معنی۔ (مصیبت) تو خیر اعمال بد کا نتیجہ ہے۔ بیچارے (اور) نے کیا گناہ کیا ہے کہ وہ بھی بدر النسا کی مصیبت مین گرفتار ہو۔ اُردو کی تو یہ ترکیب نہیں فارسی کی یہ ترکیب نہیں۔ ہو نہو فرانسیسی ڈکشنری کے

دسترخوان سے یہ ریزہ چنا گیا ہے (بدرالنسا اور اُسکی مصیبت) چہ خوش! یہ وہی مثل ہوئی کہ جیسے کوئی کہے کرسی اور اُسکے احمق) آخر اس (اور) کی علت غائی کیا ہے یہ تو حضرت عبدالحلیم کے تخلص کیطرح بالکل بیکار ہے (خیر) آدر پر غور کرنا فضول ہے۔

اب (بدرالنسا) کی رقت پیدا کرنے والی داستان ملاحظہ ہو یہ تو مصیبت کی داستان مگر شرر نے واقعات کا تانا بانا اسطرح لکھتیایا ہے کہ جسکے دیکھنے سے بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ یہ تو غالباً ناظرین اودھ پنچ کو معلوم ہو گا کہ حضرت عبدالحلیم شرر نے یہ (مصیبت) اُس زمانہ مین اپنے سر لی تھی جس زمانہ مین کہ آپ اپنے تیشۂ قلم کے زور سے پردہ کی دیوار گرا رہے تھے اس خلاف قدرت قصے کے لکھنے سے آپ کی مراد یہ تھی کہ پردے کی خرابیان (عام پبلک) پہ ظاہر ہو جائین مگر جہالت کی تاریکی مین سچ بھی دور کی جسطرح اونٹ ہمیشہ بغداد کی طرف بھاگتا ہے اسیطرح اس قصہ کے ترکیب دینے کے وقت آپ کی کینہ پسند طبیعت کا شتر بے مہار حیدرآباد کیطرف بھاگا چنانچہ اس قصہ کا ماحصل یہ قرار دیا گیا کہ ایک صاحب (شوکت حسین) اپنی بہو کو لیئے ہوے حیدرآباد سے آرہے تھے۔ آنارسی کے اسٹیشن پر ایک دوسرے بزرگ انکو ملے جو اپنی بھاوج کو ساتھ لا رہے تھے کانپور تک دونون نے ساتھ سفر کیا کانپور سے ایک صاحب فرخ آباد چلے گئے۔ دوسرے صاحب لکھنؤ چلے آئے۔ مگر کانپور کے اسٹیشن پر ایسا بھیڑ بھڑکا کہ حیدرآباد سے جو صاحب آرہے تھے انکی بہو کی ڈولی ان صاحب کی بھاوج کی ڈولی سے بدل گئی جو کہ آنارسی سے ساتھ ہو لیئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ جس ڈولی کی سواری کو لکھنؤ کی گاڑی پہ سوار ہونا تھا وہ فرخ آباد کی گاڑی پہ سوار ہو گئی اور فرخ آباد والی سواری لکھنؤ کی گاڑی پر سوار ہو گئی (بدرالنسا اُس حرمان نصیب کا نام ہے جو حیدرآباد سے آرہی تھی اور لکھنؤ جا رہی تھی۔ مگر غلطی سے فرخ آباد[1] پہونچ گئی) اس سے حضرت عبدالحلیم شرر یہ نتیجہ نکال لیتے ہین کہ پردہ بڑی خراب چیز ہے۔ اور اپنی منطق یون سمجھاتے ہین کہ اگر پردہ

[1] پنچ۔ غلطی ایسی کیا ہو۔ بدایون فرخ آباد ہی کے ضلع مین ہو۔ پھر جہان کی مٹی تھی وہان پہونچ گئی ۱۲

نہوتا تو ڈولی نہوتی اور اگر ڈولی نہوتی تو بدر النسا پیدل ہوتی اور پیدل ہوتی تو اسکی کوئی پہچان ہوتی اور پہچان ہوتی تو وہ اسطرح گمراہ نہوتی یعنی جو صاحب لے حیدرآباد سے لا رہے تھے وہ اسکو لکھنؤ کی گاڈی مین بٹھلاتے - مگر ہم اس قصہ سے دوسرا نتیجہ نکالتے ہین یعنی ریل کا سفر ہی خراب چیز ہے اب اسکا منطقی پہلو ملاحظہ ہو یعنی ریل گاڑی نہوتی تو اسٹیشن نہوتا تو بھیڑ بھڑکا نہوتا - بھیڑ بھڑکا نہ ہوتا تو ڈولی نہ بدلتی اور بدر النسا بیچاری پر مصیبت نہ پڑتی - شاہی مین کوئی اسطرح گمراہ نہین ہوسکتا تھا انھین باتون کے لئے تو شاہی کو روتے ہین -

یہ تو عام منطق ہے اگر اسی منطق نے ترقی کی تو ایک روز مصنف کے دماغ مین الجھن گھس جائیگا - اب خاص واقعات ملاحظہ ہون - بدر النسا کے سسرے شوکت حسین جو کہ اسے حیدرآباد سے لا رہے تھے سکنڈ کلاس مین بیٹھے تھے مگر کوئی خدمتگار ساتھ نہ تھا یہ گھر سے ایک ماما لیگئے تھے کہ نئی نویلی دلھن (بدر النسا) کے ساتھ زنانی گاڈی مین بیٹھی - بدر النسا کے باپ اکبر علی حیدرآباد مین اول درجہ کے وکیل تھے اور ایسے مالدار تھے کہ کرایہ کے لئے ساٹھ روپیہ مہینے کا بنگلہ ٹھہرایا تھا مگر انھون نے بھی حضرت شرر کی خاطر سے لڑکی کے ساتھ ایک ماما تک نکی بلکہ صدقے کی کبوتری کیطرح بدر النسا کو اکیلا چھوڑ دیا کیا شریفونکی بہو بیٹیان اسیطرح سفر کرتی ہین؟ اور خصوصاً نکاح کے بعد حیدرآباد سے لکھنؤ تک تنہا سسرے کے ساتھ روانہ کردیجاتی ہین - حضرت شرر کو تو دیہات کا خیال دماغ مین سمایا ہوا ہے کہ باڑی سے کرسی یا کرسی سے ہوے جب گنوار اپنی بہو یا بھاوج کو لینے جاتے ہین تو لٹیا ڈوری لیکے جاتے ہین اور عورتونکو تنہا لیکر چلے آتے ہین افسوس ہے تو صرف اسقدر کہ اگر حضرت شرر ایسے خلاف قدرت واقعات نہ لکھتے تو بیچاری بدر النسا پر ایسی مصیبت نہ پڑتی یعنی اگر ایک ماما یا چھوچھو اسکے ساتھ ہوتی تو ڈولی نہ بدلنے دیتی -

علاوہ برین اس کل رقت خیز داستان سے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ڈولی کی سواری خراب چیز ہے پردہ سے اس سے کوئی تعلق نہین پردہ تو برقعے سے ہوسکتا ہے اور برقع

دوڑھنے کی وجہ سے ایسی مصیبتیں نہیں پیش آسکتیں ہیں مگر حضرت شرر کو ان باتوں سے کیا مطلب انکو تو عزیز بدرالنسا کو جھنڈے پر چڑہانا منظور تھا اصل داستان کی تو یہ کیفیت ہے۔ علاوہ اسکے مختلف واقعات ایک دوسرے کے متضاد و سج ہین جنکی وجہ سے مولانا شرر پر حافظہ نباشد کی مثل صادق آتی ہو ۔

ایک جگہ لکھتے ہین کہ شوکت حسین (بدرالنسا کے باپ) سکنڈ کلاس مین سفر کر رہے تھے ۔ دوسری جگہ لکھتے ہین کہ حیدرآباد کے اسٹیشن پر بوریا بدھنا بغل مین دبائے لکاڑے پر سے اتر پڑے "

یہ قطع تو اُن گنواروں کی ہوتی ہے جو تیسرے درجہ سے جھولا سنبھالتے ہوے اترتے ہین دوسرے درجہ کے مسافر کو تو کسی نے ندیکھا ہو گا کہ بیگ بغل مین یا کے صندوق سر پر رکھکر چلا بنے ۔ مولانا شرر ناول لکھنا کا ہے دار دنا حق اپنے تئین ہنسواتے ہو پیشتر تو شوکت کو عام ہندوستانی مذاق کا شخص اور سیدھا سادھا آدمی کہا گیا ۔ نیز یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اُسپر انگریزی تہذیب کا اثر پڑا تھا اور سیدھے سادھے خوش عقیدہ بزرگ تھے) مگر سمدھی (اکبر علی) سے شادی کے قدیم رسوم کی نسبت وہ ایک آزاد خیال اور تعلیم یافتہ نوجوانکے لہجہ مین فرماتے ہین کہ (اب تو دنیا سے یہ رسمین اٹھتی جاتی ہین اور سچ یہ ہے کہ مین ان باتون (کہ بیاہنے کو آنا لڑکے والون کا کام ہے) مین بھی کسی بات کا پابند نہین ہون پھر بھی سیدھے سادھے خوش عقیدہ بزرگ فرماتے ہین (مجھے تعلیم کا خیال سب باتون پر مقدم رہتا ہے .... لڑکی کا آرام و آسائش سے رہنا اور سب طرح کی راحت بس اسی پر منحصر ہے کہ لڑکے کی لیاقت اچھی اور پوری ہو

واہ مولانا واہ (زور قلم) اسیکا نام ہے اگر یہی عالم کچھ روز اور رہا تو عرب کے ریگستانون مین اگن بوٹ چلادوگے اور پیرہن جیکی باندھ کے ہمالیہ کی چوٹی پھلانگ جاؤگے

مرد خدا ذرا تناسب الفاظ کا تو خیال رکھا کرو - کجا وہ سیدھے سادھے شوکت علی جنکی نسبت تم خود لکھ چکے ہو کہ وہ اسٹیشن کے شور غل سے گھبرا جاتے تھے اور بالکل پرانے فیشن کے آدمی تھے اور کجا اُنکے خیالات جو کہ خاص اونیسوین صدی کے طبلے کی تال مین جب بدر النسا لکھنؤ کے بدلے فرخ آباد پہونچی تو اُسکے باپ نے فرخ آباد مین اُن صاحب (قاسم علیخان) کے نام تار دیا جنکے یہان وہ دھوکے سے چلی آئی تھی - اور کل واقعہ لکھا کہ ڈولی بدل جانے سے ایسا واقعہ پیش آیا - اب سنئے کہ تار کسطرح پڑھوا یا گیا - قاسم علیخان پہلے تو ایک بڑھئی کے لونڈے سے تار پڑھوانے گئے جو کہ پڑوس مین رہتا تھا اور کچھ انگریزی جانتا تھا "

کیون صاحب کیا فرخ آباد کے شہر مین انھین کوئی شریف شخص ملا جس سے تار پڑھواتے آخر بڑھئی کے لونڈے کا یہان کیا تک ہے - یہ محض دبات کی بودو باش کا اثر ہے ناول لکھنے چلے اور کوئی چول نہین بیٹھتی - اور چول بیٹھے تو کسطرح ناول لکھنا کار دارد ع کار بوزینہ نیست نجاری -

خیر بڑھئی کے لڑکے سے مطلب نہ نکلا تو اسٹیشن ماسٹر کے پاس دوڑے گئے اسٹیشن ماسٹر نے تار تو پڑھ دیا مگر اُسکے ساتھ یہ رائے بھی ظاہر فرمائی کہ (واہ بیچ دے سے یہ نیا گل کھلا - اس اندیشہ کی طرف شاید کبھی کسی کا خیال بھی نہ گیا ہوگا) واہ مولانا شرر واہ - معلوم ہوتا ہے کہ اسٹیشن ماسٹر بھی کرسی کا رہنے والا تھا ورنہ ایسا نمک بر جراحت) فقرہ نہ کہتا -

شروع مین بدر النسا کے خاوند (عسکری) کی نسبت یہ لکھا گیا ہے کہ (عسکری) کی عمر اٹھارہ سال کی ہے . . . . . انٹرنس پاس کر چکا اور ایف اے کے فسٹ ایر مین ہے) آخری صفحہ پر یہ تحریر ہے کہ عسکری کو جبکہ وہ — اسکول سے گھر کی طرف آرہا تھا ایک شخص نے چھریان بھونک کر مار ڈالا -

کیون مولانا عسکری ایف اے کے فرسٹ ایر مین تعلیم پانے کے بعد اسکول مین کسطرح آگیا - انگریزی کی لیاقت تو مولانا کی ماشاء اللہ بہت سے ڈگری یافتہ حضرات سے بڑھی ہوئی ہے مگر اسکول اور کالج کا فرق نہین معلوم ہے کرسی کی ہوا کا خدا بھلا کرے جب یہ دماغ مین سماتی ہے تو پھر حافظہ مین بھی فتور آجاتا ہے -
باقی آئندہ

راقم در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش ست تراش سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۲ - نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۳

تناسب واقعات کے گڑبڑ سے جو بھول بھلیان حضرت شرر نے بنائی ہے اسکے ایک ادھ گوشہ کی سیر تو پچھلے نمبرین ہو چکی - اس تمام بھول بھلیونکی سیر کا اندازہ ہو سکتا ہے - اب حضرت شرر کی زباندانی کا رنگ ملاحظہ ہو - سنتا ہون حضرت شرر کو بدر النسا کی مصیبت پر جہان اور نازہین وہان ایک یہ بھی فخر ہے اس ناول مین لکھنؤ کی شریف زادیون کی زبان لکھی گئی ہے اور فصیح البیانی کا کیا کہنا

وہ تو (بدر النسا کی مصیبت) کے لئے شمع ماتم خانہ سے کم نہین - اس شمع سے پھول آنسو ہین اُن سے ایک ہار تیار کرنے کا ارادہ ہے جب یہ ہار تیار ہو جائیگا تو حضرت شر کی زیب گردن ہو گا اور چونکہ شمع کے پھولوں کا ہار ہے لہذا طوق زرین سے کم نہ ہو گا یہ جلتے بلتے پھول اعتراضات مین اور ہار انھین کا سلسلہ ہے خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا آمدم بر سر مطلب - اس آتش بازی کا ماحصل یہ ہے کہ شر نے اس ناول مین قدم قدم پر ٹھوکرین کھائی ہین - انکا حال مسلسل درج ہے پہلی ٹھوکر کبریٰ بیگم کے مزاج کی کیفیت بیان کرتے ہوے فرماتے ہین (قاعدہ تھا کہ جہان کسی بات کو ایکدفعہ کہا بس رٹ لگجاتی ہے) کیون صاحب یہ کیسی قاعدہ ہے (یہ) اُڑا دیا گیا کہنا چاہیئے تھا کہ (یہ قاعدہ تھا کہ) دوسری ٹھوکر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جہان کسی بات (کو ایکدفعہ کہا) کیون تو یہ (کو) تو آپکا پُرانا رفیق و ہمدم ہے بس (بدر النسا کی مصیبت مین ساتھ نہ ہے مگر اہل لکھنؤ تو یہ کہین گے کہ (جہان کوئی بات ایکدفعہ کہی) انھین (کو) سے زیادہ رغبت نہین یہ (کو) (شر اینڈ کو) ہی کو مبارک رہے - تیسری ٹھوکر (بس رٹ لگجاتی) کیا معنے یون لکھا ہوتا کہ (بس اسی کی رٹ لگجاتی) آپکا اختصار بھی قیامت کا اختصار ہے اکثر حضرات اسطرح گفتگو کرتے ہین کہ آدھی بات سُنائی دیتی ہے اور آدھی ریش مبارک کے جھاڑ جھنکار مین پھنس کر رہجاتی ہے مگر حضرت شر کے لئے تو یہ عذر نہین پیش کیا جا سکتا کیونکہ زبان قلم داڑھی سے دور رہتی ہے چوتھی ٹھوکر فرماتے ہین گھر سے خوش حال تھین - (خوشحال) تو اکثر کہارون کا نام ہوا کرتا ہے - لکھنؤ کا محاورہ تو یہ ہے کہ (گھر سے خوش تھین) خوش کے بعد (حال) پر حضرت شر وجد کرین مگر فصاحت کا اشارہ کچھ اور ہے پانچوین ٹھوکر اب اور سُنیے - زباندانی کی چول اسطرح بیٹھا بیجاتی ہے کہ (خدمت گار تو دروازے کے باہر رہتے تھے اور خوش تھے

لہ اودھ پنچ ممکن ہے سیاہی پوچھنے کے لئے داڑھی تک پہونچ گئی ہو ۱۲ سلہ ۵ اُنکا اور خدمتگار کا املا کسقدر صحیح ہے - مگر یہ غلطی کاتب کے سر منڈھی جائیگی ۱۲ + + + +

اس لئے کہ اُن کا سابقہ میان سے تھا۔۔۔ شامت تھی تو) ماماؤن کی) سبحان اللہ
کیا پاکیزہ بندش ہے خصوصًا (دروازے) کا ذکر کسقدر بر محل ہے اگر یہ کہا جاتا کہ
خدمتگار تو باہر رہتے الخ) تو شاید لوگ یہ سمجھتے کہ کبری بیگم کے مکان مین (دروازہ
نہ تھا) اسلئے حضرت تسر نے صاف الفاظ مین بیان کردیا کہ (دروازہ) بھی تھا
بس اسی سوجھ بوجھ پر تو حضرت تسر کے پشتیبان مرے ہوئے ہین۔
چھٹی ٹھوکر اسی جملہ مین (رہتے) کے بعد (تھے) غائب ہے معلوم ہوتا ہے کہ دروازے
کی چول مین دبکر رہگیا ساتوین ٹھوکر اور خوش تھے اسلئے کہ انکا سابقہ میان سے
تھا۔ اس جملہ کی انگریزی ترکیب خاص اُس زمانے کی یاد دلاتی ہے جبکہ مولانا انگلستان
تشریف لیگئے تھے۔ کیونکہ سُنتے ہین اس زمانے مین ہمارے علم دوست مولانا نے
(جہاز پر ملاحون سے انگریزی زبان سیکھی تھی) وہی اثر ابتک دماغ مین باقی ہے ورنہ
اُردو مین تو خیال اسطرح ادا کیا جائیگا کہ (اور اس لئے خوش تھے الخ) یا یون کہین گے
کہ (اور خوش تھے کہ انکا الخ) آٹھوین ٹھوکر (انکا سابقہ میان سے تھا) یہ بھی
کیا خوب اس جملہ کو یون ترتیب دینا چاہیئے کہ (انکو میان سے سابقہ تھا) اس اصلاح
سے تو مولانا خوش ہوگئے ہونگے کہ (کو) (آگیا) نوین ٹھوکر اس بدنصیب جملہ کی
نسبت ایک اور بات دریافت طلب ہے کہ دوجگہ (تو) کا استعمال کس غرض سے
کیا گیا ہے اور سوائے اسکے کہ (تو) (کو) کا ہم وزن ہے اور کوئی وجہ اس سے
اُنس کی معلوم نہین ہوتی۔ (یا خدمتگار) کے بعد جو (تو) صاحب دو زانو بیٹھتے
ہین انھین برخاست کیجئے یا ماماؤن کے پہلے جو (تو) صاحب پیش خدمت بنے
ہوئے جلوہ گر ہین انھین پس پشت ڈالیے مختصرًا یہ کہ پورا جملہ قابل اصلاح ہے ذیل کی
صورت پر اسے ترتیب دینا چاہیئے (خدمتگار باہر رہتے تھے اور خوش تھے کہ انکو
میان سے سابقہ تھا۔۔۔ شامت تھی تو ماماؤن کی ——

دسوین ٹھوکر ماماؤن کی نسبت فرماتے ہین کہ اسیلئے بیچاریون سے نوکری چھوڑتے بھی نہ بن پڑتی ۔ مین دیکھتا ہون کہ جسطرح حضرت شرکو (کو) سے اُنس ہے اسیطرح (تھی اور تھا) وغیرہ سے نفرت ہے (نہ بن پڑتی) کے کوئی معنی نہین ہین کہنا چاہیئے تھا کہ نوکری چھوڑتے بھی نہ بن پڑتی تھی) گیارھوین ٹھوکر ارشاد ہوتا ہے کہ (عسکری) . . ماں کے بکنے جھکنے کے ڈر سے ہمیشہ باہر رہتا اور گھر مین آتا بھی تو ڈرتا ڈرتا اور سہما ہوا — عسکری بہت پیارا بچہ تھا گورا چٹا ناک نقشہ سے درست اور سوپچاس مین ایک اور اب پڑھنے لکھنے مین جی لگانے لگا تھا ۔ اس جملہ مین (اور) کا استعمال غور طلب ہے اب ہم سمجھے اس ناول کا نام (بدر النسا اور اُسکی مصیبت) اس لیے رکھا گیا ہے کہ (اور) کا استعمال کثرت کے ساتھ کیا جائیگا ایک صاحب بات بات پر (گویا کہ) کہا کرتے تھے ہمارے حضرت شر (اور) سے مانوس ہین ۔ ابھی تک تو (کو) اس شرف سے بہرہ ور تھا اب (اور) اسکا رقیب پیدا ہوا اور ایسا ہونا چاہئے حیرت نہین ع (کو) نہین (اور) سہی اور نہین اور سہی — بارھوین ٹھوکر بہرحال کبری بیگم اکثر یکہ و تنہا ہی رہتی تھین) (یکہ و تنہا) تو سنا تھا ۔ مگر یکہ تنہا ہی خاص شر را یٹنڈ کو کے کارخانے کی کسی ماڈ ہی مشین سے ڈھلکر نکلا ہے ایسی خانہ ساز ترکیبین کسے نصیب ہین —

راقم در ہر جگرے ہست خراشِ سخنِ ما
الماس تراش ست تراشِ سخنِ ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۹ - نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنچ کا خنجر غلاف
اڑنے لگے شرر دمِ خار اشگاف

بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۴

تیرھوین ٹھوکر بہر حال کبری بیگم اکثر یکہ و تنہائی رہتی تھین عہ اہو سبحان اللہ (دیکہ و تنہا) کے بدلے (دیکہ و تنہائی) بھی کیا خوب ہے اگر یکائی لکھا جاتا تو زیادہ مناسب ہوتا اور نہ کچھ سہی (اکائی دہائی) کا وزن پورا ہو جاتا اور اس سے ریاضی کی قابلیت کا سکہ جم جاتا چودھوین ٹھوکر اب یہان کوئی ٹرسے ہیلے کا تو ذکر نہین لیکن ہان (رستا ضرور کہونگا کہ تم نہ الٹی سمجھتو نہ سیدھی یہ (لیکن ہان) کسقدر فصاحت کے رنگ مین شرابور ہے بلکہ تر بتر ہے غالباً یہ کسی انگریزی کی (خوشنما ترکیب) کا ترجمہ ہے مرد خدا یا تو صرف (لیکن) لکھا یا (ہان) لکھو (لیکن ہان) تو کوئی معنی نہین رکھتا (ہان) کے معنی اس موقع پر خود لیکن کے ہین اگر تنہا استعمال کیا جائے تو بیشک صحیح ہے ورنہ (لیکن) کے ساتھ بے تکی ہانک سے کم نہین - یا یہ کہو کہ (لیکن اتنا تو ضرور کہونگا) (یا ہان اتنا ضرور کہونگا) افسوس مولانا کو اردو شاعری کا پیشہ اختیار کئے ہوئے عمر گذری

۱؎ اودھ پنچ کہو ہان ۱۲ + + + + + + +

مگر ایک جملہ صحیح نہ آیا افسوس صد افسوس ع شتر شد چرو شا شیدن نیاموخت —

پندرھوین ٹھوکر "تم تو نہ اُلٹی سمجھتے ہو اور نہ سیدھی" محاورہ ہے کہ فلان شخص نہ اُلٹی ہی سمجھتا ہے نہ سیدھی مگر آپ محاورے مین تصرف نکرین تو آپکے وطن کی آبرو کیونکر قائم رہے — اور تو اور یہ اُلٹی سمجھتے ہو (کے بعد) اور کسقدر بھلا معلوم ہوتا ہے — بس بعینہٖ یہ نظر آتا ہے کہ اونٹ کے گلے مین بلّی لٹکا دیگئی ہو — تخلص کی پھُریری تو کانمین کھُسی ہوئی ہے — اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاعری کی بُو بھی دماغ مین سرایت کر گئی ہوگی — اس خیال سے آتش کا مصرع سنداً پیش ہے ع —

نہ اُلٹی ہی سمجھتا ہو نہ وہ رشک قمر سیدھی — دیکھئے اسمین (اور) کو دخل نہین ہے لیکن آپکا اصول تو بقول قدر بلگرامی یہ ہے — اور چلے اور چلے سا تیا —

سولھوین[۱۶] ٹھوکر بی بی کی یہ بدمزاجی دیکھ کے شوکت حسین نے ایک لاپروائی سے کچھ کہتے ہوے باہر چلے گئے"

قسم خدا کی یہ جملہ دیکھکر تو حضرت شرر کی شان مین سید انشا کا یہ مصرع پڑھنے کو دل چاہتا ہے ع روٹی جو کھانی ہوئے تو پنجاب جائیے — پنجاب مین اسکی بڑی قدر ہے واللہ ہمارے حضرت کی زبان بھی طرفہ معجون ہے کرسی کے محاورے اسمین پنجاب کے محاورے اسمین دکن کے محاورے ع بھلا ایک منہ سے اتنے بیتذرہو خدا کی ممکن ہے کہ (صراح) یا (بہار عجم) یا اصطلحات مین اس (نے) کی سند ملجاے — بہتر ہے اس معاملہ مین بھی اُسی لغلول قدیم سے رجوع لائیے جو اپنی ذات بابرکات سے آپکو فیض پہونچانے کے لئے تیار ہو — سترھوین ٹھوکر بی بی کی بدمزاجی دیکھ کے شوکت حسین [۱] لکھنا تھا (بیوی) اور لکھ گئے بی بی کیون نہو مصیبت کے وقت منھ سے کچھ کا کچھ نکل جاتا ہے اٹھارھوین ٹھوکر کبری بیگم اس بے پروائی پر

---

[۱] ہیچ کرسی ۱۲ + + + + + + + +

اور برہم ہوئین میان پر تو کچھ زور نہ چلا غریب ماما پر برس پڑین چلا کے کہا اے عباسی یہ تھا کیا یہ تیرے پاس کیون آئے تھے ۔

پہلا حسن تو اس جملہ کا یہ ہے کہ چار جگہ (پر) کتنا مناسب و موزون معلوم ہوتا ہے یہی (پر) مولانا کے طائر شہرت کے پر ہین ۔ اگر اسطرح نہ لکھتے تو لوگ کہتے کہ بے پر کی اڑائی ہے ۔ مگر ہم اتنا ضرور کہین گے کہ ناول لکھنے کا تو حضرت کو اختیار ہے ۔ لیکن اس (پر پر) کی سند نہین ہے ۔ علاوہ اسکے انیسوین [19] ٹھوکر اس جملہ مین (چلا کے کہا) اتنا ہی بے ربط ہے ۔ جیسا کہ لکھنؤ مین کرسی کا باشندہ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ افیون کی پینک مین لکھا گیا ہے یعنی یہ لکھا کہ غریب ماما پر برس پڑین اور اونگھ گئے اور پھر دو گھڑی بعد چونکے تو ایکبار گھبرا کر لکھدیا کہ چلا کے کہا) پھر غین ہو گئے ۔ لستے ہین صبح کی نوبت کی آواز جو کان مین گئی تو ایکبار آنکھین ملتے ہوے اٹھے اور حقے کا ایک کش کھینچکر یہ لکھدیا کہ (اے عباسی یہ تھا کیا الخ) ورنہ جو اس خمسہ کی درستی کے عالم مین جو شخص اس جملے کو لکھے گا وہ اسطرح لکھے گا کہ (کبری بیگم بیبے پروائی دیکھکر اور برہم ہوئین میان سے تو کچھ زور چل نہ سکا غریب ماما پر برس پڑین ۔ اُس سے چلا کے کہنے لگین کہ سُن تو سہی عباسی یہ تھا کیا ۔ آخر یہ تیرے پاس کیون آئے تھے الخ کبری بیگم کی کوئی ایسی نہین دے رہی تھی کہ وہ اے عباسی) کہتی ۔ ایسے موقع پر سُن تو سہی کہا جاتا ہے بیسوین ٹھوکر عباسی جوان تھی چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا ۔ وہ نوکری نہ کرتی ۔ مگر میانکی تنخواہ کے چھ روپیون مین اس مہنگی سمین مین پوری نہ پڑتی مجبوراً گھر چھوڑ کر نوکری کو نکلنا پڑا ۔ لیکن اپنے میانکی صورت کی عاشق تھی اور وہ بھی روز شام کو آکے دو باتین ضرور کر جاتا ۔

اس جملہ کا کہنا کیا بلحاظ ترتیب الفاظ اور کیا بلحاظ تسلسل خیالات یہ اپنے رنگ مین جواب نہین رکھتا بس بعینہ یہ سمان آنکھونکے سامنے پھر جاتا ہے کہ طبلہ الگ جا رہا ہے

اور سارنگی الگ جا رہی ہے اور گانے والا اپنی آلاپ رہا ہے - انیسوین صدی کی آزادی کے تمام اصول اس جملے مین سما گئے ہین یعنی ایک فقرہ دوسرے فقرہ کا دبیل نہین ہے بلکہ خود شتر بے مہار کی طرح جس رُخ چاہتا ہو بھاگا جا رہا ہے - اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو —

جس حالت مین یہ کہدیا کہ (عباسی جوان عورت تھی) تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی - چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا - ابھی کا استعمال تو اسوقت مناسب معلوم ہوتا اگر یہ کہا جاتا کہ (عباسی کی جوانی کا عالم گذر گیا تھا مگر چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا - یون تو سیکڑون) ابھی بڑہا دیے جا سکتے تھے کہ عباسی جوان عورت تھی چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا - بال ابھی سیاہ تھے دانت ابھی مضبوط تھے آنکھون مین ابھی روشنی تھی وغیرہ وغیرہ اکیسوین ٹھوکر علاوہ برین جوانی کا نمک چہ معنی دارد کیا بڑھاپے کا بھی نمک ہوتا ہے اسقدر کہنا کافی تھا کہ چہرے پر نمک ابھی برقرار تھا - جوانی کا نمک شاید کرسی کے پنساریون کے یہان ملتا ہوگا بائیسوین ٹھوکر (جوانی کے نمک) کا ذکر کرنے کے بعد آپ فرماتے ہین کہ وہ نوکری نہ کرتی مگر میان ..... چھ روپیہ ہین پوری پڑتی) کیون صاحب یہ جوانی کے نمک اور نوکری کرنے یا نہ کرنے سے کیا تعلق ہے - آخر آپکا ان دو جملون کے ایک جا کرنے سے کیا منشا ہے - کیا آپکا مطلب یہ ہے کہ وہ جوانی کے نمک کی تجارت کرتی اور نوکری نکرتی علاوہ اسکے تیئیسوین ٹھوکر - پوری پڑتی کے بعد (تھی) ہونا لازمی ہے مگر جیسا کہ بیشتر لکھا گیا ہے کہ (تھی) اور (تھا) سے حضرت کو ایسی نفرت ہے کہ انھین خواہ مخواہ حذف کر جاتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترکیبین پرانی ہوگئی ہین اور انکین جوانی کے نمک) کی بُو نہین باقی رہی ہے - اسلئے آپکی جدت پسند طبیعت اُن سے بیزار رہتی ہے - اسیطرح - چوبیسوین ٹھوکر - دو باتین ضرور کر جانا کے بعد (تھا) غائب ہے - گو کہ یہ تمام جملہ لدھڑ گفتگو سے کم نہین اور اسکی درستی ناممکن ہے

تاہم کوشش شرط ہے معنوی حیثیت سے تو اسکی اصلاح اُسیوقت ہوسکتی ہو جبکہ اِس دماغ کی فکر کیجائے جس سے کہ یہ جملہ (صادر) ہوا ہے لیکن ترتیب الفاظ کی اصلاح ایک حد تک ممکن ہے۔ ہمنے جملہ کو یون لکھنا چاہتے تھا کہ (عباسی جوان عورت تھی) چہرہ پہ نمک ہوتا وہ نوکری نکرتی لیکن چونکہ اس مہنگی سمین مین میان کی تنخواہ کے چھ روپیون مین پوری نہ پڑتی تھی اسلئے اسے گھر چھوڑ کر نوکری کو نکلنا پڑا تھا۔ مگر وہ اپنے میان کی صورت کی عاشق تھی۔ اور وہ بھی روز شام کو آکر اس سے دو باتین کر جاتا تھا۔

راقم در ہر جگرے ہست خراشِ سخنِ ما
الماس تراش ست تراشِ سخنِ ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۶۔ نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دمِ خارا شگاف سے

بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۵

ٹھوکر نمبر ۲۵ میان بس اتنا کہنے کو آئے تھے کہ اسے کھانا دلوا دو۔" آخر (کو) کی کیا ضرورت ہو۔ حضرت آتش نے اپنے خطوط مین اسکی خوب دھجیان اڑائی ہین۔ بدر النسا کی مصیبت مین (کو) کا زور کم ہے۔ مگر تب بھی کہین کہین اس

جھاڑ جھنکاڑ مین بھی یہ حشرات الارض کیطرح رینگتا نظر آتا ہے[۱] -

ٹھوکر نمبر ۲۶ کبریٰ بیگم خاص الخاص (**لکھنؤ کی شریف زادیون** کے لہجہ مین عباسی ماما سے کہتے ہین (اُنھون نے (یعنی کبریٰ بیگم کے شوہر شوکت حسین نے) اسی لئے تو لاکے گھر مین بٹھایا ہے کہ تجھ سے ہنس بول کے مجھے کڑھائین" مین حضرت شرر سے پوچھتا ہون کہ ماما نوکر رکھی جاتی ہے کہ گھر مین بٹھائی جاتی ہے اگر نوکر رکھنے کے لئے (گھر مین بٹھانا) کہہ سکتے ہین تو برخاست کرنے کے لئے گھر سے اُٹھانا کہنے مین کیا ہرج ہے - مثلاً اگر کوئی یہ مفہوم ادا کرنا چاہے کہ فلان **شخص مفسدہ پردازی کیوجہ سے دکن سے نکالا گیا**" تو کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ فلان شخص دکن سے اُٹھادیا گیا" کچھ روز عروس سخن کے گھر بیٹھین تب کچھ سلیقہ آئیگا ورنہ یہ تال بے تال بکر کو ہمیشہ ہنسوائے گی **ٹھوکر نمبر ۲۷** عباسی ماما شوکت حسین سے کہتی ہے مگر میان آپ مجھ سے بات تکیا کیجئے - آپ تو ہر طرح اچھے رہین گے مگر مین گھر بار سے گذری ہو نگی" تمھین اپنے قدر دانون کے سر کی قسم انصاف سے کہدو کہ اس جملے کے معنے کیا ہین "گھر بار سے گذری ہو نگی" چہ معنی دارد - یا تو ایک لغت بناؤ جسمین اپنی خانہ ساز ترکیبون کی تشریح کر دیا کرو (اُس لغت کا نام **کرسی اللغات** رکھو) ورنہ نثاری سے ہاتھ اٹھاؤ اس پیشہ مین تمھارے لئے ذلت کے سوا کچھ نہین دھرا ہے میان سردی کی فصل آئی ہے ماش کی کھچری کھاؤ اور لحاف تان کر سو رہو[۲] کیسی نثاری اور کہان کا زور قلم -

مذکورۂ بالا جملہ مین دونون (دگر) گرکسقدر زیب دیتے ہین نثاری کو شرر نے

---

[۱] حضرت شرر کو یہ ناز ہے کہ بدر النسا کی مصیبت مین لکھنؤ کی شریف زادیونکی زبان لکھی گئی ہے - حالانکہ شریف زادیان تو درکنار لکھنؤ کی ڈومنیون کی بھی زبان شرر کو نصیب نہین - بیشک آپنے کرسی کی (شریف زادیون کی) زبان لکھی ہو تو تعجب نہین - کیونکہ شرر وہین کے شریف زادے ہین ۱۲

[۲] پیخ بھر خوب ہوا یندر ہیگی ۱۲ + +

(علم دریاؤ) بنادیا ہے - اسی دریاؤ مین یہ دونون (مگر) کروٹین لے رہے ہین - مگر ہمارے اعتراضات کے ایک ہی فیر مین دونون اُڑے جاتے ہین دیکھو اس مفہوم کو یون ادا کرتے ہین - میان آپ مجھ سے بات نکیا کیجئے آپکا تو کچھ بگڑے گا نہین مین گھر بار سے نکالی جاؤنگی " ٹھوکر نمبر ۲۸ ایک اور لطیفہ ملاحظہ ہو - مندرجۂ ذیل مکالمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کبریٰ بیگم اور شوکت حسینؑ مین در پردہ مادر بدر کا مذاق بھی ہوا کرتا تھا ؟ شوکت حسینؑ یہان تو خود اُنکا خط موجود ہے - کبریٰ بیگم - اب یہ خبر کہ کسکا ہے ؟ ہم پوچھتے ہین کہ (کسکا ہو ؟) اس موقع پر کسقدر بھلا معلوم ہوتا ہے - معترض کہتے ہین کہ حضرت بالکل عنب الثعلب خشک ہین اور مذاق سے مس نہین رکھتے ہین وہ دیکھین کہ اس مکالمہ مین کیا در پردہ مذاق موجود ہے -

ہمکو اس موقع پر ایک روایت یاد آگئی ایک کرُسی کے مولویصاحب لکھنؤ کے کسی گندھی کی دُکان پر عطر خریدنے گئے - گندھی نے کہا کہ عطر حاضر ہے - مولویصاحب نے کہا کہ کسکا ہے ؟ گندھی نے جواب دیا کہ کرُسی کی مٹی کا " عطر بھی مٹی کا ہوتا ہے اور آدمی بھی ٹھوکر نمبر ۲۹ شوکت حسینؑ اپنی بیوی سے سالی صاحب کی نسبت کہتے ہین کہ کل دوپہر کو یہان لکھنؤ کے اسٹیشن پر آپہونچین گے - چہ خوش ! (آدھمکین گے) لکھا ہوتا تو کچھ معنی بھی پیدا ہو جاتے (آ پہونچین گے) تو محض مہمل ہے ٹھوکر نمبر ۳۰ (مین نے) جو کچھ کہنا تھا کھدیا اب تمھین اختیار ہے " اس موقع پر (مین نے) کسقدر بے محل استعمال ہوا ہے یہ (نے) خاص پنجاب کا سکہ ہے - کیون نہو حضرت پنجاب کی ہوا بھی کھا آئے ہین - معلوم ہوتا ہے کہ وہی ہوا پیٹ مین بھری تھی - بدرالنسا کی مصیبت لکھتے وقت لکھنؤ مین چھوڑ دی - مگر افسوس ہے کہ تب بھی حضرت شرر کی نثاری کی ہوا نہ بندھی -

ٹھوکر نمبر ۳۱ کبری بیگم لکھنؤ کی شریف زادیون کی زبان مین فرماتی ہین کہ (مجھے تو جب یقین آئے کہ وہ اصل خیر سے یہان آکے پہونچ جائین) واقعی (آکے پہونچ جائین) خاص لکھنؤ (یعنی دار السلطنت اودھ) کی فصاحت ہے۔ افسوس باوجود عینک کے شرر کو یہ نظر نہ آیا کہ (آکے) اس موقع پر لنگڑی کرسی کے پشتیبان کیطرح بالکل بیکار ہے۔ محض (پہونچ جائین کافی ہے)۔

ٹھوکر نمبر ۳۲ حضرت شرر فرماتے ہین کہ (اکبر علی کچھ دنون وطن مین تلاش معاش کرتے رہے جب کچھ کام نہ چلا تو بی بی کو ساتھ لیکر غریب الوطنی اختیار کی اور حیدر آباد دکن کو روانہ ہوئے) کسی نے سچ کہا ہے کہ آپ بیتی کہون کہ جگ بیتی جسطرح حضرت جب دیکھتے ہین کہ لکھنؤ مین کچھ کام نہین چلتا) تو حیدر آباد دکن روانہ ہوجاتے ہین اسیطرح اکبر علی بھی نو کدم حیدر آباد ہی بھاگے۔ خیر ہمکو اس جھگڑے سے مطلب نہین امر ضروری یہ ہے کہ (کام چلنا) اس موقع پر بالکل بے محل استعمال ہوا ہے۔ کہنا چاہئے تھا کہ جب کوئی تدبیر کارگر نہوئی) اور غلبۂ ذکاوت سے لکھ گئے کہ جب کچھ کام نہ چلا۔ اگر کسی شخص کو تجارت مین یا اور کسی پیشہ مین کامیابی نہین ہوتی ہے تو اُس خاص موقع پر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ فلان شخص کا کام نہین چلا۔ نہ کہ تلاش معاش مین ناکامیاب رہنے کا مفہوم ان الفاظ مین ادا کیا جاتا ہو۔ یا مثلاً کسی شخص پر مصیبت پڑے اور وہ گھر کا زیور گرو رکھ کر اپنا کام نکالنا چاہے اور پھر بھی شامت اعمال سے ناکامیاب رہے۔ تو یہ کہا جائیگا کہ فلان شخص نے اپنے گھر کا زیور گرو رکھنے مین بھی تکلف نہ کیا لیکن تب بھی کمبخت کا کام نہ چلا۔ یہی دو ایک مفہوم کام چلنے کے ہین۔ زیادہ تشریح کی ضرورت نہین۔ عقلمند را اشارہ کافی است۔

حضرت شرر کو لکھنؤ کے سیدھے سیدھے محاورون کے مفہوم سے واقفیت نہین اور اساتذۂ لکھنؤ کے مرشد و پشت پناہ بننے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہین اور کیا لکھون۔

۵ شیخ صاحب پکارتے پھریئے ہر گلی کوچے کا م نا و ل کا۔

ٹھوکر نمبر ۳۳ کبری بیگم کو نکاح کے دن سے کبھی میکے کا مزہ نہین نصیب ہوا تھا جسکا اکثر صدمہ رہتا تھا۔ سبحان اللہ کیا زبان ہے۔ میکے کا مزہ بھی کیا خوب واللہ پیاری بدر النسا کی داستان لکھتے لکھتے حضرت مزے مین آگئے اگر سسرال کا مزہ کہا جائے تو چندان ہرج نہین کیونکہ لڑکیاں اپنے شوہر کی عاشقی محبت سے حظ اُٹھاتی ہین۔ یہی سسرال کا مزہ کہا جا سکتا ہے لیکن حضرت سے کوئی پوچھے کہ میکے کا مزہ کیا بلا ہے اور کسطرح حاصل ہوتا ہے ممکن ہے کہ کہین میکے کے مزے کا چٹخارہ بھی ہوتا ہو لہذا حضرت نے اپنے وطن کی رسم لکھدی۔

راقم در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش ست تراش سخن ما

از اودھ پنچ مطبوعہ ۲۰ نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو رنین پنچ کا خنجر غلاف سے
اٹھنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۱

ٹھوکر نمبر ۳۴ ارشاد ہوتا ہے کہ اکبر علی کو زیادہ ٹھہرنے کی فرصت تھی

. . . . بہن نے زیادہ ٹھہرنے پر اصرار کیا" سبحان اللہ ٹھہرنے) پر کیا انکار ہے
اور کیا اصرار ہے۔ لکھنؤ کا تو ایک بازاری شخص بھی گفتگو میں اس لفظ سے پرہیز کرتا ہے
مگر مولانا اگر ایسی حماقتیں نہ کریں تو کرسی کی آبرو کسطرح قائم رہے - مرد خدا ایسے موقع پر
(ٹھہرنے) کے بدلے قیام کرنا استعمال کیا جاتا ہے -
ٹھوکر نمبر ۳۵ اُن دنوں مقدمات کا زیادہ ہجوم تھا اور زبردستی موکلوں کو
دم دلاسا دیکے (اکبر علی) نے صرف پندرہ روز کا زمانہ اس سفر کے لئے نکال
لیا تھا" (زبردستی دم دلاسا دینا) بھی کیا خوب - یہ ویسا ہے جیسا کوئی شخص
کہے کہ فلان شخص نے زبردستی کے ساتھ انھیں دھمکی دی) افسوس یا اتنا
دعویٰ اور اتنی خبر نہیں کہ (زبردستی) کے معنی ہی یہ ہیں کہ (دم دلاسا) کی گنجائش باقی
نہیں رہی - ٹھوکر نمبر ۳۶ اب ذرا لکھنؤ کی شریف زادیوں فرماتے ہیں (ملقیس نے
کہا بہن اب تم لیٹ کے سو رہو - تین دن کی تھکی ہو - قسم خدا کی لیٹ کے سو رہو)
کی ترکیب کسقدر بانکی ہے - (لیٹی ہوئی شر) اسی کا نام ہے - معلوم ہوتا ہے - کھڑے
کھڑے بھی سو جاتے ہیں کہ جا بجا سو رہنے کے لئے لیٹنے کے لئے بھی ارشاد ہوتا ہے -
چنانچہ (بدر النسا کی مصیبت میں متعدد جگہ نظر پڑیگا صفحہ ۱۸ پر یہ لکھا ہے الغرض
باتیں کرتے کرتے دونوں لیٹ کے سو گئے - صفحہ ۲۰ پر ارشاد ہوتا ہے
کہ ایک لڑکی نے چپکے سے عسکری کو وہاں پہونچا دیا اور سب لیٹ کے سو
رہے) آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ ہاں مولانا اکثر رات کو ناول لکھتے لکھتے کرسی
کے ڈنڈے پر ہاتھ رکھ کے بیٹھے بیٹھے اونگھ جاتے ہیں اسی لئے ذاتی تجربہ کے
لحاظ سے ہر مقام پر تشریح کر دیجاتی ہے کہ لیٹ کے سو رہے مگر اتنا خیال نکیا
کہ آدمی نہ ہوے لنڈھی سگتے ہوے کہ لیٹے جاتے ہیں - اگر لیٹ کے سو رہے صحیح
ہے تو پھر پاس وضع کے معنی یہ ہیں کہ یہ بھی لکھا کریں کہ ———

منھ ہاتھ دھو کے کھانا کھایا - کھڑے ہو کر چلے -

ٹھوکر نمبر ۳۷ فرماتے ہین کہ (بدر النسا جو بدرو کہلاتی تھی ابھی پانچ برس کی بچی تھی) بچہ کی مادہ "بچی" بھی کیا خوب - واقعی بچی انشا پردازی اسیکا نام ہے - کہنا یہ چاہیئے تھا کہ (پانچ برس کی بچی تھی) اور غلبۂ ذکاوت سے کہہ گئے (بچی) غالبًا یہ بھی بیرونی بول چال ہے ٹھوکر نمبر ۳۸ ذرا مکالمہ ملاحظہ ہو - کبری بیگم اے بیٹا بدرو یہان اندر آکے کھیلو بلقیس بیگم بہن بدرو کو دھوپ مین کھیلنے دیا کرو پھول سی لڑکی دھوپ مین کالی ہوئی جاتی ہے بدرو - واہ اسکی دگر یا کے) بچے نے پنجانہ پھر دیا ہے تو تڑے نہ دھوؤن کبری بیگم بہن تم اسے بدرو کیون کہتی ہو بندریا کہا کرو لوڑی بندریا ہے بلقیس بیگم - اچھی بیٹا بدرو اندر چلی آؤ بیٹا" ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا بدر النسا کے دُلار کے نام کیا ہین یعنی بدرو یا بیٹا بدرو پسند ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا - اب اعتراضات ملاحظہ ہون کہنا چاہیئے تھا (پھول سی لڑکی دھوپ مین کملائی جاتی ہے" اور لکھ گئے کہ کالی ہوتی جاتی ہے" اس فقرے سے بدر النسا کی روسیاہی کا پردہ رہجائے مگر خلاف محاورہ ضرور ہے - علاوہ اسکے گلاب کے پھول سی لڑکی" لکھنا تھا محض پھول تو کوئی چیز نہین ہے -

راقم در ہر جگہ ہست خراشش سخن ما
الماس تراش است تراشِ سخن ما

لہ پنچ اخاہ بدر النسا کی روسیاہی کا سبب آج معلوم ہوا غالبًا جس دھوپ مین بدر النسا کالی ہوئی اُسی مین حلیمن کے بال سفید ہوئے ہین ۱۲ + + + + +

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۴ - دسمبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دمِ خارا شگاف سے

بدر النسا اور اُسکی مصیبت نمبر ۷

ٹھوکر نمبر ۳۹ کبری بیگم خاص انخاص لکھنؤ کی شریف زادیونکے لہجہ مین فرماتی ہین کہ (توبہ کرو بہن) خیر دلن ہین شادی بیاہ کرکے کہین بھی پوری اُترتی ہے - پوری اُترنا) بھی کیا خوب - اس جملہ سے تو چوری کی بو آتی ہے - تحسین کی مسجد کے نیچے جو حلوائی رہتے ہین وہ اس فقرہ کو سُن لین تو شرر کی زباندانی پر ایمان لے آئین - (پوری پڑنا) تو سُنا تھا مگر پوری اُترنا) شرر نے کرسی کے حلوائیو نسے سنا ہوگا - خیر خشکہ یا بیروزہ اگرچہ گندہ - لیکن ایجاد بندہ - ٹھوکر نمبر ۴۰ کبری بیگم اپنے بھائی اکبر علی سے (بیٹا بدرو) کی نسبت کہتی ہین کہ آخر اسکی بات چیت شادی کے متعلق ہونی چاہیئے اسکے جواب مین اکبر علی لکھنؤ کی شریف زادیونکے لہجہ مین کہتے ہین کہ (میرا تو ارادہ ہے کہ یہین کہین مناسب جگہ کر دونگا آ ہا ہا کر دونگا کس قدر

لہ پنچ سبحان اللہ کیا گرما گرم تنقید ہے ۱۲ سلہ (بدر النسا کی مصیبت) صفحہ ۶ سطر ۲۳ بلقیس بیگم فرماتی ہین - (اے بیٹا بدرو اندر چلی آؤ) مطلب یہ ہے کہ شرر نے خود بدر النسا کو بیٹا بدرو کا خطاب دیا ہے ۱۲ + + + + +

تہذیب و ظرافت مین غوطے کھا رہا ہے ۔ افسوس ہے کہ (مناسب) کے بعد موقع کا لفظ چھوٹ گیا ورنہ پورا ملازمہ ہو جاتا ۔ میان شرر لکھنؤ کا تو ایک بازاری شخص بھی اپنی بہن سے جب گفتگو کرے گا تو ایسا بیہودہ لفظ منھ سے نہ نکالے گا ۔

ٹھوکر نمبر ۴۱ یہ ٹھوکر مذہبی تعصب کی ٹھوکر ہے یعنے چونکہ (بیٹا بدرو) اور عسکری کی عمر کم تھی اور کبرا بیگم کہتی تھین کہ ابھی نکاح ہو جائے تو اکبر علی نہایت تضحیک کے ساتھ کہتے تھے کہ **"یہ تو ہندوون کی سی شادی ہو گئی"** اس جملے کے معنے کیا ہین اس سے صرف ہندوون کا دل دکھانا مقصود ہے ۔ افسوس کہ بدرالنسا کی مصیبت کے صفحون سے بھی شرر کا دلی تعصب پھیکی روشنائی کیطرح چھوٹ نکلا مگر الحمدللہ "جنون" کی بانگ چلی جاتی ہے

ٹھوکر نمبر ۴۲ ذرا ذیل کا جملہ ملاحظہ ہو ۔ شوکت حسین نے (بیٹا بدرو کی شادی سے) انکار تو نہین کیا تھا مگر ٹالا تھا کہ ابھی بالکل قبل از وقت ہے ۔ مگر کبری بیگم کی ضد اور پھر **میان (شوکت حسین) کے مقابلہ مین** تابڑ توڑ خط جانا شروع ہوئے یہانتک کہ اُنھون نے مجبور ہو کر لکھدیا تمھین اختیار ہے " اس جملہ مین یون تو تمام الفاظ نگینون کی طرح جڑے ہوئے ہین مگر در میان کا یہ فقرہ کہ " اور پھر میان کے مقابلہ مین تابڑ توڑ خط جانا شروع ہوئے " لاوارث کی لاش کیطرح شرر کی زباندانی کی کچی سڑک پر پڑا ہوا ہے نہ یہ اپنے پیشتر کے فقرون سے چسپان ہے نہ بعد کے فقرون سے ۔ تسلسل عبارت بالکل غتربود ہے (اور پھر) کی کیا ضرورت ہے ۔ نیز میان کے مقابلہ مین) خط جانا چہ معنی دارد ۔ آخر شرر کو کسنے جبر کیا تھا کہ اس موقع پر مقابلہ کا لفظ ٹھونسدین یہ لکھ سکتے تھے کہ **میان کے پاس تابڑ توڑ خط جانے لگے**))

ٹھوکر نمبر ۴۳ جب عسکری ساتھ (بیٹا بدرو) کی شادی ہو گئی تو اس واقعہ کو

لہ پیچ پھر اسین گناہ کیا ہے ۔ جسوقت شرر نے بدرالنسا کی مصیبت لکھی تھی اسوقت وہ اتحاد کے اڈیٹر نہین بنے تھے اور یہ خوف نہ تھا کہ ہندو چندہ نہ دینگے ١٢

شرر صاحب یون غضبناک لہجہ مین تحریر فرماتے ہین کہ گڑیا گڈے کی سی شادی تو کیا نکاح ہو گیا اور قاضی کو بلوا کے دو بول پڑھوا دیے گئے —

واللہ کیا شرر کے قلم نے اس مع نع پر بھو کے چوہے کیطرح قلابازی کھائی ہے لکھنا تھا کہ (نکاح تو کیا ہوا گڑیا گڈے کی سی شادی ہو گئی) اور لکھ گئے کہ گڑیا گڈے کی سی شادی تو کیا نکاح ہو گیا" اوندھی عقل اسیکا نام ہے ٹھوکر نمبر ۴۴ لکھنؤ کے خانہ ساز زباندان حضرت شرر فرماتے ہین کہ دسسرال کی آب وہوا انکے مزاج کے بہت ناموافق تھی اور خدا ہی ہے جو بھائی کا گھر بھی آیندہ ایسا صحت بخش رہے اسلئے کہ وہانسے سمدھیانہ ہو گیا" کیون صاحب یہ (وہان سے) کیا بلا ہے (وہان سمدھیانہ ہو گیا) تو درست ہے یہ (سے) اس جگہ مین گندھی کیطرح اپنی ٹانگ اڑائے دیتا ہے —

راقم

در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش است تراشِ سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو رنین پنچ کا خنجر غلاف سے
اڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدرالنسا اور اسکی معصیت نمبر ۸

ٹھوکر نمبر ۴۵ حضرت شرر فرماتے ہین دلڑکی کو بھی اکبر علی نے حیدرآباد کے

لہ پنچ دکھا قاضی کے گھر کا جوہا تو نہین ہی ۱۲ لہ جیسے کرسی کی آب ہوا انسان کے دماغ مین تشنج ونما کے لئے مضر ہے ۱۲

مدرسۂ نسوان مین داخل کر دیا تھا جسمین پانچ چار سال (حاضری کرنا) کس زبان کے کھیت کی مولی ہے (حاضری کرنا) تو صاحب لوگون کے بیرا یا خانساماں بھی نہین بولتے نہ یہ کسی انگریزی محاورہ کا ترجمہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ چونکہ شرر کی لیاقت انگریزی مین اکثر ڈگری یافتہ لوگون سے بڑھی ہوئی ہے اس لئے اُنھون نے ایک انگریزی محاورے کا ترجمہ کر دیا - اسکول یا کالج مین حاضری دینا عام محاورہ ہے اس موقع پر یہ لکھنا تھا کہ چار پانچ سال حاضر رہکر پڑھنا لکھنا تو کیا آیا الخ "

ٹھوکر نمبر ۱۴۶ مسئلہ (غت ربود) کے وزن پر لکھا گیا ہے کہ سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ ہے کہ کبری بیگم کے مزاج مین تھوڑا بہت اعتدال پیدا ہو گیا " افسوس کبری بیگم کے مزاج مین تو اعتدال پیدا ہو گیا شرر کی زباندانی کی دُم گندھی کی ٹانگ کیطرح سیدھی نہوئی - لکھنا چاہیئے تھا کہ سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ بات ہے "کہ کبری بیگم کے مزاج" الخ اور لکھ گئے کہ سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ ہے الخ کیون کیسی کہی - بات بات مین فرق ہے -

ٹھوکر نمبر ۱۴۷ فرماتے ہین کہ (کبری بیگم) ... گھر مین رہتے رہتے پرانی ہو گئین گئی اور بچے گود مین سے نکلے پیّون پیّون چلے اور اب انگنائی مین دوڑتے دوڑتے پھرتے ہین "

سبحان اللہ و بحمدہ - شرر خالی زباندان ہی نہین ہین بلکہ سلامتی سے مصور بھی ہین کیا بچون کے نکلنے کی اور انگنائی مین دوڑنے کی تصویر کھینچی ہے آ ہا ہا اُستاد کا شعر یاد آگیا

؂ چشمانِ تو زیر ابروانند دندانِ تو جملہ در دہانند

مگر ابھی تصویر ناتمام ہے - یون لکھتے کہ گود مین سے نکلے پیّون پیّون چلے - اب انگنائی مین دوڑتے پھرتے ہین اور آیندہ سڑک پر آہستہ آہستہ چلین گے اور اپنے پانوٗن سے) مطلب یہ ہے کہ تینون صیغے ماضی حال مستقبل

آجاتے ہین غالباً حضرت شرر صرف و نحو کا یہ باریک و نازک مسئلہ سمجھ گئے ہونگے''
''یہ گھٹنون کی جگہ پٹون خاص کرسی کی زبان ہے'' افسوس کہ کبری بیگم تو گھر مین ہتے رہتے پرانی ہوگئین ۔ مگر حضرت شرر لکھنؤ مین پرانے نہوے ۔

ٹھوکر نمبر ۴۸ کبری بیگم کو یہ سارٹیفکٹ دیا جاتا ہے کہ اب وہ پہلی سی بات بات پر بدگمانی نہین ہی چہ خوش چرا نباشد دو لفظ کا جملہ بھی سیدھی طرح نہین لکھ سکے اور زمانہ بھر سے خم ٹھونک کر لڑنے کو تیار لکھنا تھا کہ اب وہ پہلی سی بدگمانی بات بات پر نہین ہی'' اور لکھ گئے اُلٹا نظم مین تو تعقید سُنی تھی مگر نثر کی تعقید ایجاد کرنے کا سہرا شرر کے سر ہے ۔ مگر ہم بھی اصلاح دینے پر تلے ہوے ہین اگر گندھی کی ٹانگ کی طرح شرر کی نثر کا بل نہ نکال دیا ہو تو نام نہین ۔

ٹھوکر نمبر ۴۹ ۔ کبری بیگم خاص لکھنؤ کی شریف زادیونکے لہجہ مین اپنے میان سے فرماتی ہین کہ ''تم تو بیفکر بنے بیٹھے ہو اور میری جان پر بنی ہوئی ہے'' سبحان اللہ اس چھوٹے سے جملہ مین کیا (بنے بنی) کا جوڑا موجود ہے کیون نہو یہ امانت مرحوم کا رنگ اُڑایا ہے اور تناسب لفظی مین جیسی کامیابی اُنھین نظم مین ہوئی ویسی شرر کو نثر مین ہوتی نظر آتی ہے ۔ اگر ایسا نہین ہی تو محض اسقدر لکھنا چاہئے تھا کہ (تم تو بیفکر بیٹھے ہو میری جان پر بنی ہے)) شرر نے جو (بنی) کے لئے خواہ مخواہ اور بے موقع (بنا) تجویز کیا تو یہ تناسب لفظی کا خبط ہے

ٹھوکر نمبر ۵۰ ذیل کے جملہ سے شرر کی حساب کی قابلیت کا پتہ چلتا ہی فرماتے ہین کہ ''کوئی ہفتہ نہ گذرتا جسمین دس بارہ خط نہ لکھکر روانہ کرنا پڑتے ہون اس نہین نہین پر بھی اتنے خط لکھے گئے کہ دو مہینے مین ڈیڑھ سو سے زیادہ خط علی اکبر کے پاس پہونچے'' دو سطرون مین (حافظہ نباشد) اسیکا نام ہے ۔ دو مہینے مین ڈیڑھ سو خط اسی حالت مین روانہ ہو سکتے ہین جبکہ ہر ہفتہ اٹھارہ ۱۸ اُنیس ۱۹ خط روانہ کئے جائین ۔ مگر شرر صاحب یہ فرما چکے ہین کہ ہر ہفتہ مین دس بارہ خط جاتے تھے خیر جو کچھ ہو ۔

شرر کی غلطی سہی - مگر پوسٹ آفس کا فائدہ ضرور ہوا ہوگا - ایک نزاکت اور اس جملہ مین ہر یعنی شرر صاحب نے ابیات کی تشریح کردی ہر کہ (خط لکھ کر روانہ کیئے جاتے تھے معلوم ہوتا ہی کہ کرسی مین بے لکھے خط بھی روانہ کیئے جاتے ہین - واللہ شرر نے بھی عجیب طبیعت پائی ہے - کہین تو پورا اڑا جاتے ہین جملہ کا جملہ اور کہین بھرتی کے الفاظ بھر دیتے ہین"

ٹھوکر نمبر ۱۵ - حضرت شرر یعنی سرپرست زبان لکھنؤ" فرماتے ہین کہ (ڈیڑھ سو سے زیادہ خط اکبر علی کے پاس پہونچے اور ہر ایک مین یہی تھا کہ بیٹی کو کب بھیجو گے" دوسری جگہ فرماتے ہین کہ (ڈاکیہ نے شوکت حسین کو خط دیا . . مضمون یہ تھا کہ بیٹی کے بھیجنے پر تو راضی ہین" افسوس صد افسوس! بھلا لکھنؤ کا کوئی شریف اپنے کسی عزیز کو مخاطب کر کے یہ کلمہ زبان سے نکالے گا کہ (بیٹی کو کب بھیجو گے) لکھنا چاہیئے تھا کہ بیٹی کو کب روانہ کرو گے - اور لکھ گئے ایسا لفظ جسمین صاف ذم کا پہلو موجود ہے - شرر کو یاد رکھنا چاہیئے کہ شرفائے لکھنؤ کی یہ زبان نہین ہے - یہ پیام یار کی زبان ہو تو ہو بھیجو گے - یا بھیجنے پر راضی ہین اس موقع پر نہایت خراب معنی پیدا کرتے ہین - عقلمند را اشارہ کافیست"

اب زیادہ صاف صاف کیا کہون ع ہوتا ہے دوات مین قلم مست - عسکری کی شادی مین دھوم دھام کرنے کی نسبت شوکت حسین کبری بیگم سے لکھنؤ کی زبان مین فرماتے ہین کہ اول تو میرے پاس اندوختہ روپیہ نہین اور اگر قرض قوام کر کے بندوبست بھی ہوا تو جو کچھ کرونگا لکھنؤ مین خاص اپنے عزیزون اور دوستون کے سامنے کرونگا"

کیون نہو - کیون نہو - واقعی پردہ کی مخالفت کے یہی معنی ہین جب پردہ اٹھانا ہی ہر تو عزیزون اور دوستون سے کیا پردہ افسوس ہے تو اس قدر کہ لکھنؤ کا نام کیون بدنام کیا گیا اگر یہ لکھتے کہ (کرسی مین خاص اپنے عزیزون اور دوستون کے سامنے کرونگا" ہے تو چندان ہرج نہ تھا - اور دلگی سنیئے جب شوکت حسین نے کہا کہ خاص اپنے عزیزون اور دوستون کے

لہ اس جملہ کی تعقید شرر کی تقلید مین ہر ۱۲ سلہ پیچ یہ آپ بیتی ہے کہ جگ بیتی ۱۲ + + + + + + + + + + + +

سامنے کرونگا، تو شرر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات تھی کہ کبری بیگم کے دل پر بھی جم گئی،، مناسب بھی یہی تھا -

راقم
در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش است تراش سخن ما

از اودھ پنچ مطبوعہ ۲۴ اگست ۱۹۰۵ء

رباعیات انیس و دبیر و سودا از جنت

بُت کی وقعت نہین خدا کے آگے
کیا زاغ کا رتبہ ہے ہما کے آگے
بیکار نسیم سے بگڑتے ہین شرر
چنگاری ہے کیا چیز ہوا کے آگے

(انیس از جنت)

جب غیظ سے گرما کے بگڑتے ہین شرر
پھولونکے عیوض دہن سے جھڑتے ہین شرر
لیکن یہ نسیم سے بگڑنا کیا خوب
سبحان اللہ ہولے سے لڑتے ہین شرر

(دبیر از جنت)

سودا کی رباعی شرر کے نام

مطبوعہ اودھ پنچ ۱۹ - اکتوبر ۱۹۰۵ء

تو فخر آغانی[۱] شدو فا ساقط آزو
تو ماہر دین ہستی و تا ساقط آزو
آتش زن اتحاد باہم ہستی
نام تو شرر ہست و را ساقط آزو

(رفیع السودا از خلد برین)

[۱] یہ مصنف آغانی کا سرمایۂ افتخار جسنے حضرت سکینۂ بنت الحسینؑ کا غلط قصہ لکھا ہے ۱۲ + + + +

مثنوی گلزار نسیم

ہر شاخ مین ہی شگوفہ کاری[1]	ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر	حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ[2] انگلیون مین یہ حرف زن ہی	یعنی کہ مطیع پنجتن ہے
ختم[3] اُس پہ ہوئی سخن پرستی	کرتا ہے زبان کی پیش دستی

خواستگاری جناب باری سے مثنوی گلزار نسیم کی ترتیب کے واسطے

یا رب[4] مرے خامہ کو زبان دے	منقار ہزار داستان دے

[1] ہر شاخ الخ شگوفہ یعنی گل اور نیز ممکن ہی کہ بجائے شگرف کاری شگوفہ کاری تحریف کتابت ہو شگوفہ صحیح ماننے کی صورت مین حاصل معنی یون ہوگا کہ وہ ایسا نقاش ہی جسنے ایک شاخ مین بھی اپنی صنعت گلکاری ظاہر فرمائی اور لجاظ شکر کے یہی کہتے ہین یہانتک کہ شاخ قلم مین بھی اپنی صنعت ظاہر کی یعنی اپنی حمد کے ثمرہ سے بارور کیا ہی ۱۲ [2] پانچ الخ یعنی اسکا پانچ انگلیون مین آ کے بغیر دکھا دینا دلیل ہی اُسکے مطیع پنجتن ہونے کی ۱۲ ام ش [3] ختم الخ زبانکی سخن پرستی تو ظاہر ہے کہ بجز بات کرنے کے اسکا اور کوئی فعل ہی نہین ہی مگر بعد اسکے اگر سخن پرستا ہی یعنی بات کا بیان کرنیوالا تو بس قلم ہے ۱۲ [4] یا رب الخ زبان سے یعنی خامہ کی زبان مین قوت شعر اخترا عی دے منقار سے مراد سر قلم کمال اسمعیل ے طوطی عقل شکر خاے شود ہر کجا تو و تلمت منقار ے ۔ یعنی جیسے بلبل انواع نغمات پر قادر ہوا ہی ویسے میرے قلم کو انواع سخن پر قادر کر دے ۱۲ ش

افسانۂ گلِ بکاولی کا
افسون ہو بہارِ عاشقی کا

ہر چند سُنا گیا ہے اسکو
اُردو کی زبان مین سخنگو

وہ نثر ہے دادِ نظم دون مین
اس مے کو دوآتشہ کرون مین

ہر چند جو اگلے اہل فن تھے
سلطانِ قلمروِ سخن تھے

آگے اُنکے فروغ پانا
سُورج کو چراغ ہے دکھانا

پر بحرِ سخن سدا ہے باقی
دریا نہین کار بند ساقی

طعنہ[1] سے زبان نکتہ چین رُوک
رکھے مری اہلِ خامہ مین نُوک

خوبی سے کرے دلون کو تسخیر
نیرنگ نسیم باغِ کشمیر

نقطے ہون سپند خوش بیانی
جدول ہو حصارِ سحر خوانی

جو نکتہ[2] لکھون کہین نہ حرف آئے
مرکز پہ کشش مری پہنچ جائے

داستان تاج الملوک شاہزادہ اور زین الملوک بادشاہِ مشرق کی

رودادِ زمانِ باستانی
یون نقل ہے خامہ کی زبانی

پورب مین ایک تھا شہنشاہ
سلطان زین الملوک ذی جاہ

لشکر کش و تاجدار تھا وہ
دشمن کش و شہریار تھا وہ

خالق نے دیے تھے چار فرزند
دانا عاقل ذکی خردمند

نقشا[3] ایک اور نے جمایا
پس ماندہ کا پیش خیمہ آیا

[1] طعنہ الخ نوک رکھے یعنی میری نوک رہجائے یہ عین محاورہ ہے مثلاً زید کی بات رہ گئی یعنی اسنے بات رکھ لی علے ہذا نوک رکھ لی ۱۲ م ش

[2] جو نکتہ الخ ممکن ہے کہ نکتہ تحریف نقطہ اور نکتہ بھی ہو سکتا ہے معنی یہ کہ میرے کسی مضمون پر اعتراض نہو سکے اور میری کشش یعنی کوشش اور فکر یعنی میرے دلی مقصود تک پہونچ جائے ۱۲

[3] نقشہ یعنی اپنی پیدائش کا نقشہ اور پیش خیمہ سے مراد آثار حمل کے آثار ۱۲ م ش عفا عنہ

امید۵۱ کے نخل نے دیا بار — خورشیدِ حمل ہوا نمودار
وہ نور کہ صدقے مہرِ انور — وہ رُخ کہ نہ ٹھہرے آنکھ جس پر
نورِ آنکھ کا کہتے ہیں پسر کو — چشمک تھی نصیب اُس پدر کو
خوش ہوتے ہی طفل ہو جبین سے — ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے
پیارا یہ وہ ہو کہ دیکھ اسی کو — پھر دیکھ نہ سکیئے گا کسی کو
نظروں سے گرا وہ طفل ابتر — مانندِ سرشک دیدۂ تر
پیدے سے نہ دایہ نے نکالا — پُتلی سا نگاہ رکھ کے پالا
تھا افسرِ خسروان وہ گلفام — پالا تاج الملوک رکھ نام
جب نامِ خدا جوان ہوا وہ — مانندِ نظر روان ہوا وہ
آتا تھا شکارگاہ سے شاہ — نظارہ کیا پسر کا ناگاہ
صاد۵۲ آنکھوں کی دیکھ کر پسر کی — بینائی کے چہرے پر نظر کی
مہر۵۳ لبِ شہ ہوئی خموشی — کی نورِ بصر سے چشم پوشی
دی آنکھ جو شہ نے رونمائی — چشمک سے نہ بھائیو نکو بھائی
ہر چند۵۴ کہ بادشا نے ٹالا — اُس ماہ کو شہر سے نکالا

۵۱ امید الخ خورشید حمل ہوا نمودار۔ حمل سے مراد بُرج حمل ہے نہ کہ حمل اور خورشید سے آفتاب یعنی وہ لڑکا ماں کے پیٹ سے یوں نکلا جیسے آفتاب برج حمل سے طالع ہوتا ہے اور تحویل آفتاب برج حمل میں نو روز کے دن ہوتی ہے جو بڑی خوشی کا دن ہے ۱۲ ۵۲ صاد الخ دوسرے مصرع میں بینائی کی تحریف بینائی کی ہے یعنی آنکھیں چار ہوتے ہی یا آنکہ نجومیوں نے دیکھنے کی ممانعت کر دی تھی مگر بمقتضائے شوق دیدار بیتاب ہو کر چہرہ کو نظر بھر کر دیکھا ۱۲ ۵۳ مہر لب الخ۔ کی نور بصر نے چشم پوشی۔ نور بصر سے مراد بینائی چشم یعنی نور بصر نے بادشاہ سے چشم پوشی اختیار کر لی اور نور بصر کا چشم پوشی کرنا بینائی کا جاتا رہنا مراد ہے ۱۲ ۵۴ ہر چند الخ شہر عربی میں بمعنی ماہ ہو حاصل یہ کہ تاج الملوک کو شہر بدر کیا لطف کا پہلو یہ ہے کہ ہر چند چاند شہر سے نکل ہی نہیں سکتا مگر انہوں نے کمال کیا کہ ماہ کو شہر سے نکال دیا یعنی بادشاہ نے ہر چند ٹالا مگر بھائی شہر بدر کر کے رہے ۱۲ ام رش

گھر گھر یہی ذکر تھا یہی شور | خارج ہوا نورِ دیدۂ کور
آیا کوئی لیکے نسخۂ نور | لایا کوئی جا کے سرمۂ طور
تقدیر سے چل سکا نہ کچھ زور | بینا نہ ہوا وہ دیدۂ کور
ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے | مختار ہے جسطرح نباہے

جانا چاروں شاہزادوں کا تجویز کحال تلاش گلِ بکاولی کو

پایا جو سفیدِ چشم صفحا | یوں میل قلم نے سرمہ کھینچا
تھا اک کحال پیرِ دیرین | عیسیٰ کی تھیں اُسنے آنکھیں دیکھیں
وہ مرد خدا بہت کرا با | سلطان سے ملا کہا کہ شاہا
ہے باغ بکاولی میں اک گل | پلکوں سے اُسی پہ مار چنگل
خورشید میں یہ ضیا کرن کی | سینے مٹھ گیا اُسی چمن کی
اُسنے تو گلِ ارم بتایا | لوگوں کو شگوفہ ہاتھ آیا
شہزادے ہوئے وہ چاروں تیار | رخصت کیے شہ نے چار ناچار
شاہانہ چلے وہ لیکے ہمراہ | لشکر اسباب خیمے خرگاہ
وہ باد یہ گردِ خانہ برباد | یعنی تاج الملوک ناشاد
میدان میں خاک اوڑا رہا تھا | دیکھا تو وہ لشکر آ رہا تھا
پوچھا تم لوگ خیل کے خیل | جاتے ہو کدھر کو صورتِ سیل
بولا لشکر کا اک سپاہی | جاتی ہے ارم کو فوجِ شاہی
سلطان زین الملوک شہ زور | دیدار پسر سے ہو گیا کور
منظور علاج روشنی ہے | مطلوب گلِ بکاولی ہے

۱؎ منظور الخ علاج روشنی چشم سے یعنی روشنی بینا ہونے کا علاج ۱۲

گل کی جو خبر سنائی اُسکو / گلشن کی ہوا سمائی اُسکو
ہمرہ کسی لشکری کے ہو کر / قسمت پہ چلا بہ نیک اختر

غلام ہونا چاروں شاہزادوں کا چوسر کھیل کر دلبر بیسوا سے

نقطوں سے قلم کی ہمرہ یاری / یوں لاتی ہے رنگ بد طرازی
یک چند پھرا کیا وہ انبوہ / صحرا صحرا و کوہ در کوہ
بلبل ہوئے سب ہرزہ جی سے / گل کا نہ پتا لگا کسی سے
وارد ہوئے اک جگہ سر شام / فردوس تھا اُس مقام کا نام
اک نہر تھی شہر کے برابر / ٹوٹے تارے کہکشان پر
اک باغ تھا نہر کے کنارے / جو لیے گل اُس طرف سدھارے
دلبر نام ایک بیسوا تھی / اُس ماہ کی واں محلسرا تھی
دروازے سے فاصلے پہ گھر تھا / نقارہ جو بدار در تھا
بیجا و بجا نہ سمجھے انجان / نقارہ بجا کے ٹھہرے نادان
آواز پہ وہ لگی ہوئی تھی / آپ آن کے ٹھاٹھ دیکھتی تھی
جس شخص کو مالدار پاتی / باہر سے اُسے لگا کے لاتی
پھسلا کے جوئے کا ذکر اُٹھا کر / چوسر میں وہ لوٹتی سراسر
جیت اُسکی تھی ہاتھ جو کچھ آتا / اُس کا کوئی ہتکھنڈا نہ پاتا
بلی کا سر چراغدان تھا / چوہا پاسے کا پاسبان تھا
اُلٹا تے اڑتی پہ قسمت آسا / بلی جو دیا تو موش پاسا
جیتے ہوئے بندے تھے ہزاروں[1] / قسمت نے پھنسائے یہ بھی چاروں

[1] جیتے ہوئے الخ یعنی اُسکی قسمت کی خوبی سے یا اُسکی قسمت کی بُرائی نے یہ بھی چاروں اُسکو دام میں پھنسائے یہ مجاز و قہر ہے ۱۲

صیاد[1] تھی لائی پھانس کر صید / کرسی پہ بٹھائے نقش امید
گھاتین ہوئین دل ربائیون کی / باتین ہوئین آشنائیون کی
رنگ اُس کا جما تو لاکے چوسر / کھیلی وہ کھلاڑ بازی بد کر
وہ چھوٹ یہ لگی یہ میل سمجھے / بازی چوسر کی کھیل سمجھے
مغرور[2] تھے مال و زر پہ کھیلے / سامان ہارے تو سر پہ کھیلے
بدبختی سے آخری جو اُٹھا / بندا ہونا بدا ہوا تھا
دو ہاتھ مین چار دن اُنسنے لوٹے / نیچے مین پھنسے تو چھکّے چھوٹے
ایک ایک سے رات بھر نہ چھوٹا / پو پھٹتے ہی جُگ اُنھون کا ٹوٹا
زندان کو چلے مچل مچل کر / نردون کی طرح پھرے نہ چل کر
لشکر مین سے جو گیا سوئے شہر / پانی سا پھرا نہ جانب نہر

جیتنا تاج الملوک کا دلبر بسوا کو اور چھوڑ کر روانہ ہونا تلاش گل بکاولی مین

لانا زر گل جو ہے ارم سے / یون صفحہ پہ نقش ہے قلم سے
وہ ریگ روان کا گرد لشکر / یعنے تاج الملوک ابتر
حیران ہوا کہ یا الٰہی / لشکر پہ یہ کیا پڑی تباہی
اُٹھا کہ خبر تو لیجیے چلکر / گذرا در باغ بسوا پر
حیران تھا یہ بلند پایہ / نکلی اندر سے ایک دایہ
لڑکا کوئی کھو گیا تھا اُس کا / ہم شکل یہ مہ لقا تھا اُس کا
بولی وہ کہ نام کیا ہے تیرا / فرزند اسی شکل کا تھا میرا

[1] صیاد تھی الخ کرسی پہ بٹھائے نقش امید یعنی پوری امید انکی جیت لینے کی ہوئی ۱۲ سلمہ
[2] مغرور الخ سر پہ کھیلے یعنی اپنی ذات کو نذر سے کھیلے کیونکہ سر مینی ذات بھی آتا ہے دوسرا لطف یہ ہے کہ بالسر مینا اُنکو کہ نکلا جب پہلے سنا لو وہ ہارے سامان ہاتھ ہا تو سر پہ کھیلے پھر تعالی مراد سر سے ذات ہے ۱۲ قش

بولا وہ کہ نام تو نہین یاد — طفلی مین ہوا ہون خانہ برباد
لیکن یہ مین جانتا ہون دلگیر — مادر تھی مری بھی ایسی ہی پیر
بیٹا وہ سمجھ کے جی سے اُسکو — گھر لائی ہنسی خوشی سے اُسکو
چلتے تھے اُدھر سے دو جواری — ایک ایک کی کر رہا تھا خواری
کہتے تھے فریب دو گی کیا تم — شہزادے نہ ہم نہ بیسوا تم
ذکر اپنے برادرون کا سُنکر — بولا وہ عزیز سُن تو مادر
کون ایسی کھلاڑ بیسوا ہے — شہزادوں کو جسنے زِچ کیا ہے
بولی وہ کہ ہان جوا ہے بدکام — دلبر ایک بیسوا ہے خود کام
بلی یہ چراغ رکھ کے شب کو — چوسر مین وہ لوٹتی ہی سب کو
پلسے کی ہے کل چراغ کے ساتھ — وہ بلی کے سر پہ چوہے کے ہاتھ
شہزادے کہین کے تھے بد اقبال — بندے ہوئے ہار کر زر و مال
بھائی تھے جوش خون کہان جائے — صدمہ ہوا درد سے کہا ہائے
پلسے کا چراغ کا اُلٹ پھیر — سوجھا نہ اُنھین یہ دیکھو اندھیر
سوچا وہ کہ اب تو ہم ہین آگاہ — جیتے ہین تو جیت لین گے ناگاہ
اک بلی جو جھپٹی چوہے کو بھانپ — نیولے نے بھگا دیا دکھا سانپ
سمجھا وہ کہ ہے شگون نرالا — نیولا پکڑ آستین مین پالا

۵۱ بولا وہ الخ ممکن ہو کہ وہ تحریف ہو (یہ) کی یعنی شہزادے نے کہا نام یاد نہین لڑکپن سے آوارۂ خانمان ہوا ہون ۱۲ ۵۲ کہتے تھے الخ حاصل یعنی یہ ہے کہ دونون شہزادون اور بیسوا کی ہار جیت کے قصّہ کا حوالہ دے رہے تھے ۱۲ ۵۳ ذکر اپنے الخ کوئی شعر مثنوی کا لطف سے خالی نہین برادرون کے ساتھ لفظ عزیز کیا خوب لائے ہین ۱۲ ۵۴ سوچا وہ الخ ممکن ہو کہ وہ تحریف ہو یہ کی اور یون بھی با محاورہ ہے یہ کی تقدیر پر باقی مضمون شعر مشارالیہ ہوگا اور دوسری تقدیر پر (کہ) بیانیہ ہوگا اور کاف کے بعد کا مضمون بیان ۱۲

چوسر ہی کے سیکھنے کو مکیسر ... گھو یا وہ برنگِ نرد گھر گھر
اک روز اُسے ملگیا امیر ایک ... وہ صاحبِ جاہ دل سے نہا نیک
اشراف سمجھ کے لے گیا گھر ... بخشا اُسے اسپ و جامہ و زر
اُس ٹگ کے جو ہاتھ مین زر آیا ... جانبازی کو سوئے دلبر آیا
ملتی تھی کھلاڑ ڈنکے کی چوٹ ... نقارہ و چوب مین چلی چوٹ
آواز[1] وہ سُنکے در پہ آئی ... ہمرہ اُسے لیکے اندر آئی
کام[2] اُسکا تھا بسکہ کھیل کھانا ... چوسر کا جما وہ کارخانہ
وہ چشمِ چراغ بیسولکے ... کرنے لگے تاک جھانک آکے
نیولا وہ کہ مارِ آستین تھا ... چٹکی کے بجاتے ہی وہین تھا
بلی تو چراغ پا تھی خاموش ... بل ہو گیا موش کو فراموش
ہنس ہنس کے حریف نے رُلایا ... مانندِ چراغ اُسے جلایا
بارے بہزار بددماغی ... لی خضر نے غول سے چراغی
پاسے سے چلی نہ جعلسازی ... اُجڑی وہ بسا بسا کے بازی
سب ہار کے نقد و جنس بارے ... جیتے ہوئے بندے بد کے ہارے
بنیاد جو کچھ تھی جب گنوائی ... تب خود وہ کھلاڑ ٹھہرے آئی
پھر پاسے نے کی نہ پاسداری ... ہمت کی طرح وہ دل سے ہاری
پاسے کی بدی سے آشکارا ... راجہ نل سلطنت ہی ہارا
دانا تو کرے کب اسطرف میل ... ہارا ہے جوے کے نام سے بیل

[1] آواز الخ دوسرے مصرع مین ہمرہ تحریف ہے ہمراہ کی کیونکہ بتقدیر ہمراہ بے تکلف مصرع موزون ہے اور اندر آئی یعنی باہر سے اندر آئی ۱۲ [2] کام اُسکا الخ یعنی ازبسکہ اسکا کام کھیلنا تھا یا کھانا تھا دوسرا پہلو لطف کا یہ بھی ہے کہ کھیل کھانا محاورہ بھی ہے مگر یہان معنی اول مراد ہے یعنی کھیلنا و کھانا دوسرے مصرع مین جما و تحریف ہے جمایا کی ۱۲ + + + +

بارے دیکھا جو بسوا نے ۔۔۔ بندا کیا غیر کا خدا نے
سوچی کہ نہ اب بھی چال رہیئے ۔۔۔ شادی کا مزا نکال رہیئے
بولی بہزار عجز و زاری ۔۔۔ تم جیتے میان مین تم سے ہاری
لونڈی ہون نہین عدول مجھکو ۔۔۔ خدمت مین کرو قبول مجھکو
بولا وہ کہ سُن یہ ہتھکنڈے چھوڑ ۔۔۔ نقارۂ در کو چوب سے توڑ
یہ مال یہ زر یہ جتنے بندے ۔۔۔ یون ہی یہین رکھ بجنس چندے
بالفعل ارم کو جاتے ہین ہم ۔۔۔ انشاءاللہ آتے ہین ہم
بولی وہ سُنو تو بندہ پرور ۔۔۔ گلزار ارم ہے پریون کا گھر
انسان و پری کا سامنا کیا ۔۔۔ مٹی مین ہوا کا تھامنا کیا
شہزادہ ہنسا کہا کہ دلبر ۔۔۔ کچھ بات نہین جو رکھیئے دل پر
انسان کی عقل گر نہ ہو گم ۔۔۔ ہے چشم پری مین جلے مرہم
یہ سُنکے اُٹھا کہا کہ لو جان ۔۔۔ جلتے ہین کہا خدا نگہبان
دولت تھی اگرچہ اختیاری ۔۔۔ پا مردی سے اُسپہ لات ماری
جز جیب نہ مال پر پڑا ہاتھ ۔۔۔ جز سایہ نہ کوئی بھی لیا ساتھ
درویش تھا بندۂ خدا وہ ۔۔۔ اللہ کے نام پر چلا وہ

پہونچنا تاج الملوک کا سُرنگ کھدوا کر باغ بکاولی مین اور گل لیکر پھرنا

کرتا ہے جو طے سواد نامہ ۔۔۔ یون حرف ہین نقش پائے خامہ
وہ دامن دشت شوق کا خار ۔۔۔ یعنے تاج الملوک دل زار
اک جنگل مین جا پڑا بیابان گرد ۔۔۔ صحرائے عدم بھی تھا جہان گرد
سایہ کو پتا نہ تھا شجر کا ۔۔۔ عنقا تھا نام جانور کا

مرغان ہوا تھے ہوش راہی
نقشِ کفِ پا تھے ریگ ماہی

وہ دشت کہ جسمین پر تگ و دو
بار یگ رواں تھی یا وہ رہرو

ڈانڈا تھا ارم کے بادشا کا
اِک دیو تھا پاسبان بلا کا

دانت اُسکے تھے گور کن قضا کے
دو نتھنے رہِ عدم کے ناکے

سر پر پایا بلا کو اُس نے
تسلیم کیا قضا کو اُس نے

بھوکا کئی دن کا تھا وہ ناپاک
فاقون سے رہا تھا پھانک کر خاک

بے ریشہ یہ طفلِ نوجوان تھا
حلوا بے دود بے گمان تھا

بولا[1] کہ چکھون کا مین یہ انسان
اللہ اللہ شکرِ احسان

شہزادہ کہ منھ مین تھا اجل کے
اندیشہ سے رہ گیا دہل کے

بل مارنے کی ہوئی جو دیری
سبحان اللہ شان تیری

اشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے
پُر آرد و روغن و شکر سے

وہ دیو لپک کے مار لایا
غُترُبود ہوئے شکار لایا

اونٹون کی جو لوتھین دیو لایا
دم اُس کا نہ اُس گھڑی سمایا

تیور لکے وہین وہ باربردوش
بیٹھا تو گرا گرا تو بیہوش

چاہا اس نے کہ مار ڈالو
یا بھاگ سکو تو راستا لو

وہ اونٹ تھے کاروانیون کے
سب ٹھاٹھ تھے مہمانیون کے

میدہ بھی شکر بھی گھی بھی پایا
خاطر مین یہ اُس بشر کے آیا

میٹھا اُس دیو کو کھلاؤ
گر سے جو مرے تو زہر کیون دو

حلوے کی پکا کے ایک کڑاہی
شیرینی دیو کو چڑھائی

[1] قولہ بولا کہ الخ مصرعۂ اول مین کاف تحریف کتابت معلوم ہوتا ہے کیونکہ مصرعۂ اول بغیر کاف کے بھی بے تکلف موزون ہو سکتا ہے یعنی ع بولا چکھون کا مین یہ انسان ۱۲+

ہرچند کہ تھا وہ دیو کڑوا — حلوے سے کیا منھ اُس کا میٹھا
کہنے لگا کیا مزا ہے دلخواہ — اے آدمی زاد واہ وا واہ
چیز اچھی کھلائی تو نے مجھکو — کیا اسکے عوض مین دون مین تجھکو
بولا وہ کہ پہلے قول دیجے — پھر جو مین کہون قبول کیجے
وہ ہاتھ پہ اُسکے مار کر ہاتھ — بولا کہ ہے قول جان کے ساتھ
بولا وہ کہ قول اگر یہی ہے — بدعہدی کی پہ نہین سہی ہے
گلزار ارم کی ہے مجھے دُھن — بولا وہ ارے بشر وہ گلبن
خورشید کے ہم نظر نہین ہے — اندیشہ کا وان گذر نہین ہے
وان موج ہوا ہوا یہ اژدر — وان ریگ زمین زمین پہ اجگر
ہوتا جو نہ قول کا سہارا — بچتا نہ یہین تو خیر ہارا
رہ جا مرا بھائی ایک ہے اور — شاید کچھ اُس سے بن پڑے طور
اک ٹیکرے پر گیا بُلایا — وہ مثل صدا لے کوہ آیا
حال اُس سے کہا کہ قول ہارا — ہے پیر یہ نوجوان ہمارا
مشتاق ارم کی سیر کا ہے — کوشش کرو کام خیر کا ہے
حمّالہ نام دیونی ایک — چھوٹی بہن اُسکی تھی بڑی نیک
خط اُس کو لکھا باین عبارت — اے خواہر مہربان سلامت
پیارا ہے مرا یہ آدمی زاد — رکھیو اسے جسطرح مری یاد
انسان ہے چاہیے جو سازش — مہمان ہے کیجیو نوازش
خط لیکے بشر کو لے اُڑا دیو — بہونچا حمّالہ پاس بے ریو
بھائی کا جو خط بہن نے پایا — بھیجے ہوئے کو گلے لگایا
اُس دیونی پاس ایک حسین تھی — زنبور کے گھر مین انگبین تھی

محمود ا نام دُخت آدم — لے آئی تھی دیکے دیونی دم
جوڑا ہم جنس ہاتھ آیا — محمود ہ کے گلے لگایا
دن بھر تو الگ تھلگ ہی تھے وہ — دو وقت سے شام کو ملے وہ
تھے ضبط و حیا کے امتحان مین — پردہ رہا ماہ مین کتان مین
آپس مین کھُلے نہ شرم سے وہ — خاطر کی طرح گرہ رہے وہ
بولا وہ فسردہ دل سحرگاہ — کیا سرد ہوا ہے واہ واواہ
بولی وہ کہ ہونے کو ہوا ہے — جو غنچہ کو گل کرے صبا ہے
بولا وہ یہی تو چاہتا ہون — گل پاؤن تو مین ابھی ہوا ہون
پیراہن گُل کی بو تھی مطلوب — یوسف نے کہا وہ حال یعقوب
اول کہی بد نگاہی اپنی — بعد اسکے وہ سب تباہی اپنی
کھولی تھی زبان مُنھ اندھیرے — کہتے سنتے اُٹھے سویرے
پوچھا حمالہ نے مری جان — ہم جنس ملا نکالے ارمان
بولی وہ کہ کہتے آتی ہے شرم — دل سرد رہا بغل ہوئی گرم
ناکامی کے جب وہ طور سمجھی — وہم اُسکو ہوا کچھ اور سمجھی
پوچھا کہ بتا تو روگ کیا ہے — درمان ہے کہ درد لادوا ہے
بولی وہ کہے تو درد لیکن — تم چاہو تو ہے دوا بھی ممکن
وہ بولی جو تو کہے زبان سے — تارے لے آؤن آسمان سے
چہرے کو چھپا کے زیر چادر — محمود ا نے کہا کہ مادر
باپ اسکا ہے اندھے پن سے مجہول — مطلوب بکاولی کا ہے پھول
دل داغ اس کا برائے گُل ہے — نرگس کے لئے سوائے گُل ہے

سلہ قولہ نرگس کے لیئے۔ یعنے اپنے باپ کی آنکھ کے لئے خواہش گل ہے ۱۲

ساعی تھی بدل پہ کہنے والی
راہ اُس نے سُرنگ کی نکالی

دیوؤں سے کہا کہ چوہے بنجاؤ
تا باغ ارم سُرنگ پہونچاؤ

سُن حاجت نقب بہر گلگشت
کترا چوہوں نے دامن دشت

پوشیدہ زمین کے دلمین کی راہ
حد باندھ کے خوش پھرے شہی راہ

جب مُہرہ نہ زمین سمایا
اُس نقب کی رہ وہ آدم آیا

صحن چمن ارم مین اُچھلا
بوٹا سا نہ زمین سے نکلا

کھٹکا جو لگا ہوا کون کا تھا
دھڑکا بھی دل کا کہہ رہا تھا

گوشہ مین کوئی لگا نہ ہووے
خوشہ کوئی تاکتا نہ ہووے

گو باغ کے پاسبان غضب تھے
خوابیدہ برنگ سبزہ سب تھے

نرگس کی کھلی نہ آنکھ یکچند
سوسن کی زبان خدا نے کی بند

خوش قد وہ چلا گُل و سمن مین
شمشاد رواں ہوا چمن مین

ایوان بکاولی جدھر تھا
حوض آئینہ دار بام و در تھا

رکھتا تھا وہ آب سے سوا آب
چینے خورشید چینے مہتاب

پھول اُسکا اندھے کی دوا تھا
رشک جام جہان نما تھا

پانی[له] کے جو بلبلوں مین تھا گل
پہونچا لب حوض سے نہ جو گل

پوشاک اُتار اُتر کے لایا
پھولا نہ وہ جامہ مین سمایا

گُل لیکے بڑھا ایاغ بر کف
چوری سے چلا چراغ بر کف

بارہ دری وان جو سونے کی تھی
سو خوابگہ بکاولی تھی

گول اُسکے ستون تھے ساعد حور
چلمن مژگان چشم مخمور

له پانی کے جو الخ غالباً لفظ جو مصرعہ اول مین تحریف کتابت سے زائد ہو گیا ہے کیونکہ بغیر جو کے بھی مصرع بلا تکلف موزون ہے ۱۲ م شمس + + + + + + +

دکھلاتا تھا وہ مکان جادو — محراب سے در سے چشم وابرو
پردہ جو حجاب سا اُٹھایا — آرام مین اُس پری کو پایا
بند اُسکی وہ چشم نرگسی تھی — چھاتی کچھ کچھ کھلی ہوئی تھی
سمٹی تھی جو محرم اُس قمر کی — برجون پہ سے چاندنی تھی سرکی
لپٹے تھے جو بال کروٹون مین — بل کھا گئی تھی کمر لٹون مین
چاہا کہ بُلا کے گلے لگائے — سوتے ہوے فتنہ کو جگائے
سوچا کہ یہ زلف کف مین لینی — ہے سانپ کے منہ مین اُنگلی دینی
یہ پھول انھین اژدھون کا ہے من — یہ کالے چراغ کے ہین دشمن
گل چین کے ہنسی نہوے بارکل — خندہ نہو برق حاصل گل
پھر سمجھین گے ہے جو زندگانی — کچھ نام کو رکھ چلو نشانی
انگشتری اپنی اُس سے بدلی — محضر خط عاشقی سند لی
آہستہ پھرا وہ سرو بالا — سایہ بھی نہ اُس پری پہ ڈالا
ہیبت سا زمین کے دل مین آیا — اندیشہ کی طرح سے سمایا
جب نقب افق سے مہر تابان — نکلا تو وہ ماہ روشتابان
گل ہاتھ مین مثل دست بیضا — اُس نقب کی آستین سے نکلا
وہ دیونی اور وہ دخت انسان — دونون تھین اسی کی منتظر وان
گل لیکے جب آملا وہ گلچین — اُس نقب کی رخنہ بندیان کین

آوارہ ہونا بکاولی کا تاج الملوک گل چین کی تلاش مین

گل کا جو الم چمن چمن سے ہے — یون بلبل خامہ نعرہ زن ہے
گلچین نے وہ پھول جب اُڑایا — اور غنچۂ صبح کھلکھلایا

وہ سبزۂ باغِ خوابِ آرام
یعنی وہ بکاولی گل اندام

جاگی مرغِ سحر کے غل سے
اٹھی نکہت سی فرشِ گل سے

منھ دھونے جو آنکھ ملتی آئی
پر آب وہ چشمِ حوض پائی

دیکھا تو وہ گل ہوا ہوا ہے
کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے

گھبرائی کہ ہین کدھر گیا گل
جھنجھلائی کہ کون دے گیا جل

ہے ہے مرا پھول لیگیا کون
ہے ہے مجھے خار دے گیا کون

ہاتھ اسپہ اگر پڑا نہین ہے
بو ہوکے تو پھول اڑا نہین ہے

نرگس تو دکھا کدھر گیا گل
سوسن تو بتا کدھر گیا گل

سنبل مرا تازیانہ لانا
شمشاد انھین سولی پر چڑھانا

تھرائین خواصین صورتِ بید
ایک ایک سے پوچھنے لگی بھید

نرگس نے نگاہ بازیان کین
سوسن نے زبان درازیان کین

پتا بھی پتے کو جب نہ پایا
کہنے لگی کیا ہوا خدایا

اپنون مین سے پھول لیگیا کون
بیگانہ تھا سبزے کے سوا کون

شبنم کے سوا چرانے والا
اوپر کا تھا کون آنے والا

جس کف مین وہ گل ہو داغ ہو جائے
جس گھر مین ہو گل چراغ ہو جائے

بولی وہ بکاولی کہ افسوس
غفلت سے یہ پھول پر پڑی اوس

آنکھون سے عزیز گل مرا تھا
پتلی وہ ہی چشمِ حوض کا تھا

نام اُس کا صبا نہ لیتی تھی مین
اُس گل کو ہوا نہ دیتی تھی مین

گلچین کا جو ہلے ہاتھ ٹوٹا
غنچے کے بھی منھ سے کچھ نہ پھوٹا

او خار پڑا نہ تیرا چنگل
مشکین کسلین نہ تو نے سنبل

او بادِ صبا ہوا نہ بتلا
خوشبو ہی سنگھا پتا نہ بتلا

بلبل تو چہک اگر خبر ہے
گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے

لرزاں تھی زمین یہ دیکھ کہرام
تھی سبزہ سے رست تو براندام

انگلی لب جو پہ رکھ کے شمشاد
تھا دم بخود اُسکی سُن کے فریاد

جو نخل تھا سوچ میں کھڑا تھا
جو برگ تھا ہاتھ مل رہا تھا

رنگ اُس کا لگا غرض بدلنے
گلبرگ سے کف لگی وہ ملنے

بدلے کی انگوٹھی ڈھیلی پائی
دست آویز لُٹ سکے ہاتھ آئی

خاتم تھی نام کی نشانی
انسان کی دستبرد جانی

ہاتھوں کو ملا کہا کہ ہیہات
خاتم بھی بدل گیا ہے بدذات

جسنے مجھے ہاتھ ہے لگایا
وہ ہاتھ لگے کہیں خدایا

عریاں مجھے دیکھ کر گیا ہے
کھال اُسکی جو کھینچیے سزا ہے

یہ کہکے جنون میں غضبناک
خون روئی لباس کو کیا چاک

گُل کا سا لہو بھرا گریبان
سبزے کا سا تار تار دامان

دکھلا کے کہا سمن پری کو
اب چین کہاں بکاولی کو

تھی بسکہ غبار سے بھری وہ
آندھی سی اُٹھی ہوا ہوئی وہ

کہتی تھی پری کہ اُڑ کے جاتی
گلچین کا کہیں پتا لگاتی

ہر باغ میں ڈھونڈتی پھری وہ
ہر شاخ پہ جھولتی پھری وہ

جس تختہ میں مثل باد جاتی
اُس رنگ کے گُل کی بو نہ پاتی

بے وقت کسیکو کچھ ملا ہے
پتا کہیں حکم بن ہلا ہے

پہونچنا تاج الملوک کا ایک اندھے فقیر کے تکیے پر اور آزمانا گُل کا

پھرنا جو وطن کا مدعا ہے
اس صفحہ پہ یوں قلم پھرا ہے

وہ گلشن مُدّعا کا گل چین — سے یعنی تاج الملوک حق بین
جس وقت گل اُس چمن سے لایا — محمودا خوش ہوئی کہ آیا
کہنے لگی تو مُراد پائی — بولا وہ جو یان سے ہو رہائی
گل کی وہ غرض کر آشکارا — جوبن کی طرح اُسے اُبھارا
جب دیو سیاہ شب سے مہتاب — رخصت ہوا جیسے چشم سے خواب
اور گل سے لئے آفتابِ تابان — ہنگام سحر ہوا شتابان
وہ مہر وش اور وہ ماہ پیکر — اُس دیونی پاس آئی مضطر
گل کی وہ غرض جتائی اُسکو — رخصت کی طلب سنائی اُسکو
کیا کہتی وہ دیونی کہا جاؤ — دیوؤں سے کہا کہ تخت لے آؤ
دو بال دیے کہ تو مری لاگ — جب وقت پڑے دکھائیو آگ
دیو اُنکو سر پہ بٹھا کے — پرواز کنان ہوا بہ جا کے
بولے کہ کدھر چلو گی کہہ دو — فردوس کے رُخ کہا ادھر کو
وہ مُڑ کے اُدھر کو اُڑ کر آئے — گلزار میں بیسوا کے لائے
وقت سحر اور خنک ہوا تھی — گلگشت چمن میں بیسوا تھی
چار آنکھیں ہوئیں تو تھی شناسا — قدموں پہ گری وہ سایہ آسا
صدقے ہو کر کہا خوش آئے — جس گل کی ہوا لگی تھی لائے
ہمراہ یہ کون دوسری ہے — سایہ ہے کہ ہمقدم پری ہے
بولا شہزادہ شکر ہے ہان — پُر ہے گل آرزو سے دامان
محمودہ نام یہ جو ہیں ساتھ — پھول اُنکے سبب سے آ گیا ہاتھ
جیتا جو پھرا وہ رشک شمشاد — قیدی کیے بیسوا نے آزاد
شہزادہ نے بھائیوں کے لے نام — بھجوایا برائے داغ پیغام

چھوٹون اس نے تھا انکو پایا / سچون کھوٹون نے داغ کھایا
داغا تو چلے تفنگ سے وہ[1] / چھوٹے قید فرنگ سے وہ
چھوڑا ہوس گل وچمن کو / چارون داغی پھرے وطن کو
بندونکو کیا جب اُس نے آزاد / آیا لب جو وہ رشک شمشاد
اسباب کو کشتیون پہ کر بار / سونپا سب ناخدا کو گھر بار
جب متصل آگیا وطن کے / خندے یاد آئے مردوزن کے
سوچا کہ مین خود ہون خانہ برباد / کیا جانیے کیا پڑے گی اُفتاد
لازم ہے گل اپنے ہاتھ رکھیے / موقع نہین بہتر ساتھ رکھیے
لنگر کا انھین کیا اشارہ / خود کشتی سے کر گیا کنارہ
وہ پوربی[2] کر کے جوگیا بھیس / جنگلے کی راہ سے چلا دیس
تکیے پہ فقیر سر اندھا / اک گوشہ مین آنکھین مانگتا تھا
تھا نقش قدم سا خاک رہ پر / ٹھہرا وہ مسافر اُس جگہ پر
بے تجربہ تھی نمائش گُل / واجب تھی آزمائش گُل
پتلی پہ زر گُل آزمایا / سونے کو کسوٹی پر چڑھایا
گُل سے ہوئین چشم کور تابان / ہو جیسے چراغ سے چراغان
کچھ دیکھ کے اُسنے دین دعائین / پنجے سے مژہ کی لین بلائین
گُل کے جو اثر سے شادمان تھا / گلچین وہ ہوا سے ہمعنان تھا

سلہ قولہ داغا تو چلے تفنگ سے وہ ۔ تفنگ کی طرح چلنے سے صرف تیزی رفتار کی تشبیہ دینا مقصود ہو نہ یہ کہ رفتار تفنگ کو محاورہ ثابت کرنا مقصود ہو اور تشبیہ بہت ہی سچی ہے ۱۲

سلہ۲ وہ پوربی الخ پوربی و جوگیا و جنگلہ و دیس سب راگنیون کے نام ہین اور دوسرا لطف یہ ہو کہ جنگلے کا وقت دیس کے پیشتر ہوتا ہے ۱۲ + + + +

ملنا چارون شہزادون کا اور چھین جانا گل بکاولی کا تاج الملوک سے اور بینا ہونا چشم زین الملوک کا

ہے بسکہ یہ چرخ جور پیشہ
یون خار رہ قلم ہے ریشہ

یہ جاکے اُسی جگہ پہ ناگاہ
آپہونچے وہ چارون غول گمراہ

کہتے تھے کہ واہ رے مقدر
کس تشکل سے پھر کے جاتے ہین گھر

کیا رنگ زمانہ نے دکھائے
گل لینے گئے تھے داغ لائے

کس مُنھ سے پدر کے آگے جائین
کیونکر بے پھول مُنھ دکھائین

ٹھہرائی کہ اور پھول لیجائین
کحال کو بے وقوف ٹھہرائین

اک بادہوائی توڑ کر پھول
کہنے لگے پھول پھول کر غول

کیا پھول ہے کیا اثر ہے اسمین
ہوجاتی ہین روشن اندھی آنکھین

وہ کور کہ ہو چکا تھا بینا
دیکھا اُس نے جو یہ قرینا

بولا کہ یہ گل وہ گل نہین ہے
اُس پھول کی اور گل زمین ہے

وہ جوگی جو جاتے ہین اگر آئین
دکھلائین وہ گل تو آنکھین کھلجائین

مین کور ابھی ہو چکا ہون بینا
اندھا نہین اب ہوا ہون بینا

چارون کو تھی حسرت گل تر
چاہیے ہوا کی طرح چل کر

اُس جوگی کے جب برابر آئے
باہم کہا دیکھو پھول لائے

گل ہے کہ علاج نور ہے یہ
گل ہے کہ چراغ طور ہے یہ

جوگی یعنے وہ شاہزادہ
بولا کہ بکو نہین زیادہ

پلتے اگر اُس درخت کی چھاؤن
لگتے ہی نہ تم زمین پر پاؤن

ڈینگ آپکی سب فضول ہے یہ
وہ گل یہ نہین وہ پھول ہے یہ

یہ کہ کے جو جیب سے نکالا
اُن مفت بروں نے ہاتھ ڈالا

قوت مین وہ چار تھے یہ بیکس
شورش مین وہ چار موج یہ خس

غولون نے بزور پھول اُڑایا
اُس خضر کو راستا بتایا

گُل پانے سے بسکہ سُرخرو تھے
گھوڑون پہ ہوا کے مثلِ بو تھے

تعجیل سے رُو براہ آئے
گُل لیکے حضورِ شاہ آئے

گُل لائے جو نوردیدہ دلخواہ
آنکھون کی طرح پھڑک گیا شاہ

پنجے سے پلک کے پھول اُٹھایا
اندھے نے گُل آنکھونسے لگایا

نور آگیا چشمِ آرزو مین
آیا پھر آبِ رفتہ جُو مین

خورشیدِ بصر گہن سے چھوٹا
خیرات کے دُر کا قفل ٹوٹا

دولت جو پاس تھی لُٹائی
زر بخشا گُل کی رونمائی

ایک ایک کو اسقدر دیا زر
محتاج گدا ہوئے تونگر

سجوائے طرب کے کارخانے
بجوائے خوشی کے شادیانے

پہونچنا بکاولی کا دار الخلافت زین الملوک مین اور وزیر ہو کر تاج الملوک کی تلاش مین رہنا

گلچین کا جواب پتا رہا ہے
یون شاخِ قلم سے گُل کھلا ہے

وہ بادِ چمن چمن خرامان
یعنے وہ بکاولی پریشان

گلشن سے جو خاک اُڑاتی آئی
اُس شہر مین آتے آتے آئی

دیکھا تو خوشی کے چہچہے تھے
گلچین کے شگوفہ کھل رہے تھے

گلبانگ زنان تھا جو جہان تھا
ایک ایک ہزار داستان تھا

پاتے ہی پتا خوشی سے پھولی
شاد ایسی ہوئی کہ رنج بھولی

تاج الملوک کی چارون شاہزادون سے ملاقات

جادو سے بنی وہ آدمی زاد | انسانون مین آملی پری زاد
سُلطان کی سواری آرہی تھی | صورت جو نگاہ کی پری تھی
پوچھا اے آدم پریرو | انسان ہے پری ہے کون ہے تو
کیا نام ہے اور وطن کدھر ہے | ہے کونسا گُل چمن کدھر ہے
دی اُس نے دعا کہا بصد سوز | فرخ ہون شہا مین ابن فیروز
گُل ہون تو کوئی چمن بتاؤن | غربت زدہ کیا وطن بتاؤن
گھربار سے کیا فقیر کو کام | کیا لیجئے چھوڑے گانؤنکا نام
پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت | پوچھا کہ طلب کہا قناعت
باتون پہ فدا ہوا شہنشاہ | لایا بصد امتیاز ہمراہ
چہرے سے امیرزادہ پایا | گھر لاکے وزیر اُسے بنایا
نذرین لئے بندگانِ درگاہ | دستور سے آملے بصد جاہ
دربار مین چارون شاہزادے | دیکھے تو کھلے وہ دل کے سادے
چاہا[1] گلچین کا امتحان لے | پوچھا کہ نگین جڑے کہان سے
بتلانے لگے وہ چارون نادان | کوئی یمن اور کوئی بدخشان
جانا کہ جو گُل یہ لائے ہوتے | خاتم کے نگین بتائے ہوتے
تجویز مین تھا یہ صاحبِ فکر | آیا تاج الملوک کا ذکر
نقش اِسکو ہوا کہ بس یہی ہے | ان سادون سے کندہ کب ہوئی ہے

[1] چاہا الخ - امتحان تاج الملوک کے لئے بکاولی نے چارون شہزادونکی طرف متوجہ ہوکر علی سبیل التفہیم یہ سوال کیا کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر کوئی انگوٹھیون کے لئے نگینہ خریدے تو کہان سے خریدے اور ایسا سوال اس موقع پر اس طریقے سے کرنا مناسب اور بجا تھا اور نگینہ پر کیا موقوف ہے ہر شے کی نسبت انھین الفاظ مین سوال کر سکتے ہین مثلاً سوال دکیون صاحبو گھوڑا خریدنا ہو تو کہان خریدے اور مقصود ایسے سوالات کا یہ ہوتا ہے کہ فلان شے کہان سے خریدنا مناسب ہوگا ۱۲ م ش

ظاہر نہ کیا بطون اپنا | طالع سے لیا شگون اپنا
منزل گہ رہروان بنا کے | شام و سحر اُسمین آپ آکے
رہرو کو دیا یہ لطف و اکرام | آتے آرام جاتے پیغام

آباد ہونا تاج الملوک کا گلشن نگارین بنوا کے اور شہرہ ہونا

تعمیر مکان کے ہین جو آثار | یون خامہ ہے ہر بیت معمار
شہزادہ کہ عازم وطن تھا | گل پانے سے خوش چمن چمن تھا
اندھے کو کیا جب اُس نے بینا | اور داغیون نے وہ پھول چھینا
سوچا کہ خوشی خدا کی غم کھاؤ | حمالہ دیونی کو بلواؤ
نقل ارم اک مکان بنا کے | رکھو پریون کو اپنی لا کے
بال آگ پہ رکھتے آندھی آئی | وہ دیونی بال باندھی آئی
تنہا اسے دیکھکر کہا ہین | محمودہ کیا ہوئین کہا ہین — نہ ہوئی
دریا پہ ہون اُنکو چھوڑ آیا | مسکن کے لیئے تمھین بلایا
لیکن وہ مکان وہ حوض وہ باغ | جو باغ بکاولی کو دے داغ
حمالہ نے دیوؤن کو کیا یاد | آئے تو کہا یہ بن ہو آباد
ویرانے کو گل زمین بناؤ | گلزار جواہرین بناؤ
صناع طلسم کار تھے وہ | گلشن کے لیئے بہار تھے وہ
دیوؤن[1] نے ادھر محل بنایا | کشتی سے وہ دخت رز کو لایا — دیوزن ۲

[1] دیوؤن الخ دخت رز تحریف دختر کسا کی یعنی دختر محمودہ کو یا بنت برکی یا کسی اسی قبیل کے لفظ کی تحریف ہے کیونکہ نسیم کا تو ایک مرتبہ تھا کہ کم تجربہ سے کم سمجھ سخن گو بھی ایسا بے محل اور نامناسب مقام لفظ داخل نظم نہین کر سکتا ۱۲ م ش

حمّالہ اُس کی مادرِ پیر · محمود اسے ہوئی بغل گیر
کچھ دیوؤن کو چھوڑ کر وہین پر · رخصت ہو کر چلی گئی گھر
گلشن مین سمن برون کو لایا · نسرین بدنون سے گھر بسایا
دونون کو محل مین لا کے رکھا · پھل نخل مواصلت کا چکھا
دیوؤن کو کہا کہ شہر تمکین · آباد ہو گلشن نگارین
دیو آدمی بن کے بن مین آئے · آتے جاتے کو گھیر لائے
جو سُن کے خبر گیا اُدھر کو · جنّت سے نہ پھر پھرا وہ گھر کو
ازبسکہ قریب شہر تھا باغ · خورشیدِ اُفق نظر پڑا باغ
مفلس زر دار امیر قلّاش · نوکر تاجر فقیر خوش باش
گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان · پھر تن مین نہ آئے صورتِ جان

ملاقات ٹھہرنی زین الملوک اور تاج الملوک کی آپس مین

گلشن جو بنا جواہر آگین · یون صفحۂ قلم سے ہے نگارین
ساعد نام ایک مہ لقا تھا · دلبر کا غلام باوفا تھا
صحرا سے جو سیر کر کے آیا · لکڑی کے چکا کے بوجھ لایا
دلوائے ہر ایک کو پئے قوت · الماس و عقیق و لعل و یاقوت
تھی بسکہ وہ جا خلاصۂ دہر · کچھ ٹھہرے کچھ آئے جانبِ شہر
کف مین جو وہ لعل بے بہا تھے · سن لیتے ہی لوگ اژدہا تھے
شحنہ نے سُنا پکڑ بلایا · لیکر اظہار ساتھ آیا
دیکھا تو وہ جلوہ گاہِ امید · اک دائرہ تھا برنگِ خورشید
دروازہ پہ دیوؤن کا تھا پہرا · بھجوا کے خبر وہ شحنہ ٹھہرا

جب وان سے طلب ہوا تو دربان / لائے اُسے پیشگاہ سلطان
آداب کیا ادب سے ٹھہرا / ہیبت زدہ دور سے ٹھہرا
اُن لوگون کو لیگیا تھا ہمراہ / معروض کیا کہ یا شہنشاہ
کم مایہ یہ لوگ ہین بظاہر / چوری کے تو یہ نہین جواہر
ساعد نے کہا کہ ہے یہ حاسد / نیت ہوئی ہوگی اسکی فاسد
حضرت یہ وہی تو ہین تبردار / جا ان سے نہ بولیو خبردار
پھر کر انھین پانون شحنہ بے اُنس / آیا زین الملوک کے پاس
کی عرض کہ باغ اک بنا ہے / یہ شہر اُجڑا ہے وہ بسا ہے
جو کوئی ہے اُس جگہ یہ جاتا / ڈھیرون ہے جواہرات پاتا
حضرت نے کہا کہ یک نہ خیرہ / قارون کا وہین ہے کیا ذخیرہ
فرخ کہ وزیر باغ سرد تھا / سلطان کا مشیر نیک و بد تھا
بولا کہ شہا یہ بات کیا ہے / نیرنگ و فسون کا گھر بڑا ہے
ہر چند کہ طرفہ حال ہے یہ / کچھ دور نہین مثال ہے یہ

حکایت ایک عورت کے مرد بن جانے کی دیو کے جادو سے

ایک مُلک مین ایک صاحب فوج / رکھتا تھا محل مین بارہ ور زوج
تھا داغ پسر مقدر اُسکو / جنتی تھی ہمیشہ دختر اسکو
ازبسکہ وہ شاہ تھا بداختر / کرتا تھا حسد سے قتل دختر
اکبار[1] محل مین پھر حمل تھا / وہ شاہ کہ ظلم مین مثل تھا

[1] اکبار الخ اس شعر کے دونون مصرعون مین کچھ ربط نہین تھا ہوئی ہے در نسیم سا محقق اور خواجہ آتش سا اصلاح دہندہ اور پھر ایسی فاش غلطی رہ جائے کہ حمل کو محل بالتحریک جائز رکھی ایسے قابل تو لائق شعرا کے کلام مین ہی اغلاط قابل تسلیم ہوا کرتے ہین جنکی اصلاح صحیح الفاظ مین متقدمین اور ایسے اغلاط جنکی ہمارے ہے اور ہم ایسے ہیچمدان بادی النظر مین اصلاح کر سکین مگر تسلیم نہین ہو سکتے کہ بغیر تحریف ہین اور اس شعر کے اصل الفاظ غالباً قریب قریب الفاظ ذیل کے ہونگے ؎ اکبار محل مین حمل تھا پھر ٭ اور شاہ جو تھا ستم کا جابر ۱۲ م ش

کھا بیٹھا قسم کہ ایک باری — بیٹا جو نہ دے جنابِ باری
اقبال کا کچھ نہ جانیے اوج — کرڈالیے ذبح دختر و زوج
کنبا تھی غرض کہ راس اُسکی — پوری نہ ہوئی وہ آس اُسکی
سلطان کا جو عہد بے خلل تھا — گھر والون کو خوف کا محل تھا
ملحوظ بدل تھا پردہ راز — سیارہ شناسون سے کیا ساز
ہرچند ستارہ مان کا تھا ماند — تھی چاندنی شہرہ کردیا چاند
بیٹے[1] کا وہ زائچہ بنا کے — گویا ہوے دست بستہ آکے
حضرت یہ پسر ہے نیک اختر — بدبین مگر ہے ایک اختر
جب تک یہ چلے نہ اپنے پاؤن — حضرت نہ پسر کے سامنے ہون
حیلہ کرکے چھپا کے یک چند — بیتاب ہُوا جب آرزومند
وہ گندم[2] جو بُنا تھی بالی — مردانہ لباس سے نکالی
خوش ہوکے پدر نے بہرِ شادی — ٹھہرائی کہین کی شاہزادی
بن ٹھن کے عروس شکل داماد — شادی کو چلی بجانِ ناشاد
اک شب کسی دشت مین تھے ڈیرے — اور روزِ نکاح تھا سویرے
خیمہ سے وہ بیقرار نکلی — اُس چھالے سے مثلِ خار نکلی
دیکھا تو اندھیری رات سُنسان — اک عالمِ ہو ہے اور بیابان
اک دیو وہان پہ گشت مین تھا — جویاے شکار دشت مین تھا
دیکھا تو کہا خضر ملے آؤ — منھ کھولو عدم کی راہ بتلاؤ

---

[1] بیٹے کا الخ مصرعۂ اول مین وہ تحریف ہے کیونکہ بغیر وہ کے بھی مصرع بے تکلف موزون ہو ۱۲

[2] وہ گندم الخ یعنی چونکہ وہ لڑکی ایسی تھی کہ گویا لڑکا معلوم ہوتی تھی گندم اور جو کے ذکر سے صرف ایک دوسرے کی ضد ہونے کا اظہار بیان مقصود ہے نہ گندم وجو کی کمی و بیشی درجات ۱۲ احمر ش

بولا وہ کہ سن تو آدمی زاد — کیون تنگ ہو جی سے کیا ہے بیداد
اے مرد خدا خدا کی سوگند — کہ جس لیئے ہو تو آرزو مند
بولی وہ کہ یہ خیال ہے خام — خنجر کا ہو کیا نیام سے کام
کہکر کھلے بندون جی کی تنگی — بے ننگ ہوئی وہ شوخ ننگی
آنکھین جھپکا کے دیو بولا — تو کیا کھلی پردہ تو نے کھولا
خاطر تیری سے طلسم دکھلاؤن — تو مجھ بسی سینے مین تجھ سا نچاؤن
موند آنکھ کہا تو موند لی آنکھ — کھول آنکھ کہا تو کھول دی آنکھ
پلٹے مردانگی کے پرتو — دامن مین سے دی چراغ نے لو
تھا لے مین یہان اوگا صنوبر — وان شیشہ رہا ترش کے ساغر
اب یان سے ہے قصہ مختصر طول — قرخ کہ وہ تھا وزیر معقول
بولا کہ شہا جو یہ ہوا ہے — اسباب کا پھر وجود کیا ہے
شہ نے کہا سن وزیر دانا — بے دیکھے سنے کو کس نے مانا
یاد آئی ہے مجھے بھی اک روایت — یہ کہہ کے بیان کی حکایت

[illegible]

حکایت نصیحت گری مرغ اسیر و نافہمی صیاد کی

اک مرغ ہوا اسیر صیاد — دانا تھا وہ طائر چمن زاد
بولا جب اس نے باندھے بازو — کھلتا[1] نہین کس طمع پہ ہے تو
بیچا تو ٹکے کا جانور ہون — گر ذبح کیا تو مشت پر ہون
پالا[2] تو مفارقت ہے انجام — دانا ہو تو مجھ سے لے مرے دام

[1] کھلتا نہین الخ یعنے یہ نہین معلوم ہوتا کہ مجھکو کس چیز کی طمع ہے ۱۲ + +
[2] پالا تو الخ مفارقت ہے انجام یعنے زندگی کا کچھ اعتبار نہین ۱۲ + +

بازو مین نہ تو مرے گرہ باندھ
سمجھاؤن جو پند اُسے گرہ باندھ

سُن کوئی ہزار کچھ سنائے
کیجے وہی جو سمجھ مین آئے

قابو ہو تو کیجیئے نہ غفلت
عاجز ہو تو ہاریے نہ ہمت

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجئے
جاتا ہو تو اُس کا غم نہ کیجے

طائر کے یہ سُن کلام صیاد
بن دامون ہوا غلام صیاد

بازو[1] کے جو بند کھول ڈالے
طائر نے تڑپ کے پر نکالے

اک شاخ پہ جا چہک کے بولا
کیون پر مرا کیا سمجھ کے کھولا

ہمت نے مری تجھے اُڑایا
غفلت نے تری مجھے چھڑایا

دولت نہ نصیب مین تھی تیرے
تھا لعل نہان شکم مین میرے

دے کر صیاد نے دلاسا
چاہا پھر کچھ لگائے لاسا

بولا[2] وہ کہ دیکھ کر کیا جل
طائر بھی کہین سے نگلتے ہین لعل

ارباب غرض کی بات سُنکر
کر لیجے یک بیک نہ باور

فرخ یہ وہی مثل ہوے
دیکھ آ جو تجھے دہل ہوے

مشتاق تو تھا چلا وہ دستور
دکھلائی دیا وہ بقعۂ نور

نقشے مین وہ گلشن نگارین
گلزار ارم سے تھا خوش آئین

حیرت تھی کہ یہ طلسم کیا ہے
پردیس مین ہون کہ گھر مرا ہے

اس سوچ مین تخت گہ تک آیا
حیران وہ وزیرشہ تک آیا

آداب اک کر کے حسب دستور
ٹھہرا تو وہ بادشاہ مستور

سمجھا کہ حسین آدمی ہے
کیا جانے کہ خود بکاؤلی ہے

[1] بازو مین الخ لے گرہ باندھ یعنی اس نصیحت کو گرہ مین باندھ لے ۱۲ [2] بولا وہ الخ مصرعۂ دل مین ضرور کچھ تحریف ہی ممکن ہے کہ یون ہو ؎ بولا وہ کہ دیکھ یہ بھی تھا جل ۱۲ + + +

پہونچنا شہزادہ کا

پوچھا کہ کدھر سے آئے کیا نام / بولا وہ کہ نام سے ہے کیا کام
انسان ہون بندۂ خدا ہون / پہونچا زین الملوک کا ہون
گستاخی معاف آپ آئے / بن گھیر لیا مکان بنائے
بھکلے کے بسائے مردم شہر / حضرت کا بڑا ہے آپ پر قہر
دعوی یہ ہے یان زمین دابی / آبادی مین آئی ہے خرابی
خیر اب بھی رفع شر جو چاہو / گھر اگھونسے چل کے جبہہ سا ہو
بولا کہ وہ فتنہ گر نہین ہم / شر جن سے ہو وہ بشر نہین ہم
درویشی مین دل کے بادشاہ ہین / مسند کے تکیہ کے گدا ہین
دستور کہ عرض کر چکا تھا / مثل دل بدگمان رکا تھا
بولا چلو صلح درمیان ہو / باہم مہ و مہر کا قران ہو
بولا وہ فقیر کی بلا جائے / مشتاق جو ہو وہ شوق سے آئے
بولا وہ کہ خیر تا بہ فردا / اٹھ جائے گا درمیان سے پردا
یہ کہہ کے پھرا وزیر آیا / پہونچا تو وہ شہر خالی پایا
شہزادہ و شہ محل مین تھے وان / برہم زدہ بزم کے چراغان
شہ نے جو وزیر آتے دیکھا / فرخ فرخ پکار اٹھا
سلطان کے نثار ہو کے دستور / بولا کہ بلائے شاہ ہو دور
دیکھ آیا مین وہ مکان یاقوت / ہے معدن لعل و کان یاقوت
تختہ ہے زمردین کہ مینو / گلشن ہے جواہرین کہ جادو
نقشا کہون کیا نگار خانہ / جادو کا تمام کارخانہ
دیوون کی بنائی ہے وہ بنیاد / رہنے والے ہین آدمی زاد
وان صاحب تاج و تخت جو ہے / درویش ہے شاہ نام کو ہے

دیو[1] اُسکے عمل مین آگئے ہین / جادو کے محل بنا گئے ہین
کل آپ بھی چل کے کیجیے سیر / وعدہ کر آیا ہون کہا خیر

بھید کھلنا چھپے ہوؤن کا ایک ایک پر

اب خامہ سے واشگاف یون ہے / دل ملنے کی راہ صاف یون ہے
فرخ جو گیا تو شاہزادہ / سوچا کہ ہون ٹھاٹھ کل زیادہ
رکھا آتش پہ دوسرا بال / حاضر ہوئی دیونی فوراً ہی بال
دعوت کی اُسے خبر سنائی / دیوؤنکے رخ اُسنے آنکھ اُٹھائی
ہمچشمون نے جیون اُسکی تاڑی / پلکون سے زمین بن کی جھاڑی
غولون سے بھرا جو تھا بیابان / پھولون سے بنا دیا خیابان
صناعی اُنھون نے رات بھر کی / مشاق نے وان وہ شب سحر کی
بجتے ہی گجر وہ شاہ ذیجاہ / چار دن شہزادے لیکے ہمراہ
جو حور اُمرا لے تھے سب بُلا کے / فرخ کو خواصے مین بٹھا کے
مشرق سے رواں ہوا دلاور / جسطرح اُفق سے شاہ خاور
بجلی سے جو زرق برق آئے / فرش ابر کیطرح بچھتے پائے
دیکھا[2] تو تمام دشت گلزار / دائین بائین دورستہ بازار
شہ کہتے تھے دشت پُرخسک تھا / فرخ کہتا تھا کل تلک تھا

[1] دیو اُسکے الخ عمل مین آگئے ہین یعنی وہ ایسا عامل ہے کہ دیو اسکے تابع عمل ہین ۱۲ا
[2] دیکھا تو الخ غالباً لفظ تو تحریف سے لفظ تھے کی دورستہ بازار یعنی دورویہ بازار کیونکہ رستہ لغت مین صف ہے اور ممکن ہے کہ مصرعۂ اول یون ہو ع دیکھا تو تمام بن ہے گلزار ۱۲ بہرحال پہلے مصرعہ مین تحریف معلوم ہوتی ہے ۱۲ ام ش

غافل تھے کہ سبز باغ ہے یہ — اپنے ہی جگر کا داغ ہے یہ
تجویز رہے تھے کیے سب ڈھنگ — جادو - افسون طلسم - نیرنگ
اتنے مین سنا کہ صاحبِ تاج — جتنا پڑھے پیچھے سب ہو تاراج
کیا لشکری اور کیا شہنشاہ — سناٹے مین تھے کہ اللہ اللہ
دیکھے جو جواہرات کے ڈھیر — سب من کے ہوس سے ہو گئے سیر
شہزادہ نے آمد اُنکی پائی — کی تا در خانہ پیشوائی
دونون مین ہوئین جو چار آنکھین — دولت کی کھلین ہزار آنکھین
ایوان جواہرین مین آئے — الماس کی شہ نشین مین آئے
وہ چتر کے زیر سایہ بیٹھے — افسر سب پایہ پایہ بیٹھے
جو جو کہ تواضعات ہین عام — لے آئے خواص نازک اندام
چکنی ڈلی - عطر - الائچی - پان — نقل و مے و جام و خوان الوان
رغبت سے اُنھین کھلا پلا کے — بولا شہزادہ مسکرا کے
اِس تاجِ شہی مین کے نگین ہین — کے نام و نشانِ دلنشین ہین
سلطان نے کہا بصد لطافت — یہ چار ہین عنصرِ خلافت
ایک اور ہوا تھا قابلِ چشم — وہ نور بصر تھا دشمنِ چشم
جب لائے یہ گُل بکاولی کا — نکلا تب خار روشنی کا
پوچھا اِس نے وہ اب کدھر ہے — سلطان نے کہا کہ کیا خبر ہے
پوچھا شہزادہ نے کہ یا شاہ — صورت سے ہو کوئی اُسکی آگاہ
ایک اُنمین سے چشم آشنا تھا — کوکا اُسی شاہزادہ کا تھا
بولا کہ حضور ادھر تو دیکھین — دیکھا تو کہا مری نظر مین
صورت وہی رنگِ رو وہی ہے — لہجہ وہی گفتگو وہی ہے

یہ سنتے ہی اُس نے خندہ کر کے — سر پاؤن پہ رکھدیا پدر کے
سر قدمون سے شاہ نے اٹھایا — فرزند کو چھاتی سے لگایا
لے لے کے بلائین کا کلون کی — پیشانی چومی پیٹھ ٹھونکی
عرض اُس نے کیا کہ دو پرستار — پابوسی شہ کے ہین طلب گار
حضرت نے کہا بلائیے خیر — اُٹھ جائین جو بیٹھے ہون یہان غیر
شہزادہ نے اِک مکان بتایا — ایک ایک اُٹھا اُدھر کو آیا
سب اُٹھ گئے پر وہ چارون باغی — بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی
شہزادہ اُٹھا محل مین آیا — پردہ تلک اُنکو ساتھ لایا
دلبر[1] سے کہا مین جب کہون آؤ — تو کہیو یہ چارون داغی اُٹھواؤ
در پردہ سکھا کے باہر آیا — بے پردہ حضور شہ بلایا
دلبر نے کہا نہ جاؤنگی مین — قربان گئی نہ آؤن گی مین
اُٹھ جائین یہ چارون سست بنیاد — داغی ہوے ہین غلام آزاد
چارون کا یہ سنتے ہی اُڑا رنگ — یکبارگی شاہ ہوگیا دنگ
دکھلائی دیے جو بیٹے بیرخ — دیکھا تاج الملوک کے رُخ
یان دلیہ تھے داغ وان سُرین پر — یان نام یہ حرف وان نگین پر
وہ جھل - وہ ہار - وہ غلامی — وہ گھات - وہ جیتنا تمامی
وہ دسترس اور وہ پایمردی — وہ بیکسی اور وہ دشت گردی
وہ دیو کی بھوک اور وہ تقریر — وہ حلوے کی چاٹ اور وہ تحریر
وہ سعی - وہ دیونی کی صحبت — محمودہ کی وہ آدمیت

[1] دلبر سے کہا الخ تو کہیو یہ چارون داغی اُٹھواؤ - یعنی ان چارون داغیونکو اُٹھواؤ تو ہم آئین اور ممکن ہے کہ تو تحریف ہو نظم کی ۱۲ +++

تجویز کی وہ سُرنگ کی راہ | اور ہوش دوانیان وہ دلخواہ
وہ سیرِ چمن - وہ پھول لینا | وہ عزمِ وطن - وہ داغ دینا
وہ کورسے کے حق مین خضر ہونا | وہ غولون سے ملکے پھول کھونا
وہ بال کو آگ کا دکھانا | وعدہ پہ وہ دیونی کا آنا
وہ نزہت گلشن نگارین | وہ دعوتِ بادشاہ - وہ تمکین
گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب | پنہان تھا جو کچھ عیان کیا سب
انگشتری پر ہی دکھا کر | کھلوائی شرین کی مُہر محضر
پہلے تو بہت وہ مُنھ چڑھے ڈھیٹ | آخر داغی دکھا گئے پیٹ
اُٹھوا کے اُنھین وہ دو خوش آئین | پابوسی شہ کو سر سے آئین
حضرت نے سمجھ کے حسن خدمت | دونون کو دیے خطاب و خلعت
نذرین اُن دونون نے دکھائین | رخصت ہو کر محل مین آئین
مسند سے شہ اُٹھ کے بھجایا | بولا بیٹے سے جان بابا
روشن کیا دیدۂ پدر کو | مادر سے بھی چل کے آنسو پوچھو
مشتاق کو روبراہ پایا | ہمراہ اُسے تا بخانہ لایا
مان نے دیکھا جو وہ دلاور | اشکون کے گہر کیے نچھاور
وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر | مانند سرشک چشمِ مادر
ہر خویش و یگانہ سے ملا وہ | پھر اپنی جگہ پہ آگیا وہ

غائب ہو جانا فرّخ یعنی بکاولی کا اور پاجانا تاج الملوک کو گلشن نگارین سے اور متفق ہو کر گلزار ارم مین رہنا

کھلنے پہ جو ہے طلسم تقدیر ۔ اب خامہ نے یون کیا ہے تحریر
فرخ وہ بادشاہ کا دستور ۔ یعنی وہ بکاولی مستور
مطلوب[۱] کا سُن سمجھ کے سب حال ۔ چاہے کہ نکالے کچھ پر و بال
سوچی کہ دلا شتاب کیا ہے ۔ پھر سمجھین سگے اضطراب کیا ہے
اُس وضع کا پاس کر گئی وہ ۔ تغئیر لباس کر گئی وہ
فرخ کہنے تک آدمی تھی ۔ پھر وہ ہی بکاولی پری تھی
غربت سے چلی وطن مین آئی ۔ صحرا سے اُڑی چمن مین آئی
ترہُ ہر دہ خواصون مین پڑی جان ۔ صدقے ہوئی کوئی کوئی قربان
اُس غنچہ مین اک سمن پری تھی ۔ وہ ہم نفس بکاولی تھی
بولی کہو کیا کیا کہا خوب ۔ لے کچھ گئے پھر بھی آئی کیا خوب
مانگا کاغذ دوات و خامہ ۔ لکھا گلچین کے نام نامہ
اے یوسف چشم زخم یعقوب ۔ وے رشک برادران منکوب
اے دلبر دلبر دغلباز ۔ وے دیو سوار عرش پرواز
اے آب تہ زمین نیرنگ ۔ وے نقب دوان باغ گلرنگ
اے پردہ کشائے بیحجابی ۔ وے دزد حنائے دستیابی
اے رہرو رہ سرہ نہادہ ۔ وے صرصر گل بباد دادہ
اے بے سر و برگ گلشن آرا ۔ وے لعل نمائے سنگ خارا
اے بیخبر طلسم صورت ۔ وے بے بصر لرح ضرورت
اے باعث عزم میزبانی ۔ وے صاحب بزم مہربانی

[۱] قولہ مطلوب کا سُن الخ چاہے اور نکالے دونون بیائے مجہول ہین نہ بیائے معروف یعنی بکاولی کچھ پر و بال نکالا چاہتی تھی یعنی راز کو افشا کیا چاہتی تھی کہ اس اثنا مین سوچی کہ دلا الخ ۱۲ + + + + +

اے آئینہ دار خود نمائی — اے سرمۂ چشم آشنائی
اے پردہ کشائے روئے پنہان — اے داغ نمائے پشت اخوان
تو باغ ارم سے لے گیا گل — تو مجھسی پری کو دے گیا جل
تفریح ترے واسطے ہوئی مین — فرّخ ترے واسطے ہوئی مین
تجھکو ترے باپ سے ملایا — مجھکو یہ ملا کہ تجھکو پایا
جو جو اسرار تھے نہانی — سب تجھ سے سنے تری زبانی
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے
چاہا تھا کرون سر اپنے پامال — کر شکر سمجھ کہ تھا خوش اقبال
کیا کہئے کہ صورت اور کچھ تھی — وقت اور ضرورت اور کچھ تھی
ابتک ہین وہ خارجی کے جی مین — جلد آ کہ ہے مصلحت اسی مین
آئے گا تو در گذر کرونگی — ورنہ مین بہت ساتھہ کرونگی
داغون پہ دیے ہین داغ تونے — دکھلائے ہین سبز باغ تونے
کانٹون مین اگر نہو اُلجھنا — تھوڑا لکھا بہت سمجھنا
طومار خط کی نہو امیدواری — القطع ہے قلم کی دوستداری
یہ لکھ کے کہا سمن پری کو — چالاک ہے تو ہی قاصدی کو
یہ خط یہ انگوٹھی لے ابھی جا — پورب کی سمت کو چلی جا
رستے مین ہے گلشن نگارین — رہتا ہے وہین مرا وہ گلچین
خاتم کے نشان سے نامہ دیجیو — ٹھہری رہیو جواب لیجیو
خط خاتم لیکے وہ ہوائی — پتا ہوئی اور پتے پہ آئی
وہ باغ کہ تھا جواہر آگین — ثابت ہوا گلشن نگارین
وہ آدم خور دشمن پری رو — یعنی تاج الملوک خوش خو

گلگشت مین تھا کسی روش پر
محمود و دائین بائین دلبر

قاصد[1] نے رُخ پری دکھایا
دھیان اُسکو بکاولی کا آیا

پہچانتے ہی نگینِ خاتم
بے شبہہ ہوا یقین کا عالم

پرتو پہ وہ یون چلا تڑپ کے
انگارے پہ جیسے کبک لپکے

دھوکا تھا فقط بکاولی کا
قاصد نے دیا وہ خط پری کا

گو سرمہ خموشی نے کھلایا
تحریر کو آنکھون سے لگایا

قاصد سے کلامِ لطف بولا
خط صورتِ چشمِ شوق کھولا

وہ نامہ کہ عنبرین رقم تھا
قسمت کا نوشتہ یک قلم تھا

تحریر تھی سرگذشت ساری
کچھ یاس تھی کچھ امیدواری

منگوا کے وہین دوات و خامہ
تحریر کیا جوابِ نامہ

اے شاہِ ارم کی دخترِ گلفام
فرخ لقب و بکاولی نام

اس نام کے اس لقب کے صدقے
اس نامہ کے اس طلب کے صدقے

مینے جو غرض سے جی چرایا
تو نے کیون آکے مُنھ چھپایا

میری جو بدی ہوئی تھی کچھ یون
تو نیک ہے بے ملے گئی کیون

تو جائے تو کیون نہ آئے افسوس
افسوس ارے افسوس ہائے افسوس

تقدیر پھری پھری نہین تو
امید گئی گئی نہین تو

اے[2] کاش مین کچھ بھی سانس پاتا
جی کھول کے داغِ دل دکھاتا

معلوم تو ہے کہ شوق کیا تھا
جو کھینچ کے یان سے لیگیا تھا

---

[1] قولہ قاصد نے الخ مصرعہ اول مین تحریف کتابت ہوگئی ہے غالباً نسخہ قدیم مثنوی مین یون ہی ہوگا ؎ قاصد سے پری کا رُخ جو دیکھا ۱۲ [2] قولہ اے کاش الخ کچھ بھی سانس پاتا یعنی مہلت اگر اس امر کا شائبہ بھی معلوم ہوجاتا کہ تو درحقیقت بکاولی اور فرخ کا ہمعین بنا لے ؎ ۱۲ + + + + + +

اب مجھ مین وہ دم اجی کہان ہے — وہ دل وہ جگر وہ جی کہان ہے
مر جاؤن اگر طلب مین تیری — مین کیا کہ خبر نہ پوچھے میری
قابل وہان آنے کے کہان ہون — یان بھی جو رہا تو نیم جان ہون
تجھ سے مری خاطر اب کہان جمع — تو بستر شعلہ مین رگ شمع
تو برق دمان مین خرمن خار — تو سیل روان مین خستہ دیوار
تو جوشش یم مین موج بے پر — مین نقش قدم تو باد صرصر
دھڑکا ہے یہی تو جان دون گا — مر جاؤنگا اب نہ مین جیون گا
ہو تجھ سی پری جو خصم جانی — انسان کی ہے مرگ زندگانی
منظور جو ہو حیات میری — تو مان لے ایک بات میری
حمالہ کو بھیج آکے لیجائے — شاید مجھے زندہ پاکے پہونچائے
بھیجا نہ اسے تو جان لینا — آسان ہے یہان بھی جان دینا
یہ لکھ کے جو خط سے ہاتھ اٹھایا — قاصد نے لیا جواب لایا
مطلوب کا خط وہ پڑھ رہی تھی — دیکھا تو وہ دیونی کھڑی تھی
پوچھا کہ اری تجھے خبر ہے — گلچین مرا کونسا بشر ہے
وہ صدقے ہوئی کہا بلا لون — بے دیکھے کسی کا نام کیا لون
یہ سن کے وہ شعلہ ہو بھبوکا — بولی کہ تجھے لگاؤن لوکا
تیرا ہی تو ہے فساد مُردار — داماد کو گل دیا مجھے خار
گل نقب کی راہ لیگیا چور — زندہ کرون اس موے کو در گور
حمالہ جلی ہون کیا کہون مین — داماد کو لا تو ٹھنڈی ہون مین
آگاہی جو دیونی نے پائی — بگڑی ہوئی بات یون بنائی
محمود وہ ہے کنیز زادی — انسان سے ہوئی ہے اسکی شادی

میرا تو نہیں قصور ہے کچھ　　شاید اُسکا فتور ہے کچھ
مجرم جو وہ ہے تو یوں لائی　　یہ کہہ کے اُٹھی چلی ہوائی
آئی تو یہ زار نیم جان تھا　　آپ اپنی قضا کا نوحہ خوان تھا
حمالہ کو دیکھتے ہی رو رو　　پوچھا کہ تو لینے آئی مجھکو
بولی وہ بنے بگاڑ کیا ہے　　چل دیکھ تو چھیڑ چھاڑ کیا ہے
کچھ بول کے زیرِ لب وہ بیزار　　ہیجان میں تپ کے جیسے بیمار
لرزا سا چڑھا جو دیونی پر　　مانند حواس اُڑتی وہ مضطر
اس سمت سے پہنچی یہ عقیلہ　　وان آئی پری کی مان جمیلہ
شکوہ کرنے لگی پری سے　　یون کہنے لگی بکاولی سے
گلزار کی سیر کیا خوش آئی　　برسون سے نہین تو گھر بھی آئی
بے طرح گلون کی ہے تو شیدا　　گلچین نہ ہوا ہو کوئی پیدا
کھلتے ہین کچھ انتظار کے طور　　رُخ میری طرف نظر کہین اور
مادر کے کلام سُن کے دختر　　بولی کہ چمن تو ہے مرا گھر
مین کیا جانون مجھے خبر کیا　　رُخ کس کو کہتے ہین نظر کیا
تقدیر جو بھولے پن کی پائی　　وہ سادہ دل اُٹھ کے گھر کو آئی
جب اُٹھ گئی یہ تو دیونی وہ　　حاضر ہوئی لیکے آدمی کو
آیا تو وہ منتظر تھی خونخوار　　اندیشہ سے کانپ اُٹھا گنہگار
وان غصہ بھری غضب وہ چتون　　پلکون سے یہان نظر یہ چلمن
وان سرمۂ چشم گرم تسخیر　　یان قطرۂ اشک تر گلوگیر
وان پھانسنے کو بلا وہ گیسو　　یان تاب سخن نہین سر مو
بولی وہ پری بصد تامل　　کیون جی تمھین لیکے تھے وہ گل

[illegible]

کیا کہتی ہوں میں ادھر تو دیکھو
میری طرف اک نظر تو دیکھو

ہے یا نہیں یہ خطا تمھاری
فرمائیے کیا سزا تمھاری

قابو میں پری کے تھا سلیمان
بولے بتلائیے کیا پشیمان

کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو
عاشق کی سزا جو پوچھتی ہو

مشکین زلفوں سے مشکیں کسواؤ
کالے ناگ سے مجھکو ڈسواؤ

تلوار سے قتل ہو جو منظور
ابرو کے اشارے سے کرو چور

زنداں میں جو زندہ بھیجنا ہو
اپنے دل تنگ میں جگہ دو

یہ سن کے وہ شوخ مسکرا کے
بولی اسے چھاتی سے لگا کے

گلچیں تو فقط نہیں چمن کا
مجرم ہے سارے تن بدن کا

رخ دیکھ چکی ہوں اب ترا میں
منھ دوسرے کو دکھاؤں کیا میں

یہ کہہ کے لبوں نے قند گھولے
مستی نے دلوں کے عقدے کھولے

کاوش یہ ہوا گہر سے الماس
غنچے نے بجھائی اوس سے پیاس

واں غنچۂ یاسمن تھا گلہار
یاں دامن سرو ارغوان زار

واں صبح صفا تھی گل بدامان
پھولی رخ مہر پر شفق یاں

کیا آگے لکھوں کہ اب سر دست
ہوتا ہے دوات میں قلم مست

افشا راز ہو کے پھنسنا تاج الملوک کا طلسم میں اور مقید ہونا بکاولی کا

خونیں رقمی سے کلک شنجرف
ہے سرخ کشائے معنی و حرف

ازبسکہ یہ عشق فتنہ پرداز
ہے شمع فروز پردۂ راز

ہمدم جو بکاولی نے پایا
غماز یہ غم خوشی میں لایا

[illegible]
[illegible]

اک شب کہ تھی خالِ روئے شامت
یا مردمِ دیدۂ قیامت

آکر جو ہے دیکھتی جھلملا
روشن تھے چراغ اور فتیلہ

وہ شعلۂ آتشین لپک کے
بجلی سی گری چمک دمک کے

دونون کی رہی نہ جان تن مین
کاٹو تو لہو نہ تھا بدن مین

شہزادہ پہ اُس نے مار چھنگال
دریائے طلسم مین دیا ڈال

بیٹی کی طرف کیا نظارہ
جھلا کے کہا کہ خام پارہ

حرمت مین لگایا داغ تو نے
لٹوائی بہارِ باغ تو نے

تھمتا نہین غصہ تھامنے سے
چل دور ہو میرے سامنے سے

خجلت سے پری زمین مین گڑ کے
سایہ سی رہی قدم پکڑ کے

مادر نے ہزار پاسبان مین
رکھا اُسے قید کے مکان مین

پابزنجیر ہونا بکاولی کا سودائے فراق تاج الملوک مین

سودائے الم ہے اب جو تحریر
حرفون سے قلم ہے پابزنجیر

سنسان وہ دم بخود تھی رہتی
کچھ کہتی تو ضبط سے تھی کہتی

کرتی تھی[لہ] جو بھوک پیاس بس مین
آنسو پیتی تھی کھا کے قسمین

جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ
کپڑون کی عوض بدلتی تھی رنگ

یک چند جو گذری بے خور و خواب
زائل ہوئی اُسکی طاقت و تاب

صورت مین خیال رہ گئی وہ
ہیئت مین مثال رہ گئی وہ

آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر
فانوس خیال بنگیا گھر

لہ قولہ کرتی تھی الخ یعنے جب بھوک اور پیاس کی شدت کھانے اور پینے پر مجبور کرتی تو قسمین کھاتی اور آنسو پیتی کیا خوب کھانا پینا بہم پہونچایا ہے ۱۲

پریان وہ جو اُسکی پاسبان تھین — دانا و عقیل و خوش بیان تھین
سمجھانے لگین کہ مرتی ہو کیون — ترکِ خور و خواب کرتی ہے کیون
ثابت کچھ اثر ستارہ کا ہے — کس چاند کو کیا گہن لگا ہے
رحم اپنی جوانی پر ذرا کر — منھ دیکھ تو آئنہ منگا کر
صورت تری زار ہو گئی ہے — گُل ہو کے تو خار ہو گئی ہو
ہو ہو تری عقل کسنے کھوئی — ناجنس کو چاہتا ہے کوئی
سہتی نہین آگ ماہیِ تر — رہتا نہین پانی مین سمندر
مذکور نہین ہے کچھ حسد کا — ساتھی نہین کوئی کار بد کا
روشن ہے جو کچھ کیا ہے اندھیر — پھیر اپنی سمجھ سمجھ کا ہے پھیر
محبوس کیا ہے تجھکو ہر چند — توبہ کا در نہین کیا بند
بھولے سے بھی کر نہ یاد آدم — پھر گھر وہی تو وہی وہی ہم
اے شمع نہ سوچ گر بد و نیک — رشتہ کاٹے کا تجسے ہر ایک
سمجھانے سے تھا ہمین سروکار — اب مان نہ مان تو ہے مختار
تو قیدِ جفا مین ہے کہ ہم ہین — تو دامِ بلا مین ہے کہ ہم ہین
غم راہ نہین کہ ساتھ لیجئے — دُکھ بوجھ نہین کہ بانٹ لیجئے
جھنجھلائی بکاولی کہ بس بس — اب ایک کہوگی تم تو مین دس
رنجور جو ہون تو مین تمھین کیا — مجبور جو ہون تو مین تمھین کیا
مانا مری حالت اب ردی ہو — بہتر ہے وہی جو کچھ بدی ہو
بلبل اُسی رشکِ گُل کی ہون مین — تم کیا ہو ہزار ہین چمن مین
سوچی وہ کہ یہ نہین سمجھتی — ہے بلکہ برنگ زلف اُلجھتی
مجنون ہو اگر تو فصد لیجئے — سایہ ہو تو دور دفعیہ کیجئے

کچھ روگ جو در پئے خلش ہو | درمان کے لئے دوا دوش ہو
بیمار ئے عشق لا دوا ہے | اس باغ کی اور ہی ہوا ہے
آخر یہ توجی سے اپنے ہو تنگ | ایسا ہو لائے اور کچھ رنگ
یاد آئین جو ابروان خمدار | رستے نہ کہین گلے پہ تلوار
وہ سبزۂ خط جو یاد آئے | جھنجھلا کے کہین نہ زہر کھائے
کر یاد کہین چہ ذقن کو | کوڈے نہ کوئین مین باولی ہو
دیوانے کی مطلق العنانی | ہے باعث مرگ ناگہانی
تدبیر کا حوصلہ نکالا | زنجیر کا سلسلہ نکالا
بیڑی تھی رخ جنون کی کاکل | پابوسی گل کو آیا سنبل
جب وحشت عشق ہو زیادہ | زنجیر ہے پیش پا فتادہ
شوریدہ بکاولی غضب تھی | زنجیرون مین بھی وہ بند کب تھی
بڑھتی جب دل کی بیقراری | پڑھتی یہ غزل با آہ وزاری

غزل

عالم کا ترے جہان بیان ہے | بیتابی دل جہان جہان ہے
زنجیر جنون کڑی نہ پڑیو | دیوانے کا پانون درمیان ہے
ذرے کا بھی چمکے گا ستارہ | قائم جو زمین و آسمان ہے
جو داغ کہ مہر ہے فلک پر | دل مین مرے اب تلک نہان ہے
کس سوچ مین ہو نسیم بولو | آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

آنا تاج الملوک کا صحرائے طلسم سے روح افزا پری کے ساتھ فردوس مین

بہر گہر طلسم خلاص | ہے بحر سخن مین خامہ غواص

[illegible]

وہ قطرۂ بارش جدائی — وہ غرقۂ بحر آشنائی
وہ بادشہ حباب افسر — یعنی تاج الملوک مضطر
بے بہرہ ہی چرخ سے جو ناگاہ — گرداب کے ہالہ کا ہوا ماہ
جو ماہ سپہر برتری تھا — سو ماہی بحر ابتری تھا
بادل[1] سا جو وہ بحر اسمان جوش — بجلی سی لہر سے تھا ہم آغوش
دریا تھا نہ بحر تھا نہ جیحون — طوفان طلسم جوش افسون
گرتے تو وہ پانی سر سے گذرا — ابھرا تو نہ کچھ نظر سے گذرا
موجون کی عوض تھی چین داماں — گرداب کے بدلے تھا گریبان
آگے جو بڑھا جزیرہ دیکھا — اشجار کا وان ذخیرہ دیکھا
جس پھل کو چھوا جو پھر کیا غور — ہاتھ آیا نہ کچھ حباب کے طور
جانا کہ طلسم کا ہے جنگل — ہے یا نگے درخت کا یہی پھل
اور آگے بڑھا وہ بحر اوہام — ڈوبا خورشید ہو گئی شام
ڈر جانورون کا جی مین بیٹھا — اک نخل کہن پہ چڑھ کے بیٹھا
ناگاہ سنی صدائے پر خوف — آیا اک اژدہائے طوف
صورت مین پہاڑ کی نشانی — سیرت مین بلائے ناگہانی
منھ کھول کے سانپ اک نکالا — اس کالے نے من زمین پہ ڈالا
لہرا لہرا کے اوس چاٹی — بن مین کالون نے رات کاٹی
جب صبح ہوئی تو منھ مین ڈالا — کالے نے من اژدہے نے کالا

[1] قولہ بادل سا وہ الخ دوسرے مصرع مین بجلی سی لہر سے تھا تحریف ہے تھا بجلی سی لہر سے ہم آغوش کی کیونکہ بغیر حالت مجبوری کے کسی شعر مین ساکن کا متحرک کر لینا جائز نہین حالانکہ بجلی سی لہر مین لفظ لہر کی ہا سے ہوز متحرک پڑھے بغیر مصرع موزون نہین کیا جا سکتا ۱۲

وہ جا کے افق مین پھر چمکا — من افعی شب کے منھ سے نکلا
سوچا وہ کہ چھپیے من کسی طور — دشمن کا تھا سامنا کیا غور
کچھ گائین کلیلین کر رہی تھین — بن مین ہری دوب چر رہی تھین
دودھ انکا دوہا پیا کھا تو — گوبر کے انھین کی چوتھ پھیکو
نکلا جو پھر کے شب کو اژدر — گلخن سے دھوان دھوین سے اخگر
گوبر پھیکا تو دب گیا من — بادل مین چھپا وہ ماہِ روشن
بے روشنی اندھے ہوگئے وہ — من ڈھونڈتے آپ کھو گئے وہ
من لیکے جو اسنے مہرہ مارا — شب کاٹ کے صبحدم سدھارا
دو مرغ تھے بیٹھے اک شجر پر — مادہ لگی پوچھنے کہ او نر
مین تجربہ کر چکی جہان کا — کھلتا نہین کچھ طلسم یان کا
مادہ سے یہ سنکے بول اٹھا نر — ہے طرفہ طلسم اس جگہ پر
وہ پیڑ جو حوض پہ لگا ہے — طوبیٰ سے خواص مین سوا ہے
اک سانپ ہے وان پہ چوٹ کرتا — مارے سے نہین کسی کے مرتا
لیکن جو یہ بندۂ خدا جائے — تا حوض قدم قدم چلا جائے
لپکے گا خود اسکو دیکھکر سانپ — منھ چادرِ آب مین یہ لے ڈھانپ
ابھریگا لگا کے جب یہ غوطا — بن جائیگا آدمی سے طوطا
اندیشہ نہ اپنے دلمین لائے — اڑ کر یہ اسی شجر پہ جائے
سب خشک ہو ایک ہی ہری ڈال — دو رنگ کے پھل ہین سبز اور لال
پہلے تو یہ لال پھل کو کھائے — انسان کا رنگ و روپ پائے
پھر توڑ لے اسکے سبز پھل کو — پھل کچھ اسے دے رہیگا کل کو
جس شخص کے پاس وہ ثمر ہو — ہتھیار نہ اسپہ کارگر ہو

[illegible] + فوارہ [illegible] گم ہونا

لکڑی مین اثر یہ ہے کہ دشمن — بن جاتا ہے موم اگر ہو آہن
دو ہاتھون مین یے جو کاندھے پہ سے — اُڑتا پھرے جیسے مرغ پر سے
ٹوپی جو بنا ہے چھیل کر چھال — دکھلائی نہ دے نظر کی تمثال
پتّے کی صفت بیان کیا ہو — دم بھر مین بھرے جراحتون کو
منھ مین ہے گو نہ اُسکا جبتک — لگتی نہین بھوک پیاس تب تک
تھا ملہم غیب مرغ گویا — سنتے ہی اُدھر چلا وہ جویا
کالے نے جہاں نسے کی سیاہی — وہ حوض مین تھا مثال ماہی
طوطا بن کر شجر پہ آکر — پھل کھا کے بشر کا روپ پاکر
پتّے پھل گوند چھال لکڑی — اُس پیڑ سے لیکے راہ پکڑی
ہاتھ آ جو گئی عصا کی تاثیر — پرّان ہوا صورت عصا فیر
اُڑتا ہوا ان سے دور جاکر — ٹھہرا دم لینے اک جگہ پر
من ران کو چیر کر چھپایا — پتّے سے وہ زخم سب بھر آیا
اک حوض پُر آب و تاب دیکھا — سرچشمۂ آفتاب دیکھا
غوطا جو لگا کے سر اٹھایا — وہ آب وہ حوض کچھ نہ پایا
دکھلائی پڑے دنون نے شامت — مردی کی رہی نہ کچھ علامت
حوض اسکی ہوئی یہ دیکھتے ہی — فوّارہ تو گم خزانہ باقی
سختی جو دکھاتا تھا مقدر — چھاتی پہ دھرا کچون سے پتھر
نامردی سے اپنی نعرہ زن ہو — بیچاری چلی کسی طرف کو
آگے سے جوان اک خوش قد — آتا تھا دنون کی جیسے آمد
باہم زن و مرد نے کیا میل — دریا سے ملا وہ قطرہ زن سیل
بارے جو پڑی گھر اُسکے بے قید — امید سی رہ گئی وہ نو امید

جب جن کے نہانے کا دن آیا / غوطا کسی حوض مین لگایا

اُبھری تو نہ حوض تھا نہ وہ روپ / پانی کی عوض تھی دشت کی دھوپ

مردی نے جو پھر وجود پایا / پستانون کو بے نمود پایا

ترکش پہ نگاہ کی تو تھا تیر / قبضہ مین پھر آگئی کھوئی شمشیر

گو شمع بنا چراغ دامن / روشن نہ ہوا وہ رنگ روغن

تھا مردم دیدۂ طلسمات / خال رخ رنگ رو مساوات

اک دیونی مُردہ دل سی مبہوت / پستان سے قد اُسکا نخل تابوت

زنبور سیاہ خال اُسکے / برگد کی جٹائین بال اُسکے

گٹھا لیے سر پہ لکڑیون کا / چلتی تھی سموم کا سا جھونکا

شہزادہ کہ تھا گرہ یہ منظر / وہ روسیہ اُسکو سمجھی شوہر

گٹھا وہ دیا کہ بیچ لا جا / کچھ نہین دیر جلد آجا

حیرت زدہ شاہزادہ ناچار / راہی ہوا سر پہ رکھ کے انبار

جب بڑھ کے ہوا نظر سے اوجھل / ہلکا ہوا پھینک پھانک بوجھل

دان سے جو بڑھا تو ایک چشمہ / پر آب تھا چشم منتظر سا

غوطا جو لگا کے سر اُبھارا / پایا وہی رنگ و روپ سارا

کھویا ہوا مال ہاتھ آیا / بولا وہ کہ شکر ہے خدایا

خورشید مرا گہن سے چھوٹا / زنگ آئینہ بدن سے چھوٹا

یارب یہی اب مین چاہتا ہون / یہ چشمہ پھر آنکھ سے نہ دیکھون

نادان ہو جو آبرو کو کھوئے / اُس پانی سے منھ ہاتھ دھوئے

یہ کہہ کر کاندھے رکھ کے لاٹھی / گھوڑون پہ ہوا کے باندھی کاٹھی

کھانے کو شجر کا گوند تھا پاس / کیا دخل کہ بھوک لگتی یا پیاس

دیکھا ناگاہ کوہ البرز اک دیو سیاہ اٹھائے گرز
ٹوپی وہ جو سر پہ چھال کی تھی عریانی مین پردہ حال کی تھی
اُس دیو کے آگے سے بڑھا وہ سایا سا پہاڑ پر چڑھا وہ
گریان لبِ حوض اک پری تھی فوّارہ کی طرح رو رہی تھی
پرجوش و خروش لے سے جو پایا روپوش نے تاج سر اٹھایا
دیکھا جو پری نے آدمی زاد آہستہ کہا کہ خانہ برباد
رستا ترا کھو گیا کہان سے کھا جائیگا دیو بھاگ یان سے
بولا وہ بشر کہ دیو کیسا ہمکو تو ملا نہ کوئی ایسا
بولی وہ پری کہ جا کہان مان سر پر ہین ترے قضا کے سامان
بولا وہ کہ بیقراری کیا ہے تم اپنی کہو تمھاری کیا ہے
کیون روتی ہو کسکی یاد مین ہو کیا رنج ہے کس فساد مین ہو
بولی وہ حسین کہ مین پری ہون اس دیو کے بس مین آگئی ہون
فردوس کا بادشاہ مظفّر روح افزا جسکی ہون مین دختر
سردار کروڑ دیوؤن کا ہے سلطانِ ارم مرا چچا ہے
اک ان مین چلی چچا کے گھر کو ماندی تھی بکاولی خبر کو
رستے سے یہ دیو پھانس لایا ابتک تو خدا نے ہے بچایا
نام اُس سے بکاولی کا سُنکر رونے جو لگا وہ سر کو دُھن کر
پوچھا اُسنے کہ آدمی زاد تو کیون رویا کہا کہ فریاد
وان خرمنِ عیش پر پڑی برق مین بحرِ فسون مین یان ہوا غرق
وان[ل] پھانس چبھی ہے اسکو غم کی یان سانس نہین ہے ایک دم کی

لہ وان پھانس الخ یان سانس نہین ہے یعنی یہان بنی ہی غم عشق اور غم سے یہ حالت ہے کہ ایکدم بھر کی زندگی کا بھروسا اور توقع نہین ہے محاورہ زبان خاص و عام ہے کہ فلان شخص یا فلان امر مین کچھ سانس باقی نہین یعنی گنجائش نہین یا امید حسب دلخواہ نہ ہو ۱۲

بولی وہ کہ چھوٹتے اگر ہم | رکھتے ترے زخم دل پہ مرہم
بولا وہ کہ چل کہاں کہ نادان | وہ دیو کہاں کہاں تو انسان
دیوؤں سے بھی لڑ سکا ہے کوئی | سایہ کو پکڑ سکا ہے کوئی
بولا وہ کہ جی بجھا نہ جانی | دیو آگ تو آدمی ہے پانی
ہر چند کہ انس د جان میں ہو لاگ | دب جاتی ہے مشت خاک سے آگ
بولی وہ کہ سن تو آدمی زاد | وہ دیو ہے تیری کیا ہے بنیاد
تجھ پاس تو اک عصا ہو جانی | لاٹھی سے جدا نہ ہوگا پانی
بولا وہ کہ یہ جو لٹھ دھرا ہے | موسیٰ کا عصا ہے اژدہا ہے
یہ کہہ کے جتائے جوہر اپنے | سامان دکھائے کیل اپنے
ٹوپی جو اُتار لی تھی سر سے | پھر رکھ کے نہاں ہوا نظر سے
لٹھ کاندھے پہ رکھ ہوا پہ جا کر | ظاہر ہوا ٹوپی کو اُٹھا کر
یہ شعبدہ دیکھ کر پری نے | اُڑنے چلنے کے پائے کچھ قرینے
تسکین جو ہوئی پری کے جی کو | وہ آدمی لے اُڑا پری کو
وہ دیو پری کو اُڑتے پا کر | اُچکا تو بلا ہوا پہ جا کر
شہزادے نے اپنے سر کی ٹوپی | جلدی سے پری کے سر پہ رکھ دی
بدلی میں چھپی وہ ماہ روشن | بجلی سا عیاں ہوا وہ پرفن
وہ دیو کہ تھا پری پہ لپکا | حسرت زدہ آدمی پہ لپکا
شہزادہ کہ لٹھ سے برق دم تھا | بادل سا ہوا کا ہم قدم تھا
دیکھا جو نہ دیو نے گزارا | پتھر اک اُٹھا کے پھینک مارا
وہ سنگ گران حریف غول | تاثیر سے پھل کی بن گیا پھول
لٹھ اسکا پڑا تو وہ ہوا چور | جسطرح عصا سے جام بلور

غل کرکے زمین پر گرا دیو | موجود ہوئے ہزار ہا دیو
بادل کی طرح جو آئے دشمن | لاٹھی سے ہوا وہ برق خرمن
موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جوان کا | ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا
سرمہ کیا کوہ پیکروں کا | جی چھوٹ گیا دلاوروں کا
ٹوپی کو اُتار کر پری نے | چومے قدم بشر پری نے
شہزادہ نے تاج سر پہ رکھا | لٹھ کاندھے پہ دل سفر پہ رکھا
فردوس میں جاکے صورت حور | ماں باپ سے آملی وہ مہجور
دیوؤں کی وہ سرکشی سنائی | انسان کی وہ مردمی جتائی
سن سن کے اُڑے حواس اُنکے | لائے نہ یقین قیاس اُنکے
پوچھا کہ وہ ہے کہا کہ ہاں ہے | پوچھا کہ کہاں کہا یہاں ہے
یہ سُنتے ہی اُسنے تاج اُٹھایا | حیرانوں کو شعبدہ دکھایا
بال اُسکے وبال سے بڑے تھے | ناخن بھی ہلال سے بڑے تھے
تن خاکی تھا جان آتشیں تھی | عریانی قبائے پوستیں تھی
صورت سے فقیر تھا بروگی | لی آؤ بھگت سمجھ کے جوگی
حسن آرا اُس پری کی مادر | باپ اُس کا بادشاہ مظفر
قدموں پہ گرے کہا ادب سے | حرمت رہی آپ کے سبب سے
بولا وہ خدا خدا کرو واہ | ہے جملہ جہان کا مالک اللہ
قادر وہی کبریا وہی ہے | آخر وہی ابتدا وہی ہے
بولی وہ کہ حق ہی جو ہے فرمان | تم وقت کے اپنے ہو سلیمان
کھولو کمر آؤ لطف فرماؤ | شربت پیو میوہ ہائے تر کھاؤ
بولا وہ کہ اشتہا کسے ہے | کھانے کا مزا رہا کسے ہے

سیّاح کو کیا قیام سے کار | شبنم نہین جاگزین گلزار
درویش روان رہے تو بہتر | آب دریا بہے تو بہتر
روح افزا بول اٹھی اجی واہ | ہم جانے ندین گے تمکو واللہ
آرام کرو کرم کرو آؤ | ہم رام ہوئے نہ رم کرو آؤ
مجمع سے الگ مکان مین لائی | آرام کی جا قرار پائی
اصحاب نیاز کھانے لائے | ارباب نشاط گانے آئے
[۵۱] تھا اپنے ہی سوچ مین وہ سُنسان | دُھن راگ کی تھی نہ رنگ کا دھیان
[۵۲] بیوقت وہ راگ خوش نہ آیا | بے فصل وہ پھاگ خوش نہ آیا

آنا بکاولی کا روح افزا کی خبر کو جمیلہ کے ساتھ اور تاج الملوک سے مل کر جانا سات دن بعد

بچھڑونکے جو ملنے کا بیان ہے | یون خامہ خوشی سے تر زبان ہے
روح افزا کو جو کھوکے پایا | مژدہ شاہ ارم تک آیا
جانا تھا یگانگی مین لازم | چلنے کو ہوئی جمیلہ عازم
وہ ساکنِ خانۂ سلاسل | یعنے وہ بکاولی بیدل
کہتی تھی کہ پیچ سے نکلتی | خواہان یہ ہوئی کہین بھی چلتی
[۵۳] سُن کر قیدی کے زار نالے | زنجیر کے پیچ سے نکالے

۵۱ قولہ تھا اپنے ہی الخ سنسان تھا یعنی خاموش سنّاٹے مین تھا ۱۲ ۵۲ قولہ بیوقت الخ بے فصل یعنی بے موقع وہ سامان جشن و طرب اچھا نہ معلوم ہوا جسطرح بھاگ ہولی کی فصل کے بغیر اچھا نہین معلوم ہوتا ۱۲ ۵۳ قولہ سنکر قیدی الخ زار نالے یعنی پھوٹ پھوٹ کر رونا یا بلک بلک کر فریاد کرنا حاصل یہ کہ بکاولی جسکو ماں باپ نے قید کر رکھا تھا روح افزا کے پاس جانے کے لئے اسکی فریاد اور بیقراری سنکر ماں باپ نے اسکی زنجیر قید کھولدی ۱۲ + + + + +

تخت اُنکی سواریون کے آئے	اُڑتے وہ ہوا کے جھونکے آئے
بانوے شہِ ارم جمیلہ	دُخت اُسکی بکاؤلی عقیلہ
روح افزا سے ہوئین بغلگیر	صورت پوچھی کہا کہ تقدیر
کہہ سُن کے مبارک و سلامت	بیٹھ اُٹھ کے ہوئی جمیلہ رخصت
روح افزا نے کہا کہ جی جان	تم جاؤ رہین بکاؤلی جہان
خاطر سے کہا کہ خیر لیکن	لیجاؤن گی خود مین ساتوین دن
یہ سُن کے وہ وحشتِ مجسّم	آہو سی ارم کو کر گئی رم
روح افزا نے کہا بہن سے	بہتر کوئی جا نہین چمن سے
گلگشت کرین چلو کہا خیر	کیا جانے کہ ہو گی سیر مین سیر
چل پھر کے ہنسی ہنسی مین پوچھا	کھونا ملنا بہن یہ کیا تھا
روح افزا نے کہا کہ ہمشیر	سُنئے یہ سُنا کہ تھے دلگیر
واللہ کہ چھان کر خدائی	تیرے پیارے کو ڈھونڈ لائی
سمجھی وہ ہنسی کہا ٹرن ہو	نادان ہو کیا کہون بہن ہو
ہمکو یہ ہنسی نہین گوارا	پیارا ہوئے گا وہ تمھارا
پیارا جو نہ تھا تو کھو گئین کیون	بدراہ بھی آپ ہو گئین کیون
بولی وہ کہ آشنا تمھارا	پیارا نہین پیاری کا ہے پیارا
گر اُسکی تلاش مین مین کھوئی	بدراہ نہ کہہ سکے گا کوئی
جو چاہو کہو جواب کیا دون	قائل نہین ہوتی ہو دکھا دون
وہ جوگی وہ دھونی اور وہ آسن	دکھلایا تو تھی اُسکی جوگن
دیکھا تو دکھا رہی ہے تقدیر	کوشش کا اثر کشش کی تاثیر
روح افزا اُسکے بیچ مین وان	قالب تھی میان جان و جانان

دونوں کا بدل تھا وصل منظور ‏ مانند حجاب ہو گئی دور
وہ غرقۂ بحر ظلم و بیداد ‏ دریا رو یا سنا کے افتاد
خاطر کی کدورتیں عیاں کیں ‏ چشموں کی وہ صورتیں بیاں کیں
رو رو کے بکاولی دل افگار ‏ بولی کہ خدا کو علم ہے یار
پھرتا[۱] تھا تو چشم و دل میں میرے ‏ دیدے مرے نقش پا تھے تیرے
مشکل مجھے اپنا تھامنا تھا ‏ ہر وقت قضا کا سامنا تھا
ہم چشم پھرے تھے مثل مژگان ‏ ہمسایہ تھے سب کشیدہ دامان
گھر میں رہنا گراں تھا میرا ‏ زنجیر کا گھر مکان تھا میرا
جو کہکے سخن پکارتا تھا ‏ پتھر سا کھینچ مارتا تھا
سنتی سہی یا کڑی اٹھائی ‏ افتاد تھی جو پڑی اٹھائی
طالع سے کسے تھی ایسی امید ‏ نکلا ہے کدھر سے آج خورشید
کیوں منہ پہ شفق خوشی سے پھولی ‏ کیا شام وصال راہ بھولی
یہ کہکے ملے بہم وہ ایسے ‏ صفحے خط توامان کے جیسے
یک جان و دو تن تھے سرو بالا ‏ صحبت کا مزا ہوا دو بالا
دربان سی تھی در پہ روح افزا ‏ تھا پیش نظر حیا کا پردا
جب بیٹھے ہوس نکال کے وہ ‏ وارد ہوئی دیکھ بھال کے وہ
بول اٹھی بکاولی کہ واری ‏ محرم کا ہے کام پردہ داری
وہ بولی مجھے تو کچھ نہ آیا ‏ تمنے مگر اب تو ہے سکھایا
کیا جانئے ابھی بدا ہے کیا کیا ‏ اس عمر میں سیکھنا ہے کیا کیا

[۱] قولہ پھرتا تھا تو الخ یعنے میرے دیدہ و دل کے اندر تیرے پاؤں کے نشان تھے یعنے تیرے قدم میری آنکھوں میں تھے ۱۲ مشس + + +

باری وہ مہ دو ہفتہ باہم
یک ہفتہ رہی انیس و ہمدم

سمجھی ہفتہ کی میہمانی
ہر ہفت عروس شادمانی

وعدے پہ جمیلہ ساتوین دن
آئی تو تھا حیلہ غیر ممکن

ساتھ اُسکے روان ہوئی وہ گلرو
ہوش اُسکے ہوا ہوے کہے تو

چاہا کہ وہ تاج رکھ کے سر پر
رسیئے روپوش ساتھ چل کر

دامن کو پکڑ کے روح افزا
بولی کہ کدھر کیا ارادہ

اُلفت کے بہت نہ جوش مین آؤ
کچھ خیر ہے تمکو ہوش مین آؤ

نافہمی سے خوار ہو چکے ہو
اب تو سیکھو کہ کھو چکے ہو

کار مشاطہ خود نہ کیجیے
انگارے کو ہاتھ سے نہ لیجیے

جلدی تحسین کیا ضرور دم لو
بیدل نہو قول تو قسم لو

گھبراؤ نہ پاکے نامرادی
غم کھاؤ جو چاہتے ہو شادی

سوچا تو نہ تھا صلاح اُلجھنا
دانائی تھی بات کا سمجھنا

پیغام لیجانا حسن آرا کا بکاولی کی شادی کے واسطے

بیدل نے جگہ جو جی مین پائی
یون خامہ نے کی زبان کشائی

وہ شکر گذار روح افزا
مان سے بولی کہ حسن آرا

واجب ہے ادا ہے حق مہمان
احسان کا عوض نہین جز احسان

حسن آرا نے کہا کہ بہتر
جو لینے سے ہو نہین مین باہر

بولی وہ کہ یہ فقیر جوگی
ہے عشق بکاولی کا روگی

مین اسکے سبب بچی ہون جیسے
یہ میرے سبب سے ملے مجھ سے

راز اُنکا کیا جو آشکارا
راضی ہوئی سن کے حسن آرا

بلوا کے مصوّر اک کہن سال
کھنچوائی اُس آدمی کی تمثال

وہ صورتِ[1] حال ارم مین لائی
خلوت مین جمیلہ پاس آئی

چھیڑا کہ ہوس سے عقد پروین
پیوند نہال گل ہو نسرین

واجب[2] نہین اب تامل اسمین
بھریے وہین تک نہ چھلکے جسمین

بولی یہ جمیلہ کیا بتاؤن
تو اپنی ہے تجھسے کیا چھپاؤن

سودا ہے مری بکاولی کو
ہے چاہ بشر کی باولی کو

مشہور ہے ضد انس و جانی
یکجا نہین رہتے آگ پانی

حُسن آرا نے کہا جمیلہ
مجھکو یہ نہین پسند حیلہ

کاوش تری بے ثبات ہے یہ
سو بات کی ایک بات ہے یہ

وہ دل جو ہون جانبین راضی
پھر جان سے کیا کرے گا قاضی

بولی یہ جمیلہ ہوش مین آؤ
جاکر کسی اور کو یہ سمجھاؤ

تجویز کی آپ کے مین قربان
بیاہے مری پری کو انسان

حُسن آرا نے کہا کہ خاموش
شعلے کو کیا ہے کسنے خس پوش

اسباب نہ جمع کر ضرر کے
رکھ پنبہ نہ داغ پہ شرر کے

بولی یہ جمیلہ پھر کرون کیا
وہ بولی نہ سمجھی کہتی ہون کیا

جب دل ہی پری کا آگیا ہے
انسان ہو تو کیا مضائقہ ہے

انسان ہی تھے حضرت سلیمان
انسان ہی تھے مسیح دوران

یہ قطرہ[3] بحر کبریائی
دریا ہے جو ہوئے آشنائی

[1] قولہ وہ صورتِ حال الخ یعنی وہ تصویر جسپر تاج الملوک کی بابتہ لکھا تھا ارم مین ۱۲ ش [2] قولہ واجب نہین الخ حاصل یہ کہ بکاؤلی یہ وہین تک قید و بند رکھنا چاہیئے جہانتک وہ حکم کرے ۱۲ م ش
[3] قولہ یہ قطرہ بحر الخ قطرہ سے مراد انسان یعنی اگرچہ انسان دریاے کبریا مین ایک قطرہ کی مثال ہے لیکن یہ وہ قطرہ ہے کہ اگر اس دریا کا آشنا ور ہو تو گویا خود دریا ہو جائے ۱۲ م ش + + +

کیا شکوہ[1] اگر پری نہ سمجھے — افسوس جو آدمی نہ سمجھے
دم دھاگے مین رشتۂ نفس کے — پھندے مین پھنسا ہر پیش و پس کے

بیاہ ہونا بکاولی کا تاج الملوک کے ساتھ اور رہنا ارم مین

شادی کے لیئے ہے کلک شنجرف — انگشت قبول دیدہ حرف
حسن آرا تھی جو نیک تدبیر — دکھلائی جمیلہ کو وہ تصویر
پہچان کے خال و خط سے انداز — وہ چپ جو رہی تو یہ سخن ساز
بولی کہو کیون کہا کہ مانا — پر کھوئے ہوئے کا کیا ٹھکانا
وہ بولی کہ تجھکو اس سے کیا ہو — ہمنے تو سمجھ کے کچھ کیا ہے
ٹھہری[2] یہ غرض کہ آج کی رات — فیروز شہ آگے چھیڑئے بات
جب سونے کو وہ محل مین آیا — افسانۂ عشق اُسے سنایا
یاد اُس نے کیا بکاولی کو — لے آئے اُڑا کے اُس پری کو
تصویر بشر دکھائی اُس نے — شادی کی خبر سُنائی اُس نے
دیکھا تو نہ فرق تھا سر مو — جلبے تھے خط و خال و چشم و ابرو
نقشہ سے وہی نگار پایا — قسمت کا لکھا سا آگے آیا
کہنے لگی دل مین یا الٰہی — شر ہو نہ کہین یہ خیر خواہی
پیارے سے ہو خلاف وعدہ — کیا سوچتی ہون نصیب اعدا
دیکھا تو وہ بھید ہی حسن آرا — کرتی تھی اُسی کے رُخ نظارا

[1] قولہ کیا شکوہ الخ یعنی پری اگر کسی امر کو نہ سمجھ سکے تو بلحاظ کمی عقل پری کے پری سے اسکا شکوہ نہیں ہوگا لیکن آدمی سے بسبب کامل العقل ہونے کے مقام شکوہ ہوگا ۱۲ م ش
[2] قولہ ٹھہری یہ الخ یعنی جمیلہ اور حسن آرا الغرض باہم یہ بات قرار پائی کہ آج کی رات کہ فیروز شاہ سے بعد بکاولی کی شادی کا مدعا یا قصہ چھیڑا جائے ۱۲ م حسن + + + + + + + + + + +

روح افزا کا جو آگیا دھیان
تسکین ہوئی آئی جان مین جان

جانا کہ بہار فصل سے ہے
یہ نقل مطابق اصل سے ہے

اقرار مین تھی جو بے حیائی
شرمائی لجائی مسکرائی

۱ حسن آرا نے کہا مبارک
ایجاب اس نے کیا مبارک

سج دھج یہ بنی ادھر بنائے
بن ٹھن کے بنا ادھر سے آئے

سیارہ شناس کو بلایا
ساعت ٹھہرائی دن دکھایا

شادی کی خبر سے خوش خوش آئی
مشتاق کو خوش خبر سنائی

راتوں کو جو گنتی تھی ستارے
دن گننے لگی خوشی کے مارے

وان مہندی نے چومے پاے خورشید
یان سبز ہوا نہال امید

دہ وان پہ گلاب سے نہائی
یان تازگی آبرو نے پائی

۲ وان غازہ سے رخ شفق مین خورشید
یان جگمگیا منھ پہ رنگ امید

افشان ہوئے وان ستارہ افشان
یان جبہ سے روشنی دوچندان

وان مانگ سے رنگ کہکشان ماند
یان شملہ سر سے ہالہ مین چاند

وان زلف نے کھائے پیچ پہ پیچ
طرہ کلغی پہ یان تھا سر پیچ

آنچل ہوا وان حجاب عارض
سہرا ہوا یان نقاب عارض

زیبا ہوا وان بدن پہ گہنا
یان جامہ وفا کا اس نے پہنا

محرم کے کسے گئے ادھر بند
ہمت کا بندھا ادھر کمر بند

۳ وان گل سے بہار بوستان ہی
آرائش تخت گل یہان ہے

---

۱ قولہ حسن آرا نے الخ ایجاب الخ کیا مبارک یعنی اسنے اسکا اُسکا مبارکباد دینا قبول کیا ۱۲ م ش ۲ وان غازہ سے رخ الخ یعنی غازہ رنگین جو سرخ رنگ ہوتا ہے رُخ پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بعینہ خورشید بر شفق ہے ۱۲ م ش ۳ وان گل سے الخ یعنی وہان بکاولی کا جلوہ حسن حسن بہار بوستان ہو رہا تھا اور یہان پھولونکے تختونکی آرائش ہو رہی تھی یہ قدیم رسم ہے کہ شادی مین تختہاے گل بھی بنائے جاتے ہین ۱۲

الماس[۱] کے وان تھے جھاڑ فانوس — یان جلوہ فروش تخت طاؤس
مہتاب سی چاندنی کا وان فرش — یان چرخی سے چرخ مین سر عرش
وان جلوے حنائی انگلیون کے — یان روشنی کے تھے پنج شاخے
بادل سے وہ وان گرج رہے تھے — یان دھوم سے بلجھ بج رہے تھے
وان پریون مین ذکر آدمی زاد — نوشہ کے جلو مین یان پریزاد
گلگون تھا کسیکا بادرفتار — گلرنگ کسیکا تھا ہوا دار
ہاتھی تھے تو مستیونکی دہت تھے — گھوڑے تھے تو چابکی کی لت تھے
وہ ماہ کہ تھا سوار شبدیز — تھا پا بر کاب شوق مہمیز
در تک جو برات ادھر سے آئی — کی سب نے اُدھر سے پیشوائی
فیروز و مظفر ایسے دو شاہ — پر نور تھے جیسے مہر اور ماہ
باران گلاب و بارش گل — ہو کر بڑھے آگے با تجمل
سلطان فیروز رشک جم تھا — نوشہ مسند پہ جم کے بیٹھا
ہر یاسمنے کا شور و غل تھا — سنبل کا جنور تو چتر گل تھا
گل سے خوانون مین زردہ لایا — اُن غنچہ دہانون کو کھلایا
خورشید سا آفتابہ لائے — منھ ہاتھ ہر ایک کے دھلائے
قلیان[۲] پہ مشکبو دھوان دھار — بڑے سے جھکے پان کے مزیدار

۱ الماس الخ تخت طاؤس خاص تخت شاہی کا نام ہے جو سلاطین تیموریہ دہلی مین رونق تھا ۱۲ م ش
۲ قولہ قلیان الخ ممکن ہے کہ مصرعہ ثانی بیڑے کھاکے بہت مزیدار یا بیڑے سے جھکے بہت مزیدار کی تحریف ہو کیونکہ بیڑے مراد خصوصًا ایسے موقع پہ بجز پانونکے بیڑے کے اور کیا چیز ہوسکتی ہے کیونکہ گو ہمزبانہ کے محاورہ مین ایسی تخفیف بھی جائز سہی لیکن پھر بھی جب جھکے با تشدید بے تکلف موزون ہوسکتا تھا تو مصنف اور انکے اُستاد دونون مین کوئی ایسا غبی نہ تھا کہ جو ایسی بے ضرورت تخفیف روا رکھتا ۳ یعنی سلطان فیروز رشک جم کی مسند پر نوشہ نے جلوس کیا ۱۲ م ش

جب عقد کی اُنکے ساعت آئی — دو رشتون مین اِک گرہ لگائی
یکجا کئے وہ عروس و داماد — وہ جان پری یہ آدمی زاد
حیرت نے آئینہ دکھایا — شربت دیدار نے پلایا
زلفین ہوئین چہرے کی بلا چین — ٹونا وہ نگاہین سحر آگین
جو چہرۂ آتشین پہ تل تھا — اسپند نگاہِ بد بدل تھا
جوڑی جو ملی بنے بنی کی — سنگت ہوئی راگ راگنی کی
جو گائنین تھین شہانے گائین — لیتے ہوئے نیگ راگ لائین
حق پا کے جو رکھتی تھین قدامت — بول اُٹھین مبارک و سلامت
پیار اُٹھا بنے بنی کا جوڑا — خلوت مین دولھا دلھن کو چھوڑا
پریان کہ ہزار ہا بھری تھین — ارمان سی سب وہان سے نکلین
بے پردگی ہوتی تھی جو اُن مین — دروازون نے بند کرلین آنکھین
طومارِ حجاب کو کیا طے — ساغر بہ جھکا وہ شیشۂ مے
مستانہ ملا دولھن سے نوشاہ — صحبت ہوئی دختِ رز سے دلخواہ
مست آنکھین تھین شکستہ جام سرشار — اسپند ہوئی شراب دیدار
گردن تھی صُراحئے ناب — ہاتھ آئی وہ پھر مستیِ خواب
جب اوڑھی عروس مہ نے چادر — نکلا پردے سے شاہ خاور
ثابت وہ جو شب کے تھے ستارے — خورشید نکلتے ہی سدھارے
بیٹھے دولھا دولھن سحر گاہ — نکلے آرام گہ سے دلخواہ
منھ گھر کو براتیون نے موڑا — محظوظ دولھا دلھن کو چھوڑا
وہ حوضِ گلاب مین نہایا — یان رخ عرق گلاب پایا
وان جوڑا چست و تنگ بدلا — یان جوڑے کے منھ کا رنگ بدلا

وہ راگ کا دیکھنے لگا رنگ
یان پردے مین چھیڑتی خوش آہنگ

رخصت ہونا تاج الملوک کا بکاؤلی کو لیکر اور آنا گلشن نگارین مین

غربت سے جواب سر وطن ہے
کلک دو زبان یہ حرف زن ہے

شادی ہو کر وہ خانہ آباد
سوجا کہ بنا مین خانہ داماد

غربت مین وطن کی دھن سمائی
اُس فیل کو یاد ہند آئی

خلوت مین ہوا پری سے گویا
دنیا مین ہین سب وطن کے جویا

پانی تہِ خاک کو روان ہے
لو شعلہ کی سوے آسمان ہے

عزمِ سفر وطن سمجھ کر
بولی وہ بکاؤلی کہ بہتر

چلیے گا تو ساتھ ہین بلا عذر
رہیے گا تو بندگی مین کیا عذر

ہاتھ اُسکا پکڑ کے باہر آئی
ماباپ کے پاس دختر آئی

له ہوتے ہی دو چار خویش و دختر
دو سے ہوے چار اُس جگہ پر

وہ تینون تھے قوم کے پریزاد
چوتھا اُن مین یہ آدمی زاد

چومی اس نے زمین خدمت
غربت سے وطن کی چاہی رخصت

فیروز شہ و جمیلہ بانو
دونون ہوے سُن کے سر بزانو

غوطے مین جو آگئے وہ یکسر
بولی ماباپ سے وہ دختر

پردیسیو سے جو کی ہے نسبت
اب کیجیے ہنسی خوشی سے رخصت

دعوی نہین کچھ دیے ہوے پر
قائم رہیے کیے ہوے پر

لازم جو ہو اُس مین کد نہ کیجے
سائل کا سوال رد نہ کیجیے

بولی وہ بخت مقتا زبردست
خورشید کو ذرہ نے کیا پست

له قولہ ہوتے ہی الخ مصرع اول مین لفظ چار مضاف ہے اور خویش جو بمعنی داماد ہے مضاف الیہ و معنی ظاہر ہے ۱۲

انسان سے جھکی پری کی گردن
گلشن نے کترا ہوا کا دامن

یہ کہکے منگائے دو ہوا دار
سو دیو بلائے باد رفتار

ہو کر دیو کی زینت دوش
رخصت وہ ادھر ہوئی ادھر ہوش

اشکوں نے شگون لیا نرالا
آئینۂ رخ پہ پانی ڈالا

سونپا مختار کو جو مجبور
گھر پاس تھا اور وہ منزلوں دور

آئی تو وہ باغ سحر بنیاد
تھا آب و ہوائے خوش سے آباد

خیل و خدم اُسکے منتظر تھے
مانند حواس منتشر تھے

پہچان کے سب نے غل مچایا
آیا تاج الملوک آیا

داخل جو ہوے محل کے اندر
محمودہ لپک کے دوڑی دلبر

پوچھا خوش خوش کہا کہ دم لو
دیکھو یہ کون ہیں قدم لو

دلبر یہ وہی بکاولی ہے
محمودہ دیکھ کیا یہی ہے

سبحان اللہ کہکے دلبر
بولی کہ یہ گھر ہوا منور

محمودہ نے کہا مبارک
خوشنودی آشنا مبارک

اُن مختصروں نے جب دیا طول
بولی وہ بکاولی کہ معقول

یہ سمجھو تو کچھ نہیں ہے تکرار
خوش پیش ہے ایک جوڑ دوجا

درجے درجے رہیں وہ ذی ہوش
ہم خانہ و ہمدم و ہم آغوش

طلب ہونا بکاولی کا راجہ اندر کی محفل میں اور آگاہ ہو کر جانا تاج الملوک کا

تقدیر سے ہیں جو شادی و رنج
اب یوں سے نئے خامۂ ہنر سنج

ازبسکہ یہ چرخ فتنہ انگیز
ہے خرمن عیش پہ شرر ریز

یک چند وہ مدعی کاہشوں میں
گذری اک عمر خواہشوں میں

تقدیر سے جب مراد پائی | راجا اندر کو یاد آئی
اندر سن امرنگر ہے شہر ایک | خلقت ہے وہان کی زندہ دل نیک
اندر سے ہے بادشاہ اُس کا | آسن ہے تختگاہ اُس کا
مصئون[۱] وہ قضا سے اسقدر ہے | اُس بستی کا نام امرنگر ہے
یزدانیون کا ہے مسکن اُس مین | روحانیون کا نشیمن اُس مین
کہتے ہین مورخان ہندی | آباد ہوا یہ سے وہ بستی
راجا کہ کمال پارسا ہے | مقبول جناب کبریا ہے
خالق نے دیا ہے فوق اُسکو | نغمہ سے ہے ذوق شوق اُسکو
انسان کا سرود رقص کیا ہے | پریون کا ناچ دیکھتا ہے
باری باری سے جو پری ہے | راجا اندر کی مجرئی ہے
لیکن جو بکاولی دل افگار | باری پہ پہونچ سکی نہ بیمار
اک شب راجا تھا محفل آرا | یاد آئی بکاولی دل آرا
پوچھا پریون سے کچھ خبر ہے | شہزادی بکاولی کدھر ہے
منہ پھیر کے ایک مسکرائی | آنکھ ایک نے ایک کو دکھائی
چتون کو ملا کے رہ گئی ایک | ہونٹھون کو ہلا کے رہ گئی ایک
بولا وہ کہ چپ ہو کیون سبب کیا | بولین وہ کہ کہئے بے ادب کیا
ناپاک پرو نے اُس نے توڑا | رشتہ ایک آدمی سے جوڑا
وہ سن کے خفا ہوا کہا جاؤ | جسطرح سے بیٹھی ہو اُٹھا لاؤ
پریان اُڑین ادہر ادہر آئین | مہتابی پہ مثل ابر چھائین

[۱] قولہ مصئون [illegible] مصئون یعنی محفوظ یعنی وہ شہر موت سے اسقدر محفوظ ہے کہ اُسکا نام امرنگر ہوا [illegible] والا یعنی اُس شہر مین موت کا گذر نہین ہے ۱۲ ام حسن

دیکھا تو وہ دونوں کرتے تھے خواب — گُل تکیے تھے آفتاب و مہتاب
ہم بستر آدمی پری تھی — سایہ کے بغل میں چاندنی تھی
غافل جو سوکنوں نے پایا — اُس نقش مراد کو جگایا
جاگی تو سب اُسکے جوڑ کی تھیں — اندر کے اکھاڑے کی پری تھیں
بولیں کہ طلب کیا ہے چلیے — جوڑا یہ خراب ہے بدلیے
اُٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا — بدلا مانند رنگ جوڑا
ساتھ اُنکے وہ تا بہ محفل آئی — لرزاں لرزاں مقابل آئی
راجا نے نگاہ کی غضب سے — پوچھا یہ چھپائی کب سے
بُو آتی ہے آدمی کی لیجاؤ — ناپاک ہے آگ اِسے دکھاؤ
شعلہ سا پری کا جسم کانپا — منھ دامن اشک تر سے ڈھانپا
پریوں نے کشاں کشاں نکالا — صندل آتشکدے میں ڈالا
کافور سی جل اُٹھی سراپا — ٹھنڈی ہوئیں تھا جنھیں چلاپا
جو آتش گل نہ دے چمن سے — چھونکا اسے آگ میں جلن سے
جس رُخ پہ تھی کاکل معنبر — تھا چشم زدن میں دود اخگر
جس جسم پہ تھی نفیس پوشاک — شعلہ کے سوا نہ کچھ بھی تھا خاک
عیسٰی نفس ایک خضر آئی — چھینٹے سے جلی ہوئی جلائی
شعلے سے زیادہ پاک داماں — آگر ہوئی انجمن میں رقصاں

له قولہ جاگی الخ اندر کے اکھاڑے کی پری تھیں یعنی پریاں تھیں چونکہ لفظ سب مصرعۂ اول میں آچکا ہے اسوجہ سے لفظ پری مورد اعتراض میں فرض کیجیے اگر یوں کہا جاتا جب بکاولی جاگی تو دیکھا کہ سب آنے والیاں بکاولی کے جوڑ کی تھیں نہ کہ عورت تھیں تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نا جائز یا غیر فصیح ہوتا پس جبکہ وہ غیر ہے پری تھیں کیونکر غیر فصیح ہو سکتا ہے بلکہ عین محاورہ ہے ہاں اگر لفظ سب مصرعۂ اول میں موجود نہ ہوتا البتہ کسیقدر مکروہ سمجھا جا سکتا تھا نہ کہ غلط ۱۲ فش ؏ قولہ کافور سی الخ یعنی شعلہ کیطرح ہمہ تن جلنے لگی ۱۲

ناچی گائی غریب ناچار | اغیار ادا سے کر لیے یار
برخاست کا وقت صبحدم تھا | راجا وہ کہ صاحب کرم تھا
بولا جا یون ہی آئیو روز | جل بجھ کے سدا سنائیو سوز
رخصت پاتے ہی وہ ہوائی | پرّان پرّان ہوا سی آئی
پشواز کنار حوض اُتاری | شب کی پوشاک پہنی ساری
بیتاب آرام گہ تک آئی | ہانپتی سب کی آنکھ بند پائی
یون سیج پہ آ کے سوئی بیتاب | جس شکل سے آئے آنکھ مین خواب
وہ آہوئے مست خواب خرگوش | یعنی تاج الملوک بے ہوش
[1] اُس شب کو بغل مین آ کے جاگا | پر دوسری شب وہ جا کے جاگا
[2] دیکھا تو وہ متصل نہین ہے | پہلو مین جگر کے دل نہین ہے
حاجت کی گمان سے جب ہوئی دیر | جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر
دائین دیکھا نظر نہ آئی | بائین دیکھا کہین نہ پائی
عورت تھی گمان بد سے کھٹکا | جانا کہین دل کسی سے اٹکا
اژدر نظر آیا در کا سایہ | سمجھا وہ پلنگ چارپایہ
[3] آنکھون مین جو چھا گیا اندھیرا | پل مارتے ہو گیا سویرا

[1] اُس شب کو الخ یعنی پہلی رات مین اُسوقت جاگا جب بکاولی واپس آکر اور اُسکو اپنی بغل مین لیکر لیٹ چکی تھی لیکن دوسری رات مین اُسوقت جاگا جب بکاولی اسکے پاس سے اُٹھکر جا چکی تھی اور ہنوز واپس نہین آئی تھی ۱۲ م ش [2] دیکھا تو الخ متصل اتصال رکھنے والا یعنی بکاولی جو تاج الملوک کے لیے دل کے مانند تھی نہین ہے ۱۲ م ش [3] آنکھون مین الخ یعنی جوشش غیظ یا فرط غم فقدان بکاولی مین وہ خود رفتگی طاری ہوئی کہ درازی شب معلوم ہی نہین ہوئی گویا طرفۃ العین مین صبح ہو گئی ۱۲ م ش + + + + + + + + + + +

جاگا[1] تو پری بغل میں پائی ۔ وہ نقش وفا عمل میں پائی
وابستہ خبر ہوا نہ بیتاب ۔ گویا کہ وہ شب کا حال تھا خواب
جب مہر فلک گیا لب بام ۔ مہتابی پہ آئی وہ سر شام
معمول سے بزم میں ہوئے جمع ۔ مینا و کباب و مجمر و شمع
جام اسنے بھرا کہا پیالے ۔ دل اسکا بھر اٹھا جام کیا لے
ٹھانی تھی کہ آج رہ کے بیدار ۔ دیکھوں جاتی کہاں ہے عیار
بولا کہ ہیں درد سر کے کچھ طور ۔ میں آج نہ ہونگا شامل دور
ہٹ اسنے جو کی تو ہاتھ مارا ۔ شیشہ ہوا چور چور سارا
ہوتی ہے جو نوک شیشہ خنجر ۔ چبھنے لگے اسکی انگلیون پر
بیداری شب کی گھات پائی ۔ تکلیف سر دست ہاتھ آئی
کف میں نمکین کباب لیکر ۔ چھڑکا نمک اُن جراحتون پر
بند آنکھیں کیے ہوئے شکر لب ۔ بیدار رہا تو آخر شب
پریون نے ہوا سے تخت اُتارا ۔ ثابت ہوا ٹوٹتا ستارا
سوتا اسے جان کر اُٹھی وہ ۔ پوشاک بدلنے کو گئی وہ
اُس تخت کا پایہ پکڑ کے پایہ ۔ پوشیدہ ہوا بہ رنگ سایہ
بن ٹھن کے جب آئی رشک ناہید ۔ ذرہ ہوا ہمرکاب خورشید
اترے ہی زمین سے آسمان پر ۔ پہونچی اُس بزم میں سمان پر
لوگون سے بھرا وہ دائرہ تھا ۔ پر جلوت و صدا وہ دائرہ تھا
ٹھٹکے پہ پہونچ کے تخت ٹھہرا ۔ مرکز پہ وہ بخت تخت ٹھہرا

[1] قولہ جاگا الخ ظاہر جاگا کا تحریف ہے جو کتابت میں چھپا اس وارفتگی جوش غم و فقدان بکاولی سے افاقہ ہوا اور ہوش درست ہوکر دیکھا تو بکاولی بغل میں موجود ہے ۱۲ امم شمس

آتشکدہ پریون نے بنا کر ۔ پھینکا اُسے پھول سا اُٹھا کر
شہزادہ کہ زیرِ تخت زرکار ۔ تھا پہلوے گُل مین صورتِ خار
فریاد نہ کرنے پایا مضطر ۔ تابان ہوے راکھ مین سے اخگر
راجا جسے رُخ محفل آرا ۔ دل لیتی ہوئی چلی دل آرا
ہمراہ چلا وہ چھوڑ پایا ۔ آگے تھی پری تو پیچھے سایا
محفل مین جو آئی شمعِ محفل ۔ پروانون کا ہاتھ سے گیا دل
جو گاتی تھین بیٹھین مثلِ آواز ۔ مجرے کو اُٹھی وہ صورتِ ناز
وہ نلچے کیا کھڑی ہوئی تھی ۔ خود راگنی آ کھڑی ہوئی تھی
رقص اُسکا اگرچہ خوشنما تھا ۔ سنگت کا پکھاوجی نکما تھا
شہزادہ نے دیکھ دُھن بائین ۔ لین طبلہ نواز کی بلائین
آہستہ کہا کہو تو آؤن ۔ فرماؤ تو بندگی بجاؤن
اُسنے جو پکھاوج اُسکو دیدی ۔ کیفیت اتفاق نے دی
تھا سم پہ یہ اُس پری کا نقشا ۔ سب آنکھ ملا کے کہتے تھے آ
محظوظ کیا جو سب کو اکبار ۔ بخشا راجا نے نولکھا ہار
انداز سے اُس نے لیکے مالا ۔ کاندھے پہ پکھاوجی کے ڈالا
برخاست کا تھا وہ رخصتی ہار ۔ برہم ہوئی بزم اُٹھے سب اکبار
لے ہار وہ شاہزادہ فی الفور ۔ پنہان ہوا زیرِ تخت اُسی طور
بادِ سحری چلی جو سن سے ۔ وہ شمع سدھاری انجمن سے
خورشید سے پہلے اُتر آئی ۔ تارون کی چھاؤن مین گھر آئی
وہ حوض کے رُخ چلی اُتر کر ۔ یہ آنکھ بچا کے سوے بستر
وہ آئی تو غافل اسکو پایا ۔ آغوش مین آ گلے لگایا

جب پردۂ صبح ہو گیا فاش — خندان خندان اُٹھا وہ بشاش

اس غنچہ دہن کا مسکرانا — بیرنگ بکاولی نے جانا

ہنستے ہنستے کہا کہ ہنسے کیون — ہنستا نہین بے سبب کوئی یون

بولا وہ کہ خواب دیکھتا تھا — آتش پہ کباب دیکھتا تھا

بولی وہ کہ ہم بتائین تعبیر — دلسوزی کرے گا کوئی دلگیر

بولا وہ کہ رات کو اُفق مین — خورشید تھا آتش شفق مین

بولی وہ کہ مہر سے شب و روز — عالم مین رہو گے رونق افروز

بولا وہ کہ اک مقام ہو تھا — گلزار خلیل رو برو تھا

بولی وہ بشر ہو تم دلاور — سرسبز ہو تو تم آتشی پر

بولا وہ کہ دیکھی اک شبستان — شعلہ ہوا انجمن مین رقصان

بولی وہ کہ شعلہ مین پری ہون — جو ناچ نچاؤ ناچتی ہون

بولا وہ کہ جب ہوا اُجالا — بخشا مہِ انجمن نے ہالہ

ہالہ مہِ انجمن کا کیا تھا — وہ ہار تھا جو گلے پڑا تھا

گھبرائی پری کہ ہین یہ کیا ہے — بولا وہ کہ ہار نولکھا ہے

کاندھے[لہ] پہ تھا جسکے رات ڈالا — پہچانتی ہو وہ طبلہ والا

کیون جی یہ اکیلے شب کو جانا — اوپر اوپر مزے اڑانا

یہ سُن کے پری وہ سوختہ تن — بولی کہ سُنو صلاح دشمن

مین جلکے جلی تو غم نہین ہائے — ڈر ہے کہ نہ تجھ پہ آنچ آجائے

میرے جلنے پہ خاک ڈالو — تم نام نہ وان کے جلنے کا لو

لہ قولہ کاندھے پہ آخر پہچانتی ہو وہ طبلہ والا یعنی تم پہچانتی ہو جسکے کندھے پر تم نے رات کو ہار ڈالدیا تھا وہی طبلہ والا گویا یہ لطیف اشارہ و طنز آمیز کلمے ہین اور اس اشارہ کی فصاحت ظاہر ہے ۱۲ حاشیہ

افروختہ آتش حسد ہے — جلنا یہ سپند چشم بد ہے
بولا وہ کہ یہ نہ ہوگا مجھ سے — مین دو قدم آگے ہونگا تجھ سے
سمجھاتی رہی اسے وہ دانا — لیکن اس نے کہا نہ مانا
عازم ہوا شب کو آتے ہی تخت — یا قسمت یا نصیب یا بخت
وان جا کے وہ سوچی اسکو بیلاگ — سے چلیئے تو راجہ لائیگا راگ
سنگت کا کھا وجی بنا کے — گائی یہ غزل مقام پاکے

غزل

ساقی قدح شراب دیدے — مہتاب مین آفتاب دیدے
ساقی باقی جو کچھ ہو لے لے — باقی ساقی شراب دیدے
اس بت سے نہین سوال کچھ اور — اپنے منھ سے جواب دیدے
لیلے مینے تجھے بنایا — مجنون مجکو خطاب دیدے
اس گل سے نسیم زر نہین مانگ — جو چاہے وہ بیحساب دیدے

نصف پتھر ہو جانا بکاولی کا راجہ اندر کی بد دعا سے اور بتخانے مین جا کر ملنا تاج الملوک سے اور کھدنا بتخانے کا رانی چترا وت کے حکم سے

ہے اب جو بیان سنگساری — یون بات قلم ہوا ہے بھاری
خوش لہجہ بہت بکاولی تھی — گاتی اور ناچتی بڑی تھی
راجا نے کہا کہ خوش ہون تجھ سے — جو چاہے آج مانگ مجھ سے
دکھلا کے اسی پکھاوجی کو — مانگا کہ یہ دو بکاولی کو
ارمان یہی ہوس یہی ہے — خاطر کی مراد بس یہی ہے
مانگا جو بشر پری نے بیباک — راجا اندر ہوا غضبناک

بولا کہ اس آدمی کی یہ تاب — سے چشمۂ آفتاب سے آب
کھویا تجھے تیری آرزو نے — جا تیری سزا یہ ہے کہ تو نے
کی ہے حرکت خلاف آئین — پتھر کا ہو نصف جسم پائین
اس سختی سے کچھ دنون رہے تو — بعد اُسکے خاک مین ملے تو
قالب ترا انقلاب کھائے — جامہ مین تو آدمی کے آئے
بارہ برس اس طرح گذر کر — پھر تجھکو ملے پری کا پیکر
اُسوقت جہان تو چاہے جائے — تو اُسکو ملے وہ تجھکو پائے
روئی وہ بکاولی یہ سُنکے — تڑپا شہزادہ سر کو دھُن کے
خواہش جو بلاے جان ہوئی وہ — ہلکا ہوا یہ گران ہوئی وہ
ناری تھی پری ہوا ہوائی — خاکی تھا بشر زمین جھکائی
سایا سا زمین پہ جب گرا وہ — اُفتاد کو سوچنے لگا وہ
سبزے کی دھوپ چھاؤن نکل — صحرا مین بچھی تھی سوگیا شل
چشمہ ایک آفتاب سا تھا — عاشق کی طرح بھرا ہوا تھا
پریان کچھ اُدھر نہانے آئین — دیکھا وہ بشر تو کھلکھلائین
بولین یہ وہی پکھاوجی ہے — عاشق جسپر بکاولی ہے
وہ چونک کے بول اُٹھا کہ للہ — بتلاؤ کہان ہے وہ کہا آہ
اندر کے غضب سے بنکے پتھر — ہے بت سی وہ ایک مٹھ کے اندر
پوچھا کہ کدھر کہا بہت دُور — بولا وہ کہ پھر کہا کہ مجبور
یہ کہکے اُتاری سب نے پوشاک — باہر ہوئین جامہ سے وہ بیباک
پردے کا جو کچھ خیال آیا — تن چادر آب سے چھپایا
بے ننگ یہ سب نہا رہی تھین — موجین باہم اُڑا رہی تھین

سوچا وہ کہ انکو دیجیئے جل — غش پوش کیئے وہ جامۂ گل
جب خوب وہ شعلہ رو نہائین — باہر بصد آب و تاب آئین
پوشاک دھری ہوئی نہ پائی — جانا کہ حریف نے اڑائی
جھجک جھجک کے بدن چراتی آئین — رک رک کے قدم بڑھاتی آئین
دکھلائی کسی نے چشم جادو — چمکائی کسی نے تیغ ابرو
جھنجلا کے کہا کہ لاؤ مانو — ہمکو بھی بکاولی نہ جانو
بولا وہ چہ خوش تم ایسی کیا ہو — ڈرنے کا نہین مین کیا بلا ہو
پوشاک جو لینی ہو تو پہنچاؤ — بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ
عریانی کے ننگ سے لجائین — ستار کی قسمین سب نے کھائین
شہزادے نے کرکے پاس انکا — خلعت سا دیا لباس ان کا
پریان ہوئین رخت سجکے خرسند — ہو جیسے ہوا حباب مین بند
شانے پہ چڑھا کے مثل گیسو — اس گل کو اڑا یا صورت بو
واقف اس بتکدے سے تھین وہ — سنگلدیپ اسکو لے گئین وہ
وہ جلوے بکاولی بتائی — دیوانے کو باولی بتائی
بتخانے مین تھا طلسم کا در — ششدر رہا چار سمت پھر کر
عقدہ کھلا شام ہو کر اسکا — شق مثل قمر ہوا در اسکا
دیکھا تو وہ بت تھی سنگ کے اندر — جسم آدھا پری تھا آدھا پتھر
تھی ناف سے لیکے تا بہ پا سنگ — تھا کوہ سرین کے آگے پاسنگ
چومے جو قدم اس آدمی نے — سینے سے لگا لیا پری نے
نرمی سے کہا بخیر گذری — کس سختی سے تم بغیر گذری
ہم پر تو پڑے وہان یہ پتھر — تم کیونکر پہنچے کہا مقدر

گر پڑکے زمین پہ مثل شبنم — پھر پریون کی مہر سے اُٹھے ہم
جذبہ تم پاس کھینچ لایا — سختی اب دُور ہو خدایا
تا آخر شب فسانے کہہ کر — بولی وہ پری کہ اے دلاور
یہ در ماند چشم بے خواب — ہوتا ہے سحر کو بند بیتاب
پیش از دم صبح تم نکل جاؤ — کل پھر سر شام خیر سے آؤ
مصرف کو جو ہو ضرورت زر — زیور مرا مجھ سے لو یہ کہکر
کانون مین سے موتی کچھ نکالے — دامن پہ مثال اشک ڈالے
صدقے وہ بشر ہوا پری کے — قدمون پہ گرا بکاولی کے
پانون اُسکے چھوے تو سچ سے پائے — آنسو چھوٹے گہر اُٹھائے
نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر — تھرا گئی چشم حلقۂ در
آنکھون سے یہ دیکھتا ہوا گھر — آگے کو بڑھا چلا سوے شہر
بازار مین جا کے بیچے گوہر — مفلس سے ہوا وہ صاحب زر
گھوڑا جوڑا افسر حویلی — جو جو شے چاہیے تھی لے لی
جب منزل شب مین رہرو روز — بے گوہر شبنم آیا پرسوز
گنبد گردون کا تھا جو بے در — تابان ہوے اُسمین ماہ و اختر
ستیارونسے کرکے استخارہ — اُٹھ برج سے کرخ وہ مہ سدھارا
دیکھا تو در قبول وا تھا — رگڑا انھین ایڑیون پہ ماتھا
شب سایۂ زلف مین بسر کی — لی صبح کے ہوتے راہ گھر کی
تقدیر نے راستہ بھلایا — راجا کے محل کی جانب آیا
چترا وت اُسکی ماہ پارہ — غرفے مین سے کرتی تھی نظارہ
دیکھا تو جوان تھا یہ تصویر — صورت پہ فدا ہوئی وہ بے پیر

یان پردہ در نظر سے گذرا — وان تیر نظر جگر سے گذرا
دستور تھا بیٹی جسکو چاہے — باپ اُسکا اُسی کے ساتھ بیاہے
راجا سے خوش خبر بیان کی — مشاطہ خوش ادا روان کی
شادی کی خبر سے وہ یکایک — خوش خوش آئی کہا مبارک
اس شہر کا چتر سین راجا — دختر رکھتا ہے ماہ سیما
ہر ملک کے شہریار آئے — ہر شہر کے تاجدار آئے
راضی تجھ سے ہوئی وہ بے پیر — طالع قسمت نصیب تقدیر
بیجا[۱] وہ ہوا کہا کہ جا جا — کیسی رانی کہان کا راجا
دکھلا نہ مجھے ہرے ہرے باغ — غنچے کی گرہ مین کیا ہے جز داغ
اُلفت مین ہے آبرو گنوانی — کب چشمۂ مہر مین ہے پانی
مکار تو مجھ سے کرتی ہے زور — دُر ہو مرے سامنے سے چل دُور
ہٹ دیکھ کے اسکی ہٹ گئی وہ — قسمت کیطرح پلٹ گئی وہ
پایا جو جواب منتظر نے — آنکھون مین لگا خیال پھرنے
تقدیر کی بات ہونے والی — زر سے ہوا اُسکا ہاتھ خالی
من سانپ کا ران سے نکالا — بازار آیا وہ سرو بالا
کیا جوہری مول کرتے اُسکا — راجا تک رفتہ رفتہ پہونچا
جو مدعیون کا مدعا تھا — موقع وہ ملا تو کیا بُرا تھا
جھنجھلا کے ڈرا کے غل مچا کے — سمجھا کے دبا کے دست پا کے
من[۲] چھین کے چوری کے بہانے — بھیجا کھلے بندون قید خانے

[۱] قولہ بیجا وہ ہوا الخ غائبًا بیجا تحریف ہے تیکھا کی جو بمعنی تُرش و غصہ ہو نیکے ہین ۱۲ م شس
[۲] قولہ من چھین کے الخ کھلے بندون یعنی کھلے خزانہ اور کھلم کھلا اور بے تکلف بھیجا ۱۲ م شس

زندان میں وہ نیم جان وہ بسمل زنجیر میں پاؤن زلف میں دل
غم[1] کھا کے لہو کے گھونٹ پینا دم کے دھاگوں سے ہونٹھ سینا
داروغۂ محبس جفا نے رانی سے کہا کسی بہانے
یوسف کی خبر لے او زلیخا زندان میں ہے وہ عزیز مرتا
اس[2] چاہ میں کام ہو نہ جائے یہ ماہ تمام ہو نہ جائے
دانا تھی وہ جیل خانہ آئی بگڑے ہوئے کو منانے آئی
دیکھا تو وہ سرنگوں تھا دلگیر تھی حلقہ بحلقہ زلف و زنجیر
آنکھ اس سے نہ جب ملائی اُس نے زنجیر اُسکی ہلائی اُسنے
پابند وفا وہ مبتلا تھا کب اُسکو خیال بند پا تھا
رانی نے جو بیدلی نگہہ کی بیڑی کٹوائی بیکس کی
قدموں پہ گری کہا اُٹھو آؤ انکار و گریز جانے دو آؤ
اُٹھا وہ پری کی آرزو میں یہ سمجھی کہ پھنسا گفتگو میں
وان[3] دُھن کہ صنم سے کہ خدا ہوں یان دھیان کہ بت کا پارسا ہوں
تجویز کے لینے لگے مفہوم آئی تو محل میں مچ گئی دھوم
راجا نے ستارہ وان بُلایا سعدین کا زائچہ ملایا

[1] قولہ غم کھاکے الخ دم کے دھاگوں سے ہونٹ سینا یعنی تار نفس سے ہونٹھوں کو سیا کرنا حاصل یہ کہ اپنے دم کو گھونٹ گھونٹ کے وقت گذرتا تھا ۱۲ م ش [2] قولہ اس چاہ میں الخ تمام نہو جائے یعنی مر نجائے لفظ تمام میں دوسرا پہلو لطف کا یہ ہے کہ ماہ تمام پورے چاند کے معنوں میں مستعمل ہے جیسے چودھویں رات کا چاند کہتے ہیں ۱۲ م ش [3] وان دُھن الخ یعنی تاج الملوک اس خیال میں تھا کہ میں بت یعنی بکاولی کا پرستار ہوں اور ممکن ہو کہ بت کا پارسا ہوں تحریف ہو بت کے پاس جاؤں ۔ کی بہرحال بت سے مراد بکاولی ہی ہو جو نصف پتھر کی ہو گئی تھی ۱۲ م ش + + + + +

دن ڈھل کے وہ ماہِ نو سرِ شام | غائب ہوا سیر کر کے کچھ کام
دروازہ کا مٹھ کے دیدہ وا تھا | توبہ کا در کھلا ہوا تھا
آیا تو وہ کب سے تکتی تھی راہ | دیکھا تو کہا کہاں رہے واہ
دیکھے جو حنائی ہاتھ بے راگ | تلوؤں سے پری کے لگ گئی آگ
پوچھا[۱] کہ یہ رن آئی کس بن کی | کس راہ کی زن نے رہزنی کی
توفیق یہاں تلک جو لاتی | مہندی پاؤں کی گھس نہ جاتی
قدموں[۲] سے لگا پسا ہوا وہ | مہندی کا چور رنگ تھا کھا وہ
رانی کی وہ مہر و سر گرانی | راجا کی وہ قہر حکم رانی
من بیٹھا اپنا قید ہونا | داموں کے لئے وہ صید ہونا
چتر اوست کا وہ آپ آنا | سب کہہ کے کہا خدا ہے دانا
شادی نہیں کچھ خوشی سے بانی | بے تیرے تھی مرگ زندگانی
غم[۳] تھا کہ ترے قدم سے چھوٹا | شادی کے بہانے غم سے چھوٹا
پیاری یہ نہیں حنائی چنگال | ہاتھ لپسے ملے کہ ہو گئے لال
زنجیروں سے پاؤں ہے نکالا | زلفوں پہ نہیں ہے ہاتھ ڈالا
اُلٹے ڈسیں بال اگر چھوئے ہوں | چھالے پڑیں گال اگر چھوئے ہوں
بگڑی وہ کہ چل بنا نہ باتیں | مجھ سے کوئی سیکھے ایسی گھاتیں
میری تجھے ایسی کیا لگی تھی | تلوؤں سے ترے حنا لگی تھی

[۱] قولہ پوچھا الخ مصرعۂ دوم میں غالباً کس راہ کی زن تحریف ہے کس رہ زن آنے کی اور مفہوم دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے یعنی رہزن اول میں زن رہ اور رہزن دوم بمعنی راہ مار ۱۲ اقم شش

[۲] قولہ قدموں سے آخ پسا ہوا وہ یعنی مصائب نے انکا فرسودہ یا تکالیف عشق بکاولی کا فرسودہ ۱۲ اقم شش

[۳] غم تھا الخ یعنی میں کہ عیش جدائی کے غم میں مبتلا ہو گیا تھا شادی کے ذریعے سے مجھکو اس غم جدائی سے چھٹکارا نہیں ہوا ۱۲

تنگ آیا تو دیکھ قید خانا   آسان نہین کڑی اُٹھانا
پتھر کی اگر کہو تو مین ہون   فولاد جگر کہو تو مین ہون
سہتی ہون جہان کی سختی سستی   آسائش جان نہ تندرستی
اِس تنگ قفس کو سمجھی ہون باغ   سنگینی گران نہ جلنے کا داغ
قسمت سے مقر ہے اب نہ مامن   پتھر کے تلے دبا ہے دامن
کب چاہے گی عقل مصلحت سنج   تم تو کرو شادی ہم کرین رنج
راضی ہین خدا کی جو رضا ہو   ہوتی ہے سحر چلو ہوا ہو
وہ معتقد اُسکے پانْون چھوکر   اُٹھا چھاتی پہ رکھ کے پتھر
آیا تو وہ نوعروس زیبا   بستر پہ تھی شکل نقش دیبا
نیند آئی جو تھی بصد کدورت   تھی چین بجبین شکن کی صورت
سوئی تو تھی انتظار مین وہ   جاگی تو ملا کنار مین وہ
سوتے جو کٹی شب جوانی   سوختہ نصیبی اپنی جانی
تھے صبح سے دونون شام جویان   شب کو ہوئی داخل شبستان
دونون تھے تصور یقین کامل   خلوت خانہ تھا گوشۂ دل
دو آنکھون کی طرح ایکجا تھے   پر دل جو ملا نہ تھا جدا تھے
کروٹ لیکر وہ عنبرین مو   اُٹھنے چلنے کا سوچتا تھا پہلو
چپکی ہوئی پیٹھ سے وہ دلگیر   آئینہ کی پشت پر تھی تصویر
حیرت چھائی تو کھو گئی یہ   غفلت آئی تو سو گئی یہ
غافل اسے چھوڑ کر اُٹھا وہ   لپکا تو پری کے رخ گیا وہ
یہ جاگے ہوئی وہ فتنہ بیدار   دیکھا تو تھا تکیہ جائے دلدار
دوری نے جو حد سے کی درازی   جانا کہین ہے عشق بازی

اُس رات کو جیسکی ہو رہی وہ — کل سمجھو نگی کہہ کے سُو رہی وہ
وقت[1] سحر اسکو پا کے رانی — ہم بستر خواب سر گرانی
خلوت خانے سے باہر آئی — دربانون کے پاس در پہ آئی
حکم اُنکو دیا کہ شام کو آج — جانا ہمراہ صاحب تاج
سایہ کی طرح سے ساتھ رہنا — جو آنکھ سے دیکھنا وہ کہنا
جسوقت چلا پری کا مانوس — سایہ سے پس قدم تھے جاسوس
وہ مٹھ[2] وہ پری مقام دیکھا — وہ برج وہ مہ تمام دیکھا
ایک اُنمین سے رانی پاس آیا — کی عرض کہ لو سراغ پایا
صورت یہ ہے جو نگاہ کی ہے — اک مٹھ مین مورت اک پری ہے
آنکھوں[3] نے اُس انجمن کو دیکھا — بکاولی و برہمن کو دیکھا
لعل و گہر ایک درج مین ہے — شمس و قمر ایک برج مین ہے
آنکھ اُسکی یہ سُنکے خون مین ڈوبی — مریخ بنی وہ ماہ خوبی
یان اسنے کہا وہ برج کھدواؤ — وان بولی بکاولی کہ لو جاؤ
یانسے چلے لوگ وانسے وہ زار — لپکا یہ ادھر اُدھر وہ خونخوار
توڑا وہ مٹھ حباب آسا — پھوڑا جیسے دل کا آبلہ سا
شہزادہ کے آگے بھیلنے — انعام دیا کھلے خزانے
پاس اُسکا ذرا نہین کیا کچھ — اور اُس سے کہا کہ لو سُنا کچھ

[1] وقت سحر الخ یعنی تجکو بیدار ہو کر جب راجہ کی بیٹی نے تاج الملوک کو اپنے پاس گہری نیندون سوتا پایا تو خوابگاہ سے اُٹھ کر باہر آئی ۱۲ م ش [2] قولہ وہ مٹھ الخ پری مقام یعنی پری جیسا مقام وہ پری مصرع مین لفظ تمام صفت مٹھ نہین ہے بلکہ سب کے معنی مراد ہین نہ کہ کامل اور پورا ۱۲ م ش [3] قولہ آنکھون سے الخ یعنی برہمن کو یعنی بکاولی اور تاج الملوک کو ۱۲

+ + + + + + + + + + +

بنیاد فساد کھود ڈالی — جا سوسن نے کھود کر نکالی
غائب رہتے تھے روز شب بھر — اب دیکھو گے جا کے خاک پتھر
سنتے ہی وہ بیقرار لپکا — دوڑا بے اختیار لپکا
دیکھا تو وہ ماہرو نہ وہ برج — وہ لعل گران بہا نہ وہ درج
شور اس نے کیا کہ کیا یہ شر ہے — آواز آئی کہ بے خبر ہے
بنیاد برافگنی کی بانی — ہے سوت مری تری وہ رانی
کھدوایا جب اُس نے مٹھ بصد جور — رہنے کو ملا ہمین مکان اور
وان ٹھوکرین کھائی سخت تھین تنگ — سنگت بجائے خویشتن سنگ
ہونا تھا یہی تو شکوہ کیا ہے — جا بیٹھ دنون صبر کر خدا ہے
حیرت زدہ چپ خموش سنسان — ٹوٹا ہوا دل بندھا ہوا دھیان
آیا تو ہنسی وہ شوخ رانی — گویا وہ ہوا بخوش بیانی
تقدیر کو گل کھلانا تھا یون — تو غار سے بیخ کن ہوئی کیون
دوران کو تھا انقلاب منظور — مختار خدا ہے بندہ مجبور
اُس دن سے ہوا وہ اُس سے مانوس — راتون کو رہے وہ شمع فانوس
جب کامروا ہوئی وہ رانی — گذری بہ ہزار کامرانی

پیدا ہونا بکاولی کا دہقان کے گھر مین اور جوان ہو کر ملنا تاج الملوک سے

نقطون سے ہوا جب قلم کا دہقان — صفحے کی زمین پہ دانہ افشان
جب مٹھ کی رہی نہ بیخ و بنیاد — جیسے کہ ہو گرد باد بر باد
دہقان تھے نئے زمین کے جویا — سرسون کا کھیت انھون نے بویا

جب[۱] چین سے کر چکے تردد — کھیتی کی ہوئی زمین پہ واشد
دہقان کی زوجہ کے کھلے بھاگ — کھانے لگی نوچ نوچ کے ساگ
کھاتے[۲] ہی حمل کا ڈھنگ پایا — سرسون سا ہتھیلی پر جمایا
وہ[۳] بانجھ تھی جب حمل قبولی — سرسون آنکھون نہین سب کے پھولی
ایام مقرری گذر کر — پیدا ہوئی اک حسینہ دختر
صورت مین پری جمال مین حور — فلفل سی وہ مان تھی پیش کافور
مشہور ہوئی وہ ماہ پارہ — لوگ آنے لگے پئے نظارہ
وہ منتظر ظہور نیرنگ — یعنی تاج الملوک دل تنگ
چرچا سنکر چلا کہ دیکھون — دیکھا تو کھبا نظر مین فسون
جانا کہ پری وہ سوختہ تن — سانچے مین سے ڈھلکے نکلی کندن
چہرہ سے پری کا ڈھنگ پایا — اندر کا وہ قول یاد آیا
دہقان سے کہا کہ سیم و زر لے — دولت صدقے یہ سیمبر دے
دہقان نے کہا کہ میرے صاحب — باتین یہ تمھین نہین مناسب
دختر جو پسند مہ لقا ہے — بکتی نہین لعل بے بہا ہے
پھل سے نہین پیڑ کو سروکار — جب تک کہ ہو کام کا نہین بار
سمجھا وہ کہ میوہ ہے ابھی خام — عورت ہو جوان تو نکلے کچھ کام

۱ جب چین سے الخ واشد ہن شگفتہ ہونا اور ظاہر ہونا یعنی سرسون جہان بوئی تھی اُس زمین سے سبزہ نمودار ہوا حاصل یہ کہ سرسون کے کھیت کا نشو و نما شروع ہوا ۱۲ م ش ۲ کھلتے ہی حمل الخ ظاہرا مصرع اول تحریف ہے کھاتے ہی وہ ساگ حمل پایا کی یا کھاتے ہی ساگ حمل پایا کی کیونکہ جب دو دو طور سے بے تکلف لفظ حمل بسکون اوسط موزون ہو سکتا تھا تو ایسے ماہر فن شاگرد و استاد دونون کو یہ عجز پیش آنا قرین قیاس نہین کہ قاعدہ ساکن کو متحرک کر کے استعمال کرتے ۱۲ م ش۔ ۳ وہ بانجھ تھی الخ مصرعہ اول غالباً تحریف ہے وہ بانجھ تھی حمل جب قبولی۔ کی ۱۲ م ش

یہ سوچ کے گھر پھرا وہ دلسوز ۔ آیا کیا اُسکو دیکھنے روز
دن دن اُسے ہو گیا قیامت ۔ بوٹا سی بڑھی وہ سرو قامت
چلتی تو زمین مین سرو گڑتے ۔ باتین کرتی تو پھول جھڑتے
خواہان ہوے ہم وقار اُسکے ۔ دہقان ہوے خواستگار اُسکے
کہہ بے سرو برگی اپنی دہقان ۔ بولا کہ ہے رب کے ہاتھ سامان
شہزادہ[لہ] نے ایک دن پھر آکر ۔ شادی کو کہا حیا اُٹھا کر
دہقان نے کہا کہ یا شہنشاہ ۔ تم کو وہ وقار مین پر کاہ
صحبت ہے برابری مین زیبا ۔ نسبت ہے برادری مین زیبا
دہقان زادی وہ بے محابا ۔ بول اُٹھی کس آن سے کہ بابا
خواہان[سلہ] سے مرے ہو تو ناخوش ۔ ہے دختر رز نصیب مے کش
مطلب کو سمجھ کے گھر پھرا وہ ۔ وقت آنیکا منتظر رہا وہ
یان تو یہ حساب کرتا تھا سن ۔ وان لوگ ارم کے گنتے تھے دن
گذرا بارے جو عہد سختی ۔ آئے ایام نیک بختی
دختر وہ پکڑ کے باپ کا ہاتھ ۔ پچھواڑے مکان کے لیگئی ساتھ
وان تھا کسی وقت کا دفینہ ۔ دکھلا کے کہا یہ ہے خزینہ
کہنا نہ کسی سے مین پری ہون ۔ تو کیا جانے بکاولی ہون
ایک آدمی زاد کی بدولت ۔ لائی ترے گھر ہے مجکو قسمت
ناگاہ سمن پری لیے تخت ۔ وارد ہوئی اور کہا کہ لے رخت

لہ شہزادہ نے ایکدن الخ حیا اُٹھا کر یعنی بیحیا بنکر یا اپنی جرئت بانی سے اُسکے باپ کو اپنے مقابلہ مین بے تکلف کرکے بہرحال حیا اُٹھا دینا یعنی پردۂ حیا دور کر دینا اور بیحیا ہو جانا محاورہ مستعمل و رستہ ہی فصیح محاورہ ہے ۱۲ م ش سلہ خواہان سے مرے الخ دختر رز مراد انگور یعنی انگور میکشون ہی کا حصہ ہوا کرتے ہین ۱۲ م

رخت اپنے سبھی کے تخت اُڑایا
دامانِ نظر سے مُنھ چھپایا

چتراوت کا محل جدھر تھا
سوتا جس رُخ وہ سیمبر تھا

وان جا کے ہوئی وہ نور آگین
پروانے کی اپنی شمع بالین

بیدار[۱] کیا وہ ماہ پیکر
جاگا تو تھا آفتاب سر پر

اُٹھا جو وہ کہ کے آؤ جانی
آواز سے چونک اُٹھی وہ رانی

مُنھ دیکھتے ہی بکاولی کا
سایا اُسے ہو گیا پری کا

بولی وہ بکاولی سیانی
ہے سوت مری یہی وہ رانی

بولا وہ کہ لونڈی ہے تمھاری
یہ کہ کے اُسے کہا کہ پیاری

چھوٹی ہے مری تو ہاتھ اُسکے
چل آ کہ چلا میں ساتھ اُنکے

رانی نے کہا کہ گو یہ ہے غیر
میں تیری ہوں تو کسی کا ہو خیر

یہ بات بکاولی کو بھائی
شہزادے کے ساتھ اُسے بھی لائی

اُڑتے ہی وہ تخت سحر آگین
کیا دور تھا گلشن نگارین

مدت کے جو بعد گھر میں آئے
کھوئے ہوے جیسے سب نے پائے

فردوس کی بیسوا وہ دلبر
محمودہ دیو کی دختر

چتراوت چترسین کی جان
آرامِ ارم بکاولی جان

ان چاروں میں ایک مست بادہ
پورب کا بادشاہ زادہ

پانچوں سرچشمہ وفا تھے
یا خمسہ مطلع صفا تھے

ہوتے ہی حواس خمسہ مجموع
آمد ہوئی اقربا کی مسموع

[۱] بیدار کیا الخ وہ ماہ پیکر مراد تاج الملوک سے یعنی جب تاج الملوک سرہانے پہونچکر بکاولی نے اُسے بیدار کیا تو اُس ماہ پیکر نے جاگ کر آفتاب کو اپنے سر پر پایا یعنے بکاولی کو سرِ بالین پایا اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ جب آنکھ کھلی تو آفتاب کسقدر بلند ہوچکا تھا ۱۲ م شمس

فیروز شہ و جمیلہ دانا | حسن آرا اور روح افزا
پورپ کا وہ شاہ شاہ بانو | اطراف سے مملکت کے ہین تو
جو جو آیا بلا تکلف | اک قافلہ سے ملا وہ یوسف
سلطانون کی قدردانیان کین | مہمانون کی میزبانیان کین
چندے رہا جمع بدو نیک | رخصت ہوا رفتہ رفتہ ایک ایک
(۱) روح افزا سے بکاولی کو | الفت تھی رو کی دل لگی کو
(۲) رکنا ہوا اس پری کا مشکل | یہ دل لگی اب لگائیگی دل

عاشق ہونا بہرام وزیرزادہ تاج الملوک کا روح افزا پری پر اور شادی ہونی بکاولی کی سعی سے اور کامیاب ہونا

جب ختم یہ داستان ہوئی | یون شاخ قلم شگوفہ لائی
روح افزا کو بکاولی نے | رو کا جو یہان کئی مہینے
اک شب (۳) کہ وہ زلف مہ رخان تھی | یا آتش مہر کا دخان تھی
وہ مست فسانہ گوئی | مہتابی پہ چاندنی مین سوئی

(۱) روح افزا سے الخ مصرعۂ دوم مین رو کی غالباً تحریف ہے روکا کی - کیونکہ روکا بہ نسبت روکی کے فصیح تر ہے اگرچہ روکی غلط نہ سہی یعنی چونکہ بکاولی روح افزا سے مانوس تھی اپنے دل بہلنے کے لیئے اسکو جانے نہین دیا ۱۲ م ش (۲) رکنا ہوا الخ یعنی روح افزا کا بکاولی کے روکنے سے رُک جانا روح افزا کے لیئے امر مشکل ہوگیا اسلیئے کہ بکاولی نے تو اپنی دل لگی کے لیئے روکا تھا مگر اس روکنے کی وجہ سے دل کے لگ جانے کی بلا مین مبتلا ہوگئی یہ شعر کا شعر مقولہ مصنف ہے چنانچہ اسکے بعد اسی کے دل لگ جانے کا بیان ہے ۱۲ م ش (۳) اک شب کہ وہ الخ زلف مہ رخان باعتبار سیاہی یا باعتبار درازی کے ۱۲ م ش +

سلطان کا وزیر زادہ بہرام — گلگشت چمن میں تھا گل اندام

لٹکی[1] دیکھی پری کی چوٹی — ناگن سی اس کے دل پہ لوٹی

کھٹکے سے مگر بکاولی کے — بھاگا سایہ سے اس پری کے

جب کاکل شب سے روئے خورشید — تاباں ہوا بہر چشم امید

دیکھا تو ماہ نو کا تھا برج — رکھتا تھا در یگانہ وہ درج

بیتابی نے کچھ قرار پایا — مجبوری میں اختیار پایا

مہتابی[2] پہ چاندنی جب آئی — سایہ نے پری پہ کی چڑھائی

اس فتنہ[3] کے خوابگہ تک آیا — مانند سہا وہ مہ تک آیا

تجویز رہا تھا گھات گوں کی — ناگاہ وہ مست خواب چونکی

آغوش کی موج سے وہ مضطر — مچھلی سی نکل گئی تڑپ کر

پیچھا کئے صحن تک وہ آیا — مہتاب کے پیچھے جیسے سایا

ملتی کسے خاک وہ ہوائی — انسان کو پری نہ ہاتھ آئی

ہوتے ہی سحر کے روح افزا — رخصت ہوئی گھر کو رکھ کے پردا

معشوق سے رہ گیا جو ناکام — تھا غم سے کنار گور بہرام

تنہا جو سمن پری تھی اک روز — قدموں پہ گرا کہا بصد سوز

---

[1] لٹکی دیکھی پری کی الخ دل پہ لوٹی یعنی جسطرح ناگن جس عضو سے مس کر جاتی ہے وہ مقام سڑ جاتا ہے اسی طرح اسکی چوٹی کی ناگن نے اسکے دلمیں جگہ کرنے کے سبب سے اسکے دل کو اسکے عشق کا داغدار یا زخمی کر دیا ۱۲ م ش

[2] مہتابی پہ الخ یعنی جب رات ہوئی یا جب چاندنی نے کھیت کیا سایہ سے مراد بہرام وزیر زادہ یعنی بہرام روح افزا کیجانب چلا ۱۲ م ش

[3] اس فتنہ کی الخ سہا بہرام ماہ روح افزا سہا و ماہ کی تشبیہ باعتبار نظر کے ہے اسلیئے کہ سہا مہتاب کے قریب ہو کر نظر آیا کرتا ہے ورنہ در حقیقت مکان سہا تحقیق طلب ہے کہ فی الواقع کونسے آسمان پر ہے سہا ماہ سے بہت دور ہی ہوگا کیونکہ مکان ماہ آسمان اول ہے ۱۲ م ش + + + + + + + +

دل سے ہوں فدائے روح افزا
مرتا ہوں برائے روح افزا

بولی کہ ارے بشر تری ہے
روح افزا کیا بکاولی ہے

شہزادے کے ڈھنگ پر تو چل
ہمتائے فلک نہ ہوگا بادل

بولا یہ کہ مجھ سے اس سے ہو راہ
شبنم کی ہے آفتاب کو چاہ

واقف تھی پری کے دیس سے وہ
سے بوجھی زمانے بھیس سے وہ

فردوس میں مالن ایک تھی چور
گھبرہ پری بنفشہ مشہور

پوشیدہ گھر اسکے لائی اسکو
منھ بولی بہن بنائی اسکو

فردوس کی سیر کے بہانے
چھوڑا منزل پہ رہنمانے

روح افزا کے لئے بنفشہ
گلدستہ بناتی تھی ہمیشہ

حاجت کو ذرا گئی جو باصر
بہرام نے پشت آئنہ پر

تحریر کیا کہ بے مروت
آئینہ ہے تجھ پہ میری صورت

افسوس مجھے تو آرزو ہو
اور آئنہ تیرے روبرو ہو

لیکن تو زبسکہ خودنما ہے
خودبینی سے جو کہے بجا ہے

یہ لکھ کے ہٹا تو مالن آئی
گلدستہ پری کے پاس لائی

روح افزا کا سنگار کرکے
مجرا اسکی ہوئی جو پیار کرکے

الٹا اسے آئنہ دکھایا
خط سمجھی وہ کاکلوں کا سایا

مضمون جو پڑھا پری تھی دانا
نقش عمل نگار جانا

۱ بولا یہ کہ الخ شبنم سے مراد بہرام آفتاب سے مراد روح افزا یعنی بہرام نے کہا کہ درحقیقت روح افزا کو بھی تیری چاہت ہے ۱۲ ام ش ۲ افسوس مجھے تو الخ یعنی مجھکو تو تیرے دیدار اور دوچار ہونے کی آرزو ہے اور دوچار ہونا نصیب نہو مگر آئینہ تیرے روبرو ہو جائے ۱۲ ام ش ۳ مضمون جو پڑھا الخ نقش عمل نگار جانا - نگار بمعنی نقش اور سحر بمعنی مسخر یعنی سمجھ گئی کہ بہرام ہاتھ کا لکھا ہوا ہے نقش کے لیے ایراد لفظ نگار میں معشوق کا لطف ظاہر ہے ۱۲ ام ش + + +

مشاطہ کو دیکھکر اکیلی بولی کہ بتا تو یہ پہیلی
ہاتھ آکر جو نہ پائی وہ کون ہوکر جو نظر نہ آئی وہ کون
سوچی تو نہ بوجھی وہ کہا کل کہہ دونگی یہ کہکے آئی بےکل
بہرام اُس سوچ کو سمجھکر بولا کیا ہے کہا اُلجھکر
وہ جانتا تھا نہ اُسکو سوجھی بولا وہ بات کیا ہے بوجھی
ہاتھ آکے نہ پائے جو وہ مجذوب ہوکر نہ دکھائی دے وہ محبوب
وہ سُن کے جو دوسرے دن آئی تقریر سُنی ہوئی سُنائی
سمجھی وہ کہ پوچھ آئی ہے یہ پوچھا کس نے بتائی ہے یہ
بولی وہ مجھے تو ہاں نہ سوجھی منہ بولی بہن نے میری بوجھی
روح افزا نے کہا کہ نادان پھر اُسے کیون نہ لائی تو یان
بولی وہ ابھی چلی مین لائی جاکر طلبی اُسے سُنائی
اُس فرد کا منتظر ہی تھا وہ ساتھ اُس کے زنانے مین گیا وہ
امرد کا لباس تھا زنانا دھوکہ پھر کھا گئی وہ دانا
پوچھا کہو نام کیا کہا ننگ پوچھا کہ نشان کہا دل تنگ
یہ سُن کے اشارے سے بٹھایا[۱] بادام بنفشہ کو دکھایا
وہ جانی کہا یہ پردہ پوشی گندم کے بہانے جو فروشی
بہرام ہے تو ارے دہی چور رہ ٹھک کو بتاؤن سحر سے گور
بد ہین سمجھ کے گور کا نام پنجرہ اک لائی وہ گل اندام

[۱] یہ سنکے اشارے سے الخ بادام سے مراد آنکھ یعنی ادھر بہرام کو بیٹھنے کا آنکھ سے اشارہ دیا ادھر بنفشہ پری کو اشارہ دیا کہ وہ بھی حقیقت حال کی سمجھ گئی پھر بہرام سے کہا کہ اس سے یہ وہ پوشی کہ بنفشہ کی بہن کو تو زنانے میں داخل کیا لفظ بادام کے ایراد کا لطف یہ ہے کہ بنفشہ ایک مختلف کا نام ہے جو [illegible] ۱۲ م ش

طوق اُسکو طلسم کا پہنایا — قمری اُسے سرو نے بنایا
دن بھر تو وہ فاختہ بٹھاتی — شب کو اُسے آدمی بناتی
غمّاز تھی اک خواص اُسکی — دمساز تھی وقت خاص اُسکی
اک دن[1] پنجرا اڑا کے لائی — حسن آرا کو وہ کل سُجھائی
کھولا جو وہ بند سحر بنیاد — دیکھا تو مجسم آدمی زاد
گستاخ جو اُس بشر کو پایا — غصّہ غضب اُس پری کو آیا
لوگوں سے کہا ہٹاؤ اسکو — آتشکدے میں جلاؤ اسکو
لوگ اُسکو لے چلے جلانے — تقدیر کے سُننے کار خانے
شہزادہ بکاولی کے ہمراہ — گذرا اُسی راستے سے ناگاہ
دیکھا تو وزیرزادہ بہرام — بوتہ میں تھا اشکل نقرۂ خام
جلنے سے پناہ دیکے اُسکو — فردوس میں آئی لیکے اُسکو
زندہ اُسے پا کے حسن آرا — بولی کہ یہ چور ہے ہمارا
قابل ہے جلانے کے یہ فاسق — روح افزا کا ہوا ہے عاشق
بولی وہ بکاولی کہ قربان — یہ کونسی فہم ہے بھلی جان
پیارے کا جو اپنے ہووے پیارا — کیونکر ستم اُسپہ ہو گوارا
حسن آرا نے کہا بجا ہے — تم کیوں نہ کہو کہ خود کیا ہے
بولی وہ کہ پھر عبث ہے انکار — تب عیب نہ تھا تو اب ہی کیا عار
کیا کہتی[2] وہ دم بخود سنا کی — سوچی سمجھی رضا خدا کی

[1] اک دن پنجرا الخ ممکن ہے کہ کل سجھائی تحریف ہو کل بتائی کی یا کل دکھائی کی اور سجھائی بھی غلط اور قبیح نہیں ہے ۱۲ م ش
[2] کیا کہتی وہ الخ سوچی سمجھی یعنی جب سوچی تو یہ سمجھی کہ خدا کی مرضی ۱۲ م ش

مرسوم تھے جسطرح کے انداز | شادی کا خوشی خوشی کیا ساز
دو ساز طرب سے خوش آہنگ | دروازۂ ادب کھلے بصد ننگ
شادی جو ہوئی تو غم ہوا دور | فردوس سے گھر کو آئی وہ حور
گلزار جدا ہرن میں آکر | آباد ہوئی وہ یاسمن بر
حاصل ہوئی اُن گلوں کو بے خار | سیر شب زلف صبح رخسار
جس طرح اُنھیں بہم ملایا | بچھڑے ہوئے سب ملیں خدایا

تاریخ اختتام تصنیف از مصنف

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد | گلزار نسیم نام بنہاد
بشنید و نویدہا تفے داد | توقیع قبول روزیش باد
۱۲۵۴

انتخاب دیوان نسیم

جب ہو چکی شراب تو میں مست ہو گیا
شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

سے کے قاصد خیال نہ پیک نظر گیا
ان تک میں اپنی آپ ہی لیکر خبر گیا

روح رواں جسم کی صورت میں کیا کہوں
جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا اُدھر گیا

سمجھا ہو حق کو اپنے ہی جانب ہر ایک شخص
ہے وانا اپنے ساتھ چلا جو جدھر گیا

طوفان نوح دیکھیں ہو یا شور حشر ہو
ہونا جو کچھ ہے ہو گا جو گذرا گذر گیا

شوریدگی سے میری ہے عالم تنگ تھے
رو ٹھا جو میں تو شہر سانی کو نظر گیا

شیشے بھی آنکھیں دیکھی ہیں پری رو کی جا بجا
تو نے دکھائی آنکھ مجھے اور میں ڈر گیا

گذرا جہاں سے میں تو کہا سن کے یار نے
قصہ گیا فساد گیا درد سر گیا

کانوں سے یاد کرتے ہو کیسے نسیم
آیا جواب خط تحسین اور نامہ بر گیا

عشق میں ڈال ہے کے دیوانہ چلا
آشنا سے ہو کے بیگانہ چلا

قلقل مینا سے آتی ہے صدا
بس چلا جس کا چھپا نہ چلا

بے زبانوں کو بھی آتی ہے زبان
بیڑی غل کرتی ہے دیوانہ چلا

عشقبازی بازی شطرنج ہے
چال ناداں رہ گیا دانا چلا

شب ہوا آیا بزم میں وہ شعلہ رو
شمع گل کرنے کو پروانہ چلا

بس کہ گل غنچے سے ہنستی ہے نسیم
بات نکلی منہ سے افسانہ چلا

چمن میں دھر کے اگر میں کیا نہال ہوا
برنگ سبزۂ بیگانہ پائمال ہوا

کہانی کہکے سُلاتے تھے یار کو شب
فسانہ عمر ہوئی خواب وہ خیال ہوا

جنون کی چاک زنی نے اثر کیا ان بھی
جو خط میں حال لکھا تھا وہ خط کا حال ہوا

نسیم وزد ہی مضمون چھوڑینگے شعرا
اگرچہ شہر کا تبدیل کوتوال ہوا

وہ مار زلف کمر تک اگر چلا چلتا
یقین ہے نہ عدم کا بھی راستا چلتا

اگر نہ ہوتی مسلسل وہ زلف عمر دراز
جنوں کے ناموروں کا نہ سلسلہ چلتا

جنون میں گرچہ ہوں پیوند دامن صحرا
برنگ چاک ہوں لیسے پھٹا پھٹا چلتا

طریق شعر وسخن میں جو کچھ نہیں اعجاز
قلم کی طرح سے ہر ایک شکستہ پا چلتا

شریک بزم ہے ہو تو دور کیجے حجاب
جو سنکلے نا جنے پھر کیا لحاظ گھونگھٹ کا

عجیب محفل رندانہ میں کل تھی کیفیت
پیالہ بزم میں ناچا سبوے مے مٹکا

جو خط ہو رخ پہ تو آنکھوں میں سرمہ کی تحریر
وہی رُکھائی کا فقرہ یہ ہی لگاوٹ کا

وہ گلعذار جو یاد آگیا چمن میں نسیم
تو آنکھ میں گل تر خار خشک سا کھٹکا

بجز گور غریبان نقش پا تھو پھر نہیں آگے
یہیں تک ہر مسافر نے پتا پایا ہے منزل کا

زبان موج نے طوفان جوڑا آشناؤں پر
حباب بحر تو بھی توڑا اپنا آبلہ دل کا

نسیم کیسے ہی اعمال نیسے گردش ہے زمانہ کی
روان کشتی پہ آتا ہے نظر ہر نخل ساحل کا

جوش میں آئے بہار چمنستان یارب
ابر ہو کف کی طرح موج ہوا سے پیدا

صدف وابر گہر بار کو دیکھا تو کھلا
عالم آب میں بھی موتے ہیں ہوا سے پیدا

کوچۂ جانان کی ملتی تھی نہ راہ
آج کیونکر ہو خبر اسکو نسیم

بند کین آنکھین تو رستا کھل گیا
شعر پڑھنے کا بھی فقرا کھل گیا

بلبل کے منہ سے اڑنے لگی ہین ہوائیان
ہر شب ابھی کچھ تو بگڑتا ہے اسکا نیل

صیاد کو بتا کہین او باغبان ہوا
ہر روز باندھتا ہے نئی آسمان ہوا

بتونکو جو دیکھا گنہ کیا ہمارا
بتون کی گلی چھوڑکر کون جائے

خدائی خدا کی تماشا ہمارا
یہین سے ہے کعبہ کو سجدہ ہمارا

یہ تصویر چہرہ او ترکیون گیا ہے
نسیم اس چمن مین گل تر کی صورت تھا

کھنچے کس سے ہو کیا ہے نقشہ تمھارا
بٹھے کپڑے رکھتے ہین پردا تمھارا

جلد او ماہ تو گھر سے نکلا
سیر گلرویون کی کرتا ہوگا

شکر ہے چاند کدھر سے نکلا
ہے نسیم آج سحر سے نکلا

اسکی درگاہ کا راندہ تھا نہ جانے پایا
عشرت آباد چمن سے مجھے کیا تو نسیم

تا در خلد کس ارمان سے شداد آیا
نکہت گل کی طرح ہونے کو برباد آیا

ہو رنج عشق میرے لیے مین برا سے رنج
ہم شیشۂ شکستہ ہین ہم کیف موج سے
پاتے نکی کنار تھی یا اب فشار قبر

خود بھی مٹی یقین ہی جو مجھکو مٹائے رنج
بنیاد عیش تمسے ہو ہمسے بنائے رنج
وہ ابتدا سے عیش تھی یا انتہائے رنج

قرص خور کو دیکھ کر تسکین کھا ای مہمان صبح
تا دہان شام پہنچاتا ہے رزاق نان صبح

معنی روشن جو ہون تو ہے بیت ایک شعر
مطلع خورشید کافی ہو اسے دیوان صبح

حسرتی دیدے کے تھو کی دیکھو کہتی ہے
سے پیر شام ہو خورشید تابان نان صبح

صدقہ اُس پروردگار پاک کے جینے کیا
پھر طفل غنچہ پیدا شیر ہے پستان صبح

صبحدم غائب ہے انجم تو ثابت ہو گیا
خندہ بیہودہ پر ٹوٹے گئے دندان صبح

وصل کی شب آنکھ دکھلا کر یہ انجم کہتے ہین
تو قیامت آئی مشرق سے اٹھا طوفان صبح

دیکھے وہ گلشن جو دن ہوں سے بیان مثل گل
ہم تو شبنم سان نسیم اکدم کے ہین مہمان صبح

زار و نزار ہے لیے زر نیز زور پر
کیجئے نگاہ حال سلیمان و مور پر

ایک ہم سے بیٹھیں صاحب نام کا
ناخن کٹے ہین انگلیون کی پور پور پر

کل تک جو شمع محفل عیش و نشاط تھی
جلتا نہین چراغ بھی آج اُن کی گور پر

بلبل سے لڑ کے جینے کیا سیر عشق و لاشن
واقف نہین ہے تو کھلا اب گور پر

دل بدل آئینہ ہے دیر و حرم
سچ جو پوچھو ایک ہے دو طرف

خواہ کعبہ خواہ بتخانہ کو جا
رشتہ دل کا رہگذر ہے دو طرف

کفر و ایمان دونون جانب کی کھنچی
اس لیے گویا بشر ہے دو طرف

رشتہ انداز کی کب کھنچتی ہے آنکھ
چشم روزن کی نظر ہے دو طرف

باغ ہو یا دشت ہو قسمت نسیم
کوچ کی اپنے خبر ہے دو طرف

شوق سے چھو گیا باد سحر کا دامن
صبح شبنم نے بھگویا گل تر کا دامن

یہ تمنا ہی رہی دو در پردہ نہ آیا ہاتھ
شرم سے لیتی ہے آنکھ پہ نظر کا دامن

آئے بہار زاہد ہشیار مست ہو
شیشہ کی فتح توبۂ مے کی شکست ہو

قلقل سنا کے چھیڑتے ہین مے پرست کو
شیشے سرود یاد دلاتے ہین مست کو

ذلت ہی جو پھیلائے بشر پیش بشر ہاتھ
یارب نہ کبھی ہاتھ کا ہو دست نگر ہاتھ

خورشید کے پنجہ سے اشارہ ہی کہ غافل
اللہ کی جناب کو اٹھا وقت سحر ہاتھ

ساغر بکف جہان کوئی مست الست ہی
بیضاے موسوی بھی وہان داغ دست ہی

دیوانہ باش تا غم تو دیگران خورند
واللہ ہوشیار ہی وہ جو کہ مست ہی

باغ جہان مین خاک کوئی فیضیاب ہو
غنچہ کی مٹھی بند ہی گل باد دست ہی

یا ہاتھ توڑ ہی جائینگے یا کھولینگے نقاب
سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہی

پانو مین بیڑیان ہین تو ہاتھو مین ہتھکڑی
کیا کشور جنون مین مرا بند و بست ہی

الجھے مو زلف دیدۂ تر دل بھی آ پھنسا
مچھلی کو کیا خبر ہی کہ پانی مین شست ہی

تیرے کنار لطف مین اے دایۂ بہار
ہر صبح طفل غنچۂ گل شیر مست ہی

اے مرغ دل تو شاخ نشیمن سے گر پڑا
حیف آشیان بلند ہی پرواز پست ہی

جب سے ہم آکے بیٹھے ہین جا گیر دشت مین
مجنون کے وقت سے کہین افزون نشست ہی

شاگرد خواجہ آتش ہندی جو ہی نسیم
کہتے ہین پارسی کہ یہ آتش پرست ہی

جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی
کیا یہ دنیا عاقبت بخشائیگی

جب ملے دو دل مخل پھر کون ہے
بیٹھ جاؤ خود حیا اٹھ جائیگی

گر یہی ہے اس گلستان کی ہوا
شاخ گل اک روز جھونکا کھائیگی

داغ سودا ایک دن دے گا بہار
فصل اس گل کی شگوفہ لائیگی

کچھ تو ہوگا ہجر مین انجام کار — بیقراری کچھ نہ کچھ ٹھہرائیگی
صندلی رنگون سے مانا دل ملا — درد سر کی کس کے ہاتھ سے جائیگی
خاکسارون سے جو رکھے گا غبار — او فلک بدلی تری ہو جائیگی
جب کرے گا گرمیان وہ شعلہ رو — شمع محفل دیکھکر جل جائیگی
جان نکل جائیگی تن سے اے نسیم — گل کو بوے گل ہوا بتلائیگی

خم نہ بن کر خود غرض ہو جایئے — مثل ساغر اور کے کام آیئے
ابر رحمت سنتے ہین نام آپ کا — خاکسارون پر کرم فرمایئے
آپ آہو چشم ہین آہو نہین — ہم سے وحشت کی نہ سیکھے آیئے
صبر رخصت ہو تو جانے دیجئے — بیقراری آئے تو ٹھہرا لیجئے
جوہر تیغ نگہ کھل جائیگا — منھ نہ میرے زخم کا کھلوایئے
دل مین ہو دکھلائے تاثیر عشق — ٹھنڈی سانسون سے انھین گرمایئے
سرد آہین بھرتے ہین جب ہم نسیم — کہتے ہین وہ ٹھنڈے ٹھنڈے جایئے

منت دلا کسی کی نہ اصلا اٹھایئے — مر جایئے نہ ناز مسیحا اٹھایئے
جلیے مگر چنار کے پنجہ کی طرح سے — بہر دعا نہ دست تمنا اٹھایئے
سیلی موج حادثہ پڑتی ہو لے حباب — اس بحر بے کنار مین سر کیا اٹھایئے
کیا کیا حسین جیتے ہوئے مٹی مین مل گئے — افشان سمجھ کے خاک سے ذرہ اٹھایئے
چاہ اپنی مانتا نہین وہ بے یقین اگر — قرآن کا جامہ پہنیے گنگا اٹھایئے

دل سے ہر دم جہان آواز بکا آتی ہے — بند کانون کو بھی گریہ کی صدا آتی ہے

دل سے ہی آنکھ تک آئی اثر گرمیٔ شوق   اشک حسرت سے نگہ آبلہ پا آتی ہے
گل ہوا کوئی چراغ سحری او بلبل   ہاتھ ملتی ہوئی بیتو نسے صبا آتی ہے
آئینہ صاف سکندر کو دکھایا تونے   خوب اے خضر تجھے راہ بتا آتی ہے
چھو لیا دھوکے سے دامان صبا تونے تو کیا   غنچۂ گل کہین مٹھی مین ہوا آتی ہے
جسقدر وصل بتانکا تجھین ہتا ہو فراق   ای نسیم اُتنی کبھی یاد خدا آتی ہے

کیون خمار شک حور ہوتا ہے   آدمی سے قصور ہوتا ہے
مئے الفت سے بھر گیا جو دل   صورت شیشہ چور ہوتا ہے
خاک عاشق سے جو درخت اُگا   طور ہوتا ہے نور ہوتا ہے
جسکو دیکھا وہ اس زمانے مین   اپنے نزدیک دور ہوتا ہے
خاکساری وہ ہو کہ ذرون پر   روز باران نور ہوتا ہے

ساقی قدح شراب دیدے   مہتاب مین آفتاب دیدے
ساقی باقی جو کچھ ہو سے لیلے   باقی ساقی شراب دیدے
لیلی مین نے تجھے بنایا   مجنون مجھکو خطاب دیدے
پیا سا جاتا ہے نشتر یار   او رگ کچھ خون ناب دیدے
اُس بت سے نسیم زر نہ تو مانگ   جو چاہے وہ بے حساب دیدے

فراق دیدہ ہون مین وصل یار باقی ہے   خزان رسیدہ چمن کی بہار باقی ہے
وہ فصل گل نہین پر عندلیب کے ہین   گلون کا داغ ہے گلچین کا خار باقی ہے
ہوا تو کہتی ہو صاف آمد بہار چمن   صدائے غنچہ تو صوت ہزار باقی ہے

غبار راہ ہون پر خاکساری کہتی ہے ہوائے اوج و دماغ وقار باقی ہے
بتون کے قہر سے ہمکو مقام یاس نہین امید رحمت پروردگار باقی ہے

بے رُخ ہے وہ پری دلِ دیوانہ کیا کرے رو رو کے آنکھ بھرتی ہے پیمانہ کیا کرے
دست و زبان و دیدہ و دل دشمن ہین غا کرتے ہین وہ یگانے کہ بیگانہ کیا کرے
عاشق سے گرم ہوکے نہ پوچھو جلن کا حال افروختہ ہو شمع تو پروانہ کیا کرے
بے بس کیا ہے مجھکو سرِ زلف یار نے زنجیر پاؤن مین ہو تو دیوانہ کیا کرے
کھتا ہے مُرغِ دل سے وہ خالِ میانِ خط سبزہ جو دام ہو تو اُسے دانہ کیا کرے

کان مین سب کے اپنی بات نہ ڈال آبرو مثلِ آب گوہر ہے
کیا مخالف ہے اس چمن کی ہوا خار دیتا ہے جو گُل تر ہے
نوک رکھ لو برہنہ پائی کی آبلو خار دشت نشتر ہے
ابتو جاتے ہین اُس گلی مین نسیم ہو رہے گا جو کچھ مقدر ہے

پھنس کے دل مت دے ہل سمجھ لینگے زلف کرتی ہے بل سمجھ لینگے
ہم سپاہی ہین وہ کمان ابرو تیغ پکڑے اجل سمجھ لینگے
نیت شب حرام اے ساقی آج تو شوئین کل سمجھ لینگے
آج ہمیشل ہو سخن مین نسیم چار دن مین مثل سمجھ لینگے

خیر ہے او شب دراز فراق چاک پیراہن سحر کیون ہے
چشم پوشی نہین تو رُخ پہ ترے پردۂ دامن نظر کیون ہے

دانے کے دام میں ہے طائر دل / کچھ نہ پوچھو شکستہ پر کیوں ہے
عکس و آئینہ کسکے دیکھا نہیں ہو / رخ اُدھر کیوں ہے دل اِدھر کیوں ہے
غنچے ہنستے یہ ہیں کہ گلچین کو / خار ہے گل کے پاس زر کیوں ہے

میں بوسہ لونگا بہانے بتائیے نہ مجھے / جو دل لیا ہے تو قیمت دلائیے نہ مجھے
دموں میں ٹالتے ہو دم نکل ہی جاویگا / میں ناتوان ہوں بہت آزمائیے نہ مجھے
تمہیں رقیب کی خاطر ہی تو میں جاتا ہوں / اُٹھائیے نہ حیا کو بٹھائیے نہ مجھے

کسیکے دل سے نہ یارب کوئی خراب گرے / نہ شیشہ طاق سے نہ شیشے سے شراب گرے
کہوں نہیں اپنی جو اُٹھتا در بزم ساقی میں / سبو سے بادہ گرے سیخ سے کباب گرے
جو دن کو نکلو تو خورشید گرد سر گھومے / چلو جو شب کو تو قدموں پہ ماہتاب گرے

ہم تم ہیں جو ایک پھر جدائی کیسی / دل ہی نہ ملا تو آشنائی کیسی
کافر نہ گھمنڈ رکھ خود آرائی کا / سب کچھ ہوں جو بت تو پھر خدائی کیسی
نیت میں تو ہے کہ پاؤں صہبا سے طہور / اے شیخ یہ تیری پارسائی کیسی

ہمت پیر مغاں دیکھ اے زاہد چل کر / کوئی میخانہ سے پھرتا نہیں سائل خالی
عہد پیری میں روانہ ہو یونہی جوش جوانی / صبح کو جیسے مسافر سے ہو منزل خالی

عشق کے رتبے کے آگے آسمان بھی پست ہے / سر جھکایا ہے فرشتوں نے بشر کے سامنے
خاک دیکھا کچھ شبستان جہاں میں اے نسیم / ڈھیر پروانوں کا تھا شمع سحر کے سامنے

لائے اُس بت کو التجا کر کے — کفر ٹوٹا خُدا خُدا کر کے
لب نازک کے پاس رہنے دو — تِل برابر ہے دل مسا کر کے

ہر اک مژہ کی محبت میں ہم سنانپہ چڑھے — ہر ایک شمع کے پروانہ سان زبان پہ چڑھے
بلند مرتبہ اپنا ہے چشم تر کے سبب — زمین سے ابر کے مانند آسمان پہ چڑھے

جو چپ رہون تو جنون دل میں جوش کھاتا ہے — فغان کرون تو گریبان گلا دباتا ہے
مکان سینہ کا پاتا ہون دمبدم خالی — نظر بچا کے تو ایدل کدھر کو جاتا ہے

متفرقات

پیری میں طرز عشق جوانی وہی رہا — صورت کے ساتھ دل کا بدلنا محال تھا

دھرین کمیاب کیا نایاب ہین — کیمیا درویش سچا آشنا

صہبا کشو نکی خاک ہی ہر اک مقام پر — ساقی لنڈھا شراب کو مستونکے نام پر

دارم ز دین و کفر بہر یک قدم دو سیر — من میروم بکعبہ و دل سو د بدیر

جل پڑنے لگا ابر دے خدا کے اوپر — آجائے نہ آفت کہین دو جہاں کے اوپر

نسیم اس چمن کے جو کانٹوں سے الجھوں   میں اُس گل کی رنگین ادائی نہ دیکھوں

تیرہ دل کی بزم میں جام شراب آتا نہیں   جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہیں

قرار ہو نہ ملو اضطراب ہو کہ نہو   شراب غیر کو دو دل کباب ہو کہ نہو

گلابی آنکھوں سے ساقی کے دل بچے کیونکر   شرابیوں میں جو بیٹھے خراب ہو کہ نہو

چلا دختر رز کو لیکر جو ساقی   فرشتہ ہوے ساتھ گھر دیکھنے کو

بل سے پھنسائیگی یہ کسی بیگناہ کو   چوٹی کے پیچ یاد ہیں زلف سیاہ کو

اشارہ میں ادا ہوتا ہو حق مدعا گوئی   بیان بے زبان چتون زبان بے بیان ابرو

نرخ طلا سے رنگ حسینان گران سمجھ   آنکھوں کی پتلیاں محک امتحان سمجھ

اے دل نہ چھوڑ دامن طفل سرشک کو   رہ جائیگا بہ نگ مژہ ہاتھ ملکے دیکھ

خود چلا ہر قدم یہ کہتے نسیم   ٹھہر تو نامہ بر کہوں گا کچھ

محتسب کی آنکھ پر جب سے چڑھی   دختِ رز شیشہ کے دل سے گر گئی

ہم تو مژگان کی نمط ہم چشم ہوں
خالی ہاتھ آئے ہیں ارمان بھرے

آن میں فرق نہ آنے دیجئے
جان اگر جائے تو جانے دیجئے

آنکھ نرگس سے جو اسکی لڑ گئی
صبحدم کیا اوس گل پر پڑ گئی

وا حسرتا کہ لخت جگر تھے جو طفل اشک
آنکھوں کے سامنے سے ہمارے نکل گئے

دنیا میں عیش و غم سے ہیں یکسر بھرے ہوے
شیشوں کے دل ہیں خالی تو ساغر بھرے ہوے

گذرے اے پیک صبا تو تو دعا کہہ دینا
کوچۂ زلف میں دل نام جوان رہتا ہے

دوزخ و جنت ہیں اب میری نظر کے سامنے
گھر رقیبوں نے بنایا اسکے گھر کے سامنے

پہونچی نہ راحت ہمسے کسیکو اور اذیت کش ہوئے
ہجران پڑی تب بار شکم جیتے جی کے وبال دوش ہوئے

مخمس

کس میں ایجان نہیں مہر و محبت کا اثر
مہر و مہ داغ ہی دکھلاتے ہیں ہم شام و سحر
دھو دیا شبنم سے کہیں جاتا ہو داغ گل تر
یک بیک لیسے مٹے حرف محبت کیونکر
لالہ رو داغ ترا جائیگا جاتے جاتے

وصل انسان کو پریزاد و نگاہو ہے دشوار
فائدہ کچھ نہیں تم مفت میں کیوں ہوتے ہو خوار
کہتے کہتے تو ہوئی تم کو نسیم اب ناچار
عشق کو ترک کرو یا نہ کرو ہو مختار
نیک و بد رند تمھیں ہم ہیں جتاتے جاتے

مخمس دیگر

زمانہ میں ہیں نکتہ دان کیسے کیسے
خط و خال کے ہیں بیان کیسے کیسے
زبان زد ہیں وصف بتان کیسے کیسے
دہن پر ہیں اُنکے گمان کیسے کیسے
کلام آتے ہیں درمیان کیسے کیسے

وہ خونخوار عاشق کُشی پر جو آیا
کوئی دم کے دم بیقرار و نہیں ٹھہرا
رواں جب ہوا تیغ سے تیز تر تھا
نہ مڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا
تڑپتے رہے نیم جان کیسے کیسے

قضا جسدم آجاتی ہے جان کی دشمن
کسی کی نہیں چلتی ہے مشفق من
اجل ہے گذرگاہ ہستی میں رہزن
عجب کیا چھٹے روح سے جامۂ تن
لٹے راہ میں کاروان کیسے کیسے

خزان خار اپنے دکھاتی ہے کیا کیا
بہار اپنے پھل پھول پاتی ہے کیا کیا
شگوفہ ہر اک فصل لاتی ہے کیا کیا
زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

نہ زخمی بدن ہیں نہ گھائل ہوئے ہیں
نہ خونی کفن ہیں نہ بسمل ہوئے ہیں
لہو کے کشتوں میں داخل ہوے ہیں
تمھارے شہیدوں میں شامل ہوے ہیں
گل و لالہ و ارغوان کیسے کیسے

وجود بشر کیا عدم ہی عدم ہے
کہ ہے آدمی جب تلک دم میں دم ہے

شکم پرور حرص ناز و نعم ہے — کرے جسقدر شکر نعمت وہ کم ہے

مزے لوٹتی ہے زبان کیسے کیسے

جو دلسوز فرقت ہین ہین داغ سوزان — تو دمساز ہین نالہ و آہ و افغان

بنے رہتے ہین روز ناخواندہ مہمان — غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرمان

ہمارے بھی ہین مہربان کیسے کیسے

کوئی جانتا ہے کسی کو خبر ہے — کہ پردہ مین کون ایسا صنم جلوہ گر ہے

کہین کچھ خیال اور کہین کچھ نظر ہے — دل و دیدۂ اہل عالم مین گھر ہے

تمھارے لیئے ہین مکان کیسے کیسے

جو مے نوش ہین ننگ گنگ بیٹھے ہین — لیے پھول بدمستیان کر رہے ہین

قدم لڑکھڑاتے ہین ساغر لیئے ہین — بہار آ گئی ہے نشہ مین جھومتے ہین

مریدان پیر مغان کیسے کیسے

ہر اک درد کا کرسکے لوگ چارا — اجل سے نہ پایا کسی نے گذارا

ملے خاک مین سیکڑون مسند آرا — نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا

مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے

فسانے جو کچھ حسن اور عشق کے ہین — لب نے سے سب پوست کندہ سنے ہین

جو مغز سخن سمجھے ہین جانتے ہین — تب ہجر کی کاہشون نے کیئے ہین

جدا پوست سے استخوان کیسے کیسے

نسیم آج کیونکر نہو مست دل خوش — کہ سبزہ چمن کی روش پر ہے دلکش

خزان باغ سے بھاگتی ہے مشوش — بہار گلستان کی آمد ہے آتش

خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے

ترجیع بند

دیو تابع ہوتے ہین تسخیر سے — پھنستے ہین جن سحر کی تاثیر سے
مس کو کرتے ہین طلا اکسیر سے — چوکتا غافل نہین تدبیر سے
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

زعم تھا فرعون کو مین ہون کردگار — بارش باران ہوئی جب بے شمار
آبگینہ کا بنایا تھا حصار — قدرتِ حق سے ہوا وہ سنگسار
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

وہ سلیمان جنکے پریان بسمین تھین — اسم اعظم سے جہان زیر نگین
اہرمن جب لے گیا خاتم وہین — پانون کے نیچے نہ ٹھہری پھر زمین
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

وہ کلیم اللہ جو ہر صبح و شام — طور پر ہوتے تھے حق سے ہمکلام
کیا غضب تھا لن ترانی کا مقام — لے سکے پھر ربِّ اَرِنی کا نہ نام
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

وہ امام دو جہان حضرت حسینؑ — فاطمہؑ کے اور علیؑ کے نور عین
دودمانِ مصطفیٰؐ کے زیب و زین — زیر خنجر بس یہی کرتے تھے بین
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

تھا جو افلاطون حکیم ذوفنون — خم نشین ہو کر ہوا اک لخت خون
چاہا حکمت سے مجسم پھر مین ہون — عقل و دانش ہو گئی جہل و جنون
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

قیس لیلیٰ پر جو مفتون ہو گیا — دہر مین مشہور مجنون ہو گیا

شہر چھوٹا وقفِ ہامون ہوگیا　ناقہ اکر بخت واژون ہوگیا
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

کوہ کن شیرین کا عاشق تیشہ گیر　لے گیا تھا پیش خسرو سے فقیر
پیرزن کا حرف سنکر ناگزیر　جانِ شیرین کھوئی لاکر جوئے شیر
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

ہین کہ ہون گلزار معنی مین نسیم　حرف میرے رکھتے ہین گل کی شمیم
بلبل آسا گو ہزارون ہین فہیم　ایک سے حاصل ہوا نے زر نہ سیم
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

مخمس دیگر

لیتا ہے جسکا نام ترا وان نشان کہان　کیا تاب تیری چاند کہان اور کتان کہان
ذرہ اور آفتاب کا ممکن قران کہان　دل تو کہان وہ مہوش نامہربان کہان
نادان ہے زمین کہان آسمان کہان

اپنے ہی دن برے تھے تجھے کیا بھلا کہین　پھر اپنی ہی سمجھ کا رہا دلکو کیا کہین
سرگشتگی کے شوق کا کیا ماجرا کہین　کعبہ کہین کنشت کہین میکدہ کہین
تیرے لیئے خراب ہوے ہم کہان کہان

حاصل کسی سے تھا نہ جواہر نہ زر نہ سیم　ایک واہ واہ فقط سو ہوا ہو گئی فہیم
وہ وقت ہے کہ کہتے ہین خاقانی و کلیم　کیا کیئے شعر خونِ جگر کھاکے اے نسیم
جوہر شناس کوئی کہان قدردان کہان

تمام شد

قطعۂ تاریخ طبع از نتائج شیرین مقال ناظم نازک خیال منشی بھگوانديال صاحب عاقل

ایجنٹ مطبع ہذا

گلزار نسیم در لطافت
عاقل گل سال عیسوی چید

گلدستۂ گلشنِ طرب ہست
باغ شاداب این عجب ہست
۱۹۱۲ء

ولہ

بلا تشبیہ گلزار نسیم است
ز کلکِ شاخ گل عاقل ہجری

تر و تازہ عجب پر آب باغے
رقم کردم چہ با شاداب باغے
۱۳۳۰ھ

خاتمۃ الطبع مُباحثۂ گلزار نسیم

از فخر الاطبا ابو المعالی ظہیر الدین حکیم سید حسین صاحب گریان زیدی لکھنوی

ہزار ہزار شکر ہے اُس خدا کے لیے کہ جس نے انسان کو قوت گویائی عطا فرمائی کہ جو اُسکے اظہار فضل و کمال کا ذریعہ قرار پائی۔ بنا بر مذاق حکما یہی قوت مابین انسان و دیگر حیوانات حد فاصل ہوئی گویا انسان جامۂ انسانیت مین اسی کے زیب ذہن ہونے سے ہوا۔ صحن عالم زمانہ کے طویل ہونے اور مخلوق کے کثیر ہونے سے جون جون وسیع و کشادہ ہوتا گیا شعر و سخن و فصاحت و بلاغت کی طرف ہر ہر شخص فطرتاً اُسی قدر زیادہ متوجہ ہوتا گیا۔ عرب کے آخر زمانہ کی حالت اس امر سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان کو معجزہ مین بھی ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہوئی کہ جو تمام فصاحت و بلاغت کا دعوی کرنے والون کے دم بند کر کے سب کے سر ایسے واحد یکتا کی طرف جھکا دے کہ جسنے اس قوت کو کوہ طور پر ایک درخت مین بھی ظاہر فرما کر حضرت موسیٰ سے باتین کرا دین - اور یہ امر خلاف فطرت دکھا کر اپنی قدرت کاملہ کو ثابت فرما دیا تو زمانہ سابق مین جس نبی کو جس معجزہ کی ضرورت تھی وہ اُسے عطا ہوا چنانچہ ہمارے نبی صلعم ایسے زمانہ مین مبعوث ہوے کہ اُس زمانہ مین عرب کا بچہ بچہ بھی شاعر فصیح و بلیغ تھا لہذا اُسی فن مین کہ جسمین اُنکو بڑے بڑے دعوے تھے اور یہان تک نوبت پہونچی تھی کہ اشعار کی فصاحت پر سجدے کیے جاتے تھے - ایسی کتاب حضرت کا اعجاز قرار دی گئی کہ جسکی ایک آیت کا بھی بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ جواب نہ دیسکے اور اپنا سا منھ لیکر رہگئے اور بالآخر کہدینا پڑا کہ اُ انسان کا تو ایسا

کلام ہو ہی نہین سکتا" خداوند عالم کا خوان نعمت فصاحت وبلاغت عرب ہی کیلیے مخصوص نہ تھا بلکہ ہمارے ہند مین بھی ایسے ایسے شاعران نازکخیال شیرین مقال پیدا ہوے کہ جنھون نے اپنی خداداد ذہانت وذکاوت سے ہمارے ہند کی زبان کو دوسری زبانون کے مقابلہ مین دلھن کی طرح سج دیا - اور کلام مین ایسی ملاحت ودلبری پیدا کی کہ بیساختہ دلدادگان سخن کی رال ٹپک پڑے - نہ معلوم لفظون مین کچھ ایسی ادائین پیدا ہوئین کہ جو دلون کو اپنا کیے لیتی ہین کلمات ایسا چلتا ہوا جادو بن گئے کہ جو کبھی خطا ہی نہین کرتا چنانچہ کتاب مباحثۂ گلزار نسیم مین کسی کو اختلاف نہین ہو سکتا کہ اسکے سلسلہ مضامین کے ردیف و اچھی خاصی موتیون کی لڑی بھی مات ہے - ایسی ایسی دلربائیان اور دلچسپیان کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہین کہ اگر ہزارہا مرتبہ دیکھیے تو تسکین وسیری نہو بلکہ ہر مرتبہ شوق بڑھتا جائیگا کیونکہ اسکے مضمون کی آمد ہے کہ ایک موسلا دھار مینھ کی بوچھار یا یہ کہیے کہ ایک دریا امڈا چلا آتا ہے - گویا وہ وہ منظر کہ جنکو ابھرتی ہوئی نوجوان طبیعتین ہر چہار طرف ڈھونڈتی تھین چن چن کر اسمین جمع کیے گئے ہین - ہر تصنیف مصنف کی بقدر حیثیت دلچسپی اور خوبی مین حصہ لیتی ہے اسمین جو کچھ بھی خوبیان ہون کم ہین کیونکہ وہ کونسا شخص ہوگا کہ جو شاعر خوش مقال عدیم المثال پنڈت دیاشنکر صاحب نسیم لکھنوی سے یا انکی مثنوی موسوم بہ گلزار نسیم سے بیخبر ہوگا کہ جسکو آپنے بہت سا اپنا وقت عزیز صرف کرکے صرف پبلک کی دلچسپی اور تفریح طبع کی جہت سے قصۂ گل بکاولی کو اسطرح سے نظم مین ادا فرمایا تھا کہ جسکے حسن وخوبی کا تمام اہل ہند نے باتفاق اعتراف واقرار کر لیا - اور یہ امر کیا اس کتاب کی بلندی قدر کے لیے کم ہے کہ شعرائے نامدار اور نکتہ چینان دیار وامصار نے گویا اسپر اعتراض کرنا اپنا فخر سمجھا ہے اسی وجہ سے کتاب مباحثۂ گلزار نسیم کا مطالعہ علاوہ ان تمام خوبیون کے پبلک کے لیے نور علی نور سے بھی بڑھکر سہ چند لطف زائد کرنے والا ہے کہ یہ جہان اور دلچسپیان بخشے گی وہان پر بطور ایک کامل استاد مناظر کے ثابت ہوکر مناظرہ اور مباحثہ کا بھی سبق پڑھا لے گی - کیونکہ یہ ان تمام شعرائے نامدار وزباندانان روزگار کے اعتراضات وجوابات کا مجموعہ بھی ہے کہ جو نسیم سے شخص کے کلام پر کیے گئے - یہ کتاب کیا ہے گویا عطر مجموعہ ہے کہ جسمین ہر ہر قسم کے پھول کی مہک آ رہی ہے ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است بنا برین یہ کتاب لاجواب بسرپرستی عالیجناب مستغنی عن الالقاب رائے بہادر منشی پراگ نرائن صاحب بہادر بھارگو دام اقبالہم وزاد اجلالہ مالک مطبع منشی نولکشور حصۂ اول وحصۂ دوم یکجا باہتمام پنڈت منوہر لال صاحب بھارگو سپرنٹنڈنٹ مطبع موصوف بماہ مارچ ۱۹۱۳ء مطابق ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ بصحیح تمام وتنقیح مالا کلام حلیۂ طبع سے مزین ہوکر کحل الابصار ناظرین وسرمۂ چشم شائقین ہوئی حق تعالی مقبول عالم فرمائے بمنہ وکرمہ - آمین



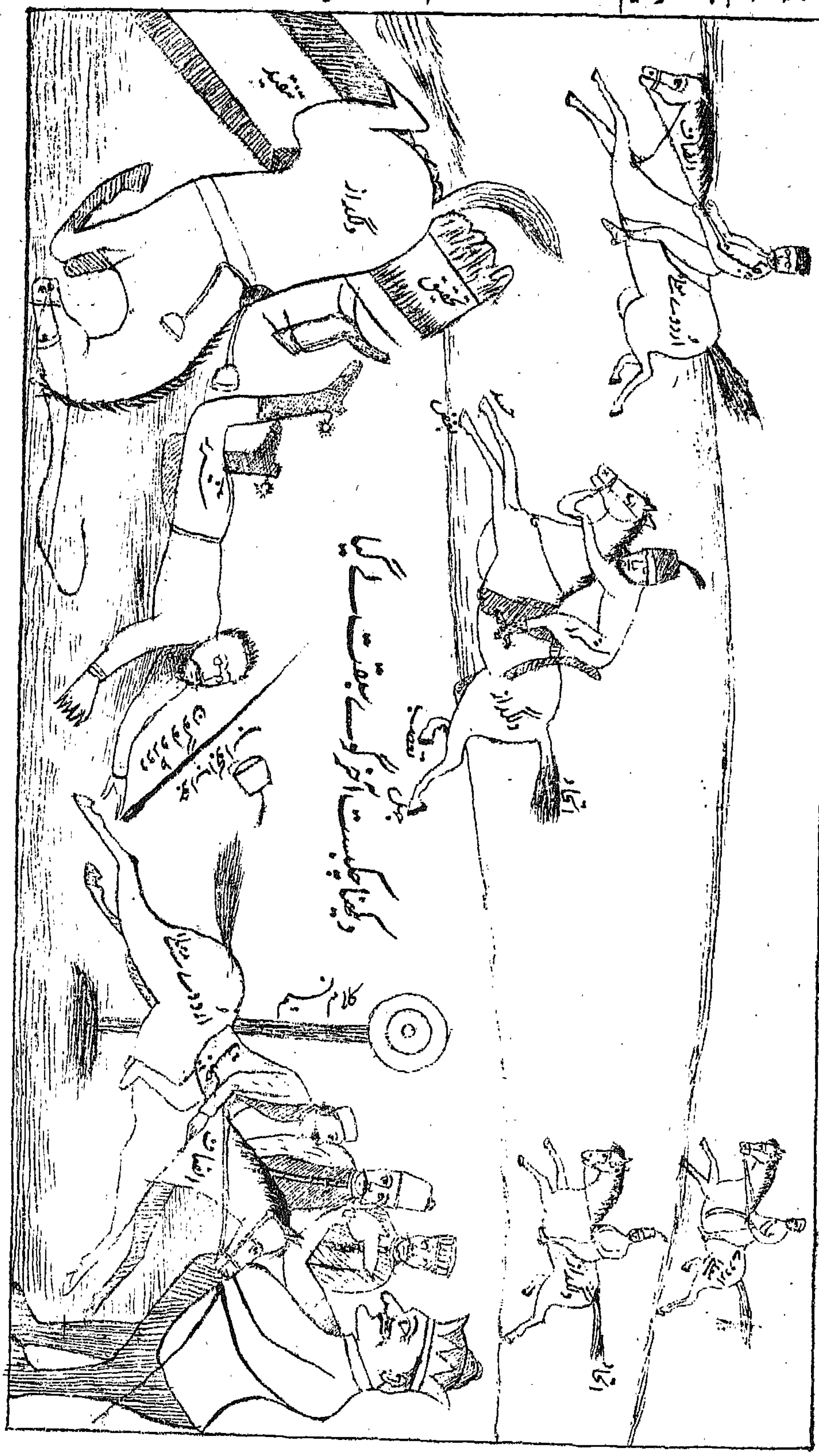
ٹینی مرغی کے خاکی انڈے

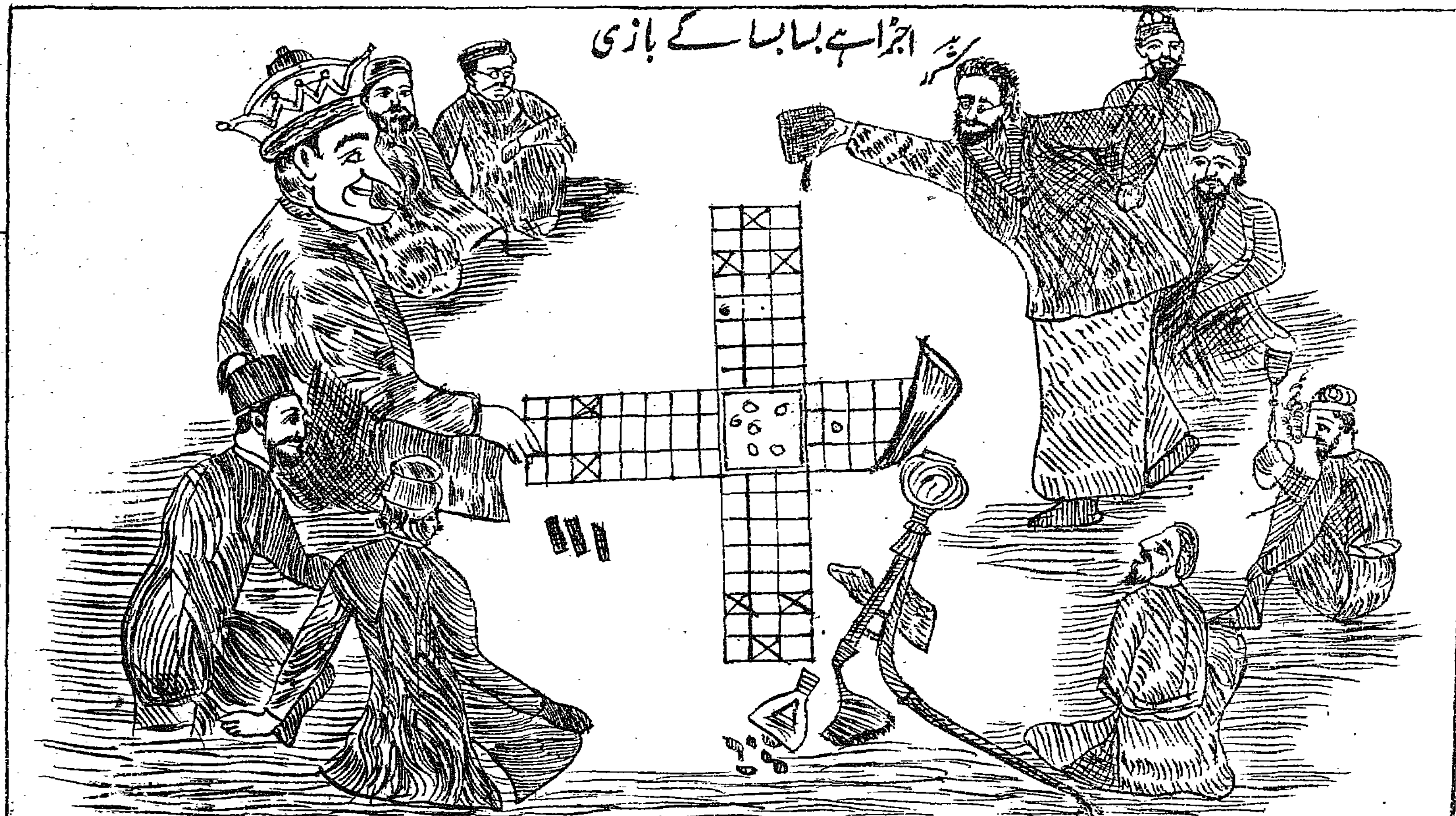


ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ❊ پنجۂ سیمین خود را رنجہ کرد

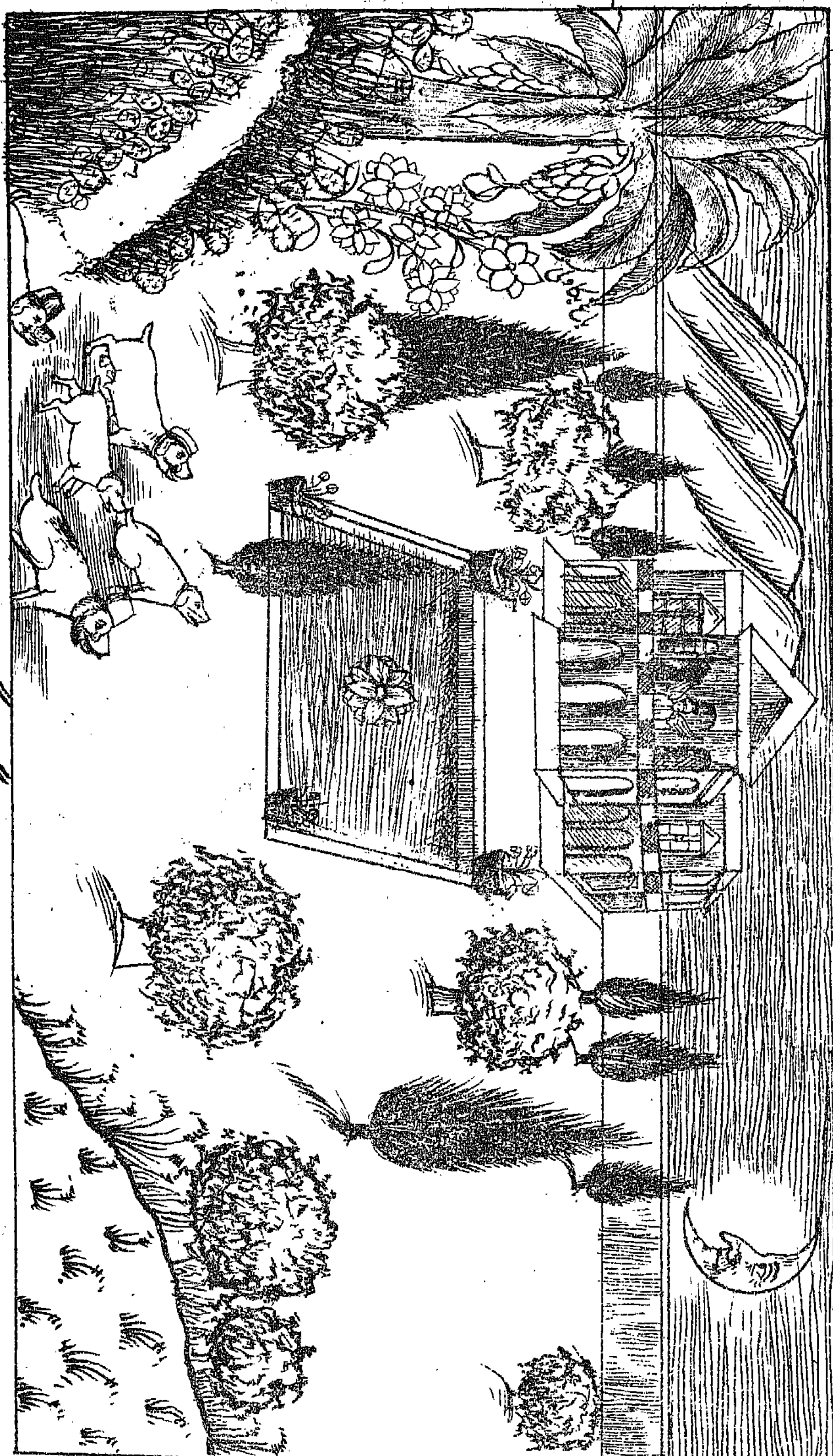


گلزار نسیم اور معترض


کلام نسیم



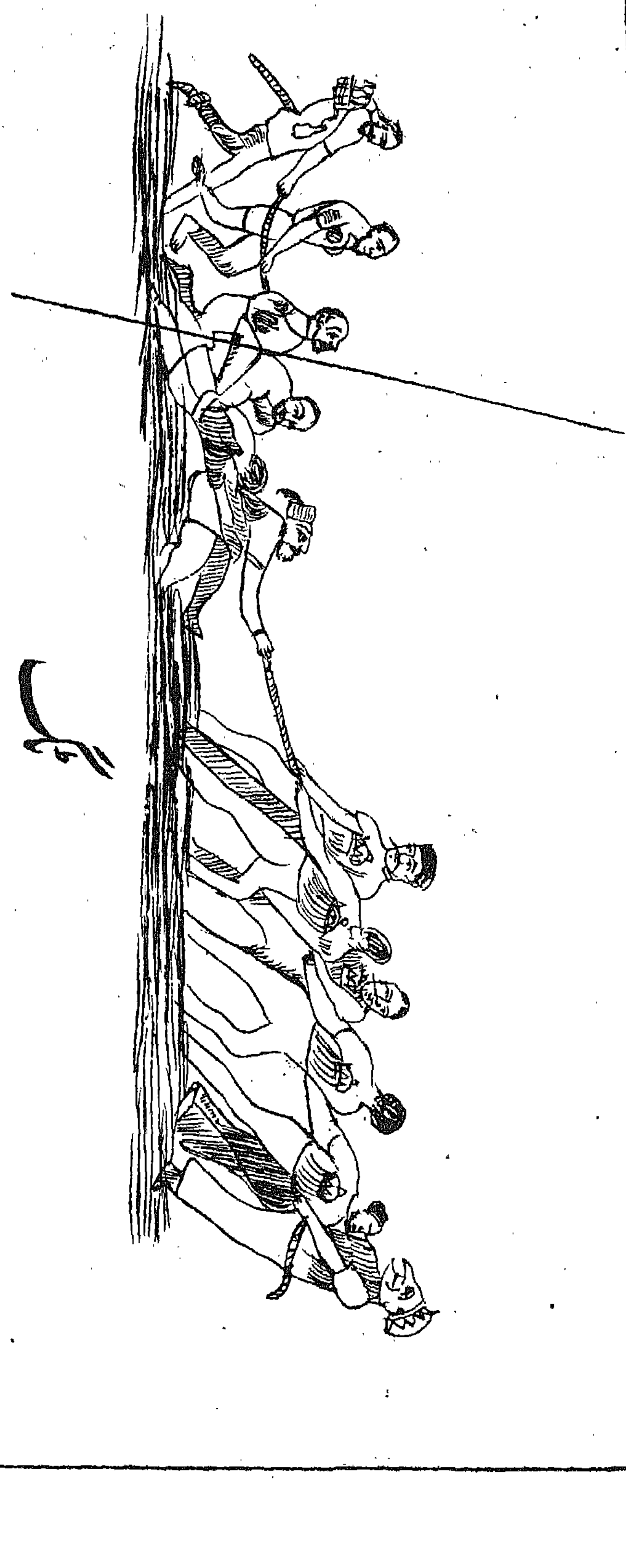
ہارا جواری - دشمن جائیے ... میں ایسے شہدوں سے نہیں کھیلتا .... میری سب نردیں پٹ لیں .... بڑے جیتیے ہو .... سب بتائی ہوئی چالیں ہیں ... چکبست اشارے کرتا جاتا تھا -
پنچ - واہ راجہ نل - ہارے تو لگے گالیاں دینے - رونے کی نہیں بدی ہے - یہ کھیل نہیں ہے چوسر کی بازی ہے -



مہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زنند



فٹ بال

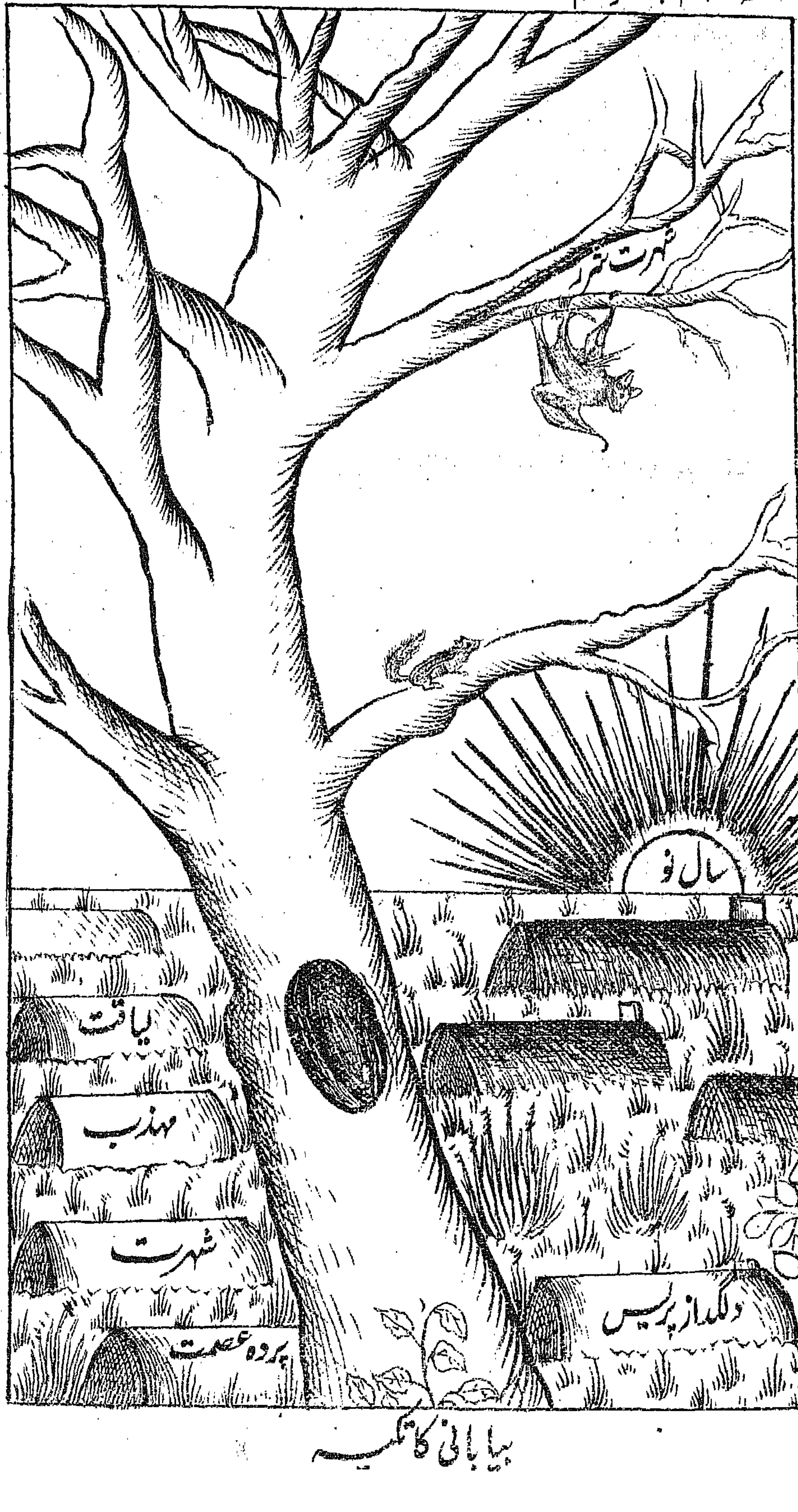


ٹگ

لکھنؤ اور کرسی کا علمی ٹورنامنٹ نمبر۲



لکھنؤ اور کرسی کا علمی کرکٹ ٹورنامنٹ نمبر ۳



بیابانی کا تکیہ

جناب [illegible] سے بہادر منشی پیارے لال صاحب [illegible] منشی [illegible] عالی [illegible] احسن
امر کی ہیں کہ عمر خیام کی رباعیات کے خیال کو ایسے دلچسپ و آسان طریقہ سے ظاہر کیا جائے
کہ ہر طبقہ کے لوگ خواہ فارسی داں خواہ اردو داں کے شائقین اس صحیح [illegible] کلام سے مستفید ہوں
چنانچہ منشی [illegible] صاحب [illegible] کلام [illegible] خیام [illegible] قرار پایا اور [illegible]
[illegible] خیام [illegible] ہے اور چھپنا شروع ہو گیا [illegible] عمر خیام کی
ایک [illegible] ہے ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہو [illegible]
کی تائید میں [illegible] کا اثر دکھلایا ہے [illegible] رباعیات کا مطلب [illegible]
[illegible] شائقین ہوں اور [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible]
[illegible] شائقین [illegible]

عمر خیام کی سوانح عمری

کسی کی زندگی کا حال [illegible] اسی سے [illegible]
حضرت خیام کا شہر نیشاپور کی خاک سے پیدا ہو کر اسی خاک میں مل گیا تھا ان کی ولادت [illegible]
زندگی میں [illegible] کمالات [illegible] امام موفق الدین نیشاپوری کی
فیض صحبت سے انکے دینی اور دنیاوی علوم [illegible] انکے ہمعصروں [illegible]
کمالات کے [illegible] انکے لائق ہمعصروں میں سے خاص کر نصیر الدین طوسی [illegible] نظام الملک [illegible] طوسی
اور حسن بن صباح [illegible] اصحاب تھے خیام اور دونوں اصحاب میں [illegible]
علوم [illegible] ایک ہی [illegible] اتفاق [illegible]
[illegible] حضرت [illegible] سیاحت کی طرف [illegible]
خراسان [illegible] سلطان الپ ارسلان [illegible]
جہاں [illegible] خطاب [illegible] خیام کی
اسی مقام [illegible] دوست خیام [illegible]
[illegible] کا [illegible] عمر خیام سے کیا
خیام [illegible]
[illegible] حضرت طوسی [illegible] نیشاپور [illegible] بیت المال [illegible]